ارشاد الانام

بشرح

مسند الامام

مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل اردو شرح

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

مفتی و مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ہاؤس

ارشاد الأنام

بشرح

مسند الإمام



مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل اردو شرح

تألیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ھاؤس



دوکان نمبر B-1 فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی

Ph: 051-7112253, 0300-5034629

051-5553248

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

اِرشادالانام

بشرح مسندالامام

مسندامام اعظم کی مکمل اردوشرح

تألیف

مولانامفتی ریاض محمد بٹگرامی

مفتی ومدرس دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

چندخصوصیات

مبسوط مقدمہ،احادیث پر کتاب اورابواب کے اعتبار سے الگ الگ نمبر شمار،تبویب،مکمل سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ،لغوی نحوی اورصرفی تحقیق،ضروری تراکیب،مشکل احادیث پراعراب،ضروری تشریح،مسائل کی دل نشین توضیح ،اختلافی مسائل وفروع میں ائمہ کا موقف مع دلائل،اورباب کی مناسبت سے جدید مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل

ناشر

الخلیل پبلشنگ ہاؤس کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی

نام کتاب...ارشاد الانام بشرح مسند الامام

مؤلف...مولانا مفتی ریاض محمد بلگرامی

باراوّل...ستمبر ۲۰۰۷ء

تعداد...۱۱۰۰

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو، ملک کی عظیم دینی درسگاہ، مادر علمی
جامعہ اسلامیہ امدادیہ
فیصل آباد کے نام منسوب کرتا ہوں جس کے آغوش محبت وشفقت میں زندگی
کا ایک عشرہ پر محیط عرصہ اس قدر پر کیف اور لذت بھرا بیتا کہ اس کی حلاوت
اور مٹھاس اب بھی دل میں محسوس کرتا ہوں۔

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار فیض او جاری بود لیل ونہار

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَۃ

مقدمہ میں دو باب ہیں(۱) حدیث اور متعلقات حدیث کے بارے(۲) کتاب اور متعلقات کتاب کے بارے۔

الباب الاول

اس میں کئی مباحث ہیں۔

حدیث کے لغوی معنی: لغت عرب کے مشہور امام جوہریؒ نے اپنی کتاب ''الصحاح'' میں حدیث کے لغوی معنی اس طرح بیان کئے ہیں۔

الحدیث الکلام قلیلہ و کثیرہ وجمعہ احادیث : یعنی لغت میں حدیث ہر کلام کو کہا جاتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس کی جمع احادیث آتی ہے۔

حدیث کے اصطلاحی معنی: محدثین نے حدیث کی اصطلاحی تعریف اور کی ہے اور علماءِ اصولِ فقہ نے اور، اصولیین نے حدیث کی تعریف یوں کی ہے: **اقوال رسول اللّٰہ ﷺ وافعالہ**، اس تعریف کے مطابق چار چیزیں حدیث میں داخل ہیں(۱) نبی علیہ السلام کے اقوال (۲) افعال (۳) تقریرات (۴) آپ علیہ السلام کے احوال اختیاریہ، تقریرات اور احوال اختیاریہ افعال میں داخل ہیں، اس لئے تعریف میں **وافعالہ** کا لفظ کافی ہے، تقریرات، تقریر کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں پختہ کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کوئی متبع شریعت شخص نبی علیہ السلام کے سامنے کوئی عمل کرے اور آپ اس پر خاموشی اختیار کریں، اور محدثین نے حدیث کے اصطلاحی معنی بیان کئے ہیں۔ **اقوال النبی ﷺ وافعالہ واحوالہ** اس تعریف کے مطابق مذکورہ چار اشیاء کے علاوہ احوالِ غیر اختیاریہ بھی حدیث میں شامل ہیں کیونکہ **واحوالہ** کا لفظ عام ہے، اصولیین اور محدثین کی تعریف میں اختلاف کی وجہ نظر کا اختلاف ہے، اصولیین کا مقصد محض حدیث کو جمع کرنا اور بیان کرنا نہیں بلکہ احکام ومسائل کا استنباط کرنا ہے اور احوالِ غیر اختیار مثلاً نبی علیہ السلام کا حلیہ، آپ کی ولادت ووفات کے واقعات وغیرہ سے احکام مستنبط نہیں ہوتے، اسلئے انہیں حدیث میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں اور محدثین کا مقصد ہر اس روایت کو جمع کرنا ہے جو کسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، احوال غیر اختیاریہ بھی اس میں شامل ہیں۔

حدیث کی وجہ تسمیہ یا لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت:

لفظ حدیث میں دو احتمال ہیں، بعض کے ہاں یہ حدوث سے ماخوذ ہے اور بعض کے ہاں تحدیث سے۔ حدوث کے معنی جدید اور نئی چیز کے آتے ہیں، حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن، حدیث کے مقابلہ میں قدیم اور حدیث جدید اور نئی ہے اور بعض کے ہاں یہ تحدیث سے ہے۔ جس کے لغوی معنی ''بیان کرنے'' کے آتے ہیں۔ قرآن میں ہے واما بنعمة ربک فحدث، اس آیت میں نبی علیہ السلام کو نعمت بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نعمت سے مراد احکام شرع کی تعلیم ہے، نبی علیہ السلام نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ احکامِ شرع کی تعلیم دی اور انہیں بیان کیا، اسلئے آپ کے اقوال وافعال وتقریرات کو حدیث کہا جاتا ہے۔

تعریف علم حدیث: علمِ حدیث کی تعریف ہے'' ھو علم یعرف به اقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله''، یعنی وہ علم جس کے ذریعہ نبی علیہ السلام کے اقوال اور افعال اور احوال معلوم کیے جاسکیں۔

علم حدیث کا موضوع: ''موضوعه ذات النبی ﷺ من حیث انه رسول اللّٰه'' یعنی علم حدیث کا موضوع نبی علیہ السلام کی ذات ہے، اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

علم حدیث کی غرض وغایت: اس کی دو غرضیں ہیں (۱) دنیاوی (۲) اخروی۔

دنیاوی غرض ہے'' الاهتداء بهدی النبی ﷺ'' یعنی آپ علیہ السلام کی سیرت پر چلنا اور اس سے ہدایت حاصل کرنا اور اخروی غرض ہے، الفوز بسعادة الدارین یعنی دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کر کے کامیاب وکامران بننا۔

علم حدیث کی شرافت وعظمت:

کسی علم کی شرافت وعظمت کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں، ایک وجہ اس کے موضوع کی اہمیت اور اسکی عظمت ہے، علمِ حدیث کا موضوع نبی علیہ السلام کی ذات من حیث الرسالة ہے اور آپ کی عظمت سب پر واضح ہے۔ آپ تمام انبیاء سے افضل ذات ہیں لہٰذا جس علم میں آپ کی ذات سے بحث ہوگی وہ بھی عظیم الشان علم ہوگا، چنانچہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کے بعد افضل ترین علم، علمِ حدیث ہی ہے۔

اقسام حدیث اور ان کی تعریفات

حدیث اور اصول حدیث دو الگ الگ علوم ہیں حدیث کی اصطلاحات اور اقسام کا بیان اصولِ حدیث میں ہوتا

ہے، یہاں ان چند اقسام اور اصطلاحات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جن کی حلِ کتاب میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔

حدیث کی مناسبت سے جن شخصیات کا پہچاننا ضروری ہے، وہ تین ہیں۔

صحابی: اس خوش نصیب انسان کو صحابی کہا جاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

تابعی: اس خوش قسمت شخص کو تابعی کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت پر ہی اس کا انتقال ہوا ہو۔

تبعِ تابعی: ان حضرات کو کہتے ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسی حالت پر ان کا انتقال ہوا ہو۔

اقسام حدیث

احادیث کی مختلف اعتبارات سے چھ تقسیمیں ہیں۔

تقسیم اول

اپنے لفظوں کے اعتبار سے حدیث تین چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۱) **سند:** متنِ حدیث کے سلسلہ رواۃ یعنی نبی اکرم ﷺ سے لیکر صاحبِ کتاب تک حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو "سند" کہتے ہیں۔

(۲) **اسناد:** اسی سلسلہ سند کے بیان کرنے کو "اسناد" کہا جاتا ہے۔

(۳) **متن:** حدیث کے ان الفاظ کو متن کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے اب تک نقل ہوتے چلے آتے ہیں، مثال:

حدثنا ابو اليمان قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال والذى نفسى بيده لا يؤمن احدكم حتىٰ اكون احب اليه من والده وولده

اس حدیث میں حدثنا سے ابی ھریرۃ تک سند ہے، اسی کے پڑھنے اور بیان کرنے کو اسناد کہا جاتا ہے اور اس کے بعد سے آخر تک کے حصہ کو "متنِ حدیث" کہتے ہیں۔

اسناد کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع ۔

(۱) حدیث مرفوع: جس حدیث کی روایت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے اسے حدیثِ مرفوع کہتے ہیں جیسے کہا جائے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یا نبی علیہ السلام نے فلاں کام کیا یا آپ علیہ السلام کے سامنے کوئی کام ہوا یا بات ہوئی اور آپ اس پر خاموش رہے یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث نبی علیہ السلام سے مرفوعاً ثابت ہے یا فلاں صحابی نے اس حدیث کا رفع کیا ہے۔

(۲) حدیث موقوف: جس حدیث کی روایت کا سلسلہ جا کر کسی صحابی پر ختم ہو جائے اسے حدیثِ موقوف کہا جاتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا یا ابنِ عباسؓ نے اس طرح کیا یا یہ حدیث ابنِ عباس پر موقوف ہے۔

(۳) حدیث مقطوع: جس حدیث کی سند جا کر کسی تابعی پر ختم ہو جائے اسے حدیثِ مقطوع کہا جاتا ہے بعض حضرات کے ہاں ''موقوف اور مقطوع'' کو اثر بھی کہتے ہیں، اس لحاظ سے ''حدیث'' کا اطلاق صرف نبی علیہ السلام کے اقوال افعال اور تقریرات پر ہوگا اور صحابی اور تابعی کے اقوال، افعال اور تقریرات کو ''اثر'' کہا جائیگا۔

تقسیم ثالث

راویوں کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منقطع (۳) معضل (۴) معلق (۵) مرسل ۔

(۱) حدیثِ متصل: وہ حدیث ہے جس کے راوی شروع سے آخر تک پورے ہوں اور درمیان میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

(۲) حدیثِ منقطع: وہ حدیث ہے جس کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقامات سے ساقط ہو گئے ہوں۔

(۳) حدیثِ معضل: وہ حدیث ہے جس کی اسناد سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے بتصرف یا بلا تصرفِ مصنف ساقط ہوں۔

(۴) حدیثِ معلق: وہ حدیث ہے جس کی اوائل سند سے بتصرفِ مصنف ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں۔

(۵) حدیثِ مرسل: وہ حدیث ہے جس کی اخیر سند سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو جیسے کوئی تابعی حدیث بیان کرتے ہوئے کہے "قال رسول اللہ ﷺ"

تقسیم رابع

مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں (۱) صحیح، جو اعلیٰ مرتبہ کی صحیح ہوتی ہے (۲) حسن، جو اوسط مرتبہ کی ہوتی ہے (۳) ضعیف، جو ادنی مرتبہ کی حدیث کہلاتی ہے۔

(۱) حدیث صحیح: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی مصنفِ کتاب سے لیکر آنحضرت ﷺ تک سب کے سب صاحبِ عدالت اور صاحب ضبط ہوں۔ نیز حدیث کی روایت کے وقت مسلمان، عاقل، بالغ ہوں۔ "صاحبِ عدالت" کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاحبِ تقوی و تقدس ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو۔ گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو، اور اگر بتقاضائے بشریت کبھی گناہِ کبیرہ صادر ہو گیا تو اس سے توبہ کر لی ہو، گناہ صغیرہ سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہو اور ان پر دوام نہ کرتا ہو۔ اسبابِ فسق و فجور سے پرہیز کرتا ہو، صاحبِ مروت ہو یعنی ایسے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی معاشرے میں معیوب سمجھے جاتے ہوں مثلاً بازار میں ننگے سر گھومنا، سرِ راہ سب کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا، راستہ چلتے ہوئے یا برسرِ بازار کھڑے ہو کر کھانا پینا وغیرہ۔

"صاحبِ ضبط" کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہایت ہوشیار و سمجھدار ہو، قوی حافظہ رکھتا ہو، تاکہ حدیث کے الفاظ بعینہٖ یاد رکھ سکے اور روایتِ حدیث کے وقت کسی قسم کی بھول چوک اور شک و شبہ کی گنجائش نہ رہ سکے۔

مصنفِ کتاب سے لیکر حضور ﷺ تک جتنے راوی ہیں اگر وہ سب ان صفات و خصوصیات کے معیار پر پورے اترتے ہوں تو ان کی روایت کردہ حدیث "صحیح" کہلائے گی۔ پھر اگر یہ تمام صفات راوی میں پوری پوری پائی جائیں گی تو اس کی روایت کردہ حدیث "صحیح لذاتہ" کہلائے گی۔ اور اگر راوی میں ان صفات میں سے کسی شق سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی اور قصور کثرتِ طرق سے پوری ہو جاتی ہو تو اسکی روایت کردہ حدیث "صحیح لغیرہ" کہلائے گی۔

(۲) حدیثِ حسن: مصنفِ کتاب سے آنحضرت ﷺ تک راویوں میں سے کسی ایک راوی میں ان مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی کثرتِ طرق سے بھی پوری نہ ہوتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو "حدیثِ حسن" کہا جاتا ہے۔

(۳) حدیثِ ضعیف: حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن کی مذکورہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط اگر راوی میں

مفقود ہوں مثلاً حدیث کا راوی ''صاحبِ عدالت'' نہیں ہے یا ''صاحبِ ضبط'' نہیں ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث ''حدیثِ ضعیف'' کہلاتی ہے۔

تقسیم خامس

اس حیثیت سے کہ ہم تک پہنچی ہے حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) غریب۔

(۱) **حدیثِ متواتر**: وہ حدیث کہلاتی ہے جس کو ابتداء سے انتہاء تک یکساں بلاتعین عدد اسانید کثیرہ سے اتنے راویوں نے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا یا ان سے اتفاقیہ بھی جھوٹ کا صادر ہونا عقلاً محال ہو۔

(۲) **حدیثِ مشہور**: وہ حدیث غیر متواتر جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین یا تین سے زیادہ ہوں، بعض محدثین کے نزدیک ''مشہور'' کو ''مستفیض'' بھی کہتے ہیں۔

(۳) **حدیثِ عزیز**: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم دو ضرور ہوں۔

(۴) **حدیثِ غریب**: وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ ایک راوی ہو جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ حدیث غریب کو ''فرد'' بھی کہتے ہیں۔

تقسیم سادس

اختلافِ راوی کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) شاذ (۲) محفوظ (۳) منکر (۴) معروف۔

(۱) **شاذ**: وہ حدیث ہے جس کا راوی تو ثقہ ہو مگر وہ کسی ایسے ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں بڑھا ہوا ہو۔

(۲) **محفوظ**: وہ حدیث ہے جس کا راوی اوثق ہو مگر وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے کمتر ہو۔

(۳) **منکر**: وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو قوی راوی ہے۔

(۴) **معروف**: وہ حدیث ہے جس کا راوی قوی ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضعیف ہے، معروف اور منکر ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ (از مظاہر حق جدید ۱/۶۳)

الباب الثانی
مختصر تعارف شخصیاتِ مسند

مسند امام اعظم سے متعلق چار شخصیات کا مختصر تعارف ضروری ہے (۱) صاحبِ مسند امام ابو حنیفہؒ (۲) مؤلف امام حارثی (۳) مختصِر و ملخِّص امام حصکفی رحمہ اللہ (۴) مرتب علامہ سندھی رحمہ اللہ۔

ہر ایک کا تعارف مستقل فصل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فصل اول: مختصر حالات امام اعظمؒ:

آپ کا اسم گرامی نعمان، والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔ ابو حنیفہ آپ کی کنیت اور امام اعظم آپ کا لقب ہے۔

ولادت: صحیح قول کے مطابق آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، بعض نے ۷۰ھ اور بعض نے ۸۱ھ بھی لکھا ہے۔

دادا کا قبول اسلام:

حضرت امام اعظمؒ کے دادا زوطی فارس کے رہنے والے تھے اور اپنے ملک کے مذہب کے مطابق فارسی تھے، جب اسلام کی روشنی سرزمین عرب کو روشن کرتے ہوئے عجم میں پھیلی اور بہت سی قومیں مسلمان ہوئیں تو بہت سے فارسی بھی مسلمان ہوئے جن میں ''زوطی'' بھی شامل تھے، ایک لازمی نتیجہ کے تحت قوم اور خاندان کے لوگوں نے ستانا شروع کیا تو آپ تنگ ہو کر مکہ مکرمہ کا قصد کر کے گھر والوں کے ساتھ روانہ ہوئے، جب کوفہ پہنچے تو اسلام کی تابانی وہاں بھی نظر آئی کیونکہ یہ حضرت علی کی خلافت کا زمانہ تھا اور آپ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا تھا، حضرت علی المتوفی ۴۰ھ اور عبد اللہ بن مسعود المتوفی ۳۲ھ نے کوفہ کو علم وفقہ کا مرکز بنا رکھا تھا، اسلئے آپ وہاں ٹھہر گئے، ایک مدت کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا جن کا نام ثابت رکھا گیا۔ یہی حضرت امام اعظمؒ کے والد ہیں۔

امام اعظمؒ کا طلب علم:

آپ کے والد حضرت ثابتؒ کپڑے کے بڑے تاجر تھے، امام صاحبؒ نے ابتدائی ضروری تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، جب کچھ ہوشیار ہوئے تو والد صاحب نے انہیں اپنے ساتھ تجارت میں شامل کر دیا پھر جب سولہ سال کی عمر میں آپ کے والد ثابت کا انتقال ہوا تو تجارت کی ساری ذمہ داری آپ پر پڑ گئی، آپ نے اپنی ذہانت وفطانت سے

کاروبار کو بامِ عروج پر پہنچایا اور دکان کے ساتھ کپڑے کا کارخانہ بھی لگا لیا لیکن آپ کے دل میں طلبِ علم کا شوق تھا اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی یہی چاہت رکھتی تھی، ۲۰ سال کی عمر میں ایک بار آپ سفرِ تجارت پر جارہے تھے کہ راستے میں مشہور محدث حضرت عامر بن شراحیل الشعبی سے ملاقات ہوئی، امام شعبیؒ نے پوچھا آپ کس سے پڑھتے ہیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں سفرِ تجارت پر جارہا ہوں، میں کسی سے پڑھتا نہیں۔ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے اندر بڑی صلاحیت نظر آتی ہے، آپ پڑھتے کیوں نہیں؟ اس بات کا امام صاحب پر بڑا اثر ہوا، والدہ سے مشورہ کیا، ان کو پہلے سے یہی چاہت تھی، اسلیئے پڑھنے کا عزم کیا اور سب سے پہلے حضرت حماد بن ابی سلیمان المتوفی ۱۲۰ھ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، دو سال ان سے فقہ سیکھی اور اپنی ذہانت، فطانت اور قابلیت کے جوہر دکھائے اور آپ کے شاگردوں میں اپنا نام روشن کردیا۔

تحصیلِ حدیث:

اس دوران آپ کو یہ بھی احساس ہوگیا کہ فقہ اور استخراجِ مسائل کیلئے حدیث کا علم انتہائی ضروری ہے چنانچہ آپ نے کوفہ کے مشہور محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

اساتذہ حدیث: آپ کے اساتذہ حدیث کئی حضرات ہیں جن میں چند حضرات یہ ہیں (۱) حضرت امام شعبیؒ جن کی ترغیب سے آپ نے پڑھنا شروع کیا تھا (۲) عون بن عبداللہ (۳) سلمہ بن سہیل (۴) محارب بن دثار (۵) عدی بن ثابت (۶) ابراہیم بن محمد (۷) سماک بن حرب (۸) موسیٰ ابن ابی عائشہ (۹) ابراہیم نخعی (۱۰) قاسم بن محمد (۱۱) قتادہ (۱۲) نافع (۱۳) طاؤس (۱۴) حسن بصری (۱۵) عمرو بن دینار (۱۶) عبداللہ بن دینار (۱۷) عکرمہ (۱۸) عطاء وغیرہ۔

آپ کے نامور تلامذہ:

آپ سے نامور فقہاء اور چوٹی کے محدثین نے کسبِ فیض کیا ہے، چند کے نام یہ ہیں (۱) عبداللہ بن مبارک (۲) جرح وتعدیل کے امام یحیٰ بن سعید القطان (۳) وکیع بن الجراح، یہ امام شافعی کے استاذ ہیں (۴) مکی بن ابراہیم (۵) حفص بن غیاث النخعی (۶) مسعر بن کدام (۷) زید بن ہارون (۸) عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔

تصانیف: حضرت امام اعظم کی کئی تصانیف ہیں، چوتھی صدی ہجری کے مشہور مؤرخ ابوالفرج محمد بن اسحاق نے اپنی مشہور کتاب ''الفہرست لابن ندیم'' میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے کئی کتابیں لکھی ہیں (۱) الفقہ الاکبر (۲) کتاب العالم والمتعلم (۳) کتاب الرد علی القدریۃ (۴) کتاب الرسالۃ الیٰ عثمان البتی فی الارجاء۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ

نے ان کے علاوہ آٹھ تصانیف گنوائی ہیں (۱) کتاب الرائے (۲) کتاب اختلاف الصحابہ (۳) کتاب الجامع (۴) کتاب السیر (۵) الکتاب الاوسط (۶) الفقہ الابسط (۷) مکاتیب ووصایا (۸) کتاب الآثار۔

امام صاحبؒ کی تابعیت:

ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ وہ واحد امام ہیں جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ کے دور میں چند صحابہ باحیات تھے اوران سے باقاعدہ ملاقات کی ہے۔ کئی مورخین اور محدثین آپ کی تابعیت کے قائل ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن ندیم، ابن حجر مکی، عبداللہ بن مبارک، خطیب بغدادی، علامہ ابن جوزی، مزی، قسطلانی، سیوطی، علامہ ذھبی، یافعی، عراقی وغیرہ حضرات آپ کی تابعیت پر متفق ہیں۔ آپ مسند امام اعظم میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ آپ نے براہِ راست صحابہ سے باقاعدہ ملاقات کی اوران سے احادیث نقل فرمائی، دو حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ (۱) کتاب العلم حدیث نمبر ۳ جس کا حاصل یہ ہے امام صاحب فرماتے ہیں ۸۰ھ میں میری ولادت ہوئی اور ۹۶ھ میں سولہ سال کی عمر میں میں نے اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ جب میں مسجد حرام داخل ہوا تو ایک بڑا حلقہ دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو کہا گیا کہ یہ نبی علیہ السلام کے صحابی عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کا حلقہ ہے پھر میں نے آپ سے یہ حدیث ارشاد فرماتے ہوئے سنی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: **من تفقه في دين الله كفاه الله تعالىٰ مهمه ورزقه من حيث لا يحتسب.**

(۲) کتاب الادب حدیث نمبر ۳۰، جس کا حاصل یہ ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ ۸۰ھ میں میری ولادت ہوئی اور ۹۴ھ میں نبی علیہ السلام کے صحابی عبداللہ بن انیس کوفہ تشریف لائے۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں انہیں دیکھا اوران سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا، **حبك الشيئ يعمي ويصم.**

امام صاحبؒ کا ابتلاء اور شہادت: حکمرانانِ وقت کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ اپنی مقبولیت بڑھانے اور اقتدار کو بچانے کیلئے وقت کے بڑے علماء کو ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے ہیں اوراس کی خاطر انہیں عہدے پیش کرتے ہیں، امام موصوف پر بھی ایسے دو دور گزرے ہیں، پہلے بنوامیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد الحمار المتوفی ۱۳۲ھ کے گورنر عراق یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے قضاء کا عہدہ پیش کیا، آپ نے انکار کر دیا پھر قاضی القضاء (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا، آپ نے اسے بھی رد کر دیا، ابن ھبیرہ نے آپ کو جیل میں ڈالا اور ہر روز آپ کو کوڑے مارے جاتے، بنوامیہ کا دور ختم ہوا اور بنوعباس کا دور شروع ہوا، بنوعباس کے حکمران ابوجعفر منصور المتوفی ۱۵۸ھ نے بھی آپ کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی، قضاء پھر قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا، انکار پر آپ کو قید کر دیا اور ہر روز آپ کو

کوڑے لگائے جاتے، جب آپ کی استقامت میں کوئی فرق نہ آیا تو آپ کو جیل ہی میں زہر دیدیا گیا اور جب آپ نے اثر محسوس کیا تو سجدے میں گر گئے اور اسی حالت میں روح پرواز کر گئی، آپ کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے رحمہ اللہ۔ کم وبیش پچاس ہزار افراد نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ چھ مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور دفنانے کے بعد بیس دن تک لوگ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھتے رہے۔

مسانید امام اعظم:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کل مرویات چار ہزار ہیں، جن میں سے دو ہزار حماد بن ابی سلیمان سے نقل کی ہیں اور باقی دوسرے اساتذہ سے، امام صاحب کی مذکورہ مرویات بعد کے بلند پایہ اور نامور محدثین نے اپنی سندوں کے ساتھ مختلف مسانید میں جمع فرمائی ہیں، ہر ایک نے آپ کی مرویات کو مستقل مسند میں جمع کیا ہے ایسے مسانید کی تعداد سترہ ہے، یہاں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) مسند الحافظ الحارثی، ان کا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے۔

(۲) مسند الحافظ طلحہ، ابوالقاسم طلحہ بن محمد ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۰ھ میں وفات پائی، ان کی مسند حروف معجم پر مرتب ہے۔

(۳) مسند الحافظ محمد بن المظفر البغدادی ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۷۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۴) مسند الحافظ ابونعیم الاصفہانی ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۳۰ میں فات پائی، ان کی مسند انتہائی چھوٹی اور مختصر ہے۔

(۵) مسند الدنیا، القاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری البزار المعروف بقاضی المرستان ۴۴۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔

(۶) مسند ابن عدی، الحافظ عبداللہ بن عدی الجرجانی المعروف بابن القطان ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۶۵ھ میں وفات پائی۔

(۷) مسند الحافظ الاشنانی، عمر بن الحسن بن علی ۳۳۹ھ میں وفات ہوئی۔

(۸) مسند ابن خسرو البلخی، الحافظ الامام ابوعبداللہ حسین بن محمد خسرو البلخی نزیل بغداد ۵۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

(۹) مسند الحافظ السعدی، ابوالقاسم عبداللہ بن ابی العوام السعدی ۳۳۵ھ میں ہوت ہوئے۔

(۱۰) مسند الحافظ الدوری، ابوعبداللہ محمد بن حفص البغدادی ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۱ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۱) مسند ابن عقدہ، ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی ۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۲ھ میں انتقال ہوا، علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ اس مسند کی مرویات ایک ہزار سے زائد ہیں۔

(۱۲) مسند ابن المقری، الامام الحافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم المشہور بابن المقری الاصفہانی ۳۸۱ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۳) مسند ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد البغدادی المعروف بابن شاہین ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۴) مسند دارقطنی، امام دارقطنی مشہور محدث ہیں، ان کی سنن الدارقطنی مشہور کتاب ہے ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۵) مسند ابن القیسرانی، ابوالفضل محمد بن طاہر القدسی المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۶) مسند ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۷۱ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۷) مسند المغربی، نام عیسیٰ الجعفری المغربی ہے ۱۰۸۰ھ میں انتقال ہوا۔ یہ متاخرین محدثین میں سے ہیں لیکن امام صاحب کی مسند کو بڑے اہتمام سے جمع کیا اور اپنے سے لیکر امام صاحب تک ہر حدیث کی متصل سند لکھی۔

جامع مسانیدالامام الاعظم: ساتویں صدی ہجری کے عظیم محدث قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی المتوفی ۶۵۵ھ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پندرہ مسانید کو ''جامع مسانید الامام الاعظم'' کے نام سے جمع کیا ہے لیکن اس مجموعہ میں مذکورہ مسانید میں سے پہلی دس مسانید کو جمع کیا ہے، باقی پانچ مسانید نہیں بلکہ امام محمد کی کتاب ''الآثار'' کے مختلف پانچ نسخ ہیں (۱) نسخہ امام محمد (۲) نسخہ حماد بن ابی حنیفہ (۳) نسخہ امام ابو یوسف (۴) نسخہ حسن بن زیاد اللؤلؤی (۵) نسخہ محمد بن خالد الوھبی، یہ پانچوں حضرات امام صاحب کے براہ راست شاگرد ہیں۔

زیرنظر کتاب کے مرتب امام حارثیؒ ہیں جن کا نام بالکل شروع میں آیا ہے ان کا مختصر تعارف یہ ہے۔

فصل ثانی: مختصر حالاتِ امام حارثیؒ:

نام عبداللہ، کنیت ابومحمد، لقب استاذ ہے، ولادت ۳۰۰ھ سے پہلے ہوئی ہے، نسبت حارثی بخاری ہے بخاری، بخاریٰ کی طرف نسبت ہے اور الحارثی پردادے کی طرف، مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الانتباہ'' میں ان کو اصحاب الوجوہ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں فقہاء حنفیہ کا مرجع تھے، اصحاب الوجوہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان ہے، فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابوحفص صغیر

سے کی تھی اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام ابوحفص کبیر سے جو امام محمد کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔

طلب حدیث کیلئے اسفار:

آپ نے طلبِ حدیث کیلئے مختلف شہروں، علاقوں اور ممالک کا سفر کیا جن میں حجاز، خراسان اور عراق شامل ہیں اور وہاں کے مختلف اساطینِ حدیث سے کسبِ فیض کیا، حافظ سمعانی ''کتاب الانساب'' میں لکھتے ہیں رحل الی خراسان والعراق والحجاز وادرک الشیوخ.

امام حارثیؒ محدثین کی نظر میں: حافظ سمعانیؒ لکھتے ہیں: شیخ کبیر ، کثیر الحدیث یعنی بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے۔

حافظ خلیلی لکھتے ہے۔

یعرف بالاستاذ له معرفة بهذاالشان ۔استاذ کے نام سے مشہور ہیں اور فن حدیث میں ان کو بڑی معرفت حاصل ہے۔

فن رجال کے مشہور امام حافظ شمس الدین الذہبیؒ نے تذکرہ الحفاظ میں ''قاسم بن اصبغ'' کے ترجمہ میں بضمن وفیات ۳۴۰ھ ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وفیها مات عالم ماوراء النهر ومحدثه الامام العلامة ابو محمد عبدالله بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالا ستاذ جمع مسند ابی حنیفة الامام وله اثنتان وثما نون سنة،

اور اسی سال ماوراء النہر کے عالم محدث امام علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی نے وفات پائی، آپ استاد کے لقب سے مشہور تھے اور آپ نے امام ابوحنیفہ کی مسند جمع کی، بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''تعجیل المنفعة'' میں آپ کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے۔

تلامذہ: آپ سے کئی محدثین وفقہاء نے کسبِ فیض کیا جن میں مشہور حضرات یہ ہیں۔

(۱) حافظ ابن مندہ (۲) حافظ ابن عقدہ (۳) حافظ ابوبکر جعابی۔

وفات: آپ کا انتقال ۳۴۰ھ میں بعمر بیاسی سال ہوا۔

مقام مسند الحارثی: علامہ محمد حسن السنبھلی رحمہ اللہ مسند الامام الاعظم کی شرح تنسیق النظام کے مقدمہ میں

لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان اجمع مسانیده الخمسة عشر مسند الحارثی.

یعنی امام صاحب کی پندرہ مسانید میں سب سے جامع مسند امام حارثی کی ہے۔

علامہ خوارزمی جامع مسانید الامام کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

ومن طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون.

اور جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا جو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مرویات سے جمع کی ہے وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرقِ اسانید ومتون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائیگا۔

اختصار مسند الحارثی:

کئی حضرات نے مسند حارثی کا اختصار کیا ہے، اس اختصار میں امام حارثی سے امام ابو حنیفہ تک جو سند درج تھی اسے حذف کر دیا اور امام صاحبؒ سے رسول اللہ ﷺ تک جو سند تھی اس کو بعینہٖ رکھا زیر نظر کتاب علامہ حصکفی کی اختصار کردہ ہے۔

فصلِ ثالث: مختصر حالاتِ امام حصکفیؒ:

الامام القاضی موسیٰ بن زکریا، صدر الدین لقب ہے، نسبت حصکفی رومی ہے، سلسلہ نسب یوں ہے الامام القاضی صلاح الدین موسیٰ بن زکریا بن ابراہیم بن محمد بن صاعد، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کی نسبت حصفکی لکھی ہے اور خود ان کے ایک واسطے سے شاگرد علامہ عبدالقادر القرشی نے نسبت حصکفی لکھی ہے اور یہی مشہور ہے، یہ روم کے دیار بکر کے ایک شہر حصن کیفا کی طرف نسبت ہے، آپ ۵۸۰ یا ۵۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۵۰ میں انتقال ہوا۔ مشہور محدث تھے، اکثر حلب اور قاہرہ میں رہے اور وہیں درس حدیث دیا کرتے تھے قاہرہ میں انتقال ہوا اور وہیں السیدہ نفیسہؒ کے جوار میں مدفون ہیں، آپ کے شاگردوں میں حافظ الدمیاطی ہیں، حافظ دمیاطی نے اپنی معجم میں ان کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا اختصار "**مسند ابی حنیفة للحصکفی**" کے نام سے مشہور ہے، ملا علی قاری ہرویؒ نے اس کی "سند الانام فی شرح مسند الامام" کے نام سے شرح لکھی ہے، علامہ محمد حسن سنبھلیؒ نے اس شرح کے حوالے زیادہ دیئے ہیں اور اس پر تنقید بھی کافی کی ہے۔

علامہ حصکفیؒ کا ایک اضافہ:

علامہ حصکفیؒ نے مسند حارثی کا خلاصہ لکھا ہے لیکن اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے حماد نے امام صاحب سے جو روایات نقل کی ہیں انہیں بھی ضرور اپنے اختصار میں لائیں گے، اس لئے حضرت حماد کی جو روایات مسند حارثی میں نہ تھیں، انہیں مسند ابن خسرو سے نقل فرمایا ہے۔ قارئین اس کا مشاہدہ کتاب میں فرمائیں گے۔

ترتیبِ نو: علامہ سندھیؒ نے مختصر امام حصکفی کو ابواب فقہیہ پر مرتب فرمایا، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ مسند حارثی پہلے معجم الشیوخ پر مرتب تھی۔ (ملخص من مقدمة مسند الامام الاعظم للشيخ المحدث عبدالرشيد النعمانیؒ)

فصلِ رابع: حالاتِ مرتب

مرتب کا نام علامہ محمد عابد سندھی ہے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے الشيخ الامام العالم المحدث الفقيه محمد عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن يعقوب الحافظ بن محمود الانصاری الخزرجی، آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے ہے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ (خالد بن زید) کی اولاد میں سے ہیں۔

وطن اصلی اور مقام ولادت: آپ کا اصل وطن صوبہ سندھ ہے، چنانچہ آپ حیدرآباد سندھ کے شمال میں نہر کے کنارے واقع چھوٹے سے شہر ''سیون'' میں پیدا ہوئے۔

سفر وہجرت: آپ کے دادا اپنے اہل وعیال سمیت سندھ سے عرب ہجرت کر گئے اور وہیں اقامت پذیر ہوگئے، آپ کے بڑوں کا وہیں انتقال ہوا، آپ وہاں کئی شہروں میں رہے، یمن کے شہر صنعاء اور زبید میں رہے، آپ جلیل القدر عالم فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب بھی تھے، صنعاء یمن میں قیام کے دوران وہاں کے امیر کے ساتھ تعلق بن گیا اور اس کے طبیب بھی مقرر ہوئے، اس دوران اس کے ایک وزیر کی بیٹی سے شادی ہوگئی، امیر صنعاء نے ایک بار آپ کو سفیر بنا کر والی مصر کے پاس بھیجا اور آپ کے ہاتھ تحفے تحائف بھیجے، آپ کے علم وفضل اور شرافت کا چرچہ تھا ہی، اس ملاقات کے دوران والی مصر سے تعلق بن گیا جو تادیر باقی رہا اور کئی مشکلات میں کام بھی آیا۔

اساتذہ: آپ نے کئی اساتذہ سے استفادہ کیا جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) قاضی شوکانی (۲) محمد حسین بن محمد مراد، یہ آپ کے چچا ہیں اور ان سے زیادہ علم حاصل کیا (۳) علامہ عبدالرحمن بن سلیمان بن یحی بن عمر الاہدل (۴) الشیخ یوسف بن محمد بن العلاء المزجاجی (۵) الشیخ محمد طاہر سنبل (۶) المفتی عبدالملک القلعی (۷) الشیخ صالح بن محمد العمری الفلانی۔

ذہانت وذکاوت: آپ انتہائی ذہین وفطین تھے، قاضی محمد بن علی الشوکانی کو کون نہیں جانتا کہ وہ انتہائی متعصب غیر مقلد یا شیعہ تھے، حضرت سندھیؒ نے ان سے ہدایۃ الحکمۃ اور اس کی شرح المیبذی پڑھی ہے، حضرت سندھی حنفی تھے اور شاگرد بھی، اس کے باوجود قاضی شوکانی البدر الطالع میں آپ کے بارے لکھتے ہیں، صاحب الترجمة له اليد الطولىٰ في علم الطب ومعرفة متقنة في النحو والصرف وفقه الحنفية واصوله ومشاركة في سائر العلوم، وفهم صحيح سريع، پڑھائی کے بارے لکھتے ہیں کہ حضرت سندھی نے مجھ سے علامہ ابہریؒ کی ہدایۃ الحکمۃ اور اس کی شرح میبذی پڑھی ہے باوجود یکہ کتاب اور اس کی مذکورہ شرح انتہائی دقیق اور خفی تھیں، آپ نے ان دونوں کو خوب سمجھا، آپ کے علاوہ بے شمار فنون کے ماہر علماء درس میں شریک ہوتے تھے لیکن ان کو اکثر مسائل سمجھ نہ آتے تھے۔

تصانیف: حضرت سندھیؒ نے چھوٹی بڑی بہت سی مفید اور نافع کتب تالیف فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔(۱) ترتیب مسند الامام الاعظم، اس میں آپ نے صرف امام حصکفی کی روایات پر اکتفاء کیا ہے۔ (۲) مشہور فقیہ علامہ حصکفیؒ کی کتاب الدر المختار کی شرح، طوالع الانوار علی الدر المختار، علامہ شامیؒ کا مشہور آفاق کا حاشیہ بھی اسی کتاب پر ہے، علامہ سندھی کی یہ شرح بھی کافی ضخیم اور بسیط ہے، اس میں فقہ حنفی کے اکثر جزئیات، فروع، واقعات، فتاوی اور مسائل کو جمع کر دیا ہے البتہ ابھی تک نایاب ہے، سننے میں آیا ہے کہ اس کی نقل کسی عربی ملک میں موجود ہے اور بعض حضرات کی کوشش سے اس کی فوٹو پاکستان آچکی ہے، ان شاءاللہ عنقریب چھپ جائیگی۔

(۳) ابن دیبع الحافظ الشیبانی کی تیسیر الاصل کی شرح، جس کا نام شرح تیسیر الاصول ہی رکھا ہے، یہ مکمل نہ ہوسکی، کتاب الحدود تک ہے۔

(۴) اپنی اسناد پر ایک کتاب لکھی ہے، حصر الشارد فی اسانید محمد عابد.

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب بلوغ المرام کی شرح جو مکمل نہ ہوسکی۔

وفات اور مدفن:

آپ بروز پیر سترہ ربیع الاول ۱۲۵۷ کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور جنت البقیع میں باب عثمان بن عفانؓ کے سامنے مدفون ہیں۔(ملخّص من نزهة الخواطر للعلامة عبدالحیّ الحسنی اللکنوی ۷/۴۸۷)

مسند امام اعظم کی کل مرویات:

اس میں مستقل سند سے مروی کل احادیث پانچ سو بائیس (۵۲۲ ہیں)۔کسی سند کے ضمن میں جو روایات تبعاً نقل کی گئی ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں۔



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان رحم کرنے والے ہیں

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین واٰلہ ایمة الدین وصحبه سرج الاسلام والمسلمین۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود اور سلام ہو رسولوں کے سردار پر اور آپ کی آل پر جو دین کے امام ہیں اور آپ کے صحابہ پر جو اسلام اور مسلمانوں کے چراغ ہیں

توضیح اللغات: سید سردار، جماعت، گرہ اور قبیلے کا بڑا، اصل میں سَیْوِدٌ تھا جیسے جید اصل میں جیود تھا، یہ سیادت سے مشتق ہے پھر واؤ کو یاء سے بدلا اور یا کو یا میں مدغم کر دیا گیا، سید بن گیا، آل ، اصل میں اہل تھا، ھاء کو ہمزہ سے بدلا تو آل ہو گیا، ال اور اہل میں دو قسم کا فرق ہے (۱) معنوی فرق، وہ یہ کہ اہل کا استعمال ارذال اور اشراف دونوں کیلئے ہوتا ہے اور آل کا استعمال صرف اشرف کیلئے، شرافت خواہ دنیوی ہو جیسے آلِ فرعون اور خواہ اخروی اور دینی ہو جیسے آلِ رسول (۲) لفظی فرق، وہ یہ کہ ال کی اضافت ہمیشہ ذوی العقول کی طرف ہوتی ہے جیسے الِ موسیٰ اور اہل کی اضافت غیر ذوی العقول کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے اہلِ بیت، ایمہ امام کی جمع، صحبہ حاء کا سکون ہے صاحب کی جمع، ساتھی، دوست سرج سراج کی جمع، چراغ۔

فاضلِ مرتّب نے قرآنِ پاک کی ترتیبِ کتابی، حدیث شریف اور سلف صالحین کے طریقہ کی اقتداء کرتے ہوئے اپنی کتاب بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع فرمائی ہے اس میں قرآن کی اقتداء اسلئے ہے کہ قرآن کی ابتداء بسم اللہ اور الحمد للہ سے کی گئی ہے اور حدیث پر عمل اسلئے کیا ہے کہ احادیث کو ترتیب دینا ایک عالیشان کام ہے اور ایسے کام کو بسملہ اور حمدلہ سے شروع کرنے کی ترغیب آئی ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں ایسی کئی احادیث جمع فرمائی ہیں مثلاً علامہ رہاوی کی کتاب الاربعین کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل فرمائی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس بھی عظیم الشان کام کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پھر نبی علیہ السلام پر درود سے شروع نہ کیا جائے وہ کام ہر قسم کی برکت سے محروم رہے گا، ایک روایت میں ہے کہ جسے بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اور ایک میں ہے کہ الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے، اور سلف صالحین کی اقتداء اس طرح ہے کہ وہ بھی اپنی کتب بسم اللہ حمد وثنا اور درود سے شروع فرماتے ہیں۔

اما بعد فیقول اضعف عباداللّٰہ الغنی محمد عابد بن احمد علی بن القاضی محمد مراد الواعظ السندی الانصاری تاب اللّٰہ علیه انه هو التّواب الرحیم لماکان مسند الامام الاعظم

والھمام الاقدم ابی حنفیة رضی اللّٰہ عنہ من روایة الحصکفی مرتبا علی اسماء شیوخہ بحسب ماروی عنھم رحمھم اللّٰہ تعالیٰ وکان استخراج الحدیث منہ مشکلاً خصوصاً لمن لا یدری شیخ الامام فی ذلک الحدیث اردت ان ارتبہ علی الابواب الفقھیة لیسھل البحث فیہ مستعینا باللّٰہ انہ مفیض الخیر والجود.

ترجمہ: حمد وثناء کے بعد پس غناء والے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے، کمزور ترین بندہ محمد عابد بن احمد علی بن قاضی محمد مراد واعظ سندی انصاری اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے، اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، کہتا ہے کہ جب حصکفیؒ کی روایت سے امام اعظم اور قدیم ترین بلند پایہ عالم ابوحنیفہ نعمانؒ کی مسند، آپ کے اساتذہ کے ناموں پر اس طرح مرتب تھی جس طرح وہ ان سے روایت فرماتے تھے اور اس سے حدیث کا نکالنا مشکل تھا، خاص طور پر ان حضرات کیلئے جو اس حدیث میں امام صاحب کے استاذ کو نہ جانتے ہوں، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے ارادہ کیا کہ اسے فقہی ابواب پر مرتب کروں تاکہ اس میں بحث کرنا آسان ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہی خیر اور سخاوت جاری کرنے والے ہیں۔

توضیح اللغات: الغنی مالدار، اللہ کی صفت ہے الواعظ خطیب، وعظ کہنے والا، پہلے زمانہ میں خطیب اور مقرر کو واعظ کہتے تھے۔ التواب، تاب توبہ کی نسبت بندہ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں توبہ کرنا رجوع کرنا اور اگر اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوتے ہیں توبہ قبول کرنا، متوجہ ہونا الھمام بلند ہمت عالم، بلند پایہ عالم، بلند ہمت بادشاہ، سردار، بڑا اقدم قدامت سے اسم تفصیل، پرانا ترین بہت پرانا، اسماء، اسم کی جمع، نام، شیوخ شیخ کی جمع، استاذ استخراج نکالنا البحث تلاش، طلب، تفتیش جستجو مستعینا حال ہے اردت کی ضمیر فاعل سے، استعانة کے معنی مدد طلب کرنے کے آتے ہیں مفیض جاری کرنے والا، بہانے والا فیض جاری کرنے والا، الجود سخاوت، الحصکفی بعض نسخوں میں حصفکی اور بعض میں حصکفی ہے۔

تجزیہ: اس عبارت میں فاضل مرتب رحمہ اللہ نے مسند امام اعظم کی قدیم وجدید ترتیب کا مختصر تعارف اور نئی ترتیب کا فائدہ بیان فرمایا ہے۔

تفصیل: امام حصکفی رحمہ اللہ کی روایت سے جو مسندِ امام اعظم تھی وہ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کے ناموں پر مرتب تھی، علمی اعتبار سے جس استاذ کا رتبہ زیادہ بلند ہوتا اس کی احادیث کو پہلے لکھا گیا تھا، اس کے بعد جس کا درجہ ہوتا اس کی احادیث لکھی گئی تھیں، اس ترتیب میں نقص یہ تھا کہ حدیث کی تلاش مشکل تھی، خاص طور پر اگر کسی کو یہ بھی معلوم

نہ ہو کہ آپ نے مطلوبہ حدیث کس استاذ سے روایت کی ہے، اس مشکل کے پیش نظر فاضل مرتب فرماتے ہیں میں نے امام صاحب کی مسند کو فقہی ابواب پر مرتب کیا تاکہ حدیث کی تلاش آسان ہو جائے، حدیث جس فقہی مسئلہ کے بارے ہو گی اسے متعلقہ کتاب اور باب میں آسانی سے تلاش کیا جا سکے گا۔

حدیث نمبر ا۔ ابو حنیفة عن یحییٰ عن محمد بن ابراھیم التیمی عن علقمة بن وقاص اللیثی عن عمر بن خطابؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الا عمال بالنیات ولکل امرئ مانویٰ فمن کانت ھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ فھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا او امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الیٰ ماھا جرالیہ.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ یحیٰی سے روایت کرتے ہیں وہ محمد بن ابراہیم تیمی سے وہ علقمہ بن وقاص لیثی سے وہ عمر بن خطاب سے انہوں نے فرمایا نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کیلئے وہ ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے لہٰذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہو گی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ وہ اسے پائے یا عورت کی طرف ہو کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف شمار ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

توضیح اللغات: اعمال عمل کی جمع ہے، عمل اور فعل میں یہ فرق ہے کہ عمل کا اطلاق صرف اختیاری کاموں پر ہوتا ہے غیر اختیاری پر نہیں اور فعل کا اطلاق اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اعملوا صالحا فرمایا ہے، افعلوا صالحا نہیں فرمایا کیونکہ شریعت کی رو سے انسان اختیاری کاموں کا مکلف ہے غیر اختیاری کا نہیں، النیات، نیة کی جمع ہے اصل میں نوِیۃ تھا واو کو یاء سے بدلا اور یا کو یاء میں مدغم کیا نیّۃ ہو گیا۔ لکل امرأ مانوی :مانوی متبدأ موخر ہے اور لکل امرأ خبر مقدم ہے۔ الی دنیا یصیبھا اس میں دو احتمال ہیں (۱) دنیا موصوف اور یصیبھا اس کی صفت ہو (۲) یصیب سے پہلے لام محذوف ہو یعنی لیصیبھا، یہ متعلق ہوگا ھجرتہ کے۔

تفصیل: اس حدیث کو "حدیثِ مہاجرِ ام قیس" کہا جاتا ہے، طبرانی کی معجم کبیر اور سنن سعید بن منصور میں واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا، اس عورت نے شرط لگائی کہ اگر ہجرت کرو گے تو نکاح کرونگی ورنہ نہیں، اس شخص نے اسی نیت سے ہجرت کی، زبیر بن بکار نے اپنی کتاب اخبار مدینہ میں نقل فرمایا ہے کہ اس موقع پر نبی علیہ السلام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی اس عورت کا نام قیلہ اور کنیت ام قیس تھی، وہ شخص "مہاجر ام قیس" سے مشہور ہو گیا۔ محدثین کے ہاں اس حدیث کی بڑی اہمیت ہے بعض نے فرمایا کہ یہ ربع العلم ہے اس حدیث کو محدثین

اپنی کتابوں کے شروع میں لاتے ہیں تا کہ ابتداء ہی سے معلم اور متعلم کی نیت صاف اور درست ہو جائے، یہاں ابتداء میں لانے کا بھی یہی مقصد ہے۔

مسئلہ: کام تین قسم کے ہیں (۱) عبادات (۲) مباحات (۳) معاصی، نیت کی تأثیر عبادات اور مباحات میں ہوتی ہے معاصی میں نہیں مثلاً نماز پڑھتا ہے صدقہ دیتا ہے تو نیت کا خالص ہونا ضروری ہے یا مباح کام کرتا ہے تو اچھی نیت ہو تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں، مثلاً اچھا کھانا اس نیت سے کھاتا ہے کہ تندرست رہے گا اور اللہ کی عبادت کرے گا تو ثواب ہے اور اگر مستی اور لہو ولعب کیلئے کھاتا ہے تو گناہ ہے، معاصی میں نیت اچھی ہو یا بری اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ،اس میں گناہ ہی گناہ ہے۔

کتاب الایمان والاسلام والقدر والشفاعة

یہ کتاب ایمان اور اسلام اور تقدیر اور شفاعت کے بارے میں ہے۔

اس کتاب میں کل انتیس روایات ہیں جن میں سے پچیس مرفوع احادیث ہیں اور چار موقوف آثار ہیں مرفوعات میں سے پانچ کے راوی ابن عمر، تین کے جابر، تین کے ابوسعید خدری، دو کے ابن مسعود، دو کے بریدہ، دو کے سعد بن ابی وقاص اور ایک ایک روایت ان صحابہ سے مروی ہے (۱) ابو ہریرہ (۲) ابوالدرداء (۳) حذیفہ (۴) ابن عباس (۵) انس (۶) جریر بن عبداللہ، دو روایتیں مجہول صحابہ سے منقول ہیں اور آثار میں سے ایک ابن عمر سے، ایک حذیفہ سے، ایک معاذ سے اور ایک مجہول صحابی سے منقول ہے۔

واضح رہے کہ صحابہ کے مجہول ہونے سے صحتِ حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ تمام صحابہ بالاتفاق عادل ہیں۔

پھر ان اٹھائیس احادیث میں سے تیرہ احادیث اسلام اور ایمان کے بارے میں، سات تقدیر کے بارے اور سات شفاعت کے بارے وارد ہوئی ہیں۔ اور ایک روایت رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں ہے۔

باب ارکان الاسلام وذم القدرية

یہ باب اسلام کے ارکان اور قدریہ کی مذمت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱:۲۔ ابو حنيفة عن علقمة عن يحى بن يعمر قال بينما مع صاحب لى بمدينة رسول الله ﷺ اذ بصرنا بعبد الله بن عمرؓ فقلت يا صاحبى هل لک ان نأتيه فنسأله عن القدر قال نعم فقلت دعنى حتىٰ اكون انا الذى اساله فانى اعرف به منک قال فانتهينا الى عبداللّٰه فقلت يا ابا عبدالرحمن انا نتقلب فى هذه الارض فربما قدمنا البلدة بها قوم يقولون لا قدر فبما نرد عليهم قال ابلغهم منى انى منهم برئ ولو انى وجدت اعواناً لجاهدتهم ثم انشأيحدثنا قال بينما نحن مع رسول الله ﷺ ومعه رهط من اصحابه اذا قبل شاب جميل ابيض حسن اللمة طيب الريح عليه ثياب بيض فقال السلام عليک يا رسول اللّٰه السلام

علیکم قال فرد علیه رسول اللّٰه ﷺ ورددنا معه فقال ادنو یا رسول اللّٰه قال ادن فدنا دنوة او دنو تین ثم قام موقّراله ثم قال ادنو یا رسول اللّٰه فقال ادنه فدنا حتی الصق رکبته برکبة رسول اللّٰه ﷺ فقال اخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللّٰه وملائکته وکتبه ورسله ولقائه والیوم الاٰخر والقدر خیره وشره من اللّٰه. فقال صدقت قال فعجبنا من تصدیقه لرسول اللّٰه ﷺ وقوله صدقت کانه یعلم قال فاخبرنی عن شرائع الاسلام ماهی قال اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وحج البیت لمن استطاع الیه سبیلا وصوم رمضان والا غتسال من الجنابة قال صدقت فعجبنا لقوله صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان ماهو قال الاحسان ان تعمل للّٰه کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک قال فاذا فعلت ذلک فانا محسن قال نعم قال صدقت قال فاخبرنی عن الساعة متی هی قال ما المسؤل عنها باعلم من السائل ولکن لها شرائط فقال ان اللّٰه عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غداً وما تدری نفس بأی ارض تموت ان اللّٰه علیم خبیر قال صدقت ثم انصرف ونحن نراه قال النبی ﷺ علیّ بالرجل فقمنا فی اثره فماندری این توجّه ولا رأینا شیأً فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال هذا جبرئیل علیه السلام اتاکم یعلمکم معالم دینکم واللّٰه ما اتانی بصورةٍ الا وانا اعرفه فیها الا هٰذه الصورة.

ترجمہ: ابوحنیفہ علقمہؒ سے روایت کرتے ہیں علقمہ یحیٰ بن یعمرؒ سے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر میں اپنے ساتھی کے ساتھ تھا، اچانک ہماری نظر عبداللہ بن عمر پر پڑ گئی تو میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ کیا آپ اس بارے رغبت رکھتے ہیں کہ ان کے پاس جائیں اور ان سے تقدیر کے بارے پوچھیں؟ اس نے کہا ہاں تو میں نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ میں ہی اس سے پوچھوں کیونکہ میں تمہاری بنسبت اسے زیادہ جانتا ہوں، یحیٰ فرماتے ہیں ہم عبداللہ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن ہم ان شہروں میں آمدورفت رکھتے ہیں بسا اوقات ہم ایسے شہر آتے ہیں جس میں کچھ لوگ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی تقدیر نہیں تو ہم انہیں کس طرح جواب دیں؟ انہوں نے فرمایا کہ انہیں میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں ان سے بری ہوں اور اگر میں مددگار پاؤں تو میں یقیناً ان سے جہاد کروں گا پھر ہمیں حدیث بیان کرنے لگے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے

اس حال میں کہ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت گورا حسین بالوں والا پاکیزہ عمدہ خوشبو والا جوان آیا جس پر سفید کپڑے تھے تو اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیکم کہا تو نبی علیہ السلام نے اسے سلام کا جواب دیا اور ہم نے آپ کے ساتھ جواب دیا پھر اس نے کہا کیا میں قریب ہوسکتا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا قریب ہو جاؤ تو وہ ایک یا دو قدم قریب ہوگیا پھر وہ آپ کے سامنے تعظیم سے کھڑا ہوگیا پھر کہا اے اللہ کے رسول میں قریب ہو جاؤں؟ تو آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ تو وہ قریب ہوگیا یہاں تک کہ اس نے اپنا گھٹنہ نبی علیہ السلام کے گھٹنے کے ساتھ ملا لیا اور کہا کہ مجھے ایمان کے بارے خبر دیں آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتب اور اس کے رسولوں اور اس کی ملاقات اور آخرت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ، تو اس نے کہا آپ نے سچ بولا ابن عمر فرماتے ہیں ہمیں نبی علیہ السلام کے سامنے اس کی تصدیق کرنے اور اس کے قول ''آپ نے سچ بولا'' پر تعجب ہوا گویا کہ وہ جانتا ہے، اس نے کہا پس مجھے اسلام کے فرائض وارکان کے بارے خبر دیں کہ وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور اس شخص کیلئے بیت اللہ کا حج کرنا جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا اور جنابت سے غسل کرنا، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا تو ہمیں اس کے قول ''آپ نے سچ فرمایا'' پر حیرت ہوئی اس نے کہا پس مجھے احسان کے متعلق خبر دیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کیلئے ایسے عمل کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر اسے دیکھ نہیں رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے اس نے کہا پس جب میں یہ کرلوں تو میں احسان کرنے والا ہوں گا آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر اس نے کہا کہ مجھے قیامت کے بارے خبر دیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس سے قیامت کے بارے پوچھا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا لیکن اس کی کچھ نشانیاں ہیں پھر آپ نے فرمایا، ان اللّٰہ الخ پس اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہ بارش نازل کرتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اسے جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی جاننے والے باخبر ہیں اس نے کہا آپ نے درست فرمایا پھر وہ چلا گیا اور ہم اسے دیکھ رہے تھے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کو میرے پاس لے آؤ پس ہم اس کے نشان قدم پر چل پڑے تو ہمیں پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں چلا گیا اور ہم کچھ چیز نہ دیکھ سکے تو ہم نے اس کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھا تمہیں تمہارے دین کے احکام سکھلانے آیا تھا اللہ کی قسم وہ میرے پاس کسی صورت میں نہیں آیا مگر میں اسے اس صورت میں پہچان لیتا مگر اس صورت میں نہ پہچان سکا۔

توضیح اللغات: اذ بصرنا اذ مفاجاتیہ ہے اس کے معنی ''اچانک'' اور ''کیا دیکھتے ہیں'' سے کیا جاتا

ہے دعــنــي: و د ع یدع (ف) سے امر واحد حاضر کا صیغہ ہے۔ انتھیــنــا انتھاء بمعنی پہنچنا، نتـقـلـب آ نا جانا، آمدورفت رکھنا نرد رد کے معنی ہیں لوٹانا، مراد جواب دینا ہے اعـوانا عون کی جمع مددگار شـاب جمع شواب، جوان ،اللِمّة بالوں کی ایک قسم ہے جس میں بال کندھوں تک پہنچ جاتے ہیں یاوہ بال جو کندھوں اور کان کی لو کے درمیان تک ہوتے ہیں، نبی علیہ السلام کے بال تین قسم کے مروی ہیں (۱) وفرہ (۲) لمہ (۳) جمہ، جس کا مجموعہ ولج ہے۔ صحیح قول کے مطابق وفرہ وہ بال ہیں جو کان کی لو تک ہوں اور جمہ وہ ہیں جو کندھوں تک ہوں اور لمہ وہ ہیں جو کندھوں اور کان کی لو کے درمیان تک ہوں، بیـض، ابیض کی جمع سفید ادنـو ،دنـا یـدنو دنوا (ن) سے واحد متکلم مضارع ہے۔ بمعنی قریب ہونا۔ اس سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہے أأدنو کیا میں قریب ہو جاؤں؟ دنـوۃ تاء وحدت کیلئے ہے ایک بار قریب ہونا، دنو تین دو بار قریب ہونا، موقر اقال کی ضمیر فاعل سے حال ہے تو قیر بمعنی تعظیم کرنا ادنہ ھاء زائدہ ہے دنا یدنو بمعنی قریب ہونا، سے امر واحد حاضر ہے الصق الصاق بمعنی ملانا ملصق کرنا ر کبتہ گھٹنہ قـال ان تومن اصل میں ہے قـال الایمان ان تؤمن الخ. إن تومن مصدر کی تاویل میں ہو کر الایمان کی خبر ہے لقاء (س) ملنا، ملاقات کرنا، خیرہ وشرہ بدل ہے القدر سے، شرائع شریعت کی جمع بمعنی فرائض وارکان، شرائط علامات الغیث بارش الارحام رحم کی جمع علی بالرجل اصل میں ہے ائتوا علی بالرجل اس آدمی کو میرے پاس لے آؤ، اثرہ اس میں دو احتمال ہیں (۱) ہمزہ کا کسرہ اور ثاء کا سکون اِثر (۲) ہمزہ اور ثاء دونوں کا فتحہ اَثَر، نقش قدم جمع آثار معالم معلم کی جمع ہے بمعنی احکام ومسائل۔

تفصیل:

اس روایت کے دو حصے ہیں (۱) موقوف حصہ، یہ تقدیر سے متعلق ہے جسکی تفصیل آگے آیا چاہتی ہے (۲) مرفوع حصہ، یہ ایمان واسلام کے متعلق ہے اس حدیث کو حدیث جبرئیل کہتے ہیں کیونکہ جبرئیل علیہ السلام ایک اجنبی کی صورت میں نبی علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے تھے اور نبی علیہ السلام نے جوابات دیئے تھے چار امور کے بارے سوال کیا تھا (۱) ایمان (۲) اسلام (۳) احسان (۴) علامات قیامت، ان کی قدر وضاحت کی جاتی ہے۔

ایمان کے لغوی اور اصطلاحی معنی: ایمان باب افعال کا مصدر ہے مجرد امن ہے اور باب افعال کا ہمزہ صیرورۃ کیلئے ہے یعنی امن والا ہونا اور اصطلاحی معنی ہیں الایمـان هـو تـصـدیق الـنبی ﷺ فی جمیع ضـروریـات الدین یعنی تمام ضروریات دین میں نبی علیہ السلام کی تصدیق کرنا، اس کے مقابلہ میں کفر ہے، اس کے

لغوی معنی ہیں الستر یعنی چھپانا اور اصطلاحی معنی ہیں تکذیب النبی ﷺ فی شئ من ضروریات الدین یعنی ضروریات دین میں سے کسی ایک کے بارے نبی علیہ السلام کو جھٹلانا، ضروریات دین سے مراد وہ احکام شرع ہیں کہ جن کا ثبوت نبی علیہ السلام سے بطریق تواتر ہوا وران کی نقل اس طرح پھیل گئی ہو کہ دین سے تعلق رکھنے والے عوام کو بھی بغیر استدلال کے یقین آ جائے کہ یہ دین کی بات ہے اور آنحضرت ﷺ سے منقول ہے۔ اسلام کے لغوی معنی ہیں کسی کے سامنے جھکنا، اس کی بات کو بلا چوں وچراں تسلیم کرنا۔

ایمان اور اسلام میں نسبت:

اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ اس بارے صحیح یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے ایمان اور اسلام ایک چیز ہے، جو مسلمان ہے وہ مومن ہے اور جو مومن ہے وہ مسلمان ہے البتہ دونوں میں اعتباری فرق ہے جو مذکورہ حدیث سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ ایمان تصدیق بالقلب، انقیاد باطنی اور عقائد کا نام ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے ایمان کی تعریف ان تومن باللّٰہ الخ سے کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ، کتب الٰہیہ، رسولوں، قیامت اور تقدیر پر ایمان لانا اور یہ باطنی معاملہ اور عقیدہ ہے اور اسلام انقیاد ظاہری، عمل بالارکان اور اعضاء و جوارح سے اللہ کی اطاعت کا نام ہے، مذکورہ حدیث میں بھی اسلام کی تعریف نماز روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ اعمال سے کی ہے۔

(۳) احسان کی تفسیر:

احسان باب افعال کا مصدر ہے اس کا مجرد حسن ہے اس کا استعمال دو طرح ہوتا ہے (۱) متعدی بنفسہ جیسے احسنت الشئ بمعنی اتقنته و حسنته و کملته یعنی میں نے شئ کو مضبوط کر دیا حسن و کمال والا کر دیا (۲) متعدی بحرف الی جیسے احسنت الی فلان یعنی میں نے فلاں پر احسان کیا میں نے اسے نفع پہنچایا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے، اصطلاحی معنی میں احسان کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں، ان میں سے بہتر تفسیر وہ ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (۱۲۰/۱) میں فرمائی ہے حافظ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے احسان کی تعریف میں مقامِ عبادت کی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں (۱) ارفع حالت اور وہ ہے مقام مشاہدہ، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح توجہ اور دھیان کے ساتھ کرے کہ گویا وہ اپنی ظاہری آنکھوں سے معبود حقیقی کو دیکھ رہا ہے اس حالت کو کانک تراہ میں بیان فرمایا ہے (۲) ادنی حالت اور وہ ہے حالتِ مراقبہ یعنی اللہ کی عبادت کرتے ہوئے دل میں یہ استحضار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہیں یہ تو نہیں دیکھ سکتا لیکن اللہ اس کے ہر عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ اسے فان لم تکن تراہ فانہ یراک میں بیان فرمایا ہے۔

(۴) علاماتِ قیامت:

نبی علیہ السلام نے جبرئیل کے جواب میں فرمایا کہ قیامت کا علم مجھے آپ سے زیادہ نہیں، مطلب یہ ہے کہ جیسے آپ کو علم نہیں مجھے بھی نہیں البتہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہیں، دوسری روایات میں وہ نشانیاں بھی بیان فرمائیں مثلاً اولاد کا اس قدر نافرمان ہو جانا کہ ماں کے ساتھ لونڈی والا معاملہ کریں اور چرواہے، ننگے پاؤں، ننگے بدن رہنے والے غریب طبقہ کے لوگ مالدار ہو جائیں اور بلڈنگوں اور کوٹھیوں میں رہنا شروع کر دیں اور ایک دوسرے پر فخر کریں۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ: اس آیت میں کہا گیا کہ پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں (۱) قیامت کا علم (۲) کسی نے کب اور کہاں مرنا ہے (۳) کسی نے مستقبل میں کیا کمائی اور کیا عمل کرنا ہے (۴) بارش ہونے کا علم (۵) رحموں میں کیا ہے اس کا علم، پھر ان میں یہ تفصیل ہے کہ پہلی تین قسم کی باتیں کسی کو نہ بالواسطہ معلوم ہو سکتی ہیں اور نہ بلاواسطہ چنانچہ آج تک کوئی بھی ایسا آلہ یا مشین وجود میں نہیں آئی کہ اس کے ذریعہ ان تین باتوں کا علم ہو سکتا ہو البتہ آخری دو چیزیں ایسی ہیں کہ بالواسطہ ان کا علم ہو سکتا ہے چنانچہ اس دور میں جدید آلات کی مدد سے محکمہ موسمیات والے بارش کی پیشن گوئی کرتے ہیں اور الٹراسونوگرافی (ultra sono graphy) کے ذریعہ ایک مخصوص عمر کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ پیٹ میں بچی ہے یا بچہ ہے لیکن یہ علم غیب نہیں علم غیب وہ ہوتا ہے جو کسی واسطہ اور ذریعہ کے بغیر حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محکمہ موسمیات والے بھی بارش کے امکان، توقع اور امکان کی بات کرتے ہیں، یقین سے نہیں کہہ سکتے اور بارہا ایسا ہوتا ہے کہ موسمیات والے بارش کے امکان کا اعلان کر دیتے ہیں لیکن بارش ہوتی نہیں اور الٹراساونڈ کے ذریعہ بچی اور بچہ ہونے کا علم تب ہو سکتا ہے کہ پیٹ میں اس کے اعضاء بن چکے ہوں اس سے پہلے علم نہیں ہو سکتا اگر یہ علم غیب ہوتا تو دو دن کے حمل کے بارے بھی علم ہونا چاہئے تھا جبکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حمل کب ٹھہرے گا اگر دو سال بعد ٹھہرے گا تو اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوگا یا بچی، یہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔

باب سوال جبرئیل عن شرائع الاسلام

یہ باب جبرئیل امین کے اسلام کے احکام کے بارے سوال کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲:۳۰ ۔ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعودؓ قال جاء جبرئیل الی النبی ﷺ فی صورۃ شاب علیہ ثیاب بیاض فقال السلام علیک

یا رسول اللّٰہ قال رسول اللّٰہ ﷺ و علیک السلام، فقال یا رسول اللّٰہ ادنو فقال ادنہ فقال یا رسول اللّٰہ ما الایمان فقال الایمان باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسولہ والقدر خیرہ وشرہ قال صدقت فعجبنا لقولہ صدقت کانہ یدری ثم قال یا رسول اللّٰہ فما شرائع الاسلام قال رسول اللّٰہ ﷺ اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وغسل الجنابۃ قال صدقت فعجبنا لقولہ صدقت کانہ یدری ثم قال فما الاحسان قال ان تعمل للّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال صدقت قال فمتیٰ قیام الساعۃ قال رسول اللّٰہ ﷺ ماالمسؤل عنہا باعلم من السائل فقفّی فقال رسول اللّٰہ ﷺ علیّ بالرجل فطلبنا فلم نر لہ اثراً فاخبرنا النبی ﷺ فقال ذلک جبرئیل علیہ السلام جاء کم یعلمکم معالم دینکم۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نبی علیہ السلام کے پاس ایک جوان کی صورت میں آئے ان پر سفید کپڑے تھے پس اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وعلیک السلام پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں قریب آجاؤں تو آپ نے فرمایا قریب آجاؤ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے فرشتوں اور آپ کی کتابوں اور آپ کے رسولوں پر ایمان لانا اور ہر اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا تو ہمیں اس کے قول ''آپ نے سچ فرمایا'' پر حیرانگی ہوئی گویا کہ وہ جانتا ہے پھر کہا اے اللہ کے رسول اس کے شرائع اور ارکان کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور غسلِ جنابت کرنا، اس نے کہا آپ نے سچ کہا تو ہمیں اس کے قول ''آپ نے سچ کہا'' پر تعجب ہوا گویا کہ وہ جانتا ہے پھر کہا کہ احسان کیا ہے آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کیلئے ایسے عمل کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو پھر اگر اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر اس نے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس سے قیامت کے بارے پوچھا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا پھر وہ پشت پھیر کر چلا گیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کو میرے پاس لاؤ تو ہم نے اسے تلاش کیا تو ہم نے اس کا کوئی نشان قدم نہ دیکھا پھر ہم نے نبی علیہ السلام کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہارے پاس تمہیں تمہارے دین کے احکام سکھلانے آئے تھے۔

توضیح اللغات: ان تعمل مصدر کی تاویل میں ہو کر الاحسان محذوف کی خبر ہے، قفّٰی تقفیہ مصدر

سے ماضی واحد غائب کا صیغہ ہے پیٹھ اور پشت موڑ کر جانا۔ تقفیہ قفا بمعنی گردن، سے ہے گردن موڑنا، پشت موڑنے کو گردن موڑنا لازم ہے، یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے۔

فقال یا رسول اللّٰہ .

یارسول اللہ کہنے کا حکم

کسی بھی غائب شخص کو ندا دینے اور یارسول اللہ ﷺ کہنے کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) بصورتِ حکایت کہنا یعنی قرآن وحدیث میں یہ لفظ آیا ہے تو اسے پڑھنا اور نقل کرنا، یہ بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ مذکورہ روایت میں ہے اور قرآن میں ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات یا ایھا المدثر، تشہد میں ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته.

(۲) نظم نعت شعر وغیرہ میں شاعرانہ تخیل سے حرفِ ندا کا استعمال کرنا، یہ بھی فی نفسہ بالاتفاق جائز ہے البتہ یا رسول اللہ کا لفظ اس وقت اشعار اور نعت میں بھی اہلِ بدعت کی نشانی بن چکا ہے اسلئے اس سے احتراز ضروری ہے۔

(۳) عام نثر میں حرف ندا لکھنا اور عام کلام میں کہنا، اس میں یہ تفصیل ہے کہ نبی علیہ السلام کے علاوہ ہر غائب کیلئے درست ہے کیونکہ اس میں غلط عقیدہ کا ایہام نہیں اور نبی علیہ السلام کے حق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کو عالم الغیب اور حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہے تو جائز نہیں، حرام اور شرک ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں تو درست ہے کہ کوئی حرج نہیں لیکن اس سے بھی بچنا چاہئے خاص طور پر یارسول اللہ ﷺ کے لفظ سے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے۔

باب التوحید والرسالة

یہ باب توحید اور رسالت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۳:۴۰ ۔ ابو حنیفة عن عطاء ان رجلاً من اصحاب النبی ﷺ حدثه ان عبداللّٰہ بن رواحة كانت له راعية تتعاهد غنمه وانه امرها تتعاهد شاة فتعاهدتها حتى سمنت الشاة واشتغلت الراعية ببعض الغنم فجاء الذئب فاختلس الشاة وقتلها فجاء عبداللّٰہ وفقد الشاة فاخبرته الراعية بامرها فلطمها ثم ندم على ذلك فذكر ذلك لرسول اللّٰہ ﷺ

فعظم النبی ﷺ ذلک وقال ضربت وجه مؤمنة قال سوداء لا علم لها فارسل الیها النبی ﷺ فسألها این اللّٰہ فقالت فی السماء قال فمن انا قالت رسول اللّٰہ قال انها مؤمنة فاعتِقها فاعتَقها.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حضرت عطاءؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے کئی حضرات نے ان سے بیان کیا کہ عبداللہ بن رواحہ کی ایک بکری چرانے والی لونڈی تھی وہ آپ کی بکریوں کا خیال رکھتی تھی اور انہوں نے اسے حکم دیا کہ ایک بکری کی دیکھ بھال کرتی رہے، تو وہ اس کی دیکھ بھال کرتی رہی یہاں تک کہ بکری موٹی ہوگئی اور بکری چرانے والی لونڈی بعض بکریوں کی حفاظت میں مشغول ہوگئی تو بھیڑیا آیا اور بکری کو اچک لیا اور اسے مار ڈالا پس عبداللہ بن رواحہ آئے اور بکری کو گم پایا تو بکری چرانے والی لونڈی نے اس کے معاملہ کی خبر دی عبداللہ بن رواحہ نے اسے تھپڑ رسید کیا پھر انہیں اس پر ندامت ہوئی تو اس کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے کیا نبی علیہ السلام نے اسے بڑا معاملہ تصور کیا اور فرمایا تم نے مومنہ عورت کے چہرے پر مارا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ کالی ہے اسے ایمان کا علم ہی نہیں پھر نبی علیہ السلام نے اس کے پاس پیغام بھیجا اور اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے تو اس نے کہا آسمان میں، آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا اللہ کے رسول آپ نے فرمایا وہ مومنہ ہے اس لئے اسے آزاد کر دے چنانچہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

توضیح اللغات: راعیة بکریاں چرانے والی باندی تتعاهد دیکھ بھال کرنا، خیال رکھنا، نگرانی کرنا، سمنت (ک) موٹا ہونا، فربہ ہونا الذئب بھیڑیا اختلس اچکنا، اچانک جلدی سے اٹھالینا فقد (ض) گم کرنا، گم پانا، تلاش کرنے کے باوجود نہ پانا، لطم تھپڑ مارنا، باب تفعیل سے بھی ہوسکتا ہے بمعنی زوردار تھپڑ مارنا ندم (س) شرمندہ ہونا، شرمسار ہونا سوداء کالی۔

تشریح: اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔

اعمال ایمان کا جزء ہیں یا نہیں ہیں، اس بارے کچھ اختلاف ہے۔

ایمان کی حقیقت: ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) تصدیق بالجنان یعنی دل سے تصدیق کرنا (۲) اقرار باللسان یعنی زبان سے اللہ کی وحدانیت اور نبی علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کرنا (۳) عمل بالارکان یعنی اعضاء اور جوارح سے اعمال کرنا اقرار باللسان اور عمل بالارکان کی حیثیت کیا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔

اعمال کی حیثیت: معتزلہ اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں ان کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوتا پھر ان کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہ کرے تو وہ مومن نہیں لیکن کافر ہے یا نہیں اس میں ان کا آپس میں اختلاف ہے خوارج کے ہاں وہ کافر ہے اور معتزلہ کے ہاں کافر نہیں نہ مسلمان ہے نہ کافر، ان کے ہاں کفر اور اسلام کے درمیان ایک درجہ ہے جسے وہ ''فسق'' کہتے ہیں۔

(۲) مرجیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

(۳) اہل السنۃ والجماعت کا مذہب افراط تفریط کے درمیان ہے وہ فرماتے ہیں کہ اعمال ایمان کا ایسا جزء تو نہیں کہ اگر اعمال نہ ہوں تو ایمان جاتا رہے جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں اور اعمال ایمان سے غیر متعلق بھی نہیں جیسا کہ مرجیہ کہتے ہیں بلکہ اعمال صالحہ کرنا اور معاصی سے بچنا ایمان کیلئے بہت ضروری ہے اگر اعمال اچھے نہ ہوں تو ایمان کمزور ہو جائیگا۔ حدیث الباب اہل السنۃ کی دلیل ہے اور یہ معتزلہ وخوارج کے خلاف ہے لونڈی کے دل میں تصدیق موجود تھی تو نبی علیہ السلام نے اسے مومنہ قرار دیا۔ اس سے اعمال کے بارے پوچھا تک نہیں، اگر اعمال ایمان کے جزء ہوتے اور ان کے بغیر ایمان جاتا رہتا تو نبی علیہ السلام اس سے اعمال کے بارے ضرور پوچھتے۔

این اللّٰہ فقالت فی السماء: اللہ تعالیٰ مکان کی جہت سے پاک ہے نبی علیہ السلام کے مکان کے بارے سوال کرنے اور باندی کا آسمان کی طرف اشارہ کرنے میں دو حکمتیں ہوسکتی ہیں (۱) معبود حقیقی اور بتوں کے درمیان فرق پیدا کرنا کیونکہ بت زمین پر ہوتے ہیں، آسمان پر نہیں (۲) آسمان کی طرف نسبت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم تکریم اور بلندیٔ مرتبہ بتانا مقصود ہے۔

فاعتقها فاعتقها، اسے آزاد کرنے کا امر استحبابی تھا وجوبی نہ تھا۔

باب التوقف فی ذراری المشرکین

یہ باب مشرکین کی اولاد کے متعلق توقف کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۵: ابو حنفیة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال کنا جلوسا عند رسول اللّٰہ ﷺ فقال لا صحابه انهضوبنا نعود جارنا الیهودی قال فدخل علیه فوجده فی الموت فساله ثم قال اشهد ان لااله الا اللّٰه وانی رسول اللّٰه فنظر الیٰ ابیه فلم یکلمه ابوه فقال له النبی ﷺ اشهد ان لا اله الااللّٰه وانی رسول اللّٰه فنظر الیٰ ابیه فقال ابوه اشهد له فقال

الفتیٰ اشهد ان لا اله الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه ، فقال النبی ﷺ الحمد للّٰه الذی انقذ بی نسمة من النار ، وفی روایة انه قال ذات یوم لا صحابه انهضوا بنا نعود جارنا الیهودی قال فوجده فی الموت فقال اتشهد ان لا اله الا اللّٰه قال نعم قال اتشهد انی رسول اللّٰه قال فنظر الرجل الیٰ ابیه قال فاعاد علیه رسول اللّٰه ﷺ فوصف الحدیث ثلث مرات الیٰ اخره علی هذه الهیاة الیٰ قوله فقال اشهد انک رسول اللّٰه فقال رسول اللّٰه ﷺ الحمد للّٰه الذی انقذ بی نسمة من النار .

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والا بریدہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہم نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو اپنے یہودی پڑوسی کی عیادت کرتے ہیں بریدہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اس کے پاس گئے تو اسے موت کے عالم میں پایا تو اس سے پوچھ گچھ کی پھر فرمایا کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس کے باپ نے اس سے بات نہ کی پھر نبی علیہ السلام نے اسے کہا گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس کے باپ نے اسے کہا اس کے حق میں گواہی دے دو تو جوان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے میری وجہ سے ایک نفس کو جہنم سے چھٹکارا دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو اپنے یہودی پڑوسی کی بیمار پرسی کریں راوی فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے اسے موت کی سختیوں میں پایا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ راوی فرماتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، راوی فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے پھر اس پر کلمہ پیش کیا پھر حدیث کو اسی ہیئت پر آخر حدیث تک تین بار بیان فرمایا یعنی اپنے اس قول تک کہ پھر اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے میری وجہ سے ایک نفس کو آگ سے نجات دے دی۔

توضیح اللغات: جلوس جالس کی جمع بیٹھنے والے انهضوا (ف) اٹھنا النهوض مصدر ہے نعود (ن) عیادت سے ہے عیادت کرنا، بیمار پرسی اور تیمارداری کرنا، جار پڑوسی، جمع جیران جیسے فار اور نار کی جمع

فیران اور نیران آتی ہے الیھودی ایک روایت میں اس کا نام عبدالقدوس اور ایک میں عبدوس آیا ہے الفتی جوان جمع فتیان اور فتیہ آتی ہے انقذ چھٹکارا دینا، بچانا، نجات دلانا نسمہ نون اور سین دونوں کا فتحہ ہے جاندار مخلوق، نفس، انسان، سانس، جمع نسم، نسمات وصف (ض) بیان کرنا الی قولہ بدل ہے الی آخرہ سے۔

نعود جارنا الیھودی الخ اس سے معلوم ہوا کہ کافر پڑوسی کی عیادت درست ہے، اس میں اگر اسے اسلام کی دعوت دینے کی نیت ہو تو اور زیادہ ثواب ہے۔ مسند بزار اور طبرانی وغیرہ میں حضرت جابر کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں (۱) جس کا ایک حق ہو اور وہ کافر اور مشرک پڑوسی ہے، اس کا حق پڑوس کا ہے (۲) جس کے دو حق ہیں، وہ مسلمان پڑوسی ہے اس کا ایک حق پڑوسی ہونے کا ہے اور ایک حق مسلمان ہونے کا۔ (۳) جس کے تین حق ہیں، وہ رشتہ دار مسلمان پڑوسی ہے اس کا ایک حق پڑوسی ہونے کا ہے اور ایک مسلمان ہونے کا اور ایک رشتہ دار ہونے کا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا جزء نہیں، تصدیق قلبی کافی ہے، اس شخص نے صرف کلمہ پڑھا تھا کوئی عمل نہ کیا تھا اس سے معتزلہ اور خوارج کی تردید ہوگئی۔

حدیث نمبر ۵ : ۶ ۔ ابو حنیفة عن عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهوّدانه وینصّرانه قیل فمن مات صغیرا یا رسول الله قال الله اعلم بما کانوا عاملین.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی اور نصرانی بناتے ہیں تو کہا گیا اے اللہ کے رسول پھر جو بچپن میں مرگیا اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ ان کے اعمال کو خوب جاننے والے ہیں۔

توضیح اللغات: علی الفطرة فطرۃ کا معنی فطرۃ توحید اور اسلام ہے، مطلب یہ ہے کہ پیدائشی اور خلقی طور پر اللہ تعالیٰ نے ہر بچے میں ایک ایسی فطری استعداد اور ملکہ رکھا ہے کہ اگر کوئی اسے گمراہ نہ کردے، غلط ماحول اس کا ذہن بدل نہ ڈالے اور وہ اپنی فطری استعداد سے کام لے تو وہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے گا۔ لیکن ماں باپ کی وجہ سے بچہ گمراہ ہوسکتا ہے مثلاً اس کے والدین یہودی یا نصرانی ہیں تو وہ اسے یہودی یا نصرانی بنادیں گے۔ یهود انه باب تفعیل، تہوید سے ہے یہودی بنانا ینصرانه باب تفعیل، نصرانی بنانا صغیرا، مات کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

صغار کا حکم:

نابالغ بچہ فوت ہو جائے تو وہ مسلمان شمار ہوگا یا نہیں؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ بچوں کے احکام شرعاً دو قسم کے ہیں۔

(۱) دنیاوی حکم: دنیا میں بچے خیر الابوین دیناً کے تابع ہوتے ہیں یعنی والدین میں سے جس کا دین اچھا ہے بچہ اس کے تابع ہوگا، اگر ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک مسلمان اور دوسرا کافر تو بچہ مسلمان تصور کیا جائیگا چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی اور اسے مسلمانوں کے مقبرے میں دفنایا جائیگا، اور اگر دونوں کافر ہوں تو بچہ کافر تصور کیا جائیگا۔

(۲) اخروی حکم: اس میں یہ تفصیل ہے کہ مسلمانوں کے بچے بالاتفاق جنتی ہوں گے اور کفار و مشرکین کے بچوں کے بارے اختلاف ہے، اس میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) بعض کے ہاں وہ والدین کی تبعیت میں دوزخی ہونگے۔

(۲) بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہونگے۔

(۳) بعض کا قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہونگے۔

(۴) شیخ ابوالحسن اشعری اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہوں گے۔

(۵) اس بارے توقف اختیار کیا جائے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی موقف ہے اور مذکورہ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللّٰہ اعلم بما کانوا یعملون یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ انہوں نے بڑا ہوکر کیا عمل کرنا تھا، اگر بڑے ہوکر اچھے عمل کرتے تو جنت میں جاتے اور اگر برے اعمال کرتے تو دوزخ میں جاتے اور یہ بات اللہ کے علم میں ہے، لہٰذا ہمیں توقف اختیار کرنا چاہئے۔

باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لااله الا اللّٰہ.

یہ باب لوگوں سے قتال کے بارے ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں۔

حدیث نمبر ۶: ۷۔ ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا اله الا اللّٰہ فاذا قالوها عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی اللّٰہ تبارک وتعالیٰ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ کہیں کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ پس جب وہ یہ کلمہ کہہ دیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال محفوظ کرلیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

حتی یقولوا الخ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کیلئے کلمہ کافی ہے، اعمال ایمان کا جزء نہیں **عصمو** محفوظ کرنا، یعنی جو شخص کلمہ پڑھ لے گا اس کا خون اور مال محفوظ ہو جائیگا، اس کو قتل کرنا اور اس کے مال کو ضائع کرنا جائز نہ ہوگا، **دماء** دم کی جمع خون، **الا بحقها الخ** مگر کلمہ کے حق کی وجہ سے، یہ استثناء معصوم الدم اور معصوم المال ہونے سے ہے یعنی اس کا خون اور مال محفوظ ہو گیا لیکن کلمہ کے حق کی وجہ سے حفاظت ختم ہو سکتی ہے۔ اس کو قتل کیا جا سکتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں (۱) وہ مرتد ہو جائے (۲) وہ محصن ہو اور زنا کرلے (۳) کسی کو عمداً قتل کردے تو اسلام کا حکم ہے کہ اسے قتل کیا جائیگا۔ **وحسابهم علی اللّٰہ الخ** اس میں شبہ کا ازالہ ہے شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کافر نے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو، قتل سے بچنے کیلئے زبانی طور پر کلمہ پڑھ لیا ہو، اس کا جواب دیا کہ ہم ظاہر کے مکلّف ہیں، جب کلمہ پڑھ لیا تو اسے مسلمان تصور کریں گے، اگر دل میں کفر ہے تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ کرے گا۔

باب عدم تکفیر اهل الکبائر

یہ باب اہل کبائر کی تکفیر نہ کرنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۷۸: ابو حنیفة عن ابی الزبیر قال قلت لجابر بن عبداللّٰہؓ ما کنتم تعدون الذنوب شرکاً قال لا قال ابو سعید قلت یا رسول اللّٰہ هل فی هٰذہ الامة ذنب یبلغ الکفر قال لا الا الشرک باللّٰہ تعالیٰ.

ترجمہ: ابوالزبیرؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے کہا آپ لوگ کون سے گناہوں کو شرک شمار کرتے تھے انہوں نے فرمایا کسی کو نہیں، ابو سعید خدری فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا اس امت میں ایسا گناہ ہے جو کفر کو پہنچ جائے آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

قال لا الخ اصل ہے کنا لا نعد شیامن الذنوب کفرا، اس حدیث سے معتزلہ اور خوارج کی تردید ہوگئی، ان کے ہاں بڑے گناہ سے مسلمان کا ایمان جاتا رہتا ہے اور خوارج کے ہاں کافر بھی ہو جاتا ہے۔ **الا الشرک الخ** شرک کی دو اقسام ہیں (۱) شرک جلی (۲) شرک خفی، شرک جلی یہ ہے کہ کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کی

صفات یا ذات یا عبادت میں شریک کیا جائے اور شرک خفی ریا اور دکھلاوے کو کہتے ہیں شرک جلی سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور شرک خفی میں کافر ہونے کا خطرہ ہے۔

حدیث نمبر ۸: ۹۔ ابو حنیفة عن عبدالکریم بن ابی المخارق عن طاؤس قال جاء رجل الی ابن عمرؓ فسالہ فقال یا ابا عبدالرحمن ارأیت الذین یکسرون اغلاقنا وینقبون بیوتنا ویغیرون علیٰ امتعتنا اکفروا قال لا قال ارایت ھولاء الذین یتأولون علینا ویسفکون دماء نا اکفروا قال لا حتیٰ یجعلوا مع اللّٰہ شیأ قال وانا انظر الیٰ اصبع ابن عمرؓ وھو یحرکھا ویقول سنة رسول اللّٰہ ﷺ وھٰذا الحدیث رواہ جماعة فرفعوہ عن رسول اللّٰہ ﷺ۔

ترجمہ: طاؤسؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن مجھے ان لوگوں کے بارے خبر دیدیں جو ہمارے تالوں کو توڑتے اور ہمارے گھروں پر نقب زنی کرتے اور ہمارے ساز و سامان پر غارت گری کرتے ہیں کیا وہ کافر ہو گئے آپ نے فرمایا کہ نہیں اس نے کہا مجھے ان لوگوں کے بارے خبر دیں جو ہمارے خلاف قتل کی تاویل کرتے اور ہمارے خونوں کو بہاتے ہیں کیا وہ کافر ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں یہاں تک کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کر دیں طاؤس فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر کی انگلی کی طرف دیکھ رہا تھا اس حال میں کہ آپ اسے حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس حدیث کو کئی افراد نے روایت کیا ہے اور اسے نبی علیہ السلام سے مرفوع بیان فرمایا ہے۔

توضیح اللغات: ارءیت اسم فعل امر حاضر بمعنی اخبرنی، یکسرون (ض) توڑنا اغلاق غلق کی جمع، تالے ینقبون (ن) نقب زنی کرنا، دیوار میں سوراخ کرنا یغیرون غارت گری کرنا، حملہ کرنا، تاخت وتاراج کرنا قرآن میں ہے فالمغیرات صبحا، امتعه، متاع کی جمع ساز و سامان متأولون، قتل کی تاویل کرنا، قتل کو مباح سمجھنا یسفکون (ض) خون بہانا۔

قال لا الخ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں۔

باب عدم خلود المؤمنين فی النار

یہ باب مؤمنین کے جہنم میں ہمیشہ نہ رہنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹ : ۱۰ ۔ ابو حنیفة عن عبداللّٰہ بن حبیبة قال سمعت ابا الدرداءؓ صاحب رسول اللّٰہ ﷺ قال بینا انا ردیف رسول اللّٰہ ﷺ فقال یا ابا الدرداء من شھد ان لا الہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ وجبت لہ الجنة قلت وان زنی وان سرق قال فسکت عنی ساعة ثم سار ساعة فقال من شھد ان لا الہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ وجبت لہ الجنة قلت وان زنی وان سرق قال فسکت عنی ساعة ثم سارساعة ثم قال من شھد ان لا الہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ وجبت لہ الجنة قال قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق وان رغم انف ابی الدرداء قال فکانی انظر الیٰ اصبع ابی الدرداء السبابة یؤمی الیٰ ارنبتہ۔

ترجمہ: عبداللہ بن حبیبہ فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کے صحابی ابوالدرداء سے سنا انہوں نے فرمایا اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا تو آپ نے فرمایا اے ابوالدرداء جو شخص یہ گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے میں نے کہا اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے ابو الدرداء فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کچھ دیر کیلئے مجھ سے خاموش ہو گئے پھر کچھ دیر چل پڑے پھر کہا جو یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے میں نے عرض کیا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے ابوالدرداء فرماتے ہیں نبی علیہ السلام پھر کچھ دیر مجھ سے خاموش رہے پھر کچھ دیر چلتے رہے پھر فرمایا کہ جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے میں نے عرض کیا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے آپ نے فرمایا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے اگر چہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے عبداللہ بن حبیبہ فرماتے ہیں گویا کہ میں ابوالدرداء کی سبابہ انگلی کو دیکھ رہا ہوں آپ اس کے ساتھ اپنے ناک کے سرے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

توضیح اللغات: ردیف سواری پر سوار کے پیچھے سوار ہونے والا ابو الدرداء نام عویمر بن زید ہے سرق (ض) چوری کرنا سار (ض) سار یسیر سیرا سیر کرنا رغم (س ن) ذلیل ہونا۔ فروتنی کرنا، ناک زمین پر

رگڑ نا یہ ذلت کی نشانی ہے، ناک خاک آلود ہونا ذلت سے کنایہ ہے السبابہ انگشت شہادت سب سب سباً (ن) کے معنی گالی دینا، زمانہ جاہلیت میں اس انگلی سے گالی دینے کا رواج تھا، اسلئے اس کا نام سبابہ پڑ گیا، نبی علیہ السلام نے یہ نام بدل کر مسبّحہ رکھا یعنی تسبیح کرنے والی انگلی، اس سے اللہ کی تسبیح کرنا چاہئے۔ ارنبتہ ہمزہ کا فتحہ راء کا سکون نون اور باء کا فتحہ ناک کا سرا۔ جمع ارنب۔

حدیث نمبر ۱۰۱: ابو حنیفة عن الحارث عن ابی مسلم الخولانی قال لما نزل معاذٌ حمص اتاه رجل شاب فقال ماتریٰ فی رجل وصل الرحم وبر وصدق الحدیث وادی الامانة وعف بطنه وفرجه وعمل ما استطاع من خیر غیر انه شک فی اللّٰه ورسوله قال انها تحبط ماکان معها من الاعمال قال فما تری فی رجل رکب المعاصی وسفک الدماء واستحل الفروج والاموال غیر انه شهد ان لا اله الااللّٰه وان محمداً عبده ورسوله مخلصاً قال معاذ ارجوا وخاف علیه قال الفتیٰ واللّٰه ان کانت هی التی احبطت مامعها من عمل ما تضر هٰذه ما عمل معها ثم انصرف فقال معاذ مازعم ان رجلا افقه بالسنة من هٰذا۔

ترجمہ: ابو مسلم خولانی فرماتے ہیں حضرت معاذؓ حمص شہر اترے تو آپ کے پاس ایک جوان آدمی آیا اور کہا کہ آپ ایسے شخص کے بارے کیا فرماتے ہیں جو صلہ رحمی کرتا ہے اور نیکی کرتا ہے اور سچ بات کرتا ہے اور امانت ادا کرتا ہے اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو بچائے رکھتا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق خیر کے کام کرتا ہے مگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بارے شک میں مبتلا ہے آپ نے فرمایا کہ قصہ یہ ہے کہ اس عقیدہ کے ساتھ جو اعمال ہیں وہ ضائع ہیں اس نے کہا پھر آپ اس شخص کے بارے کیا فرماتے ہیں جو معاصی کا ارتکاب کرتا ہے اور خون بہاتا ہے اور شرمگاہوں اور مالوں کو حلال کرتا ہے مگر وہ اخلاص کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں حضرت معاذ نے فرمایا کہ مجھے اس کی نجات کی امید بھی ہے اور مجھے اس پر عذاب کا اندیشہ بھی، نوجوان نے کہا اگر شک ہی وہی ہے جس نے اپنے ساتھ کے عمل کو غارت کر دیا ہے تو شہادت کو وہ گناہ کوئی نقصان نہیں دے سکتے جو وہ اس کے ساتھ کرتا ہے پھر وہ چلا گیا تو معاذ نے فرمایا کہ میرے خیال میں کوئی آدمی ایسا نہیں جو اس سے زیادہ سنت کو سمجھتا ہو۔

توضیح اللغات: نزل اترنا، نازل ہونا، مقیم ہونا، (ض) **حمص** بکسر الحاء وسکون المیم، شام کا ایک مشہور شہر شاب جوان جمع شواب، **وصل** ملانا (ض) **الرحم** رشتہ داری، یہ جملہ اپنے معطوفات کے ساتھ رجل کی صفت ہے بر نیکی کرنا عف **عفیف** اور پاکدان ہونا، حرام سے بچانا، مراد پیٹ کو حرام غذا اور شرمگاہ کو بدکاری سے بچانا ہے **وعمل ما استطاع فی خیر ما** مبین، من بیانیہ اور خیر اس کا بیان ہے مبین اور بیان کا ترجمہ تین طرح ہو سکتا ہے۔

(۱) اور وہ عمل کرتا ہے جس کی طاقت رکھتا ہے خیر میں سے۔

(۲) اور وہ عمل کرتا ہے جس کی طاقت رکھتا ہے یعنی خیر۔

(۳) اور وہ اپنی طاقت کے مطابق خیر کا عمل کرتا ہے۔

انھا تحبط ماکان معھا من الاعمال، اس میں دو احتمال ہیں (۱) ھاء ضمیر کا مرجع عقیدہ یا الریبۃ بمعنی شک ہو۔ **تحبط** احباط سے ہو بمعنی غارت کرنا، معنی ہوگا وہ عقیدہ باطلہ یا شک ان اعمال کو غارت کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں (۲) انہا میں ھاء ضمیر قصہ ہو، اور **معھا** کی ضمیر کا مرجع عقیدہ باطلہ یا الریبۃ ہو اور اس صورت میں تحبط میں دو احتمال درست ہیں (۱) اسے مجرد باب سمع سے پڑھا جائے یعنی قصہ یہ ہے کہ اعمال ضائع اور غارت ہو جاتے ہیں ما موصولہ سے مراد اعمال ہیں اسلئے تحبط مونث کا صیغہ لایا گیا (۲) **احباط** سے مجہول کا صیغہ پڑھا جائے یعنی قصہ یہ ہے کہ عقیدہ باطلہ یا شک کے ساتھ اعمال حبط کر لئے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ عقیدہ اور **الریبۃ** عبارت میں مذکور نہیں لیکن اس سے سمجھ آ رہے ہیں۔ **رکب المعاصی**: رکوب سوار ہونا، ارتکاب کرنا **المعاصی معصیۃ** کی جمع **مخلصا** شہد کی ضمیر فاعل سے حال ہے، **ما تضر ھذہ ما عمل معھا، ما تضر** فعل، ھذہ اس کا مفعول بہ مقدم ہے اور ھذہ سے الشہادہ کی طرف اشارہ ہے **ما عمل الخ** موصول صلہ ملکر تضر کا فاعل، اور ما سے مراد برے اعمال اور قباحتیں ہیں، اسلئے تضر مونث کا صیغہ لایا گیا ہے، معنی ہوا: توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ جو بھی برے اعمال ہوں گے وہ شہادت کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ **افقہ**، زیادہ سمجھدار۔

حدیث نمبر ۱۱:۱۲ ۔ حماد عن ابی حنیفۃ عن ابی مالک الا شجعی عن ربعی بن خراش عن حذیفۃ قال یدرس الاسلام کما یدرس وَشْیُ الثوب و لا یبقیٰ الا شیخ کبیر او عجوز فانیۃ یقولون قدکان قوم یقولون لا الہ الا اللّٰہ وھم لا یقولون لا الہ الا اللّٰہ قال فقال صلۃ بن زید فما

يغني عنهم يا عبدالله لا اله الاالله وهم لا يصومون ولا يصلون ولا يحجون ولا يتصدقون قال ينجون بها من النار.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اسلام ایسے مٹا دیا جائیگا جیسے کپڑے کے نقش ونگار کو مٹا دیا جاتا ہے اور نہیں باقی رہے گا مگر انتہائی بوڑھا یا ختم ہونے والی بوڑھی عورت وہ کہیں گے کچھ لوگ تھے جو کہا کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ خود لا الہ الا اللہ نہیں کہیں گے راوی فرماتے ہیں پس صلہ بن زید نے کہا کہ اے اللہ کے بندے پھر لا الہ الا اللہ انہیں کیا نفع دے گا۔ حالانکہ نہ وہ روزہ رکھتے ہیں اور نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ حج کرتے ہیں اور نہ زکوٰۃ دیتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ وہ اس کے سبب جہنم کی آگ سے نجات پالیں گے۔

توضیح اللغات: يدرس (ن) مصدر درس، دروس مٹنا مٹانا لازمی ومتعدی، وشي کپڑے کے نقش ونگار، نقش ونگار والے کپڑے فانیہ فنا یفنی فناء (ض) سے اسم فاعل، فناء اور ختم ہونے والی، فما يغني اغناء کے معنی ہیں نفع دینا، کام آنا، عنهم ضمیر کا مرجع لفظِ قوم ہے۔ يا عبدالله یہ کسی کا علم اور نام بھی ہوسکتا ہے اور اس کا لغوی معنی بھی مراد ہوسکتا ہے، اور اس کا مخاطب معلوم نہیں ہے۔

باب وجوب الايمان بالقدر

یہ باب تقدیر پر ایمان لانے کے وجوب کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ۱۳۔ابو حنيفة والمسعر عن ی۸ زيد قال كنت ارىٰ رأى الخوارج فسألت بعض اصحاب النبي ﷺ فاخبرني ان النبي ﷺ قال بخلاف ماكنت اقول فانقذني الله تعالىٰ به.

ترجمہ: یزیدؒ کہتے ہیں کہ میں خوارج کی رائے کو درست سمجھتا تھا پس میں نے نبی ﷺ کے بعض صحابہ سے پوچھا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ نبی علیہ السلام نے اس کے خلاف تصریح کی ہے جو میں کہتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے سبب چھٹکارا دے دیا۔

خوارج کی رائے یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے۔ كنت ارى راى الخوارج، حقا مفعول بہ محذوف ہے انقذ نجات دینا چھٹکارا دینا۔

باب الحث علی العمل

یہ باب عمل پر برانگیختہ کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳:۱۴۔ابو حنیفة قال کنا مع علقمة و عطاء بن رباح فساله علقمة فقال له یا ابا محمد ان ببلا دنا قوماً لا یثبتون لا نفسهم الایمان ویکرهون ان یقولوا انا مومنون بل یقولون انا مومنون ان شاء اللّٰه تعالیٰ ، فقال وما لهم لا یقولون قال یقولون انا اذا اثبتنا لا نفسنا الایمان جعلنا لا نفسنا الجنة قال سبحان اللّٰه هٰذا من خدع الشیطان وحبائله وحیله، الجاهم الیٰ ان دفعوا اعظم منة اللّٰه تعالیٰ علیهم وهو الاسلام وخالفوا سنة رسول اللّٰه ﷺ رأیت اصحاب رسول اللّٰه ﷺ ورضی عنهم یثبتون الایمان لا نفسهم ویذکرون ذلک عن رسول اللّٰه ﷺ فقال لهم یقولون انا مومنون لا یقولون انا من اهل الجنة فان اللّٰه تعالیٰ لو عذب اهل سمٰواته واهل ارضه لعذبهم وهو غیر ظالم لهم فقال له علقمة یا ابا محمد ان اللّٰه تعالیٰ لو عذب الملائکة الذین لم یعصوه طرفة عین عذبهم وهو غیر ظالم لهم قال نعم قال هٰذا عندنا عظیم فکیف نعرف هٰذه فقال له یا ابن اخی من هٰهنا ضل اهل القدر فایاک ان تقول بقولهم فانهم اعداء اللّٰه تعالیٰ الرادّون علی اللّٰه تعالیٰ الیس یقول اللّٰه تعالیٰ لنبیه ﷺ قل فللّٰه الحجة البالغة فلوشاء لهدٰکم اجمعین فقال له علقمة اشرح یا ابا محمد شرحاً یذهب عن قلوبنا هٰذه الشبهة فقال الیس اللّٰه تبارک وتعالیٰ دل الملائکة علی تلک الطاعة والهمهم ایاها وعزمهم علیها وجبرهم علی ذلک قال نعم قال وهذه نعم انعم اللّٰه تعالیٰ بها علیهم قال نعم قال فلو طالبهم بشکر هٰذه النعم ما قدروا علی ذلک وقصروا وکان له ان یعذبهم بتقصیر الشکر وهو غیر ظالم لهم۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ اور عطاء بن رباح کے پاس تھے تو حضرت علقمہ نے ان سے

پوچھا اور کہا کہ اے ابو محمد ہمارے علاقوں میں یقیناً ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کیلئے یقین کے ساتھ ایمان کا اثبات نہیں کرتے اور اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ یہ کہیں ہم بلاشبہ مومن ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں ہم مومن ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، تو عطا نے فرمایا کہ انہیں کیا ہے کہ وہ نہیں کہتے، علقمہ نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یقین کے ساتھ اپنے لئے ایمان ثابت کریں گے تو ہم اپنے لئے جنت ثابت کرنے والے ہوں گے انہوںؒ نے فرمایا سبحان اللہ یہ شیطان کے دھکوں اور اس کے جالوں اور اس کے حیلوں ے میں سے ہے اس نے انہیں اس بات پر مجبور کردیا ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین احسان کو دور کریں اور وہ اسلام ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو دیکھا وہ اپنے لئے جزم کے ساتھ ایمان کا اثبات کرتے تھے اور یہ بات وہ نبی علیہ السلام تک مرفوع بیان کرتے تھے پھر اس سے کہا وہ فرماتے تھے کہ ہم بلاشبہ مومن ہیں اور وہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بلاشبہ جنت والوں میں سے ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں والوں اور زمین والوں کو عذاب دے تو انہیں عذاب دیگا اس حال میں کہ وہ ان پر ظلم کرنے والا نہ ہوگا تو علقمہ نے انہیں کہا کہ اے ابو محمد اگر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو عذاب دے جنہوں نے آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اس کی نافرمانی نہیں کی تو کیا وہ انہیں عذاب دے گا اس حال میں کہ وہ ان پر ظلم کرنے والا نہ ہوگا عطاء نے فرمایا ہاں علقمہ نے کہا یہ بات تو ہمارے ہاں بہت بڑی ہے پھر ہم اسے کس طرح سمجھیں تو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے یہیں سے تو قدریہ گمراہ ہوئے ہیں لہٰذا اس بات سے بچو کہ تم ان کی بات اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے والے ہیں کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو نہیں فرمارہا آپ کہہ دیں پس اللہ ہی کیلئے واضح بینہ ہے لہٰذا اگر چاہے تو تم سب کو ہدایت دے دے تو علقمہ نے ان سے کہا اے ابو محمد آپ ایسی تشریح کریں کہ جو ہمارے دلوں سے اس شبہ کو ختم کردے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اس اطاعت پر راہنمائی نہیں کی اور وہ ان کو الہام نہیں کی اور انہیں اس پر پختہ نہیں بنایا اور انہیں اس پر مقہور و مجبور نہیں کیا اس نے کہا ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس نے ان پر کی ہیں اس نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا اگر اللہ ان سے ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ کرے تو وہ اس پر قادر نہ ہوں گے اور اس سے عاجز آجائیں گے اور اللہ کیلئے درست ہوگا کہ شکر میں کوتاہی کی وجہ سے انہیں عذاب دے اس حال میں کہ وہ ان پر ظالم نہ ہوگا۔

توضیح اللغات: خدع، خدعة کی جمع دھوکہ حبائل حبالہ کی جمع پھندا، جال حیل، حیلہ کی جمع الجاٗ باب افعال، مجبور کرنا منة احسان طرفة عین آنکھ کا جھپکنا اعداء دشمن، عدو کی جمع الرادون رد کرنے والے، اعتراض کرنے والے الحجة دلیل، بینہ البالغة واضح یذهب الخ جملہ شرحاً کی صفت ہے دل (ن) دلالة سے، راہنمائی کرنا الهم الہام کرنا، دل میں بات ڈالنا اعظم عظیم تر بنانا اور بعض نسخوں میں عزمهم ہے قصروا عاجز

ہونا، کوتاہی کرنا، تقصیر کوتاہی۔

انا مومن ان شاء اللہ کہنے کا حکم

اگر کوئی شخص اپنے مومن ہونے کی خبر دے تو صرف انا مومن کہے یا انا مومن ان شاء اللہ کہے اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں صرف انا مومن کہے اور بعض کہتے ہیں ساتھ ان شاء اللہ کہے بعض فرماتے ہیں کہ دونوں طرح درست ہے لیکن یہ حقیقی اختلاف نہیں لفظی اختلاف ہے کیونکہ ان شاء اللہ کہنے کے مقاصد مختلف ہیں، بعض بالاتفاق جائز اور بعض بالاتفاق ناجائز ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ان شاء اللہ شک کی وجہ سے کہتا ہے اسے فی الحال اپنے ایمان میں شک ہے یہ بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ ایمان میں فی الحال شک کرنا کفر ہے۔

(۲) ان شاء اللہ تبرک کیلئے کہتا ہے یہ بالاتفاق جائز ہے۔

(۳) ان شاء اللہ اسلئے کہتا ہے کہ فی الحال تو یقین ہے لیکن مستقبل اور مآل کے بارے علم نہیں کہ ایمان پر دوام اور ثبات نصیب ہوگا یا نہیں، یہ بالاتفاق درست ہے۔

(۴) انا مومن، کا مطلب ''المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل'' کے اصول کے مطابق یہ بن سکتا ہے کہ میں کامل مومن ہوں، تمام طاعات کرتا ہوں اور منہیات سے پرہیز کرتا ہوں، اس میں اپنے لئے کمال اور تزکیہ کا دعویٰ ہے حالانکہ قرآن میں ہے ولا تزکوا انفسکم، اس لئے اگر کوئی آدمی تزکیہ نفس سے بچنے کیلئے ان شاء اللہ کہتا ہے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

باب بیان القدر

یہ باب تقدیر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴: ۱۵۔ ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان سراقةؓ قال یا رسول اللّٰہ حدثنا عن دیننا کأنا ولدنا له انعمل بشیٔ قد جرت به المقادیر وجفت به الاقلام فی شیٔ نستقبل فیه العمل قال بل فی شیٔ قد جرت به المقادیر وجفت به الاقلام قال ففیم العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق له فاما من اعطی واتقیٰ وصدق بالحسنی فسنیسره للیسریٰ واما من بخل

واستغنیٰ و کذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے سراقہ بن مالک نے کہا اے اللہ کے رسول ہمیں ہمارے دین کے بارے بیان کیجئے گویا کہ ہم اس کیلئے پیدا کئے گئے ہیں کیا ہم ایسی چیز پر عمل کرتے ہیں جس کے ساتھ تقدیریں ازل سے جاری ہیں اور قلم خشک ہو چکے ہیں یا اس چیز میں ہے جس میں ہم ابتداء سے عمل کرتے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ ایسی چیز میں ہے، جس کے ساتھ ازل سے تقدیریں جاری ہیں اور جس کے ساتھ قلم خشک ہو چکے ہیں تو اس نے کہا پھر عمل کس لئے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عمل کرو کیونکہ ہر ایک کو اس کام کیلئے آسانی کی توفیق دی جاتی ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس بہر حال وہ شخص کہ جس نے مال عطاء کیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی کے اسباب مہیا کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے نیازی سے کام لیا اور بھلی بات کو جھٹلایا تو ہم اسے تنگی اور سختی کے اسباب مہیا کر دیں گے۔

توضیح اللغات: کأنا ولد ناله یعنی تقدیری طور پر ہم اسی دین کیلئے پیدا کئے گئے ہیں مقادیر قدر کی جمع ہے خلاف قیاس، جفت (ض) خشک ہونا، سوکھنا اقلام قلم کی جمع، نستقبل ابتداً کسی کام کو کرنا میسر آسانی کی توفیق دیا گیا الحسنی ہر اچھی اور بھلی بات یسری آسانی والا عمل، عسری مشکل اور تنگی والا عمل۔

سوال کا حاصل یہ ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں وہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے یا ہم ابتداء سے کر رہے ہیں ازلی تقدیر میں اس کا کوئی ذکر نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر عمل تقدیر میں لکھا جا چکا ہے حضرت سراقہ نے پھر سوال کیا کہ اگر ہر عمل تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو ہمارے عمل کا کوئی فائدہ بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہونا تو وہی ہے جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہیں عمل ضرور کرو، کیونکہ اپنی تقدیر کا علم کسی کو بھی نہیں، اگر اچھے اعمال کرو گے تو اللہ آسانی کے اسباب مہیا کر دے گا اور اگر برے اعمال کرو گے تو برائی اور تنگی کے اسباب مہیا کر دے گا۔

حدیث نمبر ۱۵: ۱۶۔ حماد عن ابی حنیفة عن عبدالعزیز بن رفیع عن مصعب عن سعد عن رسول اللہ ﷺ قال مامن نفس الا وقد کتب اللہ عزو جل مدخلها و مخرجها وما هی لا قیة قیل ففیم العمل یا رسول اللہ قال اعملوا فکل میسر لما خلق له فمن کان من اهل الجنة یسر لعمل اهل الجنة ومن کان من اهل النار یسر لعمل اهل النار قال الا نصاری الان حق العمل.

ترجمہ: حضرت سعدؓ نبی علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی نفس نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے

طاعت ومعصیت کے بارے اس کے داخل ہونے اور نکلنے کی جگہ لکھ لی ہے اور وہ چیز لکھ لی ہے جس سے وہ ملنے والا ہے کہا گیا یا رسول اللہ پھر عمل کس وجہ سے کیا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ عمل کرو کیونکہ ہر ایک کو اس کی آسانی کی توفیق دی جاتی ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے لہٰذا جو شخص اہلِ جنت سے ہو تو اسے جنت والوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور جو جہنمیوں میں سے ہو تو اسے جہنمیوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے انصاری نے کہا اب عمل کا حق ہونا واضح ہوگیا۔

قیل الخ بعض نسخوں میں فقال رجل من الانصار ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بعد میں قال الانصاری آرہا ہے۔

باب ذم القدرية

یہ باب قدریہ کی مذمت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۶: ۱۷۔ابو حنیفة عن عبد العزیز عن مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیه قال قال رسول اللّٰه ﷺ مامن نفس الا وقد کتب الله مدخلها ومخرجها وما هی لا قیة قال رجل من الانصار ففیم العمل اذاً یا رسول اللّٰه فقال اعملوا فکل میسر لما خلق له اما اهل الشقاوة فیسروا لعمل اهل الشقاوة واما اهل السعادة فیسروا لعمل اهل السعادة فقال الانصاری الا ن حق العمل وفی روایة اعملوا فکل میسر من کان من اهل الجنة یسر لعمل اهل الجنة ومن کان من اهل النار یسر لعمل اهلها فقال الانصاری الآ ن حق العمل.

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے داخل ہونے اور نکلنے کی جگہ اور تمام وہ امور لکھ دیئے ہیں جو وہ کرنے والا ہے تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر اس وقت عمل کس وجہ سے کیا جائیگا تو آپ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کو اس کی توفیق ملتی ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے جہاں تک بدنصیب اور کم بخت لوگوں کا معاملہ ہے تو ان کو کم بخت لوگوں کے اعمال کی توفیق ملتی ہے اور جہاں تک نیک بختی والوں کا تعلق ہے تو انہیں نیک بخت لوگوں کے اعمال کی توفیق ملتی ہے تو انصاری نے کہا کہ اب عمل کا حق ہونا معلوم ہوگیا اور ایک روایت میں ہے کہ تم اعمال کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کو توفیق ملتی ہے جو شخص جنتیوں میں سے ہوا سے اہل جنت کے اعمال کی توفیق ملے گی اور جو شخص جہنمیوں میں سے ہوا سے اہل جہنم کے اعمال

کی توفیق ملے گی تو انصاری نے کہا اب عمل کا حق ہونا ظاہر ہو گیا۔

توضیح اللغات: اذا اصل میں حین اذ کان کذا ہے یعنی حین اذ کتب کل شی فی التقدیر ، السعادة نیک بختی الشقاوة بد بختی۔

حدیث نمبر ۱۷:۱۸۔ ابو حنیفة عن الهیثم عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ یجیئ قوم یقولون لا قدرثم یخرجون منه الی الزندقة فاذا لقیتموهم فلا تسلموا علیهم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ما توا فلا تشیعوهم فانهم شیعة الدجال ومجوس هذه الامة حق علی الله ان یلحقهم بهم فی النار.

ترجمہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ آئیں گے جو کہیں گے کہ تقدیر نہیں پھر وہ اس سے زندیقیت کی طرف نکل جائیں گے پس جب تم ان سے ملو تو ان پر سلام نہ کہو اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو اور اگر وہ مریں تو ان کے جنازہ میں حاضر نہ ہو کیونکہ وہ دجال کی جماعت والے ہیں اور اس امت کی مجوسی ہیں اللہ تعالیٰ پر ثابت ہے کہ انہیں جہنم میں ان کے ساتھ لاحق کرے۔

توضیح اللغات: الزندقة یہ کفر کی ایک قسم ہے۔

اقسام کفر۔

کفر کی پانچ اقسام ہیں (۱) کفر انکار، وہ یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں سے نبی علیہ السلام کی رسالت کا اقرار نہ کرے، دونوں سے انکار کرے (۲) کفر جحود، وہ یہ ہے کہ دل سے رسالت کو مانتا ہے دین حق کو سچا سمجھتا ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا بلکہ انکار کرتا ہے جیسے یہود اور ابلیس کا کفر (۳) کفر عناد، وہ یہ ہے کہ دل سے بھی دین اسلام کو حق سمجھتا ہے اور زبان سے بھی اسکی صداقت کا اقرار کرتا ہے لیکن دوسرے ادیان باطلہ سے تبری نہیں کرتا جیسے ابو طالب کا کفر۔ (۴) کفر نفاق، وہ یہ کہ دل سے رسالت اور دین حق کو تسلیم نہیں کرتا لیکن کسی مصلحت کیلئے زبان سے اقرار کرتا ہے جیسے منافقین کا کفر تھا (۵) کفر زندقہ، وہ یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے دین اسلام کو حق سمجھتا اور تمام ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے کسی امر ضروری کا انکار نہیں کرتا لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی امر ضروری کا ایسا مطلب بیان کرتا ہے جو صحابہ تابعین اور علماء امت کے اجماع کے خلاف ہے ایسے شخص کو زندیق اور ملحد کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن

وسنت میں جنت اور دوزخ کا لفظ آیا ہے۔ اسے تسلیم کرتا ہے لیکن کہتا ہے کہ جنت اس خوشی کو کہتے ہیں جو کسی کو اچھی بات پر حاصل ہو اور دوزخ اس ندامت اور پریشانی کو کہتے ہیں جو بری بات پر انسان کو لاحق ہو۔

فلا تشیعوهم باب تفعیل، رخصت کرنے کیلئے کسی کے ساتھ جانا، کسی کو اس کی منزل تک پہنچانا یہاں ان کے جنازہ میں حاضر ہونے، اٹھانے رخصت کرنے اور دفنانے سب سے منع کرنا مقصود ہے شیعه جماعت مجوس هذه الامة قدریہ اور معتزلہ کو مجوسیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مجوسی بھی تعددِ خالق کے قائل ہیں اور قدریہ بھی، مجوسیوں کے ہاں دو خالق ہیں ایک خالق الخیر ہے جس کا نام یزدان ہے اور دوسرا خالق شر ہے اس کا نام اہرمن ہے۔ اور قدریہ تعدد خالق کے قائل اس طرح ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جتنے اعمال کرتے ہیں جس طرح ان کا کسب کرتے ہیں ان کا خلق بھی کرتے ہیں اس اعتبار سے ہر انسان خالق ہوا اور لاکھوں افعال کا خالق ہوا، کیونکہ اس کے افعال لاکھوں میں ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸: ۱۹ ۔ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ یجئی قوم یقولون لا قدرثم یخرجون منه الی الزندقة فاذا لقیتموهم فلا تسلموا علیهم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتو فلا تشهدوا جنائزهم فانهم شیعة الدجال ومجوس هذه الامة وحقا علی اللّٰه تعالیٰ ان یلحقهم بهم فی النار.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ آئیں گے وہ کہیں گے کوئی تقدیر نہیں پھر اس سے زندیقیت کی طرف نکل جائیں گے پس جب ان سے تمہاری ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرنا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر وہ مریں تو ان کے جنازوں میں حاضری نہ دینا کیونکہ وہ دجال کی جماعت اور اس امت کی مجوسی ہیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے کہ انہیں جہنم میں ان کے ساتھ ملا دے۔

حدیث نمبر ۱۹: ۲۰ ۔ابو حنیفة عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللّٰه ﷺ قال لعن اللّٰه القدرية وقال مامن نبی بعثه اللّٰه تعالیٰ قبلی الاحذرامته منهم ولعنهم.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ قدریہ پر لعنت بھیجے اور فرمایا کہ مجھ سے پہلے اس نے کوئی بھی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے اپنی امت کو ان سے ڈرایا ہے اور ان پر لعنت بھیجی ہے۔

کسی پر لعنت بھیجنے کا حکم

لعنت کے معنی ہیں کسی کو اللہ کی رحمت سے دور رکھنے کی دعا کرنا، لعنت کرنے کی کئی صورتیں ہیں بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں (۱) کسی معین زندہ شخص پر لعنت بھیجنا مثلاً یوں کہے اللہ تعالیٰ فلاں پر لعنت بھیجے، یہ صحیح نہیں خواہ مسلمان پر لعنت ہو یا کافر پر، مسلمان پر تو ظاہر ہے کہ وہ رحمتِ الہیہ کا مستحق اور محل ہے اور کافر پر اسلئے کہ یہ اس کے کفر وشرک پر ثبات ودوام کی دعا ہے، اسلام قبول کرنا بھی اللہ کی رحمت ہے، کافر پر لعنت بھیجنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اسلام قبول نہ کر سکے (۲) جو کافر کفر پر مر چکا ہے اس پر لعنت جائز ہے مثلاً ابوجہل ابولہب اور فرعون پر لعنت کرنا (۳) آئندہ جس کا کفر پر خاتمہ یقینی ہو اس پر لعنت جائز ہے مثلاً شیطان ابلیس دجال وغیرہ (۴) کسی شخص کی تعیین کیئے بغیر مذموم وصف ذکر کر کے اس کے ساتھ متصف شخص پر لعنت کرنا مثلاً جو جھوٹ بولتا ہے یا جو چوری کرتا ہے اس پر لعنت ہو یہ بھی جائز ہے قرآن میں ہے لعنة اللّٰه علی الکاذبین۔

حدیث نمبر ۲۰: ۲۱۔ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لعن القدریة وما من نبی ولا رسول الا لعنهم ونهی امته عن الکلام معهم .

ترجمہ: حضرت بریدہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قدریہ پر لعنت کرے اور کوئی بھی نبی اور رسول نہیں گزرا مگر اس نے ان پر لعنت کی دعا کی ہے اور اپنی امت کو ان کے ساتھ بات چیت سے منع فرمایا ہے۔

نبی اور رسول میں فرق

اس میں اختلاف ہے اور کئی اقوال ہیں (۱) دونوں مترادف ہیں (۲) رسول خاص اور نبی عام ہے، رسول وہ ہے جسے مستقل شریعت اور نئی کتاب دی گئی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ اور نبی وہ ہے جسے مستقل شریعت اور نئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ پچھلے رسول کی شریعت پر عمل اور اس کی کتاب کی تعلیم دیتا ہو جیسے ہارون علیہ السلام وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور کتاب کی تعلیم دیتے تھے (۳) رسول عام اور نبی خاص ہے کیونکہ رسول کا اطلاق جیسے پیغمبر پر ہوتا ہے فرشتے پر بھی ہوتا ہے، قرآن کریم میں جبرئیل علیہ السلام کو رسول کہا گیا ہے انه لقول رسول کریم اور نبی کا اطلاق صرف پیغمبر انسانیت پر ہوتا ہے فرشتے پر نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱: ۲۲۔ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ القدریة

مجوس هذه الامة وهم شيعة الدجال۔

ترجمہ ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں اور وہ دجال کے گروہ کے افراد ہیں۔

مسئلہ تقدیر اور اس کی وضاحت

تقدیر کے بارے میں اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنے امور واقعات اور حوادث واقع ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ازل سے ان کے وقوع پذیر ہونے کا علم تھا اور ہر بات کے بارے لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے، اب جو کچھ ہوتا ہے وہ لوح محفوظ میں لکھی گئی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، صحابہ کرام کے دور کے آخر تک اس پر اتفاق رہا، صحابہ کے آخری دور میں بعض لوگوں نے اس میں اختلاف شروع کر دیا، ان میں مشہور شخص بصرہ کا رہنے والا معبد جہنی تھا، انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو وقوع سے پہلے حادثہ کا علم نہیں ہوتا وقوع کے بعد علم ہوتا ہے، اس وقت جو صحابہ موجود تھے انہوں نے اس نظریہ کی پرزور تردید کی جن میں عبداللہ بن عمر پیش پیش تھے، اس کا اثر یہ ہوا کہ ان لوگوں کیلئے مذکورہ نظریہ کو اس عنوان سے آگے چلانا مشکل ہو گیا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کا انکار تھا۔ اسلئے معتزلہ نے اس کا دوسرے عنوان سے انکار شروع کر دیا اور یہ بحث چھیڑ دی کہ آیا بندوں کو اپنے افعال اختیار یہ کرنے کی قدرت ہے یا نہیں؟

مسئلہ خلق افعال عباد

بندے جو افعال کرتے ہیں آیا ان کو ایسے افعال پر اختیار حاصل ہے یا نہیں اگر اختیار ہے تو کس درجہ تک؟ صرف کسب کر سکتے ہیں یا خلق کی بھی قدرت ہے؟ اس بارے اختلاف ہوا ہے کئی مذاہب ہیں، مشہور مذاہب تین ہیں۔

(۱) معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ افعال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت تامہ اور اختیار کامل دے رکھا ہے وہ افعال کا کسب بھی کرتے ہیں اور اپنے افعال کے خالق بھی ہیں، معتزلہ کو قدریہ کہنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ یہ انسان میں قدرت کاملہ مانتے ہیں یا اسلئے قدریہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تقدیر میں زیادہ کلام کیا کرتے تھے۔

(۲) جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے، اس کو کوئی اختیار حاصل نہیں، چونکہ یہ لوگ انسان کے مجبور ہونے کے قائل ہیں اسلئے انہیں جبریہ کہا جاتا ہے۔

(۳) اہل السنت والجماعت کا مذہب درمیانہ درمیانہ ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے افعال میں اختیار حاصل ہے جبریہ کی طرح اسے مجبور نہیں کہتے اور یہ اختیار صرف کسب کی حد تک ہے قدریہ کی طرح انسان کو خالق نہیں

کہتے ،خلاصہ یہ کہ انسان کواختیار حاصل ہے اور وہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتا ہے، وہ خلق نہیں کر سکتا، خالق صرف اللہ ہے۔

مراتب تقدیر

علماء اور متکلمین نے تقدیر کے کئی مراتب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ،مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنے واقعات وحوادث ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وقوع سے پہلے ان کا علم تھا۔اصل تقدیر یہی ہے آئندہ جن مراتب کا ذکر آتا ہے وہ اس کے فروع ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم ازلی کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اب سب کچھ اس کے مطابق ہوتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور چیونٹیوں کی شکل میں ان سے اولاد نکل آئی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے جنتی اور بعض کے جہنمی ہونے کا اعلان فرمادیا ہے یہ بھی مذکورہ تقدیر کی ایک فرع ہے۔

(۴) ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو اللہ ایک فرشتہ بھیج دیتے ہیں۔وہ اس کے بارے چند باتیں لکھتا ہے مثلاً اس کی عمر کتنی ہوگی روزی کیسی ہوگی اور وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت وغیرہ یہ بھی تقدیر کی ایک فرع ہے۔

(۵) تقدیرِ حولی: ہر سال شبِ برأت میں آئندہ سال ہونے والے واقعات لکھے جاتے ہیں ، یہ بھی ایک فرع ہے۔

(۶) تقدیرِ یومی: روزانہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات متعلقہ فرشتوں کو بتا دیئے جاتے ہیں اور امور ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں یہ بھی اصل تقدیر کی ایک فرع ہے۔

باب الشفاعة

یہ باب شفاعت کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۲: ۲۳۰۔ابو حنیفة عن یزید بن صهیب عن جابر بن عبداللّٰہ عن النبی ﷺ انہ قال یخرج اللّٰہ من النار من اھل الایمان بشفاعة محمد ﷺ قال یزید فقلت ان اللّٰہ تعالیٰ یقول وما ھم بخار جین منھا قال جابر اقرأ ما قبلھا ان الذین کفروا انما ھی فی الکفار وفی

روایة یخرج قوم من اهل الایمان بشفاعة محمد ﷺ قال یزید قلت ان اللّٰہ تعالیٰ یقول وما هم بخارجین منها فقال جابر اقرأ ما قبلها ان الذین کفروا ذلک للکفار وفی روایة عن یزید قال سألت جابراً عن الشفاعة فقال یعذب اللّٰہ تعالیٰ قوماً من اهل الایمان بذنوبهم ثم یخرجهم بشفاعة محمد ﷺ فقلت فاین قول اللّٰہ عزوجل فذکر الحدیث الیٰ آخره.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی شفاعت سے آگ سے اہل ایمان کو نکال لے گا، یزید کہتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں وما هم بخارجین منها اور وہ اس سے نکلنے والے نہ ہوں گے، حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے پہلی آیت پڑھ ان الذین کفروا، بلاشبہ یہ کفار کے بارے میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اہل ایمان میں سے کچھ لوگوں کو نبی علیہ السلام کی شفاعت سے نکالا جائیگا یزید کہتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ جہنم سے نہیں نکل سکیں گے حضرت جابر نے فرمایا اس سے پہلے کی آیت پڑھ ان الذین کفروا یہ کفار کیلئے ہے اور ایک روایت میں یزید سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر سے شفاعت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا پھر محمد ﷺ کی شفاعت سے ان کو نکالے گا تو میں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ کے قول کے کیا معنی ہیں پھر آخر تک حدیث بیان کی۔

حدیث نمبر ۲۳: ۲۴ ـ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن ربعیة بن حراش عن حذیفةؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال یخرج اللّٰہ تعالیٰ قوماً من الموحدین من النار بعدما امتحشوا وصاروا فحما فیدخلهم اللّٰہ تعالیٰ الجنة فیستغیثون الی اللّٰہ تعالیٰ مما تسمیهم اهل الجنة الجهنمین فیذهب اللّٰہ تعالی عنهم ذلک.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ موحدین میں سے کچھ لوگوں کو ان کی کھال اور گوشت کے جل جانے اور ان کے کوئلہ ہونے کے بعد آگ سے نکال لے گا پھر انہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی کریں گے اہل جنت کے ان کا جہنمین نام رکھنے کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ ان سے اس کو ختم کر دیں گے۔

توضیح اللغات :الموحدین توحید پر قائم لوگ، موحدین امتحشوا: باب افتعال متعدی ہے اس لئے مجہول کا صیغہ ہے بمعنی جلانا، مراد کھال اور گوشت کو اس طرح جلا دینا ہے کہ ہڈیاں ظاہر ہو جائیں فحماً کوئلہ فاء کا فتحہ ہے اور حاء کا سکون اور فتحہ دونوں درست ہیں جمع فحام اور فحوم آتی ہے، فیستغیثون مدد چاہنا۔

حدیث نمبر ۲۴: ۲۵۔ ابو حنیفة عن عطیة عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ فی قوله تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً قال المقام المحمود الشفاعة یعذب اللّٰه تعالیٰ قوماً من اهل الایمان بذنوبهم ثم یخرج بشفاعة محمد ﷺ فیؤتیٰ بهم نهراً یقال له الحیوان فیغتسلون فیه ثم یدخلون الجنة فیسمون فی الجنة الجهنمین ثم یطلبون الی اللّٰه تعالیٰ فیذهب عنهم ذٰلک الاسم وفی روایة قال یخرج اللّٰه تعالیٰ قوما من اهل النار من اهل الایمان والقبلة بشفاعة محمد ﷺ وذٰلک هوا لمقام المحمود فیؤتیٰ بهم نهراً یقال له الحیوان فیلقون فیه فینبتون به کما ینبت الثعار یرثم یخرجون منه ویدخلون الجنة فیسمون فیها الجهنمین ثم یطلبون اللّٰه تعالیٰ ان یذهب عنهم ذٰلک الاسم فیذهب عنهم وزاد فی اٰخره وعتقاء اللّٰه تعالیٰ ورویٰ ابو حنیفة هٰذا الحدیث عن ابی رُوبة شداد بن عبدالرحمن عن ابی سعید.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نے نبی علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے بارے نقل فرمایا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مقام محمود شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا پھر محمد ﷺ کی شفاعت سے ان کو نکال لے گا پھر انہیں ایسی نہر پر لایا جائے گا جسے '' نهر الحیوان '' کہا جاتا ہے تو وہ اس میں غسل کریں گے پھر جنت میں داخل ہوں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمین پڑ جائیگا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے تو اللہ ان سے یہ نام لے جائیگا اور ایک روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ ایمان اور اہلِ قبلہ کے جہنمی لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی شفاعت سے

نکال دے گا اور یہی مقام محمود ہے پھران کو ایسی نہر میں لایا جائیگا جسے حیوان کہا جاتا ہے توان کو اس میں ڈالا جائیگا تو وہ اس میں ایسے اگیں گے جیسے چھوٹی ککڑیاں اگتی ہیں پھر وہ اس سے نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمی مشہور ہوگا۔ تو وہ اللہ سے مطالبہ کریں گے کہ ان سے یہ نام ختم کردے تو وہ ان سے ختم ہو جائیگا اور اس کے آخر میں زیادہ کیا ہے کہ ان کا نام عتقاء اللہ تعالیٰ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ، اور امام ابوحنیفہؒ نے یہ حدیث

ابوروبہ شداد بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے۔ **المقام المحمود** قابل حمد مقام یا جگہ، شفاعتِ کبریٰ کو مقامِ محمود اسلئے کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام عرش یا کرسی پر رونق افروز ہوں گے اور تمام لوگ آپ پر رشک کریں گے حیوان بفتح الحاء والیاء یہ حیوۃ بمعنی زندگی سے ہے، اس میں آبِ حیات ہوگا جو اسے پئے گا اور استعمال کرے گا اسے ہمیشہ کی زندگی مل جائیگی آبِ حیات صرف آخرت میں نصیب ہوگا، دنیا میں آبِ حیات جو مشہور ہے اس کی کوئی حقیقت ہے اور نہ وجود ہے الثعاریر: ثعرور، بضم الثاء والراء وسکون العین، کی جمع ہے چھوٹی ککڑی اور کھیرے کو کہا جاتا ہے وجہ تشبیہ جلدی بڑھنا ہے یعنی جس طرح ککڑی جلدی بڑھتی اور تبدیل ہوتی ہے ان لوگوں کی حالت، رنگ اور شکل تبدیل ہوگی، بعض نے فرمایا کہ ثعرور ککڑی کے علاوہ سفید رنگ کا کھایا جانے والا پھل ہے اور تشبیہ سفیدی میں ہے جس طرح پھل سفید ہے وہ بھی آبِ حیات میں غسل کرنے کے بعد سفید ہو جائیں گے۔ عتقاء عتیق کی جمع آزاد کردہ افراد۔

حدیث نمبر ۲۵: ۲۶ ـ حماد عن ابی حنیفةؒ عن عطية العوفی قال سمعت ابا سعيد الخدریؓ يقول سمعت رسول الله ﷺ يقرأ عسىٰ ان يبعثک ربک مقاماً محموداً قال يخرج اللّٰه تعالىٰ قوماً من النار من اهل الايمان والقبلة بشفاعة محمد ﷺ فذٰلک هو المقام المحمود فيؤتىٰ بهم نهرا يقال له الحيوان فيلقون فيه فينبتون كما ينبت الثعارير ثم يخرجون فيدخلون الجنة فيسمون الجهنميين ثم يطلبون الى الله تعالىٰ ان يذهب عنهم ذلک الاسم فيذهب عنهم.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ آیت پڑھتے ہوئے سنی عسى ان يبعثک مقاما محمودا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی شفاعت سے اہل ایمان اور اہل قبلہ سے آگ سے کچھ

لوگ نکالے گا پس یہی مقام محمود ہے پھر انہیں ایک نہر پر لایا جائیگا جسے حیوان کہا جاتا ہے پس ان کو اس میں ڈالا جائیگا تو وہ اس میں ایسے اگنا شروع کریں گے جیسے ککڑیاں اگتی ہیں پھر وہ نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے تو وہاں ان کو جہنمی کہا جائیگا پھر وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ وہ ان سے یہ نام مٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان سے مٹا دے گا۔

حدیث نمبر ۲۶ : ۲۷۔ حماد عن ابیؒ حنیفة عن عبدالملک عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ

قال یدخل قوم من اهل الایمان یوم القیامة النار بذنوبهم فیقول لهم المشرکون ماأغنیٰ عنکم ایمانکم ونحن وانتم فی دارواحدة نعذب فیغضب اللّٰه عزّوجلّ لهم فیأمر ان لا یبقی فی النار احد یقول لا اله الا اللّٰه فیخرجون وقد احترقوا حتیٰ صاروا کالحممة السوداء الا وجوههم فانه لا یرزق عیونهم ولا تسود وجوههم فیؤتیٰ بهم نهراً علی باب الجنة فیغتسلون فیه فیذهب کل فتنة واذی ثم یدخلون الجنة فیقول لهم الملک طبتم فادخلوها خالدین فیسمون الجهنمین فی الجنة قال ثم یدعون فیذهب عنهم ذٰلک الاسم فلا یدعون به ابداً فاذا خرجوا قال الکفار یالیتنا کنا مسلمین فذٰلک قول اللّٰه تعالیٰ عزّوجلّ ربما یود الذین کفروالو کانوا مسلمین.

ترجمہ: ابن عباسؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا قیامت کے دن اہلِ ایمان کے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی بابت آگ میں داخل ہوں گے تو مشرک لوگ انہیں کہیں گے پھر تو تمہیں تمہارے ایمان نے کوئی نفع نہ دیا، چنانچہ ہم اور تم ایک ہی مقام میں ہیں، ہمیں عذاب دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے غصہ ہو جائیں گے پھر حکم دیں گے کہ آگ میں کوئی ایک بھی ایسا باقی نہ رہے جو لا اله الا اللّٰه کہتا ہو چنانچہ انہیں نکالا جائیگا۔ اس حال میں کہ وہ جل چکے ہوں گے حتیٰ کہ سیاہ کوئلے کی طرح ہو چکے ہوں گے مگر ان کے چہرے کیونکہ ان کی آنکھیں نیلگوں نہ ہوں گی اور چہرے سیاہ نہ ہوں گے پھر ان کو جنت کے دروازے کے پاس نہر پر لایا جائیگا۔ تو وہ اس میں غسل کریں گے تو ہر تکلیف اور مصیبت چلی جائے گی پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتہ ان کو کہے گا تم اچھے ہو اس میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ پس جنت میں ان کا نام جہنمی پڑ جائیگا نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر وہ دعا کریں گے تو ان سے یہ نام چلا جائیگا۔ پس کبھی بھی انہیں اس کے ساتھ نہیں پکارا جائیگا۔ پس جب وہ نکلیں گے تو کافر کہیں گے کاش کہ ہم مسلمان

ہوتے تو یہی اللہ عزوجل کا قول ہے ربما یو دالخ بسا اوقات کافر لوگ تمنا کریں گے کاش ہم مسلمان ہوتے۔

توضیح اللغات: اغنی (افعال) نفع دینا، کام آنا فی دار واحدۃ نعذب اس میں دو احتمال ہیں (۱) فی دار واحدہ ثابتون محذوف کے متعلق ہو کر خبر اول اور نعذب خبر ثانی ہو (۲) فی دار واحدہ نعذب کے متعلق ہو کر ایک خبر ہو، الحممۃ کوئلہ، راکھ، آگ میں جلی ہر چیز، جمع حمم، یزرق (تفعیل) آنکھ کو نیلگوں بنانا، نیلے رنگ والا بنانا، اندھا بنانا، فتنہ آزمائش، تکلیف اذی تکلیف، مصیبت طبتم، اچھا ہونا، ظاہر اور باطن کا درست ہونا

حدیث نمبر ۲۷: ۲۸ ۔ابو حنفية عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله بن مسعودؓ قال جاء رجل الیٰ رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله هل یبقیٰ احد من الموحّدين فی النار قال نعم رجل فی قعر جهنم ينادی بالحنان المنان حتیٰ يسمع صوته جبرئيل عليه السلام فيتعجب من ذٰلک الصوت فقال العجب العجب ثم لم يصبر حتی يصير بين يدی عرش الرحمن ساجداً فيقول الله تبارک وتعالیٰ ارفع رأسک يا جبرئيل فيرفع رأسه فيقول مارأيت من العجائب والله اعلم بما راٰه فيقول يا رب سمعت صوتاً من قعر جهنم ينادی بالحنان المنان فتعجبت من ذٰلک الصوت فيقول الله تبارک وتعالیٰ يا جبرئيل اذهب الیٰ مالک قل له اخرج العبد الذی ينادی بالحنان والمنان فيذهب جبرئيل عليه السلام الیٰ باب من ابواب جهنم فيضرب به فيخرج اليه مالک فيقول جبرئيل عليه السلام ان الله تبارک وتعالیٰ يقول اخرج العبد الذی ينادی بالحنان المنان فيدخل فيطلبه فلا يوجد وان مالكاً اعرف باهل النار من الأم باولادها فيخرج فيقول لجبرئيل ان جهنم زفرت زفرةً لا اعرف الحجارة من الحديد ولا الحديد من الرجال فيرجع جبرئيل عليه السلام حتیٰ يصير بين يدی عرش الرحمن ساجداً فيقول الله تبارک وتعالیٰ ارفع رأسک يا جبرئيل لِمَ لَمْ تجئ بعبدی فيقول يا رب ان مالكًا يقول ان جهنم قدزفرت زفرة ولا اعرف الحجرمن الحديد ولا الحديد من الرجال فيقول الله عزّوجلّ قل

لمالک ان عبدی فی قعر کذا و کذا فی ستر کذاو کذا وفی زاویة کذا و کذا فیدخل جبرئیل فیخبره بذلک فیدخل مالک فیجده مطروحاً منکوسا مشدوداً ناحیته الیٰ قدمیه ویداه الیٰ عنقه واجتمعت علیه الحیات والعقارب فیجذبه جذبة حتیٰ تسقط عنه الحیات والعقارب ثم یجذبه جذبةً اخریٰ حتیٰ تنقطع منه السلاسل والاغلال ثم یخرجه من النار . فیصیره فی ماء الحیاة ویدفعه الیٰ جبرئیل فیأخذ بنا صیته ویمده مداً فما مربه جبرئیل علی ملأ من الملائکة الا وهم یقولون افٍ لھٰذا العبد حتیٰ یصیر بین یدی عرش الرحمن ساجداً فیقول اللّٰه تعالیٰ ارفع رأسک یا جبرئیل ویقول اللّٰه تبارک وتعالیٰ عبدی الم اخلقک بخلق حسن الم ارسل الیک رسولا الم یقرأ علیک کتابی الم یأمرک وینهک حتیٰ یقر العبد فیقول اللّٰه تعالیٰ فلِمَ فعلت کذا و کذا فیقول العبد یارب ظلمت نفسی حتیٰ بقیت فی النار کذا و کذا خریفاً لم اقطع رجائی منک یا رب دعوتک بالحنان المنان واخرجتنی بفضلک فارحمنی برحمتک فیقول اللّٰه تبارک وتعالیٰ اشهدو ا یا ملائکتی بأنی رحمته .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک آدمی نبی علیہ السلام کے پاس آیا پس کہا اے اللہ کے رسول کیا توحید والوں میں سے کوئی ایک آگ میں باقی رہے گا آپ نے فرمایا ہاں ایک شخص جہنم کے گڑھے میں ہوگا وہ حنان منان کے ساتھ ندا دے گا یعنی رحم کرنے والے اور احسان کرنے والے حتیٰ کہ جبرئیل علیہ السلام اس کی آواز سنیں گے تو ان کو اس آواز سے تعجب ہوگا اور کہیں گے تعجب ہے تعجب ہے پھر صبر نہ کرسکیں گے یہاں تک کہ رحمٰن کے عرش کے سامنے سجدہ میں پڑ جائیں گے تو اللہ فرمائیں گے اے جبرئیل اپنا سراٹھاؤ تو وہ اپنا سر اٹھائیں گے پھر اللہ فرمائیں گے تم نے عجیب باتوں میں سے کیا دیکھا ہے حالانکہ اللہ کو وہ معاملہ خوب معلوم ہوگا جو اس نے دیکھا ہوگا تو وہ کہیں گے اے میرے رب میں نے جہنم کے گڑھے سے آواز سنی ہے آواز والا حنان منان کہہ کر پکار رہا تھا تو مجھے اس آواز سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے جبرئیل جہنم کے داروغہ مالک کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ وہ بندہ نکال دے جو حنان منان کے ساتھ پکارتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام جہنم کے دروازوں میں سے کسی ایک کے پاس جائیں

گے اور اسے ماریں گے تو آپ کی طرف مالک داروغہ نکلے گا تو جبرئیل علیہ السلام فرمائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بندے کو نکال دو جو حنان منان کے ساتھ پکارتا ہے تو وہ داخل ہو کر تلاش کرے گا تو نہیں پایا جائیگا حالانکہ مالک اہلِ جہنم کو اتنا زیادہ جانتا ہے کہ اتنا ماں اپنی اولاد کو نہیں جانتی تو وہ نکلے گا اور جبرئیل کو کہے گا کہ جہنم نے سانس لیا سانس لینا میں پتھروں کو لوہے سے اور لوہے کو مردوں سے نہ پہچان سکا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام واپس آئیں گے یہاں تک کہ رحمٰن کے عرش کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے جبرئیل آپ میرے بندے کو کیوں نہیں لائے تو وہ کہیں گے اے میرے رب بلاشبہ مالک نے کہا ہے کہ جہنم نے سانس لیکر آواز نکالی میں پتھر کو لوہے سے اور لوہے کو مردوں سے متمیز نہ کر سکا تو اللہ فرمائیں گے مالک کو کہہ دو کہ میرا بندہ فلاں فلاں غار فلاں فلاں پردے اور فلاں فلاں کونے میں ہے تو جبرئیل داخل ہوں گے اور اسے اس بارے خبر دیں گے پھر مالک داخل ہوگا تو اسے منہ کے بل گرا پھینکا گیا پائے گا اس کی پیشانی اس کے قدموں تک اور اس کے ہاتھ گردن تک بندھے ہوئے ہوں گے اور اس پر سانپ اور بچھو جمع ہوں گے تو وہ اسے ایک بار کھینچے گا تو اس سے سانپ اور بچھو گر جائیں گے پھر اسے دوسری بار کھینچے گا تو اس سے بیڑیاں اور طوق کھل جائیں گے پھر اسے آگ سے نکالے گا اور اسے آبِ حیات میں ڈالے گا اور اسے جبرئیل کے حوالے کرے گا تو وہ اسے پیشانی سے پکڑیں گے اور پیشانی سے کچھ کھینچیں گے پھر جبرئیل اس کو لیکر فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزریں گے مگر وہ کہیں گے اس بندے کیلئے اف ہے حتیٰ کہ وہ عرشِ رحمٰن کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو اللہ فرمائیں گے اے جبرئیل اپنے سر کو اٹھاؤ اور اللہ کہیں گے اے میرے بندے کیا میں نے تجھے اچھی صورت دیکر پیدا نہیں کیا تھا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا کیا اس نے تجھ پر میری کتاب نہیں پڑھی تھی کیا اس نے تجھ کو بھلائی کا حکم نہیں دیا تھا اور برائی سے نہیں روکا تھا یہاں تک کہ بندہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائیں گے پھر تو نے فلاں فلاں کام کیوں کیا تو بندہ کہے گا اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے یہاں تک کہ میں آگ میں اتنے اتنے سال باقی رہا ہوں، اے میرے رب میں نے تجھ سے اپنی امید نہیں کاٹی، میں تجھے حنان منان کہہ کر پکارتا رہا اور تو نے مجھے اپنے فضل سے نکالا ہے پس مجھ پر اپنی رحمت کے ساتھ ترس کھایئے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے فرشتو اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ میں نے اس پر رحم کر دیا۔

توضیح اللغات قعر جھنم، تعر، غار، گہرا، الحنان بروزن غفار، یعنی نون مشدد ہے اس کا مصدر حنان نون کے تخفیف کے ساتھ ہے بمعنی رحمت کرنے والا۔ المنان حنان کے وزن پر، اس کے مشتق میں دو احتمال ہیں (۱) منّة سے مشتق ہو بمعنی عطیہ یعنی عطا یا دینے والا (۲) المن سے مشتق ہو بمعنی احسان کرنے والا، من کے معنی

احسان کرنے، احسان جتلانے اور کاٹنے کے بھی آتے ہیں جیسے مقولہ ہے ''من منّ فمنّ فقد منّ منّهٗ یعنی جس نے احسان کیا پھر اس نے جتلایا تو بلا شبہ اس نے اپنا احسان کاٹ دیا، ختم کر دیا۔ العجب العجب تکرار مبالغہ کیلئے ہے، ان کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی، مرفوع ہوں تو مبتدا محذوف ہوگا یعنی ھٰذا اور منصوب ہوں تو فعل محذوف اتعجب کیلئے مفعول مطلق ہونگے وان مالکاً لاعرف باھل النار من الأم بأولادھا حالانکہ مالک اہل جہنم کو ماں کے اپنی اولاد کو جاننے کی بنسبت زیادہ جانتا ہے۔ زفرت (ن) سے، برتن بھرنا، (ض) سے، اس کے دو مصدر آتے ہیں زفر اور زفیر بمعنی آگ کے بھڑکنے کی آواز سنائی دینا، سانس لینا، مطروحا پھینکا گیا (ف) طرح کے معنی ہیں دھکیلنا، پھینکنا، دور کرنا، منکوس الٹا کیا گیا، اوندھا کیا گیا (ن) اوندھا کرنا، سر کے بل گرانا مشدودا (ن) باندھا ہوا، ناصیۃ جمع نواصی پیشانی، الحیات سانپ، مفرد حیّۃ، العقارب عقرب کی جمع، بچھو، یجذبہ (ض) کھینچنا، سلاسل سلسلہ کی جمع، لوہے وغیرہ کی زنجیر، بیڑی اغلال، ہتھکڑی، طوق، جمع غلول بھی آتی ہے اف یہ اسم فعل ہے بمعنی میں بے قرار ہوتا ہوں یا میں ناپسند کرتا ہوں۔ خریف موسم سرما اور گرما کے درمیان کا زمانہ اور چونکہ ایک خریف سے دوسرے خریف تک ایک سال ہوتا ہے اس لئے خریف کے معنی سال کے بھی آتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۸: ۲۹۔ ابو حنیفة عن محمد بن منصور بن ابی سلیمان البلخی محمد بن عیسیٰ ویزید الطوسی عن القاسم بن امیة الحذاء العدوی عن نوح بن قیس عن یزید الرقاشی عن انس بن مالکؓ قال قلنا یا رسول اللّٰہ لمن تشفع یوم القیامة قال لا ھل الکبائر واھل العظام واھل الدماء.

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ قیامت کے دن کس کی شفاعت فرمائیں گے آپ نے فرمایا کہ کبیرہ اور بڑے گناہ والوں اور خون بہانے والوں کیلئے۔

اھل الکبائر اور اھل العظائم سے مراد گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں، دونوں مترادف ہیں اس صورت میں عطف تفسیری ہوگا اور بعض نے عظائم اور کبائر کے درمیان فرق بیان کیا ہے (۱) کبائر سے مراد حقوق اللہ اور عظائم سے مراد حقوق العباد ہیں (۲) اس میں تخصیص بعد التعمیم ہے وہ اس طرح کہ کبائر سے بڑے گناہ مراد ہیں۔ اور عظائم سے خاص طور پر بہت فحش قسم کے عظیم اور بڑے گناہ مراد ہیں مثلاً اپنی محرم سے زنا کرنا۔ (۳) اس میں تعمیم بعد التخصیص ہے، کبائر سے خاص طور پر بڑے گناہ مراد ہیں اور عظائم سے مطلق گناہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، پھر چھوٹے

گناہوں کیلئے عظائم کا لفظ اسلئے استعمال کیا ہے کہ گناہ اللہ کی معصیت اورنافرمانی کا نام ہے اس اعتبار سے ہر گناہ عظیم اور بڑا ہے۔اهل الدماء سے مراد بلاشرعی وجہ کے بطور ظلم لوگوں کو قتل کرنے والے۔

اقسام شفاعت

قیامت کے دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کیلئے شفاعت فرمائیں گے یہ اجماعی مسئلہ ہے اوراحادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے یہاں کتاب میں شفاعت کے بارے سات روایات نقل فرمائیں ہیں، مشہور محدث قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفاعت کی پانچ اقسام لکھی ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان پر چار کا اضافہ فرمایا ہے اسلئے شفاعت کی کل نو اقسام ہوگئیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) میدانِ حشر کی سختی اور ہولناکی سے نجات کیلئے اور حساب وکتاب شروع کرنے کیلئے شفاعت کرنا۔اس کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے اور یہ نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) بہت سے اہلِ ایمان کو بلاحساب وکتاب جنت میں داخل کرانے کی شفاعت۔

(۳) جو مومن اپنی بداعمالیوں کے بدولت جہنم میں جاچکے ہوں گے ان کو نکالنے کیلئے سفارش۔

(۴) کچھ اہلِ ایمان کیلئے جہنم جانے کی سزا سنائی جاچکی ہوگی ان کو بچانے کی شفاعت . یہ شفاعت نبی علیہ السلام بھی فرمائیں گے اور دوسرے اچھے اعمال کرنے والے افراد بھی جیسے روایات میں آتا ہے کہ حفاظ اور شہداء شفاعت کریں گے۔

(۵) جو مومن جنت میں داخل ہوجائیں گے ان کے درجات میں اضافے اور بلندی کی شفاعت۔

(۶) نبی علیہ السلام اپنے چچا ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کیلئے شفاعت فرمائیں گے۔

(۷) نبی علیہ السلام اصحابِ اعراف کے جنت میں داخل ہونے کیلئے شفاعت فرمائیں گے۔اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی۔

(۸) نبی علیہ السلام جنت میں سب سے پہلے اپنی امت کو داخل کرانے کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۹) بعض اشخاص وہ ہوں گے جنہوں نے صرف کلمہ پڑھا ہوگا لیکن کوئی نیک عمل ان کے نامہ اعمال میں نہ ہوگا نبی علیہ السلام ان کیلئے بھی شفاعت فرمائیں گے۔(ماخذہ: فتح الباری (۵۲۳/۴))

حدیث نمبر۲۹: ۳۰۔حماد عن ابی حنیفة عن اسماعیل بن خالد وبیان بن بشر عن قیس بن ابی حازم قال سمعت جریر بن عبداللہؓ یقول قال رسول اللہ ﷺ انکم سترون ربکم کما

ترون هٰذا القمر ليلة البدر لا تضامون في رؤيته فانظروا ان لا تُغلبوا في صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها قال حماد يعني الغدوة والعشي.

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے تم چودھویں کی رات اس چاند کو دیکھتے ہو، تم اس کے دیکھنے میں ایک دوسرے پر دھکم پیل نہیں کرتے ہو لہٰذا خیال رکھنا کہ تم سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز کے بارے مغلوب نہ ہو جاؤ ،حماد فرماتے ہیں نبی علیہ السلام اس سے صبح اور شام کی نماز مراد لے رہے ہیں۔

توضیح اللغات: کماترون قیامت کے دن اللہ کو دیکھنا مشبہ اور چودھویں کی تاریخ کو چاند دیکھنا، مشبہ بہ ہے، عموماً مشبہ بہ مشبہ سے اقوی ہوتا ہے جیسے زید کا لاسد میں اسد کی بہادری زید سے بہت زیادہ ہے۔لیکن یہاں مشبہ اقویٰ ہے اور اس تشبیہ کا مقصد افہام اور تمثیل ہے مثال سے ممثل لہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ لا تضامون اس میں تین احتمالات ہیں:

(۱) باب تفاعل سے ہے، تاء پر فتحہ اور میم پر تشدید پڑھا جائے، اصل میں تتضامون تھا، ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

(۲) باب مفاعلہ سے ہے، تاء کا ضمہ اور میم پر تشدید ہے؛ ان دونوں صورتوں میں اس کا مجرد ''الضم'' بمعنی ملانا ہے، بابِ مفاعلہ اور تفاعل کا خاصہ مشارکہ ہے اسلئے اسکا معنی ہوگا: ایک دوسرے میں مل جانا۔

(۳) تضامون، تاء پر فتحہ اور میم پر تخفیف پڑھی جائے، جیسے تالون، نیل بمعنی پانے سے، اس کا مصدر ضیم ہے بمعنی ضرر یعنی نقصان پہنچانا، معنی ہوگا ایک دوسرے کو ضرر اور نقصان نہیں پہنچاتے۔

فانظروا الخ فاء کے ذریعہ اس جملہ کو رؤیتِ باری تعالیٰ پر مرتب کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ فجر اور عصر کی نمازوں پر پابندی کرنا رؤیتِ باری تعالیٰ میں موثر ہے اسلئے ان کی پابندی کرنا چاہئے۔ اور ان دو نمازوں کو خاص کرنے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں (۱) ان نمازوں میں فرشتوں کی ذمہ داری بدلتی ہے حدیث کی رو سے عصر کے وقت رات کے فرشتے چلے جاتے اور دن کے آجاتے ہیں (۲) فجر کی نماز کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے اور عصر کا وقت کاموں سے فراغت کا وقت ہے اس وقت تھکن محسوس ہوتی ہے اسلئے ان پر خاص پابندی کا حکم ہے۔ لاتغلبوا مجہول ہے یعنی ایسا نہ ہو کہ تم مغلوب اور شیطان غالب آجائے اور تم نمازیں چھوڑ دو، قال حماد الخ اکثر کی رائے کے مطابق فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں حضرت حماد کی تفسیر کے مطابق ظہر کی نماز بھی اس میں شامل ہے۔

مسئلہ رؤیتِ باری تعالیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کے بارے یہ تفصیل ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) دنیا میں دیدار، اس کی تفصیل شرح عقائد میں پڑھیں گے (۲) اخروی دیداری، مذکورہ حدیث میں اسی کا بیان ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آخرت میں دیدار باری تعالیٰ کے دو مراحل ہیں۔

مرحلہ اولیٰ: قیامت کے دن محشر میں دیدار، اس پر اتفاق ہے کہ محشر میں تمام مسلمانوں مرد اور عورت کو دیدار خداوندی نصیب ہوگا، بعض اہل السنۃ کے ہاں منافقین کو بھی نصیب ہوگا اور بعض کے ہاں عام کافروں کو بھی نصیب ہوگا، پھر اس کے بعد ان کو دیدار سے محروم کر دیا جائیگا، یہ بھی ایک قسم کی سزا ہوگی، تاکہ انہیں حسرت اور افسوس ہو۔

مرحلہ ثانیہ: جنت میں دیدار، اسپر اتفاق ہے کہ تمام انبیاء صلحاء شہداء صدیقین اور عام مسلمان مردوں کو دیدار نصیب ہوگا اور یہ جنت کی اہم ترین نعمت ہوگی البتہ چار اجناس کے بارے اختلاف ہے۔

(۱) مسلمان خواتین: ان کے دیدار کے بارے اختلاف ہے اور اس میں تین مذاہب ہیں (۱) ان کو دیدار نہ ہوگا لا نهن مقصورات فی الخیام (۲) ان کو دیدار حاصل ہوگا، یہی قول راجح ہے اور اس کی دلیل نصوص کا عموم ہے جن احادیث میں جنت میں دیدار خداوندی کا ذکر آیا ہے وہ عام ہیں مرد اور خواتین سب کو شامل ہیں (۳) خصوصی مجامع مثلاً عید کے دنوں میں حاصل ہوگا، ایسے مجامع اور محافل میں اللہ تعالیٰ عمومی تجلی فرمائیں گے۔

(۲) ملائکہ: اس میں اختلاف ہے علامہ عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ حضرات کے ہاں ملائکہ کو دیدار نہ ہوگا جمہور کے ہاں انہیں دیدار حاصل ہوگا، امام علم الکلام شیخ ابوالحسن اشعری نے اپنی کتاب "الابانة فی اصول الدیانة" میں اس کی تصریح کی ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو حاصل ہوگا باقی فرشتوں کو نہیں۔

(۳) جنات: اس میں بھی اختلاف ہے عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ حضرات نے اس کا انکار کیا ہے جمہور کے ہاں مومن جنات کو دیدار حاصل ہوگا۔

(۴) امم سابقہ کے مومنین: بعض کے ہاں جنت میں دیدار خداوندی اس امت کی خصوصیت ہے اسلئے امم سابقہ کے مومنین کو حاصل نہ ہوگا، جمہور کے ہاں اس امت کی طرح امم سابقہ کے مومنین کو بھی دیدار نصیب ہوگا۔ یہ اس امت کی خصوصیت نہیں ہے۔

ماخذہ: الحاوی للفتاوی للسیوطیؒ (۲/۲۴۰) کتاب البعث، تحفة الجلساء۔

کتاب العلم

یہ کتاب علم کے بارے میں ہے۔

علم کے لغوی معنی ہیں دانستن یعنی جاننا، اصطلاح شریعت میں علم مومن کے دل میں پیدا ہونے والا وہ نور ہے جو قرآن وسنت اور مشکوٰۃ نبوت سے حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ اللہ کی ذات، صفات اور احکام کی راہنمائی ملتی ہے پھر یہ علم اگر کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو علم کسبی ہے اور اگر کسی بشر کا واسطہ نہ ہو تو علم لدنی اور وھبی ہے پھر لدنی کی کئی اقسام ہیں وحی الہام اور فراست وغیرہ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عصری علوم سائنس ریاضی انگریزی طب وغیرہ علوم نہیں، فنون ہیں ان کے ذریعہ دنیا اور مال ومتاع حاصل ہوتا ہے، اللہ کی معرفت اور اس کے احکام معلوم نہیں ہوتے بلکہ مشاہدہ ہے کہ ایسے لوگ زیادہ بدعقیدہ ہو جاتے ہیں اور اللہ کی ذات اور وحدانیت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

تجزیہ:

اس کتاب میں کل گیارہ روایات ہیں، ساری مرفوع ہیں پھر نو مرفوع متصل اور ایک مرفوع مرسل اور ایک منقطع ہے، مرسل کے راوی علی بن اقمر اور منقطع کے راوی قاسم بن محمد ہیں، مروع متصل میں سے دو دو کے راوی عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو سعید خدریؓ اور انس بن مالکؓ ہیں اور ایک ایک روایت ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن حارثؓ اور ام ہانیؓ سے مروی ہے۔

باب فريضة طلب العلم.

یہ باب طلب علم کے فرض ہونے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ا:۱۳۱ ۔ابو حنيفة عن حماد عن ابی وائل عن عبداللهؓ قال قال رسول الله ﷺ طلب العلم فريضة على كل مسلم.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فریضہ ہے۔

اقسام علم: علم کی دو قسم میں ہیں (۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ، فرض عین کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ہر مسلمان مرد اور عورت عاقل بالغ پر اتنا علم سیکھنا فرض عین ہے کہ جس کی روشنی میں اسے اللہ کی وحدانیت اور

محمد ﷺ کی رسالت کا یقین ہو جائے اور وہ اس کی روشنی میں اپنے رات دن کی زندگی احکامِ شریعہ مطابق گزار سکے جیسے وضو غسل اور جنابت کے مسائل۔

(۲) اپنے شعبہ کے ضروری مسائل سیکھنا فرض ہے مثلاً تاجر جس قسم کی تجارت کرتا ہے اس کے بنیادی مسائل سیکھنا فرض ہے غنی اور صاحبِ نصاب شخص پر زکوٰۃ کے مسائل سیکھنا فرض ہے اور سارے احکام شرعیہ اور مسائل سیکھنا اور ان میں مہارت حاصل کرنا تاکہ دوسروں کی رہنمائی کر سکے یہ فرضِ کفایہ ہے، پورے علاقے اور گاؤں میں سے ایک دو حاصل کرلیں تو سب کی طرف سے کافی ہے جیسے پورا قرآن حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور سورہ فاتحہ سمیت اتنی آیات اور سورتیں یاد کرنا کہ جتنی مقدار نماز کیلئے ضروری ہے، فرض عین ہے۔

علی کل مسلم الخ ایک روایت میں **ومسلمة** کی زیادتی بھی آئی ہے لیکن وہ ضعیف ہے ہاں مسلم کے حکم میں مسلمان عورت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ عموماً قرآن وحدیث میں مذکر کے صیغے وارد ہیں لیکن حکم تبعاً عورتوں کو بھی شامل ہے۔

عصری تعلیم کا حکم:

بعض جہال نے یہ حدیث عصری تعلیمی اداروں سکولز، کالجز اور یونیورسٹیوں پر لکھی ہوتی ہے یہ حدیث کا غلط استعمال ہے قاعدہ ہے: **کل متکلم یتکلم باصطلاحه** یعنی ہر بات کرنے والا اپنی اصطلاح کی بات کرتا ہے اس کی رو سے نبی علیہ السلام نے علم دین کے بارے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے، اسلئے اس کا مصداق دنیاوی علوم کو ٹھہرانا غلط ہے البتہ اس کے حکم میں تبعاً اور ضمناً دنیاوی علوم کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے چنانچہ عصری علوم انگریزی ریاضی سائنس میڈیکل انجینئرنگ وغیرہ چند شرائط کے ساتھ سیکھنا بلا شبہ درست ہے اگر چہ دنیا حاصل کرنے کیلئے ہو کیونکہ یہ فن اور کسب ہے جیسے لوہے لکڑی وغیرہ کا کام کسب اور فن ہے اور اگر ساتھ یہ نیت ہو کہ یہ تعلیم اسلام کی موثر انداز میں تبلیغ کرنے میں موثر ثابت ہوگی اور انگریزی سیکھ کر ہر شخص کو دعوت دیجا سکے گی یا اسلام اور احکام اسلام کو انگریزی لٹریچر میں منتقل کر کے اغیار تک پہنچانا ہوگا تو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور ثواب کا کام ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

انگریزی اور عصری علوم وفنون سیکھنے کا حکم:

انگریزی اور اس کے علاوہ غیر مسلموں کی کوئی بھی زبان سیکھنا شرعاً فی نفسہ جائز اور درست ہے، احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، ایک دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) نبی علیہ السلام نے خود فارسی زبان میں بات کی ہے حالانکہ فارسی زبان اس وقت مجوسیوں کی زبان تھی۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۴۷) ابواب الطب ، باب الصلوٰۃ شفاء میں ابوہریرہ کی روایت ہے جس کے آخر میں ہے فقال اشکمت درد قلت نعم یارسول اللّٰہ قال قم فصل فان فی الصلوٰۃ شفاء دوسری روایت میں ہے یعنی تشتکی بطنک بالفارسیۃ ، نبی علیہ السلام نے ابوہریرہ سے فارسی میں پوچھا کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اٹھو اور نماز پڑھو کیونکہ نماز میں شفاء ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام نے زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا حالانکہ سریانی زبان یہودیوں کی زبان ہے۔ جامع الترمذی (۵۵۹/۲) ابواب الاستیذان والادب ، باب فی تعلیم السریانیۃ میں زید بن ثابت کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا دوسری روایت میں ہے کہ آدھا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ میں خط لکھنے کیلئے ضروری کلمات سیکھ گیا۔

(۳) صحیح بخاری (۴۳۲/۱) کتاب الجہاد میں امام بخاری نے باب باندھا ہے باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ پھر ایک دو روایات نقل فرمائی ہیں جن میں نبی علیہ السلام کا فارسی اور حبشی زبان کے الفاظ کا تکلم مذکور ہے۔

قیود وشرائط:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انگریزی اور دیگر عصری علوم سیکھنا جائز ہے لیکن یہ جواز مطلق نہیں، اس کی کچھ شرائط ہیں، ان کا خیال رکھنا ضروری ہے چند شرائط یہ ہیں۔

(۱) انگریزی سیکھنے سے پہلے اتنی اسلامی تعلیم ضروری ہے کہ اس کا بنیادی عقیدہ درست ہو جائے ، بچے کو ہوش سنبھالنے سے بھی پہلے سکول میں داخل کر دینا اور پھر اسی میں مستقل داخل رکھنا صحیح نہیں البتہ اگر اس کے ساتھ ساتھ مستقل دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے تو گنجائش ہے، مستقل کی قید اسلئے لگائی گئی ہے کہ عصری اداروں میں بھی برائے نام دینی تعلیم کا شعبہ موجود ہے اور وہ بھی ان لوگوں کی ذہنی اختراع ، بے محل اجتہادات، آزادانہ روش اور روشن خیالی کی نذر ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) ان اداروں کی تعلیم اور اس کا طریقہ کار مخلوط نہ ہو، پردہ اگر چہ عورتوں کا کام ہے لیکن ایسے مخلوط نظام میں مردوں کا جانا بھی جائز نہیں قل للمومنین یغضون من ابصارھم میں مردوں ہی کو نظر نیچے کرنے کا حکم ہے اور یہ مخلوط نظام میں ممکن نہیں۔

(۳) لڑکوں کو مرد اور لڑکیوں کو عورت پڑھائے ، اگر بامرِ مجبوری مرد لڑکیوں کو یا عورت لڑکوں کو پڑھائے تو مکمل پردہ ہو، ان دونوں شرطوں سے نابالغ بچے اور بچیاں مستثنیٰ ہیں، یہ حکم مراہق یعنی قریب البلوغ اور بالغ بچے اور بچیوں کا

ہے البتہ نابالغ بچے بچیوں کے بارے بھی کوشش ہو کہ مخلوط نظام نہ ہو اور غیر جنس نہ پڑھائے، اس میں بچوں کے دل ودماغ اور ذہن میں وہ تصور اور منظر منقش ہو جاتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

(۴) انگریزی اور عصری علوم وفنون کو تابع، آلہ اور ذریعہ سمجھ کر سیکھا جائے، انہیں مقصود بالذات اور مطلوب بعینہ سمجھ کر نہ سیکھا جائے۔

(۵) ان کو حاصل کرنے کا مقصد یہ ہو کہ ان میں مہارت حاصل کر کے قرآن وسنت اور علوم اسلامیہ کی تبلیغ کی جائے گی، یہ اعلیٰ درجہ ہے اور کم از کم درجہ یہ ہے کہ ان کے ذریعہ اپنی معیشت درست کر دی جائیگی اور انہیں کمائی کا ذریعہ بنایا جائیگا، یہ درجہ رخصت اور اجازت کا ہے۔

(۶) کمائی اور کسب کا ذریعہ سمجھ کر حاصل کرنے میں بھی یہ قید ہے کہ وہ کمائی بنیادی طور پر حلال ہو، شریعت کی رو سے حرام نہ ہو جیسے بینک کی ملازمت وغیرہ۔

(۷) ایسے مضامین اور فنون میں خلافِ شریعت مواد نہ ہو، کوئی ایسی بات نہ ہو جو مسلمہ اسلامی عقائد واصول سے ٹکراتی ہو۔

(۸) پڑھانے والے کم از کم اتنے درجے کے مسلمان ہوں کہ ان کے عقائد صحیح اور درست ہوں، کافر زندیق اور ملحد نہ ہوں، اگر بامر مجبوری ایسے اساتذہ سے پڑھنا پڑے تو اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ وہ کفر الحاد اور غلط عقائد ونظریات کی دعوت نہ دیتے ہوں یا وہ دعوت دیتے ہیں لیکن پڑھنے والے قران وسنت سے واقف ہیں اور ان کے عقائد اسلامیہ اس قدر پختہ ہیں کہ ان کے گمراہ ہونے کا احتمال تک نہیں اور ان کا مقصد ان کے نظریات معلوم کر کے ان کی تردید کرنی ہے تو یہ جائز ہے۔

(۹) ایسے عصری اداروں میں برقعہ حجاب داڑھی اور اسلامی وضع قطع پر پابندی نہ ہو، پینٹ شرٹ وغیرہ ضروری قرار دینے کا اصول اگرچہ غلط ہے لیکن پڑھائی کے اوقات میں پہن کر پڑھنے پڑھانے کی گنجائش ہے۔

الحاصل: یہ ہو انفسِ مسئلہ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قضیہ برسرِ زمین کیا ہے آیا ان شرائط وکوائف پر عمل ہوتا ہے؟ تو ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان شرائط پر نہ صرف یہ کہ عمل نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ اُن شرائط اور ایسے کوائف کا مذاق اڑاتے ہیں لہٰذا بحالتِ موجودہ عصری تعلیم اور انگریزی، معروف طریقہ سے ان عصری اداروں میں سیکھنا جائز نہیں ذیل میں معتمد اکابرینِ فتویٰ کے فتاوی جات نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے اصل حکم اور اس کی شرائط بھی سامنے آجائیں گی۔

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ (ص ۴۶۶) میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

انگیزی سیکھنا درست ہے بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین میں اس سے نہ آوے۔ آریوں کا لیکچر سننے کے بارے فرماتے ہیں۔

آریہ کے وعظ کو نہ سنے کہ احتمال فسادِ دین کا ہے مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع

حضرت تھانویؒ امداد الفتاوی (۱۵۶/۲) میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ''رسالہ ''تحقیق تعلیم انگریزی'' میں مفصل جواب لکھا ہے، مختصر یہ ہے کہ انگریزی مثل اور زبانوں کے مباح زبان ہے مگر تین عوارض سے اس میں خرابی آجاتی ہے، اول بعض علوم اس میں ایسے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور علم شریعت سے واقفیت نہیں ہوتی اسلئے عقائد خلاف ہو جاتے ہیں جس میں بعض عقائد قریب کفر بلکہ کفر ہیں، دوسرے اگر ایسے علوم کی نوبت بھی نہ آئے تو اکثر صحبت بددینوں کی رہتی ہے ان کی بددینی کا اثر اس شخص پر آجاتی ہے کبھی اعتقاداً جس کا حکم اوپر معلوم ہو چکا، کبھی عملاً جس سے نوبت فسق کی آجاتی ہے، تیسرے اگر صحبت بھی خراب نہ ہو یا وہ مؤثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ نیت رہتی ہے کہ اس کو ذریعہ معاش بنادیں گے خواہ طریقہ معاش حلال ہو یا حرام، اور یہ مسئلہ عقلاً ونقلاً ثابت ہے کہ جو مباح، ذریعہ کسی حرام کا بن جائے وہ حرام ہو جاتا ہے پھر ایسا عزم خود معاصی قلب سے ہے تو اس صورت میں فسقِ ظاہری کے ساتھ فسقِ باطنی بھی ہے، ان عوارضِ ثلاثہ کی وجہ سے گاہے کفر والحاد تک، گاہے فسق ظاہری تک، گاہے صرف فسق باطنی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اگر کوئی ان عوارض سے مبرّا ہو یعنی عقائد بھی خراب نہ ہوں جس کا آسان طریقہ بلکہ متعین طریقہ یہی ہے کہ علمِ دین حاصل کر کے یقین کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھے اور اعمال بھی خراب نہ ہوں۔ عزم بھی یہ رہے کہ اس سے وہی معاش حاصل کریں گے جو شرعاً جائز ہے اور پھر اسی کے موافق عمل درآمد بھی کرے تو ایسے شخص کیلئے انگریزی مباح اور درست ہے اور اگر اس سے بڑھ کر یہ قصد ہو کہ اس کو ذریعہ خدمت دین بنادیں گے تو اس کیلئے عبادت ہوگی لیکن اس اخیر صورت میں پاس (سند، ڈگری) حاصل کرنے کی کوشش کرنا اس دعوے کا مکذّب ہوگا کیونکہ اس خدمت کیلئے صرف استعداد کافی ہے۔ حاصل یہ کہ انگریزی کبھی حرام ہے، کبھی مباح، کبھی عبادت''۔

فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ احسن الفتاویٰ (۲۰/۸) میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

انگریزی پڑھنا جائز ہے مگر سکول اور کالج وغیرہ کا ماحول بے دینی کا ہے جو بے دینی کی طرف داعی ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے۔

اب خود انگریزی تعلیم یافتہ چند حضرات کے خیالات ملاحظہ ہوں، شاعرِ مشرق اقبال مرحوم'' فردوس میں ایک مکالمہ'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں ایک روز حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدیِ شیراز
کچھ کیفیت مسلم ہندی کی تو بیان کر درماندۂ منزل ہے کہ مصروف تگ وتاز
مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ اس کی رگوں میں تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمی آواز
باتوں سے ہوا شیخ کی حالی متاثر رورو کے لگا کہنے کہ اے صاحبِ اعزاز
جب پیر فلک نے ورق ایام کا پلٹا آئی یہ صدا پاؤ گے تعلیم سے اعزاز
آیا ہے مگر اس سے عقیدہ میں تزلزل دنیا تو ملی، طائرِ دین کر گیا پرواز
دین ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی فطرت ہے جوانوں کی زمین گیر زمین تاز
بنیاد لرز جائے جو دیوارِ چمن کی ظاہر ہے کہ انجام گلستان کا ہے آغاز
پانی نہ ملا زمزمِ ملت سے جو اس کو پیدا ہیں نئی پود میں الحاد کے انداز
یہ ذکر حضورشۂ یثرب میں نہ کرنا سمجھیں نہ کہیں، ہند کے مسلم مجھے غماز

خرماں نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں یافت ازاں پستم کہ رشتیم

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔..............

شور ہے ہو گئے دنیا سے، مسلم نابود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ایک جگہ فرماتے ہیں۔..................

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
وہ زمانہ میں معزز تھے، مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

اکبرالٰہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں۔..................

جب سے ہم میں آنریبل اور سر پیدا ہوئے سوتے فتنے جاگ اٹھے اور شر پیدا ہوئے

نیز فرماتے ہیں..............

کیا کہیں، احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

نیز فرماتے ہیں:..............

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

نیز فرماتے ہیں:..............

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر گرا گئیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

حضرت تھانویؒ کے اجل خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوریؒ فرماتے ہیں۔

کہا مسٹر نے جب دل مانگتا ہے بولنا ٹم کیا تو منہ تکنے لگا اس کا، میں ہوکر محو حیرانی

کبھی دل میں کہا یہ کونسی بولی زباں اس نے نہ اردو ہے نہ انگریزی نہ پشتو ہے نہ ایرانی

کبھی سوچا، زبان اینٹھی ہوئی ہے کیوں تلفظ میں گماں لقوے کا ہوکر، ہوگی لاحق، پریشانی

خواتین کیلئے علم حاصل کرنے کا حکم اور اس کا طریقہ کار:

عورت کیلئے تعلیم کا کیا حکم ہے تو اس بارے دو امور پر الگ الگ گفتگو ضروری ہے۔

(۱) نفسِ تعلیم کا کیا حکم ہے؟ (۲) تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہو؟

جہاں تک نفسِ تعلیم کا معاملہ ہے تو صرف یہ نہیں کہ اس کا شرعی لحاظ سے علم حاصل کرنا جائز ہے بلکہ یہ اس کا بنیادی حق ہے اور نبی علیہ السلام کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) صحیح بخاری (۱۰۸۷/۲) باب تعلیم النبی ﷺ امته من الرجال و النساء مما علمه الله، میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول، مرد حضرات آپ کی باتیں سیکھ گئے ہیں تو آپ ہمارے لئے اپنے اوقات میں سے کوئی ایک دن مقرر کردیں جن میں ہم آپ کے پاس آئیں آپ ہمیں ان احکام میں سے سکھلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھائے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم فلاں دن میں فلاں فلاں جگہ جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ جمع ہوگئیں تو نبی علیہ السلام ان کے پاس آئے اور انہیں وہ احکام سکھائے جو اللہ نے انہیں سکھائے تھے۔

(۲) سنن ابوداؤد (۱۸۶/۲) باب ماجاء فی الرقی میں شفاء بنت عبداللہ کی روایت ہے کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس تھی کہ نبی علیہ السلام آ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا آپ اسے ''پہلو کی پھنسیوں'' کا دم نہیں سکھلائیں گی جیسے

آپ نے اسے کتابت (لکھنا پڑھنا) سکھلایا ہے۔

(۳) صحیح بخاری (۱/۲۰) **باب عظة النساء وتعلیمهن** میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت بلال کے ساتھ گئے اور عورتوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔

(۴) صحیح بخاری (۱/۲۰) **باب تعلیم الرجل امته واهله**، میں ابو بردہؓ کی روایت ہے جس میں آتا ہے کہ تین افراد کو دوگنا اجر ملتا ہے، نبی علیہ السلام نے ان میں ایک ایسے مولیٰ کو شمار کیا جو اپنی لونڈی کو بہترین ادب سکھلائے اور اسے بہترین تعلیم دے۔

ان روایات سے محض آزاد عورت کی تعلیم کا جواز ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ باندیوں کو تعلیم دلوانے کی ترغیب بھی ثابت ہوتی ہے اسلئے خواتین کیلئے علم کا حصول بلاشبہ جائز ہے نفسِ جواز میں کسی کو کلام نہیں البتہ تعلیم کا طریقہ کیا ہونا چاہئے تو اس بارے تفصیل یہ ہے کہ اس کی چار صورتیں رائج ہیں۔

(۱) گھر میں بیٹھ کر محرم سے علم حاصل کرنا:

یہ صورت سب سے عمدہ، بے خطر اور فتنہ فساد سے خالی ہے، گھر میں رہتے ہوئے اپنے والدین بھائی یا کسی بھی محرم سے پڑھا جا سکتا ہے پھر اگر علمِ دین حاصل کرنا ہو تو یہ صرف نہ جائز بلکہ ایک حد تک ضروری ہے اور اگر دنیاوی عصری علوم حاصل کرنے ہوں تو اس میں ان شرائط وکوائف کی رعایت ضروری ہے۔ جن کو عصری علوم وفنون سیکھنے کیلئے شرط قرار دیا گیا ہے۔

(۲) تبلیغی جماعت میں نکل کر سیکھنا:

مروجہ دعوت وتبلیغ میں خواتین چند شرائط کے ساتھ جا سکتی ہیں۔

(۱) سرپرست یا شوہر کی اجازت ہو۔

(۲) محرم یا شوہر اس کے ساتھ ہو۔

(۳) مکمل شرعی پردہ ہو۔

(۴) زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کر کے یا خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

(۵) جا کر کسی ایسے گھر میں قیام کریں جہاں مکمل پردہ ہو اور وہاں مردوں کا عمل دخل نہ ہو۔

(۶) دورانِ تعلیم عورتوں کی آواز غیر محرم لوگ نہ سن سکیں۔

(۷) اولاد متعلقین اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق پامال نہ ہوں۔

(۸) خواتین پر عمومی تبلیغ کو فرض قرار نہ دیا جائے۔

(۹) جو خواتین گھروں میں ہوں دعوت وتبلیغ میں شرکت نہ کرتی ہوں لیکن دیندار اور پابندِ شریعت ہیں انہیں کمتر اور دین سے محروم نہ تصور کیا جائے۔

(۱۰) دعوت وتبلیغ وعظ ونصیحت اور تعلیم کے دوران غیر تحقیقی اور غیر شرعی باتیں بیان نہ کی جائیں۔

(۱۱) کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

مذکورہ شرائط اگر پوری ہوں تو خواتین تبلیغ میں جا سکتی ہیں ورنہ نہیں، یہ اصولی بات ہے البتہ مشاہدہ یہی ہے کہ تبلیغی جماعت میں ان شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا جاتا ہے، اسلیئے موجودہ حالات میں خواتین جماعت میں جا سکتی ہیں۔

(۳) مدارسِ دینیہ میں علم حاصل کرنا

مدارسِ اسلامیہ میں چند شرائط کے ساتھ پڑھنا اور علم حاصل کرنا جائز ہے۔

(۱) وہ مدرسہ اور جامعہ خواتین اور بچیوں کیلئے مخصوص ہو۔

(۲) اندرونی انتظام چلانے والی عورتیں ہوں، مردوں کا عمل دخل نہ ہو۔

(۳) اگر مرد حضرات کی کوئی ذمہ داری ہو تو وہ بیرونی ہو، درمیان میں واسطہ بننے والی محرم عورت ہو یا سن رسیدہ متقی پرہیز گار خاتون ہو۔

(۴) مدرسہ اور جامعہ تک خواتین اور بچیوں کے آنے جانے کا شرعی پردہ کے ساتھ ایسا محفوظ و مستحکم انتظام ہو کہ کسی مرحلہ میں فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔

(۵) تعلیم وتربیت کیلئے نیک کردار اور پاک دامن خواتین ومعلّمات کا تقرر کیا جائے اگر معلمات نہ مل سکیں یا کم ہوں یا میسر ہوں لیکن استعداد وصلاحیت میں کمی کی وجہ سے مرد معلمین کی خدمات ضروری ہوں تو نیک صالح اور با اعتماد مرد معلمین کو متعین کیا جائے وہ پردہ کی حدود میں رہ کر خواتین اور بچیوں کو تعلیم دیں اور ان کی بھی نگرانی کی جائے تاکہ فتنے کا خطرہ نہ رہے۔

(۶) مدرسہ یا جامعہ اڑتالیس میل / ستترے کلومیٹر یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو آتے جاتے وقت ساتھ محرم ہو۔ اگر اس سے کم فاصلہ ہو اور کچھ مدت کے بعد آنا جانا ہو یا طالبات غیر رہائشی ہوں، ہر روز آنا جانا ہو تو محرم کا ہونا بہتر ہے۔

(۷) مدرسہ میں حفاظت کا مکمل انتظام ہو تو وہاں بغیر محرم کے رہائش درست ہے یا نہیں؟ اس میں علماء عصر کی دو

رائیں ہیں لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں رہائش اختیار کرنا درست ہے کیونکہ محرم ساتھ رہ نہیں سکتا البتہ محرم ساتھ ہونے کا مقصد مکمل تحفظ ہے اور یہ مقصد خواتین نگرانوں کی صورت میں حاصل ہے۔

(۸) خاص طور پر غیر رہائشی طالبات کی آمد ورفت ہر روز رہتی ہے، ان کیلئے ضروری ہے کہ مکمل پردہ میں آئیں خوشبو لگا کر زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کر کے نہ آئیں، بجتا ہوا زیور نہ پہنیں۔

(۹) معلّمین اور طالبات کے آنے جانے کا وقت مختلف ہو، ایک وقت ہرگز نہ ہو۔

مذکورہ شرائط کی رعایت کرتے ہوئے دینی مدارس میں خواتین وطالبات تعلیم حاصل کر سکتی ہیں مشاہدہ یہ ہے کہ عموماً ان شرائط کا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۴) موجودہ عصری تعلیمی اداروں میں علم حاصل کرنا۔

سکول کالج اور یونیورسٹی میں خواتین کیلئے عصری تعلیم فنون اور انگریزی سیکھنے کے بارے یہ تفصیل ہے کہ ان کیلئے دو قسم کی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) انگریزی سیکھنے کی شرائط ،جن کا ذکر پہلے آچکا ہے (۲) پردہ اور حجاب کی شرائط اور حدود وقیود، ان کا ذکر بھی آچکا ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ دونوں قسم کی شرائط کا خیال ہی نہیں رکھا جاتا بلکہ وہ ان حدود وقیود کو مانتے ہی نہیں، اسلئے عصری تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کا پڑھنا بحالاتِ موجودہ جائز نہیں ہے۔ چند اکابرین کے فتاوی ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: لڑکیوں کو سکول میں پڑھانا چند وجوہ سے ناجائز ہے (۱) عموماً سکولوں میں دینیات کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ بعض کتابیں ایسی پڑھائی جاتی ہیں جن سے لڑکیوں میں دین سے آزادی پیدا ہو جاتی ہے (۲) پڑھانے والی عورتیں دیندار نہیں ہوتیں اور استاد کا اثر شاگرد پر ضرور پڑتا ہے اسلئے صحبتِ بد سے لڑکیاں خراب ہو جاتی ہیں اور شریعت میں صحبت بد سے بچنے کی سخت تاکید ہے (۳) اس صورت میں پردہ کی احتیاط نہیں ہو سکتی جیسا کہ مشاہدہ ہے اور اس بے احتیاطی سے بعض دفعہ ناگوار صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (امداد الاحکام ۲۱۵/۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فتاویٰ رحیمیہ (۱/ ۲۶) میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

لڑکیوں کو کالج میں بھیجنے والے ماں باپ ان کے دشمن ہیں دوست نہیں ہو سکتے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

انگلش میں نام اور پتہ لکھ سکے اتنا سیکھنے میں مضائقہ نہیں کبھی شوہر سفر میں ہو اور اس کو خط لکھنے میں انگلش پتہ کی

ضرورت ہوتو غیر کے پاس جانا نہ پڑے، لڑکیوں کو اسکول اور کالج میں داخل کر کے اونچی تعلیم دلانا اور ڈگریاں حاصل کرنا جائز نہیں ہیں کہ اس میں نفع سے نقصان کہیں زیادہ ہے (اثمهما اکبر من نفعهما) تجربہ بتلاتا ہے کہ انگلش تعلیم اور کالج کے ماحول سے اسلامی عقائد واخلاق وعادات بگڑ جاتے ہیں، آزادی، بے شرمی بے حیائی بڑھ جاتی ہے۔ جیسا کہ مرحوم اکبرالہٰ آبادی نے فرمایا ہے:

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر گرا گئیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

حضرت لاجپوریؒ نے اس موقع پر دیگر کئی حضرات کے اقوال جمع کئے ہیں جن کا حاصل پیشِ خدمت ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ فرماتے ہیں۔

انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگ جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومتِ وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کیلئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جس قدر جدید تعلیم یافتہ ہیں بہ استثناءِ شاذ و نادران کو نہ نماز سے غرض ہے نہ روزے سے، نہ شریعت کے کسی حکم سے بلکہ ہر بات میں شریعت کے خلاف ہی چلتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس سے اسلام کی ترقی ہوتی ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مدارسِ اسلامیہ میں بیکار ہو کر رہنا لاکھوں کروڑوں درجہ انگریزی میں مشغول رہنے سے بہتر ہے، اسلئے کہ گو کوئی لیاقت اور کمال نہ ہو لیکن کم از کم عقائد فاسد نہ ہوں گے، اہلِ علم سے محبت تو ہوگی اگر چہ کسی مسجد کی جاروب کشی سے میسر ہو۔ یہ جاروب کشی اس انگریزی میں کمال حاصل کرنے اور وکیل بیرسٹر وغیرہ بننے سے، کہ جس سے اپنے عقائد فاسد ہوں اور ایمان میں تزلزل ہو اور اللہ اور رسولؐ اور صحابہ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو، جو کہ اس زمانے میں انگریزی کا اکثری بلکہ لازمی نتیجہ ہے، سے بہتر ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اس بناء پر کالج کے داخلے سے فالج کا داخلہ اچھا ہے اسلئے کہ اس میں تو دین کا ضرر اور اس میں جسم کا ضرر، ان دو مرضوں میں حقیقی مرض وہی ہے جو کالج میں رہ کر پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کشمیر میں بھنگی کا پیشہ مسلمان کرتے ہیں، بہت برا معلوم ہوتا ہے، اب کچھ تعلیم کا

سلسلہ جاری ہوا ہے، مطلب یہ کہ تعلیم کے بعد یہ پیشہ چھوڑ دیں گے، فرمایا کہ کسی قسم کی تعلیم؟ عرض کیا انگریزی ہی کی تعلیم کے اسکول کھولے گئے ہیں فرمایا کہ اگر یہ بھنگی کا پیشہ چھوٹ جائیگا تو یہ انگریزی کا پیشہ اس سے بدتر ہے، اب تک تو ظاہری نجاست لگی تھی اور یہ باطنی نجاست ہوگی، اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس تعلیم سے عقائد خراب ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ہنٹر کا قول ہے کہ:

ہمارے انگریزی سکولوں میں پڑھا ہوا کوئی جوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔

گاندھی جی لکھتے ہیں:

ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھے صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو۔

سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

اسی طرح لڑکیوں کے سکول بھی قائم کئے گئے جن کے ناگوار طرز نے یقین دلا دیا کہ عورتوں کو بدچلن اور بے پردہ کرنے کیلئے یہ طریقہ نکالا گیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ احسن الفتاویٰ (۳۲/۸) میں لکھتے ہیں:

عورت کو عصرِ حاضر کے کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیم دلانے میں کئی مفاسد ہیں خواہ لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اختلاط بھی نہ ہو۔

(۱) عورت کا بلا ضرورتِ شرعیہ گھر سے نکلنا اور اجانب کو اپنی طرف مائل کرنے کا سبب بننا۔

(۲) برے ماحول میں جانا۔

(۳) مختلف مزاج رکھنے والی عورتوں سے مسلسل اختلاط کی وجہ سے کئی خرابیوں کا جنم لینا۔

(۴) کالج یونیورسٹی کی غیر شرعی تقریبات میں شرکت۔

(۵) بلا حجاب مردوں سے پڑھنے کی معصیت۔

(۶) بے دین عورتوں سے تعلیم حاصل کرنے میں ایمان واعمال اور اخلاق کی تباہی۔

(۷) بے دین عورتوں کے سامنے بلا حجاب جانا، شریعت نے فاسقہ عورت سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

قال العلامه ابن عابدینؒ ولا ینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیها المرأة الفاجرة لانها تصفها عندا لرجال فلاتضع جلبابها ولا خمارها کما فی السراج اه ردالمحتار (۲۳۸/۵)

(۸) کافر اور بے دین قوموں کی نقالی کا شوق۔

(۹) اس تعلیم کے سبب حبِ مال اور حبِ جاہ کا بڑھ جانا اور اس کی وجہ سے دنیا وآخرت تباہ ہونا۔

(۱۰) شوہر کی خدمت، اولاد کی تربیت اور گھر کی دیکھ بھال صفائی وغیرہ جیسی فطری اور بنیادی ذمہ داریوں سے غفلت۔

(۱۱) دفتروں میں ملازمت اختیار کرنا جو دین ودنیا دونوں کی تباہی کا باعث ہے۔

(۱۲) مردوں پر ذرائعِ معاش تنگ کرنا۔

(۱۳) شوہر پر حاکم بن کر رہنا۔

مخلوط طریقہ تعلیم میں مفاسد مذکورہ کے علاوہ لڑکوں کے ساتھ اختلاط اور بے تکلفی کی وجہ سے لڑکوں، لڑکیوں کی آپس میں دوستی، عشق بازی، بدکاری، اور اغواء جیسے گھناؤنے مفاسد بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے عصرِ حاضر کے تعلیمی اداروں میں عورتوں کو تعلیم دلانا جائز نہیں، واللہ اعلم

حدیث نمبر۲:۳۲۔ عن ناصح عن یحیٰ عن ابی سلمة عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم.

ترجمہ: ابوہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فریضہ ہے۔

باب فضیلة التفقه

یہ باب تفقہ کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳:۳۳۔ قال ابو حنیفة ولدت سنة ثما نین وحججت مع ابی سنة ست وتسعین وانا ابن ست عشرة سنةً فلما دخلت المسجد الحرام ورأیت حلقةً عظیمةً فقلت لا بی حلقة من هٰذه فقال حلقة عبداللّٰه بن حارث بن جزٔ الزبیری صاحب النبی ﷺ فتقدمت فسمعته یقول سمعت رسو ل اللّٰه ﷺ یقول من تفقه فی دین اللّٰه کفاه اللّٰه تعالیٰ مهمه ورزقه من حیث لا یحتسب.

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ میں حج کیا اس

حال میں کہ میں سولہ سال کا تھا پس جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا اور میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا تو میں نے اپنے والد کو کہا یہ کن حضرات کا حلقہ ہے (یہ کس شخصیت کا حلقہ ہے) تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نبی علیہ السلام کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کا حلقہ ہے پس میں آگے بڑھا تو آپ سے یہ فرماتے ہوئے سنا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اس کے مقاصد میں کفایت کردے گا اور اسے اس طریقہ سے کھلائے گا جس کا اسے گمان نہ ہوگا۔

حدیث نمبر۴: ۳۴۔ ابو حنیفة عن اسمٰعیل عن ابی صالح عن أم هانیءؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ یا عائشة لیکن شعارک العلم والقرآن.

ترجمہ: ام ہانیؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ چاہئے کہ تمہارا شعار اور پہچان علم اور قرآن ہو۔

توضیح اللغات: ام هانی نام فاختہ بنت ابی طالب ہے حضرت علیؓ کی بہن ہیں **شعار** مخصوص علامت جس سے پہچان حاصل ہو اور جس سے ایک مذہب قوم یا انسان دوسرے سے ممتاز ہو۔ حضرت عائشہؓ نے اس وصیت پر عمل کر کے دکھایا، اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں ان کا بڑا کردار ہے آپ کا شمار کثیر احادیث روایت کرنے والے صحابہ میں ہوتا ہے۔ مکثرین صحابہ اور ان کی مرویات کی تعداد اس نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

نام صحابی	سن وفات	تعداد مرویات
ابو ہریرہؓ	۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹	۵۳۶۴
انس بن مالکؓ	۹۱ھ	۲۲۸۶
ابن عباسؓ	۶۸ھ	۲۶۶۰
ابن عمرؓ	۷۳ھ	۲۶۳۰
جابرؓ	۷۴ھ	۲۵۴۰
ابو سعیدؓ	۷۴ھ	۲۲۷۰
حضرت عائشہؓ	۵۷ یا ۵۸	۲۲۱۰

یہ فہرست علامہ سخاوی کی ''فتح المغیث'' سے ماخوذ ہے، حضرت عائشہؓ کی روایات کے بارے دو باتوں کا ذہن میں رہنا ضروری ہے ایک یہ کہ ان سے زیادہ احادیث نقل کرنے والے جتنے صحابہ ہیں ان سب سے آپ کا انتقال پہلے ہوا

ہے چنانچہ آپ کی نمازِ جنازہ ابو ہریرہؓ نے پڑھائی ہے۔ اسلئے حضرت عائشہؓ کو روایت کا موقع کم ملا ہے اور دیگر حضرات بعد تک زندہ رہے اور ان کی روایت کا سلسلہ جاری رہا، دوسری بات یہ کہ وہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں۔ اور اپنے مرد معاصرین کی طرح نہ وہ ہر مجلس میں حاضر ہو سکتی تھیں اور نہ مسلمان طالبینِ علم ان تک ہر وقت پہنچ سکتے تھے اور نہ ان حضرات صحابہ کی طرح ممالک اسلامیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا گزر ہوا، اس کے باوجود آپ کی کل مرویات دو ہزار دو سو دس ہیں جن میں سے دو سو چھیاسی صحیحین میں ہیں۔ ایک سو چوہتر دونوں صحیحین میں مشترکہ ہیں۔ اور صرف بخاری میں چوّن اور صرف مسلم میں اٹھاون ہیں، اس لحاظ سے صحیح بخاری میں آپ کی کل مرویات دو سو اٹھائیس ہوئیں اور صحیح مسلم میں دو سو بتیس۔

باب فضيلة اهل الذكر

یہ باب اہل ذکر کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵: ۳۵۔ ابو حنيفة عن على بن الاقمر عن النبى ﷺ مر بقوم يذكرون الله تعالىٰ فـال أنتـم من الذين امرت ان اصبر نفسى معهم وما جلس عدلكم من الناس فيذكرون الله الا حفتهم الملائكة بأجنحتها وغشيت الرحمة وذكرهم الله فيمن عنده.

ترجمہ: علیؓ بن اقمر نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اپنا نفس ان کے ساتھ روکے رکھوں اور تمہاری مثل لوگ نہیں بیٹھے کہ اللہ کا ذکر کریں مگر فرشتے اپنے پروں کے ساتھ ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور اللہ ان کا ذکر ان فرشتوں میں کرتے ہیں جو اس کے پاس ہیں۔

توضيح اللغات: اصبر، روکنا (ض) یہ اللہ تعالیٰ کے قول واصبر نفسک مع الذين يدعون ربهم الخ کی طرف اشارہ ہے۔ عدل بکسر العین وسکون الدال، مثل، نظیر من زائدہ ہے **حفتهم** حف یحف حفا (ن ض) احاطہ کرنا گھیرنا قرآن میں ہے وترى الملئكة حافين من حول العرش اجنحه جناح کی جمع، پر، غشيتهم (س) ڈھانپنا وذکرهم الله الخ فرشتوں کے ہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی خلقت کے وقت انہوں نے اعتراض کیا تھا اور عندیہ ظاہر کیا تھا کہ یہ زمین میں فساد کریں گے عبادت نہ کریں گے ان کو لاجواب کرانا مقصود ہوتا ہے۔

باب فضيلة العلماء

یہ باب علماء کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۶:۶ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللّٰه بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ یجمع اللّٰه العلماء یوم القیٰمة فیقول انی لم اجعل حکمتی فی قلوبکم الا وانا ارید کم الخیر اذهبوا الی الجنة قد غفرت لکم علیٰ ما کان منکم.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو جمع فرمائیں گے پھر کہیں گے کہ میں نے اپنی حکمت تمہارے دلوں میں نہیں ڈالی مگر اس حال میں کہ میں تم سے خیر کا ارادہ رکھتا تھا، جنت کی طرف جاؤ بلاشبہ میں نے تمہاری مغفرت کردی ان کوتاہیوں اور گناہوں کے باوجود جو تم سے سرزد ہوئے ہیں۔

توضیح اللغات: حکمتی سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے ہر عالم کو اپنے علم پر عمل کرنا چاہئے۔اس علم کو سیکھنے سکھلانے کا کیا فائدہ اگر اس پر عمل نہ کرنا ہو لیکن اگر کوئی اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تو یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔عوام الناس کو اس پر انگلیاں اٹھانے اور نکتہ چینی کی اجازت نہیں، شریعت کی رو سے ایسے علماء کے حق میں دعا کرنا چاہئے عموماً عوام الناس کہتے رہتے ہیں کہ فلاں علم پر عمل نہیں کرتا یہ علم کس مقصد کا۔ یاد رکھیں کہ یہاں دو فرض ہیں (۱) علم (۲) اس پر عمل، علم کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ اگر کوئی عالم عمل نہیں کرتا تو اس نے ایک فرض پورا کردیا اور ایک چھوڑ دیا۔ لیکن نکتہ چینی کرنے والوں نے دونوں فرض چھوڑ دیئے علم سیکھنا بھی اور عمل کرنا بھی نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ علم پر عمل کرنے کیلئے اصطلاحی عالم ہونا ضروری نہیں کہ کسی جامعہ سے دورہ حدیث کیا ہو، اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کو چند دینی باتیں آتی ہوں۔ اس حد تک وہ عالم ہے ان باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے نیز بعض جاہل کہتے ہیں کہ اگر دین کا علم حاصل ہو جائے تو عمل کرنا پڑے گا۔ اسلئے نہ سیکھنا بہتر ہے لیکن یہ شیطانی دھوکہ ہے شریعت کی رو سے جہالت اور ناواقفیت کوئی عذر نہیں۔ کوئی ڈرائیور ٹریفک قوانین سے ناواقفی کا اظہار کرے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا بلکہ دوگنی سزا مل سکتی ہے کیا شریعت کا معاملہ انسانوں کے بنائے ہوئے ملکی قوانین سے کم ہو گیا؟

باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم

یہ باب نبی علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی شدت اور سختی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۷ : ۳۷ ۔ ابو حنيفة عن قاسم عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ من كذب عليّ متعمدا وقال مالم اقل فليبتوأ مقعده من النار.

ترجمہ: قاسم اپنے والد سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اور وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم سے بنادے۔

حدیث نمبر ۸ : ۳۸ ۔ ابو حنيفة عن عطية عن ابى سعيدؓ قال قال رسول الله ﷺ من كذب عليّ متعمدا فليبتوأ مقعده من النار ورواه ابو حنيفة عن ابى رُوبة شداد بن عبدالرحمن عن ابى سعيد.

ترجمہ: ابوسعید فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنادے، اسے امام ابوحنیفہ نے ابورویہ شداد بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے ابوسعید سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۹ : ۳۹ ۔ حماد عن ابى حنيفة عن عطية العوفى عن ابى سعيد الخدریؓ قال قال رسول الله ﷺ من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار قال عطية واشهدأنى لم اكذب على ابى سعيد وان ابا سعيدلم يكذب على رسول الله ﷺ.

ترجمہ: ابوسعید خدری فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے عطیہ کہتے ہیں میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ابوسعید پر جھوٹ نہیں بولا اور ابوسعید خدری نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا۔

حدیث نمبر ۱۰ : ۴۰ ۔ ابو حنيفة عن ابى سعيد عن ابراهيم عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من كذب على متعمداًفليتبوأ مقعده من النار .

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ

جہنم میں بنائے۔

حدیث نمبر ۱۱:۴۱۔ ابو حنیفة عن الزهری عن انسؓ ان النبی ﷺ قال من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار ورواه ابو حنیفة عن یحی بن سعید.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنائے اور امام ابوحنیفہ نے اسے یحیٰ بن سعید سے بھی روایت کیا ہے۔

وضعِ حدیث کا حکم

مذکورہ احادیث میں وضعِ حدیث پر سخت وعید کا ذکر ہے۔ وضع حدیث کے معنی ہیں نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا جو آپ نے کی یا کہی نہ ہو، وضعِ حدیث کے حکم میں اختلاف ہے۔

(۱) امام الحرمین کے والد ابو محمد جوینی کا مذہب یہ ہے کہ وضعِ حدیث مطلقاً کفر ہے۔

(۲) خود امام الحرمین اور جمہور محدثین کی رائے یہ ہے کہ وضعِ حدیث کی دو صورتیں ہیں (۱) استحلالاً وضعِ حدیث یعنی وضعِ حدیث کو حلال سمجھنا اور کرنا، یہ کفر ہے (۲) حرام سمجھ کر وضع کرنا، یہ کفر نہیں، بہت بڑا گناہ اور حرام ہے، خواہ ترغیب وترہیب کیلئے ہو یا کسی دیگر مقصد کیلئے۔

(۳) بعض صوفیاء کے ہاں ترغیب وترہیب کیلئے درست ہے، احکام میں ناجائز ہے، ان لوگوں نے دو دلیلیں پیش فرمائی ہیں (۱) کذب علیّ میں حرف علیٰ سے استدلال کیا ہے، وہ اس طرح کہ علیٰ ضرر کیلئے آتا ہے مطلب یہ ہوا کہ ایسی وضع ناجائز ہے جس میں دینِ اسلام کا ضرر اور نقصان ہو اور ترغیب وترہیب میں نقصان نہیں، فائدہ ہے (۲) بعض روایات میں ہے لیضلّ به الناس یعنی وضع حدیث کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہو اور ترغیب وترہیب میں گمراہی سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔

جواب: پہلے استدلال کا جواب یہ ہے کہ کذب کا صلہ علیٰ آئے تو اس کے معنی ضرر اور نقصان کے نہیں آتے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کہی ہو، خواہ ضرر نہ ہو اور دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ لیضل به الناس کی قید واقعی اور اتفاقی ہے، احترازی نہیں، اس کا مقصد مزید قباحت بیان کرنا ہے، یعنی وضعِ حدیث ویسے بھی ناجائز ہے لیکن اگر مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہو تو زیادہ برا کام ہے قرآن میں ہے لا تقتلوا اولادکم خشية املاق، قتلِ اولاد ناجائز ہے لیکن اگر بھوک کے ڈر سے قتل کرنا ہو تو اس کی قباحت میں اضافہ ہو جائیگا۔

كتاب الطهارة

یہ کتاب طہارت کے بارے میں ہے۔

طہــــارہ فعالہ کے وزن پر مصدر ہے، اس کے معنی ہیں پاک ہونا، امام غزالی رحمہ اللہ نے طہارت کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) طهارة الجسم عن الاحداث والاخباث یعنی جسم کا حدثوں اور نجاستوں سے پاک ہونا۔

(۲) طهارة القلب عن الاخلاق الذميمة یعنی دل کا برے اخلاق سے پاک ہونا۔

(۳) طهارة الاعضاء عن الجرائم والآثام یعنی اعضاء انسانیہ کا گناہوں اور جرموں سے پاک ہونا۔

(۴) طهارة القلب عما سوى الله تعالىٰ یعنی دل کو اللہ کے علاوہ سے پاک کرنا، یہاں طہارت کی پہلی قسم مراد ہے، آخری تین اقسام کا تعلق تصوف سے ہے۔

تجزیہ: اس کتاب میں کل اتنالیس احادیث لائے ہیں اور سب مرفوع ہیں۔

باب النهي عن البول في الماء الدائم

یہ باب کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱: ۴۲ ۔ ابو حنيفة عن ابى الزبير عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ لا يبولن احدكم في الماء الدائم ثم يتوضأ منه.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی ایک ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس سے وضو کرے۔

الدائم: اس کا مصدر الدوام اور الديمومة ہے ثابت رہنا، دراز مدت تک رہنا، ٹھہرنا۔

حدیث نمبر ۲: ۴۳ ۔ ابو حنيفة عن الهيثم الصواف عن محمد بن سيرين عن ابى هريرة قال نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الدائم ثم يغسل منه او يتوضأ.

ترجمہ: ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے پھر اس میں غسل کیا جائے یا اس سے وضو کیا جائے۔

نبی علیہ السلام نے ٹھہرے پانی میں پیشاب سے منع فرمایا ہے۔اس کی وجوہ یہ ہیں (۱) پانی رزق ہے۔اسے پیا جاتا ہے (۲) نعمت کی ناقدری ہے (۳) شیطانی عمل ہے (۴) پانی آلہ تطہیر ہے، پیشاب سے ناپاک ہو جاتا ہے جب ناپاک ہو گیا تو وضو غسل کیسے کرے گا۔

باب الوضوء من سور الهرة

یہ باب بلی کے جھوٹے سے وضو کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳:۴۴ ـ ابو حنيفة عن الشعبى عن مسروق عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ توضأ ذات يوم فجاء ت الهرة فشربت من الاناء فتوضأ رسول الله ﷺ منه ورش مابقى.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے وضو کا ارادہ کیا تو بلی آئی پس برتن سے پانی پی لیا پھر نبی علیہ السلام نے اس سے وضو کیا اور باقی ماندہ کو چھڑک دیا۔

سور الهرة کا حکم

بلی کے جھوٹے میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں بلا کراہت طاہر ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں مکروہ ہے، کراہت سے کونسی کراہت مراد ہے؟ اس کی تخریج میں امام طحاویؒ اور کرخیؒ کا اختلاف ہے، امام طحاویؒ کی تخریج کے مطابق کراہت تحریمیہ ہے اور امام کرخیؒ کی تخریج کے مطابق کراہت تنزیہیہ ہے، منشاء اختلاف علتِ کراہت ہے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ کراہت کی علت اس کے گوشت کا ناپاک ہونا ہے، جب گوشت ناپاک ہے تو لعاب بھی ناپاک ہوگا، اس کا مقتضی یہ ہے کہ بلی کا جھوٹا مکروہ تحریمی ہو اور امام کرخیؒ فرماتے ہیں کراہت کی علت بلی کا ناپاک چیزوں میں منہ ڈالنا ہے، ہوسکتا ہے کہ نجس چیز میں منہ ڈالا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہ ڈالا ہو، چونکہ محض احتمال ہے، اسلئے کراہت تنزیہی ہونا چاہئے، اکثر احنافؒ نے امام کرخیؒ کی تخریج کو ترجیح دی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: (۱) حدیث الباب، نبی علیہ السلام نے بلی کے جھوٹے سے وضو کیا ہے اگر بلی کا جھوٹا ناپاک ہوتا تو وہ کیوں وضو فرماتے؟

(۲) ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کبشہ بنت کعبؓ حضرت ابو قتادہؓ کے بیٹے کے نکاح میں تھی، ان کے پاس ابو قتادہ آئے انہوں نے وضو کیلئے پانی دیا، بلی آکر پینے لگی تو ابو قتادہ نے برتن ٹیڑھا کر دیا بلی نے پانی پیا کبشہ تعجب سے دیکھ رہی تھی، ابو قتادہ نے فرمایا تو اس پر تعجب کر رہی ہے اس نے کہا ہاں، ابو قتادہ نے فرمایا کہ

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے انها ليست بنجس انها من الطوافين عليكم او الطوافات یعنی بلی نجس نہیں کیونکہ یہ تم پر طواف کرنے والوں میں سے ہے یا فرمایا طواف کرنے والیوں میں سے ہے۔ یعنی گھر میں کثرت سے آمدورفت رکھتی ہے۔ ضرورت کی وجہ سے یہ نجس نہیں، لہٰذا اس کا جھوٹا پاک ہوگا۔

امام صاحبؒ کی دلیل: طرفین کی دلیل طحاوی شریف میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا طهور الاناء اذا بلغ فيه الهران يغسل مرة اومرتين یعنی اگر بلی برتن میں پہنچ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک بار یا فرمایا کہ دو بار دھولیا جائے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو دھونے کا حکم کیوں دیا؟

(۲) طحاوی میں عبداللہ بن عمرؓ کا اثر ہے لا توضؤا من سور الحمار ولا الكلب ولا السنور یعنی گدھے، کتے اور بلی کے جھوٹے سے وضو نہ کرو۔ ان روایات کے مطابق بلی کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے لیکن بلی گھروں میں کثرت سے آتی ہے، اس ضرورت کی وجہ سے اسے مکروہ کہہ دیا گیا۔

ائمہ ثلاثہ کے مستدل کا جواب: ان کی روایات کا جواب یہ ہے کہ وہ بیانِ جواز پر محمول ہیں اور مکروہ تنزیہی اور بیانِ جواز جمع ہو سکتے ہیں۔

بیانِ جواز کا مطلب: جس طرح شریعت کے تمام مامورات کا مرتبہ اور اہمیت برابر نہیں بلکہ فرق ہے جیسے فرض واجب سنت اور مستحب' اسی طرح منہیات کا درجہ بھی برابر نہیں بلکہ ان میں تفاوت ہے منہی عنہ چیز کبھی حرام ہوتی ہے اور کبھی مکروہ پھر مکروہ کبھی مکروہ تحریمی اور کبھی مکروہ تنزیہی، مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ اور غیر مستحب کو کہتے ہیں، نبی علیہ السلام ہر ایک کا مرتبہ اور اہمیت بتاتے ہیں جیسے آپ فرض واجب اور حرام کا مرتبہ بیان فرماتے ہیں۔ تو خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا مرتبہ بھی بتاتے ہیں، آپ علیہ السلام مستحب کو بجالاتے اور خلافِ اولی سے اجتناب کرتے ہیں لیکن کبھی ان کا مرتبہ بتلانے کیلئے مستحب کے خلاف کا اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کر لیتے ہیں تا کہ امت کو ان کا مقام معلوم ہو جائے مستحب کو واجب اور مکروہ تنزیہ کو حرام نہ سمجھ بیٹھیں، خلافِ اولی کا ارتکاب کرنا آپ کا چونکہ فرضِ منصبی ہے لہٰذا آپ کو اس پر بھی ثواب ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ امت کا کوئی فرد خلافِ اولی کا ارتکاب کرے تو یہ اس کے حق میں کمزوری اور عیب ہے لیکن پیغمبر کے حق میں نہ صرف یہ کہ عیب نہیں بلکہ ثواب ہے۔

باب البول قائماً

یہ باب کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۴۵: ابو حنیفة عن منصور عن ابی وائل عن حذیفةؓ قال رأیت رسول اللّٰہ ﷺ یبول علیٰ سباطة قوم قائماً.

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔

توضیح اللغات: سباطة بضم السین، کوڑا کرکٹ اور گند پھینکنے کی جگہ، اس جگہ پیشاب اسلئے کیا کہ ایسی جگہ نرم ہوتی ہے اور چھینٹوں کے اڑنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے، یہاں تین مسائل ہیں۔

مسئلہ اولیٰ: یہ قوم کی جگہ تھی تو نبی علیہ السلام نے اجازت کے بغیر اس میں تصرف کیسے کیا؟ اس کے دو جواب ہیں:

(۱) سباطة قوم میں اضافت ملکیت کیلئے نہیں بلکہ اضافتِ اختصاص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جگہ تمام لوگوں کے استعمال کی تھی، جیسے رفاہ عامہ کی چیزیں ہوتی ہیں۔

(۲) اگر مان لیا جائے کہ اضافۃ ملکیت ہے تو جواب یہ ہے کہ غیر کی ملکیت میں تصرف کی شرط اجازت ہے خواہ صراحۃً اجازت ہو یا دلالۃً، یہاں دلالۃً اجازت تھی، کیونکہ وہاں پیشاب کرنے کا معمول تھا، کسی پر نکیر نہ کی جاتی تھی۔

مسئلہ ثانیہ: کھڑا ہوکر پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے اس میں اختلاف ہے بعض اہل ظاہر کے ہاں یہ مطلقاً حرام ہے چھینٹے اڑنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو، امام احمد وغیرہ کے ہاں مطلقاً جائز ہے جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر عذر ہو تو جائز ہے اور اگر عذر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی قول صحیح اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے کیونکہ ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

البتہ یہاں دو باتیں ملحوظ رہنا ضروری ہیں (۱) حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اس زمانے میں غیر مسلموں کا شعار بن چکا ہے اسلئے اس کی قباحت اور شناعت میں اضافہ ہو جائیگا اور اس سے منع کیا جائیگا۔ (العرف الشذی ص ۹۸)۔ احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کا وقوع زیادہ ہو چکا ہے غیر مسلموں کا شعار تو نہیں رہا لیکن فساق وفجار کا شعار ضرور ہے اسلئے شناعت وقباحت کا اضافہ برقرار ہے۔

(۲) مکروہ تنزیہی تب ہے کہ کبھی اس کا ارتکاب ہو، اگر عادت بنالی جائے تو بھی اس کی قباحت بڑھ جائیگی، جیسے

اس زمانہ میں پولیس اور پینٹ شرٹ پہننے والوں کا وطیرہ بن چکا ہے۔

فائدہ: عذر کے وقت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ مثلاً ایک شخص معذور ہے بیٹھ ہی نہیں سکتا یا جگہ کی ہیئت ایسی ہے کہ پیشاب میں ملوث ہونے یا چھینٹیں پڑنے کا اندیشہ ہے چنانچہ ابوداؤد میں مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے (عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہے اس سے ایک جدید مسئلہ حل ہو گیا وہ یہ کہ آجکل مغربی طرز کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء بنانے کا رواج بن گیا ہے ان پیشاب خانوں اور بیوت الخلاء کی ہیئت اس طرح ہوتی ہے کہ انسان مجبوراً کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے اور بیوت الخلاء میں کرسی پر بیٹھنے کی طرح بیٹھتا اور اپنی ضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ یہاں دو امور الگ الگ ہیں۔

(۱) ایسے پیشاب خانے اور بیوت الخلاء اپنے گھروں یا دفاتر وغیرہ میں بنوانا، یہ صحیح نہیں کیونکہ عام حالات میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے، نیز یہ نبی علیہ السلام اور سلف کا طریقہ نہیں ہے اور ایسے بیت الخلاء اور پیشاب خانوں سے اس خلافِ سنت طریقے کا پرچار ہوتا ہے۔ نیز اس کا گہرا تعلق ہمارے دینی سانچے سے ہے۔ ہم مغربی تہذیب سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہاں سے جو کچھ آئے خواہ بدتہذیبی اور ناشائستگی میں کسی بھی درجہ کی بات ہو اور کتنی بھی غیر انسانی ہو، ہم اسے نعمتِ غیر مترقبہ اور گوہر نایاب سمجھ کر اپنی معاشرت میں جگہ دے دیتے ہیں یہ بھی اس کا نمونہ ہے، طبی اور طبعی ہر دو لحاظ سے پیشاب و پاخانے سے فراغت کیلئے جس ہیئت میں بیٹھنا ہمارے ہاں رائج ہے وہ زیادہ مناسب اور فطری ہے (جدید فقہی مسائل ص ۲۱)

(۲) دوسرا امر ان میں پیشاب و پاخانہ کرنا ہے اگر دوسرا بیت الخلاء یا پیشاب خانہ میسر نہ ہو تو ان کو استعمال کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ بھی عذر ہے۔

مسئلہ ثالثہ: نبی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پیشاب کیوں فرمایا؟ اس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

(۱) بیان جواز کیلئے کیا اور مکروہ تنزیہی اور جواز جمع ہو سکتے ہیں (۲) اس وقت آپ کے گھٹنے میں تکلیف تھی اور بیٹھنا مشکل تھا چنانچہ حاکم اور بیہقی میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں لجرح کان بمأ ضبه یعنی کھڑے ہو کر پیشاب اسلئے فرمایا کہ آپ کے گھٹنے میں زخم تھا (۳) اس جگہ گندگی تھی وہاں بیٹھنا ممکن نہ تھا۔

باب عدم الوضوء من اللبن

یہ باب دودھ پینے سے وضو واجب نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵:۴۶۔ ابو حنیفة عن عدی عن ابن زبیر عن ابن عباسؓ قال رأیت رسول اللہ ﷺ شرب لبنا فتمضمض وصلی ولم یتوضأ.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے دودھ پیا پس کلی کی اور نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

باب عدم وجوب الوضوء باکل مامست النار

یہ باب ان چیزوں کے کھانے سے وضو واجب نہ ہونے کے بارے ہے جنہیں آگ نے چھوا ہو۔

حدیث نمبر ۶:۴۷۔ عن ابی حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال اکل النبی ﷺ مرقاً بلحم ثم صلی.

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے گوشت والا سالن کھایا پھر نماز پڑھی۔

توضیح اللغات: مرقاً بفتح المیم وسکون الراء سالن، شوربا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس بارے میں صحابہ کرام کے ابتدائی دور میں اختلاف تھا لیکن امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ ایسی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اور جن احادیث میں اس سے وضو کرنے کا امر آیا ہے ان کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں.

(۱) ان کا حکم منسوخ ہے۔ ابوداؤد میں حضرت جابر کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا آخری معاملہ اسی چیز کی وجہ سے وضو نہ کرنے کا تھا جس کو آگ نے چھوا ہو۔

(۲) وضو کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

باب الامر بالسواک

یہ باب مسواک کا حکم کرنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۸: ابو حنیفة عن علی بن حسین الزرّاد عن تمّام عن جعفر بن ابی طالبؓ أن ناسا من اصحاب النبی ﷺ دخلوا علیٰ النبی ﷺ فقال ما راکم قلحا استاکوا فلو لا ان اشق علی متی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ وفی روایۃ مالی اراکم تدخلون علیّ قلحاً استاکوا،لولا ان اشق علی متی لا مرتھم ان یستاکو عند کل صلوٰۃ اوعند کل وضوء.

ترجمہ: جعفر بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے کچھ لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں کیوں زرد دانتوں والا دیکھتا ہوں مسواک کیا کرو پس مجھے اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ اپنی امت کو مشقت میں ڈال دونگا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دے دیتا اور ایک روایت میں ہے مجھے کیا ہے کہ تمہیں میرے پاس زرد دانتوں والا آتے ہوئے دیکھتا ہوں،مسواک کیا کرو اور اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز یا فرمایا کہ ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دے دیتا۔

توضیح اللغات: قُلّحا قالح کی جمع ہے جیسے غائب کی جمع غُیَّب ہے،مصدر قلح، بفتح اللام ہے بمعنی دانتوں کا زرد ہونا،استاکوا باب افتعال سے۔امر حاضر کا صیغہ بمعنی مسواک کیا کرو۔

مسواک کا حکم:

جمہور کا اجماع ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے،داود ظاہری کے بارے مشہور ہے کہ ان کے ہاں واجب ہے البتہ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ مسواک سنتِ صلوٰۃ ہے یا سنتِ وضو؟ امام شافعی کے ہاں سنتِ صلوٰۃ ہے اور ہمارے ہاں سنتِ وضو ہے،ثمرہ اختلاف یوں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص وضو اور مسواک کر کے نماز پڑھ لے پھر اسی وضو سے دوسری نماز پڑھتا ہے تو امام شافعیؒ کے ہاں دوبارہ مسواک کرے،امام ابو حنیفہؒ کے ہاں پہلی مسواک کافی ہے،اس سے سنت ادا ہوگئی،ادائیگی سنت کیلئے دوبارہ مسواک ضروری نہیں۔امام شافعی ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں عند کل صلوٰۃ کے الفاظ آتے ہیں اور احناف عند کل وضو والی روایات سے استدلال کرتے ہیں،دونوں قسم کی روایات حدیث الباب میں منقول ہیں۔احناف نے عند کل صلوۃ والی روایات کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا معنی ہے عند وضو کل صلوۃ یعنی مضاف محذوف ہے۔

ٹوتھ پیسٹ اور منجن وغیرہ کا حکم:

مسواک کے دو پہلو ہیں (۱) مخصوص اوصاف والی لکڑی کا استعمال (۲) مسواک کا مقصد، اور ظاہر ہے کہ اس کا مقصد طہارت ونظافت ہے یہی وجہ ہے کہ مسواک دستیاب نہ ہونے کے وقت دانتوں کو انگلی سے ملنے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ مجمع الزوائد (۲/۱۰۰) کتاب الصلوٰۃ باب ما یفعل عند عدم السواک میں حضرت عمرو المزنیؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا الاصابع تجری مجری السواک اذا لم یکن مسواک یعنی اگر مسواک نہ ہو تو انگلیاں اس کے قائم مقام ہوسکتی ہیں، منجن ٹوتھ پیسٹ اور برش وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ ان سے دوسرا پہلو یعنی نظافت وطہارت حاصل ہوجاتا ہے لیکن مسنون مسواک استعمال کرنے کا ثواب، اس کے برکات اور فضائل حاصل نہیں ہوتے، نیز یہ حکم اس برش کا ہے جس کا ریشہ پاک ہو، جس کا ریشہ خنزیر کے بالوں کا ہو اس کا استعمال حرام ہے۔

باب کیفیة الوضوء

یہ باب وضو کی کیفیت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۸:۴۹ ـ حماد عن ابی حنیفة عن خالد بن علقمة عن عبد خیر عن علی بن ابی طالبؓ انه توضأ فغسل کفیه ثلثا ومضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وذراعیه ثلثا ومسح رأسه وغسل قدمیه وقال هٰذا وضوء رسول اللهﷺ . **ترجمہ:** حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا اور تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو تین بار دھویا اور بازوؤں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور دونوں قدم دھوئے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

توضیح اللغات: مضمضه کلی کرنا استنشق ناک میں پانی ڈالنا۔

باب الوضو ثلاثا ثلاثا

یہ باب تین تین بار وضو کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۹:۵۰۔ابو حنیفة عن خالدٍ عن عبد خیر عن علیؓ انه دعا بماء فغسل کفیه ثلثا وتمضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وذراعیه ثلثا ومسح رأسه ثلثا وغسل قدمیه ثلثا ثم قال هٰذا وضو رسول اللّٰه ﷺ ، وفی روایة عن خالدٍ عن عبدخیر عن علی انه دعا بماءٍ فغسل کفیه ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وذراعیه ثلثا ومسح برأسه مرةً وغسل قدمیه ثلثا ثم قال هٰذا وضوء رسول اللّٰه ﷺ کاملاً وفی روایة انه دعا بماء فأتی بإنا فیه ماء وطست قال عبد خیر ونحن ننظر الیه فاخذ بیده الیمنی الأناء فملأ یده ومضمض واستنشق فعل هذا ثلث مرّات ثم غسل وجهه ثلث مرات ثم غسل یده الی المرافق ثلث مرّات ثم اخذ الماء بیده ثم مسح بها راسه مرة واحدة ثم غسل قدمیه ثلثا ثلثا ثمّ غرف بکفه فشرب منه ثم قال من سره ان ینظر الی طهور رسو ل اللّٰه ﷺ فهذاطهوره وفی روایه انه دعابماء فغسل کفیه ثلثا ومضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وغسل ذراعیه ثلثا ثم اخذ ماء فی کفه فصبّه علی صلعته ثم قال من سره ان ینظر الی طهور رسول اللّٰه ﷺ فلینظر الیٰ هٰذا وفی روایة عن علی انه دعا بماء توضاء ثلثا ثلثا وقال هٰذا وضوء رسول اللّٰه ﷺ قا ل عبداللّٰه بن محمدبن یعقوب یعنی به من روی عن ابی حنیفة فی هٰذاالحدیث عن خالد ان النبی ﷺ مسح راسه ثلثا علی انه وضع یده علیٰ یا فوخه ثم مدیدیه الیٰ مؤخر رأسه ثم الی مقدم رأسه فجعل ذلک ثلث مرات وانما ذلک مرة واحدة لانه لم یباین یده ولااخذ الماء ثلث مرات فهو کمن جعل الماء فی کفه ثم مده الیٰ کوعه الاتریٰ انه بیّن فی الاحادیث التی روی عنه وهم الجارودبن زیدوخارجة بن مصعب واسدبن عمر ان المسح کان مرةً واحدة وبین ان معناه ماذکرنا قال

وقدروی عن جماعة من اصحاب النبی ﷺ کثیرۃ علی هذااللفظ ان النبی ﷺ مسح راسه ثلثا منهم عثمان وعلی و عبداللّٰه بن مسعود وغیرهمؓ قال البیهقی وقدروی من اوجه غریبة عن عثمان تکرار المسح الا انه مع خلاف الحفاظ لیس بحجةٍ عنداهل العلم فهل کان معناه الا علی ماذکرنا فمن جعل ابا حنیفةؒ غالطاً فی روایة المسح ثلاثا فقدوهم وکان هوبالغلط اولی واخلق وقد غلط شعبة فی هذاالحدیث غلطاً فاحشاعند الجمیع وهو روایة هذا الحدیث عن مالک بن عرفطة عن عبد خیر عن علی فصحف الاسمین فی اسناده فقال بدل خالدٍ مالک وبدل علقمةعرفطة ولوکان هذا الغلط من ابی حنیفةؒ لنسبوه الی الجهالة وقلة المعرفة ولا خرجوه من الدین وهذا من قلة الورع واتباع الهویٰ.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے پانی طلب فرمایا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا اور تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے بازو تین بار دھوئے اور اپنے سر پر تین بار مسح فرمایا اور تین بار اپنے پاؤں دھوئے پھر فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت علیؓ نے پانی منگوایا پس تین بار اپنے ہاتھ دھوئے اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور تین بار اپنا چہرہ دھویا اور تین بار بازو دھوئے اور سر پر ایک بار مسح کیا اور تین بار اپنے قدموں کو دھویا پھر فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کامل وضو ہے اور ایک روایت میں ہے انہوں نے پانی منگوایا تو آپ کے پاس برتن لایا گیا جس میں پانی تھا اور ہاتھ دھونے کا تانبے کا برتن تھا، عبد خیر راوی فرماتے ہیں اس حال میں کہ ہم آپ کو دیکھ رہے تھے، تو آپ نے اپنے دائیں ہاتھ میں برتن لیا اور اسے اپنے بائیں ہاتھ پر الٹا دیا پھر تین بار اپنے ہاتھ دھوئے پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل فرمایا تو اپنا ہاتھ بھر دیا اور مضمضہ اور استنشاق فرمایا یہ تین بار کیا پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا پھر پانی اپنے ہاتھ میں لیا اس کے ساتھ ایک بار اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے قدموں کو تین تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھ میں پانی لیا اور اس سے پیا پھر فرمایا جسے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے وضو کو دیکھے تو یہ آپ کا وضو ہے اور ایک روایت میں ہے آپ نے پانی منگوایا پس تین بار اپنے ہاتھ دھوئے اور تین بار مضمضہ اور تین بار استنشاق کیا اور تین بار اپنا چہرہ دھویا اور تین بار اپنے بازو دھوئے پھر اپنے ہاتھ میں پانی لیا تو اسے اپنے سر کے اگلے حصہ پر ڈال دیا پھر فرمایا

کہ جس کو نبی علیہ السلام کے وضو کی طرف دیکھنا اچھا لگتا ہو تو اس کی طرف دیکھے اور ایک روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے تین تین بار وضو کیا اور کہا یہ نبی علیہ السلام کا وضو ہے۔ عبداللہ بن محمد بن یعقوب فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جو راوی اس حدیث میں امام ابوحنیفہ سے حضرت خالد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے سر کا تین بار مسح کیا ہے ان کی روایت اس پر محمول ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھا پھر اپنا ہاتھ سر کے پچھلے حصہ کی طرف کھینچ کر لے گئے پھر سر کے اگلے حصہ کی طرف لائے تو اس کو تین بار شمار کر دیا حالانکہ حقیقت میں یہ ایک بار ہے اسلئے کہ آپ نے اپنا ہاتھ جدا نہیں فرمایا اور نہ تین بار پانی لیا ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ہتھیلی میں پانی ڈالے پھر اسے اپنے انگوٹھے کی جانب کلائی کے کنارے کی طرف کھینچ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ انہوں (حضرت علیؓ) نے ان احادیث میں جو آپ سے روایت کی ہیں اور وہ جارود بن زید اور خارجہ بن مصعب اور اسد بن عمر ہیں، یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مسح ایک ہی مرتبہ تھا اور بیان فرمایا کہ اس کا وہی معنیٰ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کے صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے اس لفظ کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے اپنے سر پر تین بار مسح کیا ان میں عثمان اور علی اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ ہیں رضی اللہ عنھم، امام بیہقی فرماتے ہیں کئی غریب طریقوں سے حضرت عثمان سے مسح کا تکرار مروی ہے مگر وہ حفاظ کے خلاف کے ساتھ اہل علم کے ہاں حجت نہیں تو اس کا معنی محمول نہیں مگر اس معنی پر جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جس شخص نے تین بار مسح کی روایت میں امام ابوحنیفہ کو غلطی کا شکار ٹھہرایا ہے تو بلاشبہ اس کو وہم ہوا ہے اور وہ غلطی کے زیادہ قریب اور زیادہ لائق ہے۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اس حدیث میں سب کے ہاں شعبہ نے فحش غلطی کی ہے اور وہ اس حدیث کی روایت ہے **عن مالک بن عرفطة عن عبدخیر عن علیؓ** تو اس نے اس کی سند میں دونون ناموں کی تصحیف کر دی اور خالد کی جگہ مالک اور علقمہ کی جگہ عرفطہ کہہ دیا اور اگر یہ غلطی امام ابو حنیفہؒ سے سرزد ہوتی تو وہ آپ کی نسبت جہالت اور معرفت کی کمی کی طرف کرتے اور یقیناً آپ کو دین سے نکال دیتے اور یہ تقویٰ کی کمی اور خواہش کی پیروی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

توضیح اللغات: طست ہاتھ دھونے کا تانبے کا برتن جمع طسوت، سین کی جگہ شین بھی درست ہے۔ اکفأ (افعال) انڈیلنا، الٹا کرنا، المرافق مرفق کی جمع کہنیاں غرف (ض) چلو بھرنا، صلعته اس میں دو لغت ہیں (۱) الصُلعة یعنی بضم الصاد و سکون اللام (۲) الصَلَعة بفتح الصاد و اللام، سر کا گنجا حصہ، حضرت علیؓ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے، اس لئے یہاں سر کا اگلا حصہ مراد ہے، من روی الخ مبتداء اور علی انہ وضع الخ اس کی خبر ہے یافوخ سر کا اگلا حصہ، داڑھی کے بچے کا تالو جو حرکت کرتا ہے، جمع یوافیخ یہاں پہلا معنی

مراد ہے۔ کوعہ بضم الکاف، انگوٹھے کی جانب کلائی کا کنارہ، جمع 'اکواع، الاتری انه بین الخ، ان المسح الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر بیّن کا مفعول بہ ہے وھم الجارود الخ جملہ معترضہ ہے۔ کثیرۃ، جماعۃ کی صفت ہے اور مجرور ہے فھل کان معناہ الخ ھل مایالا نافیہ کے معنی میں ہے اخلق زیادہ لائق اور مناسب صحف تصحیف ایک اصطلاح ہے یہاں مراد ہے نام کے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی کرنا۔

قال عبداللّٰہ بن محمد الخ مذکورہ روایات میں امام ابوحنیفہؒ نے نبی علیہ السلام اور حضرت علی کا تین بار مسح کرنا نقل فرمایا ہے یہ روایت امام دارقطنیؒ نے سنن الدارقطنی میں نقل کر کے اعتراض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تین بار مسح نقل کر کے دوسرے ثقات راویوں کی مخالفت کی ہے کیونکہ وہ سب ایک بار مسح نقل کرتے ہیں قال عبداللّٰہ الخ سے فاضل مرتب نے اس حدیث کے راوی عبداللہ بن محمد بن یعقوب کے حوالہ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن راویوں نے امام ابوحنیفہ سے تثلیثِ مسح نقل کیا ہے ان کی مراد حقیقی معنی میں تثلیثِ مسح نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے پانی لیکر اپنے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھے پھر انہیں کھینچ کر پیچھے لے گئے پھر آگے لے آئے، یہ حقیقت میں ایک بار مسح ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے ہاتھ سر سے جدا نہیں کیا اور نہ تین بار نیا پانی لیا ہے لیکن بعض راویوں نے اسے تثلیث المسح شمار کر دیا اور تثلیث یوں بنی (۱) ایک بار ہاتھ رکھنا (۲) ہاتھ کو پیچھے لے جانا (۳) آگے کی طرف لانا اور یہ ایسے ہے کہ ایک شخص ہاتھ میں پانی لیتا ہے پھر اسے کلائی کے کنارے کی طرف لے جاتا ہے تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس نے دوبار ہاتھ دھویا ہے الاتری الخ۔ یہاں سے مذکورہ محمل پر دلیل بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ جارود بن زید، خارجہ بن مصعب اور اسد بن عمرؒ کی روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے خود بیان فرمایا کہ آپ کا مسح ایک ایک بار ہوتا تھا لہٰذا جن روایات میں تثلیث آتا ہے اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان فرمایا قال وقدروی الخ تثلیثِ مسح کی روایات اپنی جگہ درست ہیں حضرت علیؓ کے علاوہ اور کئی صحابہ سے منقول ہیں جن میں عثمان اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی شامل ہیں امام بیہقی نے بھی فرمایا ہے کہ حضرت عثمان سے کئی غریب طرق سے تکرار مسح منقول ہے لیکن یہ روایات دوسرے ثقات کی روایات کے خلاف ہیں لہٰذا ان سب کا محمل اور مطلب وہی ہے جو پہلے آچکا ہے۔

فمن جعل الخ امام دارقطنیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تثلیثِ مسح کے بارے جو تغلیط کی ہے وہ غلط ہے ان کو خود غلطی ہوئی ہے کیونکہ وہ تثلیثِ مسح کا مطلب ہی نہیں سمجھے، وقد غلط الخ شعبہ بن الحجاج ایک مشہور راوی ہیں، ان سے سب کے ہاں مذکورہ حدیث میں غلطی ہوئی ہے چنانچہ سند حدیث میں خالد اور علقمہ راوی ہیں لیکن انہوں نے خالد کی

بجائے مالک اور علقمہ کی بجائے عرفطہ نقل کیا ہے اگر یہ غلطی امام ابوحنیفہ سے سرزد ہوئی ہوتی تو آپ سے بغض رکھنے والے کہتے یہ جہالت اور قلت معرفت کی وجہ سے ہے اور آپ کو دین سے نکال دیتے اور مخالفین کی طرف سے یہ سب کچھ تقویٰ میں کمی اور خواہش کی پیروی کی وجہ سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: ۵۱ ۔ابو حنیفة عن عطاء عن جمران مولیٰ عثمان ان عثمانؓ توضاء ثلثا ثلثاً وقال هکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یتوضأ .

ترجمہ: حضرت عثمان کے مولیٰ سے مروی ہے کہ عثمانؓ نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

باب الوضو مرة مرة

یہ باب ایک ایک بار وضو کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: ۵۲ ۔ابو حنیفة عن علقمة عن ابی بریدة عن ابیه ان النبی ﷺ توضاء مرةً مرةً۔

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک ایک بار وضو فرمایا۔

مسئلہ: مختلف روایات میں نبی علیہ السلام سے وضو کرتے ہوئے ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھونا بھی مروی ہے اور دو دو بار بھی اور تین تین بار بھی، اور یہ تینوں صورتیں درست ہیں ایک ایک بار تو دھونا ضروری ہے اور دو دو بار دھونا جائز ہے اور تین بار دھونا سنت ہے۔ اور زیادہ روایات میں تین تین بار دھونا منقول ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ۵۳ ۔ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ویل للعراقیب من النار.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایڑیوں کیلئے آگ سے ہلاکت اور بربادی ہے۔

توضیح اللغات: عراقیب عرقوب کی جمع، ایڑی، ویل ہلاکت اور عذاب، بعض نے فرمایا کہ ویل جہنم میں ایک وادی کا نام ہے، ویل کے قریب لفظ ویح استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں میں دو فرق ہیں (۱) ویل اس کیلئے استعمال ہوتا ہے جو عذاب کا مستحق ہے اور ویح اس کیلئے جو عذاب کا مستحق نہ ہو۔ (۲) ویل اس شخص کیلئے

بولا جاتا ہے جو ہلاکت میں پڑ چکا ہو اور ویح اس کیلئے جو ہلاکت کے قریب ہو۔

اس حدیث کے دو مطلب ہیں (۱) عراقیب کا مضاف محذوف ہے یعنی ویل لذوی العراقیب، ایڑی والوں کیلئے عذاب ہے (۲) محذوف ماننے کی ضرورت نہیں خود ایڑھیوں کو عذاب ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں کے ساتھ ایڑیوں کا دھونا ضروری ہے۔

باب نضح الماء في مواضع الطهور

یہ باب طہارت کے مقامات پر پانی چھڑکنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۱۳: ۵۴: ابو حنيفة عن منصور عن مجاهد عن رجل من ثقيف يقال له الحكم او ابن الحكم عن ابيه قال توضأ النبي ﷺ واخذ حفنةً من ماء فنضحه في مواضع طهوره.

ترجمہ: ثقیف کے ایک شخص سے مروی ہے جنہیں حکم یا ابن الحکم کہا جاتا ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے وضو فرمایا اور پانی کا ایک چلو بھرا پھرا سے اپنے استنجاء کی جگہوں پر چھڑکا۔

توضیح اللغات: حفنہ لپ کی مقدار، چلو، ج، حفن نضحه (ف ض) پانی چھڑکنا، طهوره، طہور یہاں استنجاء کے معنی میں ہے۔

وضو کے بعد مواضع استنجاء پر پانی چھڑکنے کی دو حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) اس عمل سے خروجِ قطرات کے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں وہ سمجھے گا کہ تری پانی کی ہے قطرات کی نہیں، یہ حکمت عام محدثین نے بیان فرمائی ہے (۲) حضرت شیخ الہندؒ نے ایک باریک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وضو کا اصل مقصد طہارتِ باطنی ہے لیکن عملی طور پر پانی سے ظاہری اعضاء کو دھویا جاتا ہے اصل مقصود کی طرف متوجہ کرنے کیلئے شریعت نے وضو کے بعد دو عمل مستحب قرار دیئے ہیں (۱) وضو سے باقی رہے پانی کو پی لینا (۲) موضع استنجاء پر پانی چھڑکنا، ان دو کے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کے منبع دو ہی چیزیں ہیں (۱) پیٹ (۲) شرمگاہ، پیٹ کے گناہوں کے اثرات زائل کرنے اور ان کے استحضار کیلئے بچے ہوئے پانی پینے کو مستحب قرار دے دیا اور شرمگاہ کے گناہوں کے اثرات زائل کرنے اور ان کے استحضار کیلئے موضع استنجاء پر پانی چھڑکنے کو مستحب قرار دے دیا۔

باب المسح علی الخفین

یہ باب موزوں پرمسح کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۱۴: ۵۵۔ابو حنیفة عن الحکم عن القاسم عن شریح قال سألت عائشةؓ امسح علی الخفین قالت ائت علیًّا فاسأله فانه کان یسافر مع النبی ﷺ قال الشریح فأتیت علیًّا فقال لی امسح.

ترجمہ: شریح فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا میں موزوں پر مسح کرسکتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی کے پاس جاؤ پس ان سے پوچھو کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے حضرت شریح فرماتے ہیں میں علیؓ کے پاس گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ مسح کرلیا کرو۔

حدیث نمبر۱۵: ۵۶۔ابو حنیفة عن علقمة عن سلیمان بن بریده عن ابیهؓ ان رسول اللّٰه ﷺ توضأ ومسح علی الخفین وصلی خمس صلوات.

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوفرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا اور پانچ نمازیں پڑھائیں۔

حدیث نمبر۱۶: ۵۷۔ابو حنیفة عن علقمةبن برید عن ابیه ان رسول اللّٰه ﷺ یوم فتح مکه صلی خمس صلواتٍ بوضوء واحد ومسح علی خفیه فقال له عمر ما رأیناک صنعت هذا قبل الیوم فقال النبی ﷺ عمداً صنعته یا عمر.

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا تو حضرت عمر نے انہیں کہا کہ ہم نے آپ کو اس دن سے پہلے یہ کرتے نہیں دیکھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عمر یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۷: ۵۸۔ابو حنیفة عن عبدالکریم ابی امیة عن ابراهیم حدثنی من سمع جریر بن عبداللّٰهؓ یقول رأیت رسول اللّٰه ﷺ یمسح علی الخفین بعد ما ا نزلت المائدة.

ترجمہ: جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ مائدہ نازل کئے جانے کے بعد موزوں پر مسح

کرتے دیکھا ہے۔
سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد کا ذکر اس لئے کیا کہ اس میں پاؤں دھونے کا حکم موجود ہے معلوم ہوا کہ مسح کرنا بھی جائز ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسح منسوخ ہے۔

حدیث نمبر ۱۸: ۵۹ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن همام بن الحارث انه رأی جریر بن عبداللّٰہؓ توضاء ومسح علی خفیه فسأله عن ذٰلک فقال انی رأیت رسول اللّٰه یصنعه وانما صحبته بعد مانزلت المائدة.

ترجمہ: ہمام بن حارثؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے جریر بن عبداللہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا تو انہوں نے ان سے اس بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور یقیناً میں نے آپ کی صحبت سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد اختیار کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: ۶۰ ۔ابو حنیفة عن حماد عن الشعبی عن ابراهیم بن ابی موسیٰ الا شعری عن المغیرہ بن شعبة انه خرج مع رسول اللّٰه ﷺ فی سفر فانطلق رسول اللّٰه ﷺ فقضیٰ حاجته ثم رجع وعلیه جُبّة رومیة ضیقة الکمین فرفعها رسول اللّٰه ﷺ من ضیق کمها قال المغیرة فجعلت اصب علیه من الماء من اداوۃٍ معی فتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ ومسح علی خفیه ولم ینزعهما ثم تقدم وصلی.

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک سفر میں نبی علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو نبی علیہ السلام گئے اور اپنی حاجت پوری کی پھر لوٹ آئے اس حال میں کہ آپ پر تنگ آستینوں والا رومی جبہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو آستین تنگ ہونے کی وجہ سے اٹھا لیا مغیرہ فرماتے ہیں پس میں آپ پر اس برتن میں سے پانی ڈالنے لگا جو میرے پاس تھا تو آپ نے نماز کیلئے وضو کی طرح وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور ان کو اتارا نہیں پھر آگے ہوئے اور نماز پڑھی۔

توضیح اللغات: جبة ج، جب اور جباب، ضیقة الکمین، تنگ آستینوں والی، یہ جبہ کی صفت ثالث ہے اور اضافت لفظیہ ہونے کی وجہ سے معرفہ نہیں اسلئے نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔ اداوۃ چمڑے اور کھال کا بنا ہوا برتن۔

حدیث نمبر۲۰: ۶۱ ـ ابو حنيفة عن حماد عن الشعبی عن المغيرة بن شعبةؓ قال وضأت رسول اللّٰه ﷺ وعليه جبة روميّة ضيّقة الكمين فاخرج يديه من تحتها ومسح علىٰ خفيه وفی رواية أن رسول اللّٰه ﷺ مسح على الخفين وعليه جبةٌ شاميّة ضيقة الكمين فاخرج يديه من اسفل الجبّة.

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کروایا اس حال میں کہ آپ پر تنگ آستینوں والا رومی جبہ تھا تو آپ نے اپنے ہاتھ اس کے نیچے سے نکالے اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا درآنحالیکہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا تو آپ نے اپنے ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکال دئے۔

حدیث نمبر۲۱: ۶۲ ـ ابو حنيفة عن حماد عن الشعبی عن المغيرة بن شعبةؓ قال رأيت رسول اللّٰه ﷺ يمسح.

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

حدیث نمبر۲۲: ۶۳ ـ ابو حنيفة عن ابی بكر بن الجهم عن ابن عمرؓ قال قدمت على غزوةٍ فی العراق فاذا سعد بن مالک يمسح على الخفين فقلت ماهٰذا قال: ياابن عمر اذاقدمت علی ابيک فسله عن ذٰلک قال فأتيته فسألته فقال رأيت رسول اللّٰه ﷺ يمسح فمسحنا وفی رواية قال قدمت العراق للغزو فاذا سعد بن مالک يمسح على الخفين فقلت ماهٰذا قال اذا قدمت علىٰ عمرؓ فسله فقال قدمت علىٰ عمر فسألته فقال رأيت رسول اللّٰه ﷺ يمسح فمسحنا وفی روايةٍ قال قدمت العراق لغزوة جلولاء رأيت سعد بن ابی وقاص يمسح على الخفين فقلت ماهٰذا يا سعد فقال اذا لقيت امير المومنين فاسئله قال فلقيت عمر اخبرته بما صنع فقال عمر صدق سعد رأيت رسول اللّٰه ﷺ يصنعه فصنعنا وفی روايةٍ قال قدمنا على عزوة العراق

ورأيت سعد بن ابی وقاص يمسح علی الخفين فانكرت عليه فقال لی اذا قدمت علی عمر فاسئاله عن ذلک قال ابن عمر فلما قدمت عليه سألته وذكرت له ماصنع سعد فقال عمک افقه منک رأينا رسول الله ﷺ يمسح فمسحنا .

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں میں عراق میں ایک غزوہ کے سلسلہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سعد بن مالک موزوں پر مسح کررہے ہیں تو میں نے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا اے ابن عمر جب تم اپنے والد کے پاس جاؤ تو ان سے اس بارے پوچھ لینا ابن عمر فرماتے ہیں پھر میں ان کے پاس آیا تو ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسح کرتے دیکھا ہے۔ اس بناء پر ہم مسح کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے ابن عمر فرماتے ہیں میں غزوہ کی غرض سے عراق گیا تو اچانک سعد بن مالک موزوں پر مسح کررہے ہیں تو میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے فرمایا جب تم عمر کے پاس جاؤ تو ان سے پوچھ لو، فرماتے ہیں میں عمر کے پاس آیا تو آپ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسح کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے ہم مسح کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں غزوہ جلولا کیلئے عراق گیا تو میں نے سعد بن ابی وقاص کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو میں نے کہا اے سعد یہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم امیر المومنین سے ملو تو ان سے پوچھ لو فرماتے ہیں پھر عمر سے میری ملاقات ہوئی تو ان کو اس فعل کے بارے خبر دی جو سعد نے کیا تھا تو عمر نے فرمایا سعد نے حق فعل کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کراتے دیکھا ہے اس لئے ہم یہ کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں ہم عراق کے غزوہ پر گئے تو میں نے سعد بن ابی وقاص کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو ان پر میں نے نکیر کردی تو انہوں نے مجھے کہا کہ جب تم عمر کے پاس جاؤ تو ان سے اس بارے پوچھ لو ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس آیا ان سے پوچھا اور ان کے سامنے سعد کے فعل کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا چچا آپ سے زیادہ فقیہ ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مسح کرتے دیکھا اس لئے ہم مسح کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۳: ۶۴ ۔ابو حنيفة عن حماد عن سالم بن عبدالله بن عمرؓ انه تنازع ابوه وسعد بن ابی وقاص فی المسح علی الخفين فقال سعد امسح وقال عبدالله مايعجبنی قال سعد فاجتمعنا عند عمر فقال عمرؓ عمک افقه منک سنة.

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد اور سعد بن ابی وقاص نے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں اختلاف کیا چنانچہ سعد نے فرمایا کہ میں مسح کرتا ہوں اور عبد اللہ نے فرمایا کہ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا سعد

فرماتے ہیں پھر ہم عمر کے پاس جمع ہو گئے تو عمر نے فرمایا کہ تمہارا اچچا تم سے زیادہ فقیہ ہے، یہ سنت ہے۔

توضیح اللغات: افقه منك سنة سنۃ میں دو احتمال ہیں (۱) افقہ سے تمیز ہو یعنی وہ سنت سمجھنے کے اعتبار سے زیادہ افقہ ہیں (۱) مبتدا محذوف کی خبر ہو یعنی هٰذه سنة.

موزوں پر مسح جائز ہے۔

اہل السنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس بارے احادیث درجہ شہرت بلکہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اسی ۸۰ سے زیادہ صحابہ موزوں پر مسح کی احادیث نقل کرتے ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں، پندرہ احادیث یہاں مسند امام اعظم میں منقول ہیں، حسن بصری فرماتے ہیں میں ستر صحابہ سے ملا ہوں جو موزوں پر مسح کے قائل تھے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ماقلت بالمسح حتی جاء نی فیه مثل ضوء النهار یعنی میں نے مسح کا قول اختیار نہیں کیا یہاں تک کہ اس بارے میں میرے پاس دن کی روشنی کی طرح روایات آ گئیں، امام ابو حنیفہ سے اہل السنّت والجماعت میں سے ہونے کی نشانی پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا هو ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتری المسح علی ا لخفین یعنی اس کی نشانی یہ ہے کہ شیخین ابوبکر وعمر کو تمام صحابہ پر فضیلت دو اور نبی علیہ السلام کے دامادوں عثمان اور علی سے محبت رکھو اور موزوں پر مسح جائز سمجھو، امام کرخی فرماتے ہیں جو لوگ موزوں پر مسح جائز نہیں سمجھتے مجھے ان پر کفر کا اندیشہ ہے۔

باب توقیت المسح

یہ باب موزوں پر مسح کی توقیت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: ۶۵ ۔ابو حنیفة عن عبداللّٰه بن دینار عن ابن عمرؓ رأیت النبی ﷺ یمسح علی الخفین فی السفر ولم یوقته.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کا وقت متعین نہ فرمایا۔

اعتراض: جب ابن عمرؓ نے خود نبی علیہ السلام کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے تو پھر حضرت سعد بن ابی وقاص پر نکیر کیوں فرمائی؟

جواب: حضرت ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ سفر میں موزوں پر مسح جائز ہے جیسا کہ اسی حدیث میں فی السفر کے الفاظ ہیں اور مقیم کیلئے جائز نہیں اور حضرت سعدؓ عراق میں جا کر اقامت کی نیت کر چکے تھے، مقیم بن گئے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵: ۶۶ ۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم النخعی عن ابی عبدالله الجدلی عن خریمة بن ثابتؓ عن النبی ﷺ انه قال فی المسح علی الخفین للمقیم یوماً ولیلة وللمسافر ثلثة ایام ولیا لیها لا ینزع اذا لبسهما وهو متوضئ وفی روایةٍ المسح علی الخفین للمسافر ثلثة ایام ولیالیها وللمقیم لیلةً ویوماً ان شاء اذا توضاء قبل ان یلبسهما.

ترجمہ: خزیمہ بن ثابتؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے موزوں پر مسح کے بارے میں فرمایا کہ مقیم کیلئے ایک دن اور رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں ہیں وہ اپنے موزوں کو نہ اتارے بشرطیکہ انہیں وضو کی حالت میں پہنا ہو، اور ایک روایت میں ہے موزوں پر مسح مسافر کیلئے تین دن اور مقیم کیلئے ایک دن اور رات ہے اگر چاہے بشرطیکہ اس نے موزے پہننے سے پہلے وضو کر لیا ہو۔

حدیث نمبر ۲۶: ۶۷ ۔ ابو حنیفة عن سعید عن ابراهیم التیمی عن عمرو بن میمون الاودی عن ابی عبدالله الجدلی عن خزیمة بن ثابتؓ أن النبی ﷺ سئل عن المسح علی الخفین قال للمسافر ثلثة ایام ولیالیها وللمقیم یوماً ولیلة.

ترجمہ: خزیمہ بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام سے موزوں پر مسح کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں ہیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

حدیث نمبر ۲۷: ۶۸ ۔ ابو حنیفة عن الحکم عن القاسم بن محمد عن شریح بن هانئ عن علیؓ عن النبی ﷺ یمسح المسافر علی الخفین ثلثة ایام ولیا لیهن والمقیم یوماً ولیلةً.

ترجمہ: حضرت علیؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دن اور تین راتیں موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک کر سکتا ہے۔

مسئلہ: موزوں پر مسئلہ کیلئے مدت مقرر ہے یا نہیں، امام مالک کے ہاں مدت مقرر نہیں جب تک چاہے کر سکتا ہے اور جمہور کے ہاں وقت مقرر ہے مقیم ایک دن اور ایک رات تک کر سکتا ہے اور مسافر تین دنوں اور تین راتوں تک کر سکتا ہے؟

امام مالک کی دلیل ابن عمر کی پہلی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے وقت مقرر نہیں کیا، جمہور کے دلائل، بعد والی تین روایات ہیں دو خزیمہ سے اور ایک حضرت علی سے مروی ہے۔

ابن عمر کی روایت کا جواب: ابن عمر کا یہ مطلب نہیں کہ نبی علیہ السلام نے مدت متعین ہی نہیں کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کی خبر نہیں پہنچی اسلئے اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ دوسری صحیح روایات سے توقیت ثابت ہے نیز ابن عمر کی روایت نافی اور دوسری روایات مثبت ہیں اور جب نافی اور مثبت میں تعارض ہو تو مثبت راجح ہوتی ہے، نیز اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاص موقعہ پر توقیت نہیں فرمائی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے مواقع پر توقیت نہ فرمائی ہو۔

حدیث نمبر ۲۸: ۶۹ ـ ابو حنیفة عن ابی اسحٰق عن الاسود عن الشعبی عن عائشةؓ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ یصیب من اھلہ من اول اللیل فینام و لا یصیب ماء فاذا استیقظ من اٰخر اللیل عادوا غتسل.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام رات کے اول حصہ میں اپنے اہل والوں سے جماع کرتے پھر سو جاتے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے پھر جب رات کے آخر حصہ میں جاگتے تو دوبارہ جماع کرتے اور غسل کرتے۔

حدیث نمبر ۲۹: ۷۰ ـ عن ابی حنیفة عن ابی اسحق عن الاسود عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یصیب اھلہ اول اللیل و لا یصیب ماء فاذا استیقظ من اٰخرا للیل عادواغتسل.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام رات کے اول میں اپنے گھر والوں سے جماع فرماتے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے پھر جب رات کے آخری حصہ میں جاگ جاتے تو دوبارہ جماع کرتے اور غسل کرتے۔

توضیح اللغات: یصیب دونوں حدیثوں میں یجامع کے معنی میں ہے لایصیب دونوں حدیثوں میں لایمس کے معنی میں ہے، ان روایات سے دو امور معلوم ہوئے (۱) دوبارہ جماع کیلئے درمیان میں غسل ضروری نہیں (۲) جماع کے بعد متصل غسل ضروری نہیں تاخیر بھی کی جا سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۰: ۷۱ ـ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد ان ینام و ھو جنب توضأ وضوءہ للصلوٰة.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام جب سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو ایسا وضو کرتے

جونماز کیلئے کیا جاتا ہے۔

فائدہ: یہ استحباب پر محمول ہے۔

حدیث نمبر ۳۱: ۲۷۲ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن رجل عن حذیفةؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ مدیدہٗ الیه فدفعها عنه فقال رسول اللّٰہ ﷺ مالک قال انی جنب قال رسول اللّٰہ ارنا یدیک فان المؤمن لیس بنجس وفی روایةٍ المومن لا ینجس.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے اسے اپنے آپ سے دور کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا انہوں نے کہا کہ میں جنبی ہوں، نبی علیہ السلام نے انہیں فرمایا اپنے ہاتھ دے دو کیونکہ مومن نجس نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ معنوی ناپاکی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہاتھ اور سارا جسم اس طرح ناپاک ہو جائے کہ اگر کوئی اس سے ہاتھ لگائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائے۔ ارنا یدیک، ارنا اعطِنا کے معنی میں ہے یعنی اپنے ہاتھ ہمیں دے دو۔

حدیث نمبر ۳۲: ۳۷۳ ۔ابو حنیفة عن حماد عن حذیفةؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ مدیدہ الیه فامسکها عنه فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان المومن لاینجس.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تو انہوں نے اسے اپنے سے روک لیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۳۳: ۴۷۴ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لها ناولینی الخمرة فقالت انی حائض فقال ان حیضتک لیست فی یدک.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ مجھے چٹائی پکڑا دو تو اس نے کہا کہ میں حائضہ ہوں تو آپ نے فرمایا کہ یقیناً تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

توضیح اللغات: ناولینی: مناولۃ بمعنی عطاء کرنے، دینے، سے امر حاضر مونث کا صیغہ ہے۔ الخمرة بضم الخاء وسکون المیم، کھجور کے پتوں سے بنائی گئی چھوٹی سی چٹائی جس پر نقش ونگار بنائے گئے ہوں۔

حدیث نمبر ۳۴: ۵۷۵ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اخبرنی من سمع ام سلیمؓ انها

سالت النبی ﷺ عن المرأة تری مایری الرجل فقال النبی ﷺ تغتسل.

ترجمہ: ام سلیمؓ نے نبی علیہ السلام سے عورت کے بارے پوچھا جو وہی دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ غسل کرلیا کرے۔

توضیح اللغات: ام سلیم حضرت انس کی والدہ ہے، اصل نام رمیصاء ہے۔

باب النھی عن دخول الحمام

یہ باب حمام جانے سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۵ :۷۶ ـ ابو حنیفة عن عطاء عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ بئس البیت الحمام ھو بیت لا یستر وماء لایطھر.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حمام ایک برا گھر ہے وہ ایسا گھر ہے جو پردہ فراہم نہیں کرتا اور پاک نہیں کرتا۔

توضیح اللغات: لا یستر مجرد اور مزید دونوں سے درست ہے باپردہ ہونا یا پردہ فراہم کرنا، لا یطھر پاک نہیں یا پاک نہیں کرتا، کیونکہ گندا پانی اس میں ٹھہرا رہتا تھا، پہلے حماموں کی یہی کیفیت تھی اور مرد وخواتین وہاں جا کر غسل کرتے تھے۔ اس زمانے میں سوئمنگ پول جو بنائے جاتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ ان میں ستر کا اہتمام نہیں ہوتا نیز وہاں اکثریت فساق وفجار کی ہوتی ہے، اسلئے وہاں جانے سے احتراز کرنا چاہیئے خاص طور پر خواتین کو زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

باب احکام المنی

یہ باب منی کے احکام کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۶ :۷۷ ـ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن ھمام بن الحارث عن عائشةؓ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ ﷺ.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی رگڑ دیا کرتی تھی۔

توضیح اللغات: افرک (ن) کپڑے کو ملنا، کسی چیز کو رگڑ کر یا کھرچ کر کپڑے سے زائل کر دینا۔

حدیث نمبر ۳۷ : ۸۷۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن همام ان رجلا اضافته عائشةؓ ام المومنین فارسلت الیه بملحفة فالتحف بها اللیل فاصابته جنابة فغسل الملحفة کلها فقالت ما اراد بغسل الملحفة انما کان یجزیه ان یفرکه لقد کنت افرکه من ثوب رسول اللهﷺ ثم یصلی فیه۔

ترجمہ: ہمام بن حارثؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ام المومنین عائشہ کا مہمان بن گیا تو عائشہ نے ایک اوڑھنی اس کی طرف بھیجی تو اس نے رات کو اسے ڈالے رکھا تو اسے جنابت لاحق ہوگئی پھر اس نے ساری چادر دھو ڈالی تو عائشہ نے فرمایا کہ پوری چادر دھونے کا کیا مقصد تھا؟ بلاشبہ اس کیلئے یہ کافی تھا کہ وہ اسے کھرچ دیتا کیونکہ بے شک میں اسے نبی علیہ السلام کے کپڑے سے کھرچ لیا کرتی تھی پھر آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔

توضیح اللغات: ملحفه بکسر المیم و سکون اللام، کمبل، چادر، **لحاف**، اوڑھنے کا کپڑا۔

منی پاک ہے یا ناپاک؟

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ہاں منی ناپاک ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کی مشہور روایت ہے یہ ہے کہ منی پاک ہے۔

دلائلِ قائلینِ طہارت: احادیث الباب، دونوں میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ نبی علیہ السلام کے کپڑے سے منی کھرچ لیا کرتی تھی پھر آپ اس میں نماز پڑھتے، اگر منی ناپاک ہوتی تو اسے دھونا ضروری تھا۔

دلائلِ احناف: (۱) صحیحین میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کنت اغسله من ثوب رسول اللهﷺ فیخرج الی الصلوٰة واثر الغسل فی ثوبه یعنی میں نبی علیہ السلام کے کپڑے سے منی کو دھو لیا کرتی تھی پھر نبی علیہ السلام نماز کیلئے جاتے اور دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں نظر آتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ منی ناپاک ہے اس کو دھونے کا اتنا اہتمام کیا کہ نبی علیہ السلام نے گیلے کپڑوں میں جا کر نماز پڑھی لیکن منی کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(۲) صحیحین میں روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جنابت لاحق ہونے کی صورت میں حضرت عمر کو فرمایا توضا واغسل ذکرک ثم نم یعنی وضو کرو اور ذکر دھو پھر سویا کرو، غسلِ ذکر کا حکم اسلئے دیا کہ منی ناپاک ہے۔

جواب: احناف کے ہاں منی ناپاک ہے لیکن اگر خشک ہو تو دھونا ضروری نہیں کھرچ لینا کافی ہے مذکورہ احادیث ان

پرمحمول ہیں البتہ اگر تر ہو تو پانی سے دھونا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح ابوعوانہ اور طحاوی میں روایت ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ ﷺ اذا کان یا بسا واغسلہ اذا کان رطبا یعنی اگر منی خشک ہوتی تو میں کھرچ دیتی اور اگر تر ہوتی تو دھو دیا کرتی تھی۔

باب دباغة الاهاب

یہ باب کچی کھال کی دباغت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۸: ۷۹۔ ابو حنیفة عن سماک عن عکرمة عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ایما اهاب دبغ فقد طهر.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس بھی کچی کھال کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

توضیح اللغات: ایما عموم کیلئے ہے اهاب بکسر المیم ' کچی کھال دبغ اس کی وضاحت آتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹: ۸۰۔ ابو حنیفة عن سماک عن عکرمة عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ مرّ بشاةٍ میتة لسودة فقال ماعلیٰ اهلها لو انتفعوا با هابها فسلخوا جلد الشاة فجعلوه سقاءً فی البیت حتی صارت شنا.

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت سودہ کی مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ اس کے مالکوں پر کیا ضرر تھا اگر وہ اس کی کھال سے نفع اٹھاتے تو انہوں نے بکری کی کھال اتار دی پھر اس سے گھر کیلئے مشکیزہ بنالیا یہاں تک کہ وہ پرانا ہو گیا۔

توضیح اللغات: میتة مردہ یاء پر تخفیف اور تشدید دونوں درست ہیں سلخوا (ف) کھال کو گوشت سے نکالنا الگ کرنا، سقاء پانی پلانے کا برتن، مشکیزہ، جمع اسقیة، شن پرانا۔

دباغت سے کھال پاک ہوتی ہے؟

اگر جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال بالاتفاق پاک ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ حلال جانور ہو یا

حرام، یہی اس کی دباغت ہے دباغت کے معنی ہیں کھال کا رنگ دینا اس کے خون اور ناپاک رطوبات کوزائل کردینا اور ذبح میں یہ چیز موجود ہے لیکن اگر جانور مردار ہوجائے اور اس کی کھال کو دباغت دیدی جائے تو کھال پاک ہوگی یا نہیں، جمہور کے ہاں پاک ہوجاتی ہے اور امام مالکؒ کے ہاں پاک نہیں ہوتی، باب کی دونوں حدیثیں جمہور کی دلیلیں ہیں، دباغت کی صورت یہ ہے کہ دوائی نمک مٹی یا جدید کیمیکل کھال پر لگا کر اسے صاف کر کے خشک کر دیا جائے یا اسے یونہی دھوپ میں رکھا جائے حتیٰ کہ خشک ہوجائے۔ اس سے وہ پاک ہوجائیگی۔

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب نماز کے بارے میں ہے۔

الصلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں دعا کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں ھی عبارۃ عن الارکان المعھودۃ والافعال المخصوصۃ فی الاوقات المعروفۃ یعنی متعین اوقات میں معہود و معلوم ارکان اور مخصوص افعال کی ادائیگی کا نام ہے۔اس کی لغوی معنی سے مناسبت یہ ہے کہ شرعی نماز میں بھی دعا ہوتی ہے۔

اس بات پر تمام اہلِ سیر وحدیث کا اتفاق ہے کہ پانچ نمازیں معراج کی رات میں فرض ہوئی تھیں البتہ معراج کا واقعہ کس سن میں پیش آیا اس میں اختلاف ہے ۵ نبوی سے ۱۰ نبوی تک کے مختلف اقوال ہیں جمہور کا قول ۵ نبوی کا ہے پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی؟ جمہور کے ہاں کوئی نماز فرض نہ تھی امام شافعیؒ کے ہاں تہجد کی نماز فرض تھی پھر اس میں بھی صحیح یہ ہے کہ تہجد کی نماز نبی علیہ السلام پر فرض تھی عام مسلمانوں پر فرض نہ تھی۔

تجزیہ: پوری کتاب الصلوٰۃ میں ایک سوسولہ روایات مروی ہیں۔

باب فضیلۃ کثرۃ السجود

یہ باب کثرتِ سجود کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۱: ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن عبداللّٰہ عن ابی ذرؓ انہ صلی صلوۃً فخففھا واکثر الرکوع والسجود فلما انصرف قال لہ رجل انت صاحب رسول اللّٰہ ﷺ وتصلی ھٰذہ الصلوۃ فقال ابو ذر الم اتم الرکوع والسجود قال بلیٰ قال فانی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من سجد للّٰہ سجدۃ رفع بھا درجۃ فی الجنۃ فاحببت ان توتیٰ لی درجات اوتکتب درجات. وفی روایۃٍ عن ابراھیم النخعی عمن حدثہ انہ مربابی ذرٍ بالربذۃ وھو یصلی صلوۃ خفیفۃً یکثر فیھا الرکوع والسجود فلما اسلم ابو ذرٍ قال لہ الرجل تصلی

هٰذه الصلوٰة وقد صحبت رسول اللّٰه ﷺ فقال ابو ذر سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول من سجد للّٰه سجدةً رفعه اللّٰه بها درجةً فی الجنة فلذٰلک اکثر فيها السجود.

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی تو ہلکی نماز پڑھی اور رکوع اور سجدے زیادہ فرمائے پس جب سلام پھیرا تو آپ سے ایک شخص نے کہا آپ نبی علیہ السلام کے صحابی ہیں اور آپ اس طرح کی نماز پڑھتے ہیں تو ابوذر غفاری نے فرمایا کیا میں رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کرتا تھا اس نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ کیلئے ایک سجدہ کرتا ہے اللہ اس کی وجہ سے جنت میں ایک درجہ بلند کردیتے ہیں تو میں نے چاہا کہ مجھے بہت سے درجات عطاء ہوں یا فرمایا کہ میرے لئے درجات لکھے جائیں اور ابراہیم نخعی سے ایک روایت میں ہے وہ ان سے نقل کرتے ہیں جنہوں نے آپ سے بیان کیا کہ وہ ربذہ مقام میں ابو ذر غفاری کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ ہلکی نماز پڑھ رہے تھے اس میں رکوع اور سجدہ زیادہ کررہے تھے پس جب ابوذرؓ نے سلام پھیرا تو ایک شخص نے آپ سے کہا آپ اس طرح کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے تو ابوذر نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ کیلئے ایک سجدہ کرتا ہے اللہ اس کے سبب جنت میں ایک درجہ بلند کردیتے ہیں تو اسلئے میں نماز میں سجدہ زیادہ کرتا ہوں۔

ابوذر غفاریؓ کا تعارف: آپ کا نام جندب بن جنادہ ہے قدیم الاسلام صحابی ہیں، پانچویں نمبر پر اسلام لائے تھے، مزاج کے بڑے سخت تھے مال جمع کرنے کے بہت مخالف تھے۔ مدینہ میں رہائش تھی، مزاج کی سختی کی وجہ سے حضرت عثمان نے انہیں مدینہ سے باہر مقام ربذہ بھیج دیا تھا، وہیں ۳۲ھ میں حضرت عثمان کے زمانہ میں انتقال ہوا وہیں دفنائے گئے اس کا عجیب واقعہ ہے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب ''سوانح ابوذر غفاری'' ضرور ملاحظہ فرمائی جائے۔

طولِ قیام افضل ہے یا کثرتِ سجود؟

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نوافل پڑھنے کا وقت اور توفیق دے تو اس کیلئے نفل پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔ (۱) تعداد کے اعتبار سے رکعتیں کم پڑھے لیکن قیام اور قرأت لمبی کرے، اسے طولِ قیام کہا جاتا ہے (۲) قیام اور قرأت کو مختصر کرکے اتنے وقت میں رکعتیں زیادہ پڑھ لے اسے کثرتِ سجود کہا جاتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ دونوں طریقے جائز اور باعث اجر وثواب ہیں لیکن افضل طریقہ کیا ہے اس میں اختلاف ہے بعض کے ہاں کثرتِ سجود افضل ہے اور حدیث

الباب ان کی دلیل ہے امام ابوحنیفہ شافعی اور جمہورؒ کے ہاں طولِ قیام افضل ہے ان کے کئی دلائل ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: افضل الصلوۃ طول القنوت مشکوۃ (۷۶/۱)

قنوت بمعنی قیام ہے معنی ہوا، بہترین نماز طولِ قیام والی ہے۔

(۲) طولِ قیام کی صورت میں قرأتِ قرآن زیادہ ہوگی اور کثرتِ سجود کی صورت میں تسبیح زیادہ ہوگی جبکہ قرأت تسبیح سے افضل ہے

(۳) نبی علیہ السلام کا معمول بھی طولِ قیام کا تھا۔

باب ان مابین السرۃ والرکبۃ عورۃ

یہ باب اس بارے ہے کہ گھٹنے اور ناف کے درمیان ستر ہے۔

حدیث نمبر۲:۸۲۔ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھم، قال قال عبداللّٰہ قال رسول اللّٰہ ﷺ مابین السرۃ والرکبۃ عورۃ.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر اور تنگیز ہے۔

توضیح اللغات: السرہ بضم السین وتشدید الراء، ناف ج سرات، سرر، الرکبۃ گھٹنہ ج رکب رکبات رکبان عورۃ انسان کا وہ عضو جسے شرم کی وجہ سے چھپایا جائے۔ جمع عَوْرات اور عَوَرات آتی ہے۔

مسئلہ: قبل اور دبر بالاتفاق ستر ہے لیکن گھٹنے اور ناف میں اختلاف ہے۔ ہمارے ہاں گھٹنہ ستر ہے اور ناف ستر نہیں اور امام شافعی کے ہاں ناف ستر ہے گھٹنہ ستر نہیں۔

دلیل امام شافعیؒ: کئی روایات ہیں مثلاً مسند احمد اور بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے خیبر کے دن ازار اپنی ران سے ہٹائی یہاں تک کہ میں نے آپ کی ران کی سفیدی دیکھی۔

دلائلِ احناف:

(۱) مسند احمد اور مستدرک حاکم میں محمد بن جحشؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا گزر معمر پر ہوا اور آنحالیکہ ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ اے معمر اپنی رانیں ڈھانپ دو کیونکہ رانیں ستر ہیں۔

(۲) موطا امام مالک ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں جرہد نامی صحابی کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام میرے پاس سے گزرے

میری ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا انہیں ڈھانپ دو کیونکہ یہ ستر ہیں۔

جواب: حدیثِ انس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے کسی عذر سے رانیں اور گھٹنے کھولے تھے۔

باب جواز الصلوة فی ثوب واحد

یہ باب ایک کپڑے میں نماز کے جواز کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳: ۸۳ ۔ابو حنیفة عن عطاء عن جابرؓ انه امهم فی قمیص واحدٍ وعنده فضل ثیاب یعرفنا بسنة رسول اللّٰه ابو قرة قال ذکر ابن جریح عن الزهری عن ابی سلمة عن عبدالرحمن عن ابی هریرةؓ ان رجلاً قال یا رسول اللّٰه یصلی الرجل فی الثوب الواحد فقال النبی ﷺ اَوَ لِکُلِّکُمْ ثوبان قال ابو قرة فسمعت ابا حنیفة یذکر عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة انه سأل النبی ﷺ عن الصلوة فی الثوب الواحد فقال النبی ﷺ لیس کلکم یجد ثوبین.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ایک قمیص میں امامت کروائی حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے بھی موجود تھے آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت سکھانا چاہتے تھے۔ابوقرہ فرماتے ہیں ابن جریج نے زہری سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن سے انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں ابوقرہ فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ زہری سے وہ سعید بن المسیبؒ سے وہ ابو ہریرہؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے ایک کپڑے میں نماز کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب دو کپڑے نہیں پا سکتے۔

توضیح اللغات: یعرفنا بسنة الخ سنت سے مراد اصطلاحی سنت نہیں، طریقہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴: ۸۴ ۔ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان رسول اللّٰه ﷺ صلی فی ثوب واحد متوشحاً به فقال بعض القوم لا بی الزبیر غیر المکتوبة قال المکتوبة وغیر المکتوبة.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی اس حال میں کہ آپ اس کا توشح کئے ہوئے تھے تو بعض لوگوں نے ابوالزبیر کو کہا کہ فرض کے علاوہ میں؟ آپ نے فرمایا کہ فرض میں بھی اور فرض کے علاوہ میں بھی۔

توضیح اللغات: متوشحاء الخ توشح کا معنی ہے چادر اس طرح اوڑھنا کہ ایک کنارہ دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دیا جائے اور دوسرا کنارہ بائیں بغل کے نیچے سے نکال کر دائیں کندھے پر ڈال دیا جائے پھر دونوں کناروں کو سینے پر ملا کر گانٹھ دے دی جائے، اس ہیئت کو اشتمال، التحاف اور تخالف بین الطرفین بھی کہتے ہیں اگر کسی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو اور لمبا ہو تو توشح کی ہیئت بنا کر نماز پڑھنا مستحب ہے اس سے کندھے بھی ڈھک جاتے ہیں اور دوران نماز چادر کھلنے کا اندیشہ بھی نہیں رہتا۔

باب مواقیت الصلوة

یہ باب نمازوں کے اوقات کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵:۸۵۔ ابو حنیفة عن طلحة بن نافع عن جابرؓ قال سُئل رسول اللہ ﷺ ای العمل افضل قال الصلوة فی مواقیتها.

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ نمازیں اپنے اوقات میں پڑھنا۔

اعتراض: کونسا عمل افضل ہے؟ اس بارے بظاہر احادیث میں تعارض ہے مذکورہ روایت میں ہے وقت پر نماز پڑھنا، بعض میں ہے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اور بعض میں ہے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وغیرہ۔

جواب: یہ اختلافِ احوالِ سائلین پر مبنی ہے، یعنی مختلف سائلین نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا آپ نے ہر ایک کے حال کے مطابق جواب دیا مثلاً والدین کے نافرمان نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا والدین سے حسنِ سلوک کرنا، کسی نے جہاد کے موقعہ پر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاد کرنا وغیرہ۔

باب فضيلة الاسفار

یہ باب اسفار کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۸۶:۶ ۔ابو حنیفة عن عبداللّٰہ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسفر وا بالصبح فانه اعظم للثواب .

ترجمہ: ابن عمر نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو کیونکہ یہ ثواب کا بڑا ذریعہ ہے۔

توضیح اللغات: اسفروا اسفار سفر سے ہے سفر کے معنی ہیں کھلنا اور واضح ہونا، اسفار کے معنی ہوئے خوب روشنی اور اجالے میں فجر کی نماز پڑھو۔ جس وقت عموماً ہر چیز واضح ہوتی ہے۔

فجر کا وقتِ مستحب: فجر کی نماز میں تعجیل افضل ہے یا اسفار، اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے ہاں تعجیل افضل ہے یعنی اندھیرے میں پڑھنا، اور ہمارے ہاں اسفار افضل ہے۔

احناف کے دلائل:

(۱) حدیث الباب (۲) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار (ص ۱۰۹-۱) میں ابراہیم نخعی کا قول نقل فرمایا ہے: ما اجتمع اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ علی شئی کما اجتمعوا علی التنویر یعنی صحابہ کرام کسی عمل پر اتنے متفق نہیں ہوئے تھے جتنے نماز فجر کو روشنی میں پڑھنے پر متفق ہوئے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی چادریں سر تا پاؤں ڈھانک کر جاتیں، وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ نماز فجر میں تعجیل افضل ہے۔

جواب: ایسی روایات ہمارے ہاں جواز پر محمول ہیں البتہ مستحب تاخیر ہے جس کی کئی وجوہ ہیں۔

وجوہ ترجیح: (۱) تاخیر سے پڑھنے میں لوگوں کیلئے سہولت ہے (۲) اس میں تکثیر جماعت ہے۔ (۳) اسفار بالفجر والی روایت میں حکم اور امر ہے اس کا کم از کم درجہ استحباب کا ہے۔ (۴) اس میں زیادتی اجر کی خوشخبری دیکر تاخیر کی ترغیب دی ہے۔ (۵) نبی علیہ السلام نے تعجیل سے جو فجر پڑھی ہے اس کو عذر یا نفسِ جواز پر محمول کر سکتے ہیں لیکن اسفار والی روایت میں تاخیر سے پڑھنے کی علت زیادتی اجر بیان کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسفار کا مستحب ہونا

فضیلت کی وجہ سے ہے کسی عارضہ یا عذر کی وجہ سے نہیں۔

باب التعجیل بصلوۃ العصر

یہ باب عصر کی نماز جلدی پڑھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۸۷: ابو حنیفة عن شیبان عن یحیی عن ابن بریدةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ بکروا بصلوۃ العصر وفی روایة عن بریدة السلمی قال قال رسول اللہ ﷺ بکروا بصلوۃ العصر وفی روایة عن بریدہ الاسلمی قال قال رسول اللہ ﷺ بکروا بصلوٰۃ العصر فی یوم غیم فان من فاته صلوۃ العصر حتیٰ تغرب الشمس فقد حبط عمله.

ترجمہ: ابن بریدہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عصر کی نماز جلدی پڑھا کرو اور ایک روایت میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھا کرو اور بریدہ اسلمی سے ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بادل کے دن عصر کی نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہوگئی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا تو تحقیق اس کا عمل ضائع ہوگیا۔

توضیح اللغات: بکروا بمعنی عجلوا یعنی جلدی ادا کرو، حبط (س) ضائع ہونا، غارت ہونا۔

مسئلہ: ہمارے ہاں عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ سورج زرد پڑ جائے اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے خاص طور پر بادل کے دن تاخیر سے بچنا چاہئے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے ائمہ ثلاثہ کے ہاں عصر میں تعجیل افضل ہے۔

احناف کے چند دلائل۔

(۱) ترمذی اور مسند احمد میں امّ سلمہؓ کی روایت ہے کان رسول اللہ ﷺ اشد تعجیلا للظهر منکم وانتم اشد تعجیلا للعصر منه یعنی نبی علیہ السلام تمہاری بنسبت ظہر جلدی ادا کرتے تھے اور تم عصر جلدی ادا کرتے ہو، اس میں تاخیر عصر پر نکیر ہے۔

(۲) دارقطنی اور طبرانی کبیر میں رافع بن خدیجؓ کی روایت ہے ان رسول اللہ ﷺ کان یأمرنا بتا خیر العصر یعنی نبی علیہ السلام ہمیں تاخیر عصر کا حکم دیتے تھے اور جن روایات سے ائمہ ثلاثہ استدلال کرتے ہیں وہ ہمارے ہاں جواز پر محمول ہیں۔

باب وعید تفویت صلوٰۃ العصر

یہ باب نمازِ عصر فوت کرنے کی وعید کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۸:۸۸۔ ابو حنیفة عن شیبان عن یحیٰ عن ابن بریدةؓ قال قال رسول اللهﷺ من فاتته صلوٰة العصر فکانما وتر اهله وما له.

ترجمہ: ابن بریدہ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جس سے عصر کی نماز فوت ہو جائے تو یہ ایسے ہے، گویا اس کے اہل وعیال اور مال کو چھین لیا گیا ہو۔

توضیح اللغات: وتر اهله وما له الخ اهله وما له مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی۔ مرفوع ہونے کی صورت میں وتر اُخِذَ کے معنی میں ہوگا اهلـه ومـا لـه اس کا نائب فاعل ہوگا اور اخذ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے معنی ہوگا ''گویا اس کا اہل ومال لے لیا گیا'' اور منصوب پڑھنے کی صورت میں وتر سُلِب کے معنی میں ہوگا سلب کے دو مفعول آتے ہیں اس کا ایک مفعول اس میں ہو ضمیر ہے جو نمازی کی طرف راجع ہے وہ نائب فاعل بھی ہے اور دوسرا مفعول اهله وماله ہے معنی ہوگا ''گویا کہ اس سے اس کا اہل اور مال چھین لیا گیا''۔

باب الاوقات المکروهة

یہ باب مکروہ اوقات کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۹:۸۹۔ ابو حنیفة عن عبدالملک عن قرة عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللهﷺ لا صلوة بعد الغدوة حتیٰ تطلع الشمس ولا بعد صلوٰة العصر حتیٰ تغیب ولا یصام هذان الیومان الاضحیٰ والفطر ولا تشد الرحال الا الیٰ ثلثة مساجد الیٰ المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ والیٰ مسجدی هذا ولا تسافر المرأة یومین الا مع ذی محرم.

ترجمہ: ابو سعید خدری فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا صبح کے بعد نماز درست نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز درست نہیں، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور ان دو دنوں اضحیٰ اور فطر کو روزہ نہ رکھا جائے اور کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مساجد کی طرف مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کی طرف

اور عورت دو دن کا سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔

توضیح اللغات: الغدوہ صبح الاضحی والفطر یہ بدل ہیں الیومان سے الرحال رحل کی جمع کجاوہ ذی محرم ذی کا لفظ زائد ہے یا اصل لفظ ذی رحم محرم ہے، رحم کا لفظ کاتبوں سے رہ گیا ہے۔ ذو رحم کا معنی ہے رشتہ دار اور محرم کے معنی وہ رشتہ دار جس سے نکاح حرام ہو جیسے بھائی بیٹا والد چچا وغیرہ۔

اس حدیث میں چار مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر (۱) اوقاتِ مکروہہ

دو اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے (۱) نماز فجر کے بعد طلوعِ شمس تک (۲) عصر کی نماز کے بعد غروبِ شمس تک، ہمارے ہاں ان دو اوقات میں فرائض کی قضاء، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ اور واجب لعینہ جائز ہے اور نوافل اور واجب لغیرہ مکروہ ہیں۔ واجب لعینہ کی مثال وتر ہے اور واجب لغیرہ کی مثال منت والی نماز ہے اور تین اوقات میں ہر قسم کی نماز مکروہ ہے (۱) آفتاب زرد ہونے سے لیکر مکمل غروب ہونے تک (۲) ابتداء طلوع آفتاب سے لیکر سورج کے زرد رہنے تک (۳) نصف النہار کے وقت، چنانچہ صحیح مسلم میں عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ تین اوقات میں ہمیں نبی علیہ السلام نماز پڑھنے اور ان میں اپنے مردوں کا جنازہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے جس وقت سورج طلوع ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور عین دوپہر کے وقت جب سورج کھڑا ہو یہاں تک کہ زائل ہو جائے اور جس وقت سورج غروب ہونے کیلئے مائل ہو یہاں تک کہ غروب ہو جائے (مشکوٰۃ: ۱، ص۹۴) باب اوقات النھی۔

مسئلہ نمبر (۲): عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہر قسم کا روزہ ہمارے ہاں مکروہ ہے خواہ نفل ہوں یا قضاء ہوں یا نذر یا دمِ تمتع کے روزے ہوں، اس کے علاوہ ایامِ تشریق میں بھی ممنوع ہیں جیسا کہ کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۹ میں آرہا ہے۔ عید الفطر کے دن مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور رمضان ختم ہونے پر افطار کا دن بھی ہے اور عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں روزہ مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایام اللہ کی طرف سے مسلمانوں کی ضیافت اور مہمان نوازی کے دن ہیں، روزہ رکھنے سے اس کی ناشکری اور ضیافت سے اعراض لازم آتا ہے صحیح مسلم (۱۔۳۶۰) میں نبیشہ ہذلیؓ کی مرفوع روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ایام التشریق ایام اکل وشرب یعنی ایام تشریق کھانے اور پینے کے دن ہیں، واضح رہے کہ گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۳: روضہ اطہر کی زیارت کیلئے جانا

لا تشد الرجال الخ مطلب یہ ہے کہ مسجدِ حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد فضیلت کے اعتبار سے برابر ہیں لہٰذا حصولِ اجروثواب کی خاطر ان مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے رخت سفر نہ باندھا جائے، کیا زیارتِ قبر اور نبی علیہ السلام کے روضہ مبارک کیلئے سفر درست ہے؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کیا پھر ضمناً اور تبعاً روضہ اطہر کی زیارت کر لی تو بالاتفاق درست ہے لیکن قصداً روضہ کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ہے یا نہیں؟ جمہور کے ہاں نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور افضل عمل ہے۔ لیکن ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور اس بارے بڑے غلو سے کام لیا ہے اور مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے وہ اس طرح کہ یہاں استثناء مفرغ ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے اصل عبارت ہے لاتشد الرحال الی شئ الا الی ثلاثة الخ اسلئے تین مساجد کے علاوہ کسی چیز کی طرف حصولِ اجروثواب کی نیّت سے سفر جائز نہیں، شیَ میں روضہ نبوی بھی شامل ہے۔

دلائلِ جمہور: کئی روایات ہیں مثلاً:

(۱) من زار قبری وجبت له شفاعتی یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی (آثار السنن ۳۷۹) عن ابن عمر وقال رواه ابن خزیمة فی صحیحه والدارقطنی والبیهقی۔

(۲) من حج ولم یزرنی فقد جفانی یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر زیادتی کی ـ التلخیص الحبیر (۲/۲۶۷)۔ ایسی احادیث کی تفصیل اعلاءُ السنن (جلد نمبر۱۰) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۳) پوری امت کا تعامل رہا ہے تمام مسلمان روضہ اقدس پر حاضری دیتے رہے ہیں مذکورہ احادیث میں اگرچہ ضعف موجود ہے لیکن امت کے تعامل اور اجماع سے اس کی تائید ہوتی ہے اور اس میں یہ تاویل کہ زائرین مسجد نبوی کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تھے روضہ اطہر پر نہیں، اسلئے فاسد ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا، یہ ممکن نہیں کہ زائرین لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر پچاس ہزار کیلئے مسجد نبوی آتے ہوں، ان کا مقصد روضہ اطہر کی حاضری ہی ہوسکتا ہے۔

جواب: حدیث الباب سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اصول یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے مستثنیٰ چونکہ مساجد ہے تو مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہوگا، اب اصل عبارت ہوگی لا شد الرجال الی مسجد الا الی ثلاثة الخ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اگر مستثنیٰ منہ شی یا مکان نکالا جائے تو اس کا مقتضی یہ ہوگا کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی شی کیطرف سفر جائز نہ ہو حالانکہ سفرِ تجارت، سفر جہاد، سفرِ طلبِ علم بالاتفاق جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا۔

کسی عورت کا تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں حرام ہے خواہ سفر حج ہو یا عمرہ ہو یا سفر جہاد ہو یا کوئی اور سفر ہو، تین دن کی مسافت اڑتالیس میل سے بیان کی گئی ہے اور اس زمانے میں اس کے سوا ستتر کلومیٹر بنتے ہیں اس سے کم کا سفر بغیر محرم کے درست ہے بشرطیکہ فتنہ فساد کا اندیشہ نہ ہو، اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو بھی جائز نہیں۔

واضح رہے کہ حدیث الباب میں دو دن کا ذکر ہے۔ بعض روایات میں ایک دن ایک رات کا ذکر آیا ہے۔ بہت سی روایات میں تین دن اور راتوں کا ذکر آیا ہے بظاہر تعارض ہے، اس کا حل یہ ہے کہ اصل ممانعت تو تین دن اور تین راتوں کی مسافت سے ہے۔ لیکن اگر اندیشہ ہو تو اس سے کم کی مسافت میں بھی عورت کو بلا محرم سفر سے روکا جائیگا۔

باب کلمات الاذان

یہ باب اذان کے کلمات کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۱۰:۹۰ ۔ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة ان رجلا من الا نصار مربه رسول اللّٰه ﷺ فرأه حزینا وکان الرجل اذا طعم تجمع الیه فانطلق حزینا بما رأی من حزن رسول اللّٰه ﷺ فترک طعامه وما کان یجتمع الیه ودخل مسجده یصلی فبینما هو کذلک اذ نعس فاتاه اٰتٍ فی النوم فقال هل علمت مما حزن رسول اللّٰه ﷺ قال لا قال فهو لهذا التأذین فأته فمره ان یأمر بلا لا أن یؤذن فعلمه الا ذان اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر مرتین اشهد ان لا اله الا اللّٰه مرتین اشهد ان محمدا رسول اللّٰه مرتین حی علی الصلوٰة مرتین حی علی الفلاح مرتین اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لا اله الا اللّٰه ثم علمه الاقامة مثل ذٰلک وقال فی اٰخره قدقامت الصلوٰة قدقامت الصلوٰة اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لا اله الا اللّٰه کأ ذان الناس واقامتهم فاقبل الا نصاری فقعد علی باب النبی ﷺ فمر ابو بکر فقال استأذن لی وقدرأی مثل ذٰلک فاخبر به النبی ﷺ ثم استأذن للا نصاری فدخل فاخبر بالذی رأی فقال النبی ﷺ قداخبرنا ابو بکر مثل ذلک فامر

بلا لا يؤذن بذلك وفی روایة ان رجلا من الانصار مربرسول الله ﷺ فرأه حزينا وكان الرجل ذاطعام يعشى معه فانصرف لما رأى من حزن رسول الله ﷺ وترك طعامه فدخل مسجده يصلی فبينما هو كذلك اذنعس فاتاه اٰتٍ فی النوم فقال له تدری ما احزن رسول الله ﷺ قال لا قال هو النداء فأته بان يأ مر بلا لا قال الرجل فعلّمه الا ذان الله اكبر الله اكبر مر تين اشهد ان لا اله الا الله مرتين اشهد ان محمدا رسول الله مرتين حی على الصلوٰة مر تين حی علی الفلاح مرتين الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله علمه الاقامة كذلك ثم قال فی اخره قدقامت الصلوٰة مر تين كا ذان الناس واقامتهم فانتبه ا لانصاری فاتی رسول الله ﷺ فجلس بالباب فجاء ابوبكر فقال الانصاری استاذن لی فدخل ابو بكر فاخبر رسول الله ﷺ بمثل ذلك ثم دخل الانصاری فاخبر النبی ﷺ بالذی رأی فقال رسول الله ﷺ قد اخبرنا ابو بكر فقال مربلا لا بمثل ذلك.

ترجمہ: ابن بریدہؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ کو غمگین دیکھا اور وہ شخص جب کھانا کھاتا تو اس کے پاس جھمگٹا جمع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کے غم کو دیکھنے کی وجہ سے وہ غمگین ہو کر چلا گیا۔ اور اس نے اپنا کھانا چھوڑ دیا اور وہ اسبابِ طعام جو اس کے پاس جمع ہوئے تھے اور اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھ رہا تھا تو اسی اثناء میں کہ وہ اسی طرح نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس کو اونگ آ گئی تو نیند میں اس کے پاس آنے والا آیا پس کہا تجھے معلوم ہے کس وجہ سے رسول اللہ ﷺ غمگین ہوئے ہیں اس نے کہا نہیں آنے والے نے کہا وہ اس اذان کیلئے غم زدہ ہوئے لہٰذا ان کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ حضرت بلال کو اذان کہنے کا حکم دیں پھر انہیں اذان سکھائی اللہ اکبر اللہ اکبر دومرتبہ اشهد ان لا اله الا الله دومرتبہ اشهدان محمد ارسول الله دومرتبہ حی علی الصلوة دومرتبہ حی علی الفلاح دومرتبہ الـلّـه اكـبـر الله اكبر لا اله الا الله اور پھر اسے اسی طرح اقامت سکھلائی اور اس کے آخر میں کہا قدقامت الصلوٰة قدقامت الصلوٰة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله جیسے لوگوں کی اذان اور ان کی اقامت ہوتی ہے تو انصاری آ گیا پھر نبی علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھ گیا تو ابوبکر گزرے تو انصاری نے کہا میرے لئے اجازت طلب کرو حالانکہ ابوبکر نے بھی اس طرح خواب دیکھی تھی تو ابوبکر نے

اس کی خبر نبی علیہ السلام کو دی پھر انصاری کیلئے اجازت طلب کی تو وہ داخل ہوا اور جو خواب دیکھی تھی اس کی خبر دی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوبکر نے ہمیں اس طرح خبر دی ہے تو آپ نے بلال کو اس کے ساتھ اذان کہنے کا حکم دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انصار میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ کو غمگین دیکھا اور وہ آدمی کھانے کا مالک تھا اس کے ساتھ شام کا کھانا کھایا جاتا تھا تو وہ چل پڑا اس پریشان کی وجہ سے جو اس نے نبی علیہ السلام کی دیکھی اور اس نے اپنا کھانا چھوڑ دیا تو وہ اپنی مسجد میں نماز کیلئے داخل ہوا پس اسی اثناء میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے اونگ آ گئی تو خواب میں اس کے پاس آنے والا آیا پس اسے کہا کیا تجھے معلوم ہے کس چیز نے رسول اللہ ﷺ کو غمزدہ کیا ہے اس نے کہا نہیں، اس نے کہا وہ اذان ہے چنانچہ ان کے پاس جاؤ یہ پیغام لیکر کہ وہ حضرت بلال کو حکم دیں، آدمی کہتے ہیں اس نے پھر اسے اذان سکھلا دی۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر دومرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ دومرتبہ اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ دومرتبہ حی علی الصلوٰۃ دومرتبہ حی علی الفلاح دومرتبہ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ پھر اسے اسی طرح اقامت سکھلائی پھر اس کے آخر میں دوبار قد قامت الصلوٰۃ کہا جیسے لوگوں کی اذان اور ان کی اقامت ہے تو انصاری کو جاگ آئی پس رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس دروازہ پر بیٹھ گیا تو ابوبکر آئے تو انصاری نے کہا میرے لئے اجازت لے لیں پھر ابوبکر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کی خبر دی پھر انصاری داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو اس خواب کی خبر دی جو اس نے دیکھی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ ابوبکر خبر دے چکے ہیں پھر آپ نے فرمایا اس طرح کا حکم بلال کو دے دو۔

توضیح اللغات: حزینا غمزدہ غمگین پریشان وما کان الخ اس کا عطف طعام پر ہے اور ترک کا مفعول بہ ہے یا واو مع کے معنی میں ہے، ما سے مراد کھانے کیلئے جمع ہونے والے لوگ ہیں کیونکہ ما کا اطلاق کبھی غیر ذوی العقول پر بھی ہو جاتا ہے یا اس سے مراد طعام کے انواع اقسام اور اسباب ہیں نعس اونگنا (ف،ن) رجل، انصاری: مراد عبداللہ بن زید بن عبدربہ ہیں۔

مشروعیتِ اذان کا واقعہ

ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو یہ بات زیر غور آئی کہ لوگوں کو جماعت کیلئے کس طرح جمع کیا جائے بعض نے مشورہ دیا کہ آگ جلائی جائے لیکن اس میں مجوس کے ساتھ مشابہت تھی اسلئے یہ رائے مسترد ہو گئی بعض نے مشورہ دیا کہ نماز کے وقت قرن اور بوق بجا دیا جائے، قرن سینگ کو کہتے ہیں لیکن یہ یہودیوں کا فعل تھا اسلئے یہ

رائے مسترد ہوگئی، ایک رائے یہ دی گئی کہ ناقوس بجایا جائے، ناقوس دولکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں سے ایک بڑی اور ایک چھوٹی ہوتی ہے ایک دوسرے پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ نصاری کا عمل تھا اسلئے یہ رائے بھی قبول نہ ہوئی بعض نے فرمایا کہ نماز کے وقت ''الصلوٰۃ جامعۃ الصلوۃ جامعۃ'' کے الفاظ کہے جائیں تاہم کوئی فیصلہ نہ ہوا اور مجلس برخاست ہوگئی نبی علیہ السلام اور صحابہ اس فکر میں چلے گئے رات کو ایک صحابی عبداللہ بن زید بن عبدربہ کو خواب آیا، اس میں ایک شخص دیکھا جیسا کہ حدیث الباب میں ہے یا دو دیکھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے سبز چادروں والے تھے ہاتھ میں ناقوس تھا عبداللہ بن زید نے ان سے کہا ناقوس مجھ پر بیچ دو انہوں نے مقصد پوچھا تو صحابی نے مقصد بتلایا کہ لوگون کو نماز کیلیئے جمع کرنے کیلیئے بجائیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے اچھا طریقہ بتاتے ہیں پھر اذان سکھلائی، صحابی صبح نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئے خواب سنایا، آپ نے فرمایا کہ کلماتِ اذان بلال کو القاء کردو وہ اذان کہیں گے، صحابہ نے اذان سنی تو دوڑ کر آئے معلوم ہوا کہ دوسرے کئی حضرات نے اس طرح کا خواب دیکھا تھا، تقریباً گیارہ صحابہ نے دیکھا لیکن دربارِ رسالت میں سب سے پہلے عبداللہ بن زید پہنچے۔

مسئلہ: خواب عبداللہ بن زید نے دیکھا لیکن اذان حضرت بلال سے کہلوائی گئی اس کی دو وجہیں منقول ہیں (۱) خواب میں ہی حضرت بلال سے اذان کہلوانے کا امر ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے (۲) حضرت بلال کی آواز زیادہ بلند تھی۔

باب اجابة المؤذن

یہ باب مؤذن کو جواب دینے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱: ۹۱۔ ابو حنیفة عن عبداللّٰه قال سمعت ابن عمرؓ یقول کان النبی ﷺ اذا اذن المؤذن قال مثل ما یقول المؤذن .

ترجمہ: عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو آپ اسی طرح کہتے جو موذن کہتا۔

مسئلہ اولیٰ: اذان واقامت کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب؟ فقہاء احناف کے اس بارے دونوں قول ہیں واجب کا بھی اور مستحب کا بھی لیکن صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے واجب نہیں۔

مسئلہ ثانیہ: اذان واقامت کا جواب کن الفاظ میں ہو؟

اس پر اتفاق ہے کہ حیعلتین یعنی حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کے علاوہ اذان کے جواب میں وہی الفاظ کہے جائیں جو مؤذن کہتا ہے لیکن حیعلتین کے جواب میں کیا کہے؟ امام مالک اور امام شافعی کی ایک روایت یہ ہے کہ حیعلتین کے جواب میں بھی یہی الفاظ کہے جائیں لیکن احناف حنابلہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حیعلتین کے جواب میں حوقلة یعنی لاحول ولا قوة الاباللّٰہ کے الفاظ کہے جائیں، امام شافعی اور امام مالک کی دلیل حدیث الباب ہے کہ نبی علیہ السلام وہی الفاظ کہتے جو موذن کہتا۔ جمہور کی دلیل صحیح مسلم (۱۶۶/۱) میں حضرت عمر کی روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ حیعلیتن کا جواب حوقلہ سے دینا چاہئے۔ نیز حیعلتین کا جواب بھی حیعلتین کے ساتھ ہوتو یہ استہزاء کی صورت بن جائیگی موذن کہتا ہے، نماز اور کامیابی کی طرف آؤ اور یہ بھی اسے کہتا ہے نماز اور کامیابی کی طرف آؤ، اسلئے جواب حوقلہ سے دیا جائے، اس سے صحیح جواب بن جائیگا کہ ہم تیار ہیں لیکن طاقت اور توفیق اللّٰہ کی طرف سے ہوگی، گویا اس میں اپنے عجز اور انکسار کا اعتراف بھی ہے۔ اور حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت اس کی مفسر اور مخصص ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حیعلتین کے علاوہ اذان کا جواب مؤذن کے الفاظ میں دیا کرتے تھے۔

باب فضيلة بناء المسجد

یہ باب مسجد بنانے کی فضیلت کے بارے ہے

حدیث نمبر۱۲: ۹۲ ۔ابو حنيفة قال سمعت عبداللّٰه بن ابی اوفیؓ يقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول من بنیٰ للّٰه مسجداً ولو كمفحص قطاة بنى اللّٰه تعالىٰ له بيتاً فى الجنة.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں میں نے عبداللّٰہ بن ابی اوفیؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللّٰہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جس نے اللّٰہ کیلئے مسجد بنائی اگرچہ قطاۃ پرندے کے گھونسلے کے برابر ہو اللّٰہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنادیگا۔

توضیح اللغات: مفحص گھونسلہ ج، مفاحص، قطاۃ ایک ریگستانی پرندہ ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے اسے بھٹ تیتر بھی کہتے ہیں۔ ج قطاً قطوات قطیات: ولو كمفحص الخ یہ تشبیہ مبالغہ پر محمول ہے

کیونکہ اتنی جگہ میں نماز بھی نہیں پڑھی جا سکتی یا مطلب یہ ہے کہ مسجد کافی بڑی ہے لیکن کئی افراد نے مل کر بنائی اور ایک نے مذکورہ پرندہ کے گھونسلے کے برابر جگہ بنائی تو اس کو بھی فضیلت حاصل ہے۔

باب النهى عن انشادالبعير فى المسجد

یہ باب مسجد میں اونٹ تلاش کرنے سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: ۹۳ ۔ابو حنيفة عن علقمه عن ابن بريدة عن ابيه ان النبی ﷺ سمع رجلاً ينشد جملاً فی المسجد فقال لا وجدت وفی روايةٍ سمع رجلا ينشد بعيراً فقال لا وجدت ان هذه البيوت بنيت لما بنيت له وفی رواية ان رجلاً اطلع رأسه فی المسجد فقال من دعا الی الجمل الا حمر فقال له ﷺ ماوجدت انما بنيت هذه المساجد لما بنيت له.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص سے مسجد میں گم شدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اللہ کرے کہ تو نہ پائے اور ایک روایت میں ہے آپ نے ایک شخص سے اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نہ پائے بلاشبہ یہ گھر ان امور کیلئے بنائے گئے ہیں جن کیلئے بنائے گئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا سر مسجد میں داخل کیا پھر کہا کس نے سرخ اونٹ کی طرف بلایا ہے تو نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا تو نہ پائے یقیناً یہ مسجدیں ان عبادات کیلئے بنائی گئی ہیں جن کیلئے بنائی گئی ہیں۔

توضیح اللغات: ینشد (ن،ض،افعال) گم شدہ کو ڈھونڈنا، آواز دینا، پوچھنا، پتہ لگانا، اعلان کرنا، **لا وجدت** بددعاء ہے یا قطعی خبر ہے **اطلع** ادخل کے معنی میں ہے **من دعا الخ** اس کے دو معنی ہیں (۱) شرط ہے اور جزاء محذوف ہے یعنی **من دعا الی الجمل الاحمر اعطیته شیئاً** یعنی جو گم شدہ سرخ اونٹ کے بارے اطلاع دے گا میں اسے انعام دونگا، (۲) یہ سوال ہے کسی نے کہا تھا کہ مجھے سرخ اونٹ ملا ہے مالک نے پوچھا کہ کس کو ملا ہے؟

مساجد میں کس قسم کا اعلان جائز ہے؟ تفصیلی حکم

اس بارے یہ تفصیل ہے کہ مسجد میں اعلان کی کئی اقسام ہیں۔

(۱) مسجد میں اذان کے علاوہ تثویب جائز ہے۔

(۲) نمازِ جنازہ کا اعلان کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

(۳) رمضان میں سحری کیلئے جگانے اور سحری کا وقت ختم ہونے کا اعلان بھی جائز ہے۔

(۴) مسجد و مدرسہ کیلئے چندہ کا اعلان بھی درست ہے۔

(۵) کسی دوسرے حاجتمند کیلئے چندہ کا اعلان درست ہے۔

(۶) گم شدہ بچے اور جانور کا اعلان جائز نہیں کیونکہ آنے والی تفصیل کے مطابق بچہ یا جانور مسجد سے باہر گم ہوگا یا ملے گا، نیز حدیث الباب میں جانور کے اعلان کے عدمِ جواز کی تصریح ہے اور اس کی علت بھی حدیث میں آ گئی کہ مسجد اس مقصد کیلئے نہیں بنائی گئی۔

(۷) گم شدہ رقم اور ساز و سامان کا اعلان درست ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ ساز و سامان کے گم ہونے یا ملنے کی چار صورتیں ہیں (۱) مسجد سے باہر گم ہوا ہو (۲) مسجد سے باہر ملا ہو (۳) مسجد میں گم ہوا ہو (۴) مسجد میں ملا ہو، پہلی اور دوسری صورت تو بلاشبہ ناجائز ہے عدمِ جواز کی تصریح موجود ہے تیسری اور چوتھی صورت کے بارے تصریح تو نہیں ملتی لیکن ان میں بھی اصل عدمِ جواز ہے کیونکہ مسجد کا مقصد یہ نہیں، جن صورتوں میں اعلان جائز نہیں ان کیلئے متبادل کے طور پر دو صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

(۱) باہر مسجد کے دروازے پر اعلان کر دیا جائے (۲) مسجد کے اندر ہی اعلان کیئے بغیر چیز کے گم ہونے کی اطلاع یالقطہ ملنے کی خبر دے دی جائے۔

خبر اور اعلان میں فرق واضح ہے کہ خبر عام باتوں میں ہوگی شور و شغب نہ ہوگا اور اعلان اہتمام سے ہوگا بلند آواز ہوگی اور شور شرابہ ہوگا، اور اطلاع اور خبر اسلئے جائز ہے کہ یہ عام دنیاوی بات ہوئی اور مسجد میں بوقت ضرورت بقدرِ ضرورت دنیاوی بات کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

یہ پوری تفصیل اس وقت ہے کہ کسی نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر اعلان کرنا ہو اور لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے میں یہ تفصیل ہے جو اعلانات مسجد میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے جائز ہیں وہ لاؤڈ سپیکر پر بھی جائز ہیں اور جو اعلانات مسجد میں جائز نہیں ان کیلئے مسجد کا لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) لاؤڈ سپیکر اور اس کی مشینری مسجد میں ہوں تو اس کا استعمال جائز نہیں، اس کی تین وجوہ ہیں دو وجہیں پہلے آ چکی ہیں (۱) مسجد اس مقصد کیلئے بنائی نہیں گئی (۲) مسجد میں شور و شغب ہوگا (۳) مسجد کیلئے وقف یا مسجد کے مملوک لاؤڈ سپیکر کو ذاتی استعمال میں لانا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر اور اسکی مشینری مسجد کی حدود شرعیہ سے باہر ہیں تو یہ بھی آخری اور تیسری علت کی رو سے درست نہیں اگر چہ پہلی دو علتیں نہیں پائی جاتیں لیکن اگر مسجد کی انتظامیہ مصلحت کے پیش نظر اجازت دے اور نیت خلقِ خدا کی خدمت اور انسانی ہمدردی ہو تو درست معلوم ہوتا ہے۔

مسجد میں سوال کرنا۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا بھی جائز نہیں، نیز ایسے شخص کو کچھ دینا بھی درست نہیں کیونکہ یہ ناجائز کام کا تعاون ہے خاص طور پر اگر پیشہ ور بھکاری ہو۔

باب رفع اليدين في افتتاح الصلوة

یہ باب نماز کے شروع میں رفع یدین کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۴:۹۴۔ ابو حنيفة عن عاصم عن ابيه عن وائل بن حجرؓ ان النبی ﷺ كان يرفع يديه حتىٰ يحاذى بهما شحمة اذنيه وفى رواية عن وائل انه رأى النبی ﷺ يرفع يديه فى الصلوٰة حتىٰ يحاذى شحمة اذنيه.

ترجمہ: وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے کانوں کی لو کے برابر کردیتے اور وائل بن حجر سے ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو نماز میں اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے کانوں کی لو کے برابر کردیا۔

توضیح اللغات: یحاذی محاذات میں لانا، برابر کرنا شحمۃ: بضم الشین کان کی لو، کان کا نرم حصہ۔

ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

اس بارے روایات مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ کانوں کی لو تک اٹھانا چاہئیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانا چاہئیں اور یہ تینوں صورتیں بالاتفاق جائز ہیں البتہ افضل کیا ہے اس میں کچھ اختلاف ہے شافعیہ کے ہاں کندھوں تک اٹھانا افضل ہے اور ہمارے ہاں کان کی لو تک اٹھانا افضل ہے شافعیہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن سے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا معلوم ہوتا ہے اور احناف ان سے استدلال کرتے ہیں جن میں کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور

کندھوں تک اٹھانے کی روایات کو جواز پر محمول کرتے ہیں، نبی علیہ السلام کا عمل تین طرح کا منقول ہے، روایات میں اختلاف ہے محدثین نے ان میں تطبیق یہ دی ہے کہ نبی علیہ السلام اس انداز سے ہاتھ اٹھاتے کہ ہاتھ کندھوں کے برابر ہوجاتے اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوجاتے اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے بائی حصہ کے برابر ہوجاتے، آپ کے عمل میں تینوں باتیں جمع تھیں، پھر کسی راوی نے کندھوں کے ساتھ محاذات دیکھ کرنقل کر دیا کہ آپ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کسی نے انگوٹھوں کی نرمہ گوش کے ساتھ محاذات دیکھ کر روایت کر دیا کہ آپ کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے اور کسی نے کانوں کے بالائی حصہ کے ساتھ انگلیوں کی محاذات دیکھ کر یہ تعبیر اختیار کر لی کہ آپ کانوں کے بالائی حصہ تک رفع یدین کرتے تھے، اسلئے اس میں کوئی تعارض نہیں، یہ تعبیرات کا فرق ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ۹۵ ـ ابو حنیفة عن عاصم عن عبدالجبار بن وائل بن حجرؓ عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ یرفع عند التکبیر ویسلم عن یمینه ویساره.

ترجمہ: عبدالجبار بن وائل بن حجر اپنے والد وائل سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے دیکھا۔

مسئلہ رفع یدین۔

اس پر اتفاق واجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین مشروع ومسنون ہے لیکن رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے حنابلہ اور شافعیہ کے ہاں رفع یدین ہے اور احناف کے ہاں اور مالکیہ کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ رفع یدین نہیں ہے۔ احادیث دونوں طرف موجود ہیں، احناف کے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ترمذی (۵۸/۱)، سنن نسائی (۱۶۱/۱) ابوداؤد (۱۰۹/۱) میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الافی اول مرة یعنی کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی مرتبہ۔

(۲) ابوداؤد (۱۰۹/۱) طحاوی (۱۱۰/۱) مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں براء بن عازب کی روایت ہے ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود یعنی نبی علیہ السلام جب نماز شروع کرتے تو اپنے کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(۳) مجمع الزوائد (۱۰۳/۲) میں بحوالہ طبرانی ابن عباس کی مرفوع روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا تـرفـع

الایدی فی سبعة مواطن افتتاح الصلوة الخ اس حدیث میں ہے کہ سات جگہوں میں رفع یدین ہے (۱) نماز کے شروع میں (۲) بیت اللہ کے استقبال کے وقت (۳،۴) صفا اور مروہ کے استقبال کے وقت (۵،۶) حج میں موقفین کے وقت (۷) حجرِ اسود کے استلام کے وقت، یہاں رکوع کو جانے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں

دلائلِ امام شافعی واحمد بن حنبل:

ان کے دلائل کئی احادیث ہیں جن میں سے ایک حدیث صحیح مسلم میں وائل بن حجر کی روایت ہے

اس میں ہے فلما اراد ان یرکع اخرج یدیه من الثوب ثم رفعهما و کبر فرکع فلما قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه الحدیث حاصل یہ کہ نبی علیہ السلام نے جب رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع یدین کیا پھر رکوع کیا پھر جب سمع الله لمن حمده کہا تو رفع یدین کیا (۲) ایک دلیل بخاری مسلم وغیرہ میں عبداللہ بن عمر کی روایت ہے جس میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام رکوع کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی۔

جواب: ان دونوں حدیثوں کا جواب آئندہ دونوں روایات، روایت نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ میں بالترتیب آرہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت وائلؓ کی حدیث کا جواب

حدیث نمبر ۱۶: ۹۶۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال فی وائل بن حجر اعرابی لم یصل مع النبی ﷺ صلوٰة قبلها قط اهو اعلم من عبدالله و اصحابه حفظ ولم یحفظوا یعنی رفع الیدین وفی روایةٍ عن ابراهیم انه ذکر حدیث وائل بن حجر اعرابی صلی مع النبی ﷺ ماصلی صلوٰةً قبلها هوا علم من عبدالله وفی روایةٍ ذکر عنده حدیث وائل بن حجر انه رأی النبی ﷺ رفع یدیه عندالرکوع وعند السجود فقال هو اعرابی لا یعرف الاسلام لم یصل مع النبی ﷺ الا صلوٰة واحدةً وقد حدثنی من لا احصیٰ عن عبد الله ابن مسعود انه رفع یدیه فی بدء الصلوٰة فقط وحکیٰ عن النبی ﷺ وعبدالله عالم بشرائع السلام وحدوده ومتفقد لا حوال

النبی ﷺ ملازم له فی اقامته وفی اسفاره وقد صلی مع النبی ﷺ مالا یحصیٰ۔

ترجمہ: ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے وہ وائل بن حجر کے بارے فرماتے ہیں کہ وہ دیہاتی صحابی تھے انہوں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ اس سے پہلے کبھی نماز نہیں پڑھی کیا وہ عبداللہ بن مسعود اور ان کے شاگردوں سے زیادہ جاننے والے تھے کیا انہیں بات یاد رہی اور ان حضرات کو یاد نہ رہی، ابراہیم نخعی کی مراد رفع یدین ہے، اور ابراہیم نخعی سے ایک روایت میں منقول ہے کہ انہوں نے وائل بن حجر کی حدیث کا ذکر کیا تو فرمایا کہ وہ دیہاتی صحابی تھے انہوں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک نماز پڑھی ہے اس سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی تھی کیا وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ عالم ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے سامنے وائل بن حجر کی حدیث کا ذکر کیا گیا کہ انہوں نے رکوع اور سجدے کے وقت نبی علیہ السلام کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ دیہاتی صحابی تھے اسلام کو زیادہ نہ جانتے تھے انہوں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ نہیں پڑھی مگر ایک ہی نماز حالانکہ مجھے عبداللہ بن مسعودؓ سے اتنے حضرات نے یہ حدیث بیان کی جن کو میں شمار نہیں کر سکتا کہ انہوں نے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا اور اسے نبی علیہ السلام سے نقل فرمایا حالانکہ عبداللہ بن مسعودؓ اسلام کے احکام اور اس کی حدود کو جاننے والے، نبی علیہ السلام کے احوال کی جستجو کرنے والے، آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ کے اقامت اور سفر میں لزوم رکھنے والے صحابی ہیں اور انہوں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ اتنی نمازیں پڑھی ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

توضیح اللغات: شرائع احکام متفقد تلاش کرنے والے، جستجو رکھنے والے ملازم لازم پکڑنے والے۔

باب اجتماع ابی حنیفة واوزاعی

یہ باب امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کے اجتماع کے بارے ہے۔

حدیث ابن عمر کا جواب۔

حدیث نمبر ۱۷: ۹۷ ۔سفیان بن عیینة قال اجتمع ابو حنیفة والاوزاعی فی دارالحناطین بمکة فقال الا وزاعی لا بی حنیفة ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰة عند الرکوع وعند الرفع منه فقال ابو حنیفة لا جل انه لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیه شئ وقال

کیف لا یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیه عن رسول اللّٰه ﷺ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة وعند الرکوع وعند الرفع منه فقال له ابو حنیفة وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعودؓ ان رسول اللّٰه ﷺ کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوٰة ولا یعود لشئ من ذٰلک فقال الا وزاعی احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال له ابوحنیفة کان حماد افقه من الزھری وکان ابراھیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون ابن عمر فی الفقه وان کانت لا بن عمر صحبة وله فضل صحبة فالا سود له فضل کثیر وعبداللّٰه ھو عبداللّٰه فسکت الا وزاعی۔

ترجمہ: سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ میں دارالحناطین میں جمع ہوئے تو اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا تمہیں کیا ہوا کہ تم نماز میں رکوع کرتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے ہو؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس بارے میں نبی علیہ اسلام سے صحیح حدیث ثابت نہیں انہوں نے فرمایا کیسے صحیح ثابت نہیں حالانکہ مجھے زہری نے سالم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نبی علیہ السلام سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ آپ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت، تو امام ابوحنیفہ نے انہیں فرمایا مجھے حماد نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور اس میں سے کسی چیز کیلئے نہیں لوٹتے تھے تو اوزاعی نے فرمایا کہ میں تمہیں زھری عن سالم عن ابیه کی سند سے بیان کرتا ہوں اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد نے ابراہیم سے بیان کیا تو امام ابوحنیفہ نے انہیں فرمایا کہ حماد زہری سے بڑے فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ تھے اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگر چہ عبداللہ بن عمر کو نبی علیہ السلام کی صحبت حاصل تھی اور یہ اس کی صحبت کی فضیلت ہوئی تو اسود کو بھی بڑی فضیلت حاصل ہے اور عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں تو اوزاعی خاموش ہو گئے۔

توضیح اللغات: دارالحناطین اس میں دو احتمال ہیں (۱) حناطین حنطہ بمعنی گندم سے ہو، حناطین گندم کی خرید و فروخت کرنے والے (۲) حنوط بمعنی خوشبو سے ہو، یعنی خوشبو کی خرید و فروخت کرنے والے، عطار۔
فقال الا وزاعی احدثک الخ امام اوزاعی کا مطلب یہ تھا کہ میری سند عالی ہے، ثلاثی ہے نبی علیہ السلام تک صرف تین واسطے ہیں **فقال له ابو حنیفة الخ** جواب کا حاصل یہ ہے کہ ترجیح کی بنیاد سند کا عالی ہونا نہیں بلکہ راوی کا تفقہ ہے امام صاحب کی سند اگر چہ رباعی ہے یعنی نبی علیہ السلام تک چار واسطے ہیں لیکن تمام راوی فقیہ ہیں۔ اسلئے

حدیث مسلسل بالفقہاء ہے امام ابوحنیفہؒ نے علقمہ کو تفقہ میں ابن عمر کے برابر قرار دیا ہے اس کی تائید تہذیب التہذیب (۷/۲۷۸) کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے ابوظبیان فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کے بہت صحابہ کو پایا کہ وہ علقمہ سے سوالات کرتے اور فتویٰ حاصل کرتے ہیں۔

باب القرأة فی الصلوة

یہ باب نماز میں قراءۃ کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۹۸:۱۸ ۔ابو حنیفة عن طریف ابی سفیان عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال الوضوء مفتاح الصلوٰة والتکبیر تحریمها والتسلیم تحلیلها وفی کل رکعتین فسلم ولا تجزئ صلوٰة الابفاتحة الکتاب ومعها غیر ها وفی روایة اخریٰ عن المقری عن ابی حنیفة مثله وزادفی اٰخره قلت لا بی حنیفة مایعنی بقوله فی کل رکعتین فسلم فقال یعنی التشهد قال المقری صدق وفی روایة نحوه وزادفی اٰخره ولا یجزئ صلوٰة الابفاتحة الکتاب ومعها شئ.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کو حرمت میں ڈالنے والی اور سلام اس کو حلال کرنے والا ہے اور ہر دو رکعت میں سلام پھیرا کرو اور نماز کافی نہیں مگر سورہ فاتحہ کے ساتھ اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کے علاوہ سورت بھی ہو، اور مقری کی ایک دوسری روایت میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح منقول ہے اور اس کے آخری میں یہ اضافہ کیا ہے میں نے امام ابوحنیفہ کو کہا آپ علیہ السلام کی اپنے قول فی کل رکعتین فسلم سے کیا مراد ہے تو آپ نے جواب دیا آپ کی مراد تشہد ہے مقری نے فرمایا کہ سچ ارشاد فرمایا اور ایک روایت میں اسی طرح ہے اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے اور نماز کافی نہیں مگر فاتحۃ الکتاب کے ساتھ اور اس کے ساتھ کچھ اور قرآن ہو۔

اس حدیث میں پانچ جملے ہیں:

(۱) الوضوء مفتاح الصلوة: اس پر اتفاق ہے کہ نمازِ جنازہ اور سجدہ تلاوت کے علاوہ ہر قسم کی نماز کیلئے وضو شرط ہے جمہور کے ہاں سجدہ تلاوت اور نمازِ جنازہ کیلئے بھی وضوء شرط ہے۔امام شعبی اور ابن جریر طبری کے ہاں ان

دونوں کیلئے وضو شرط نہیں. امام بخاری کے ہاں نماز جنازہ کیلئے شرط ہے سجدہ تلاوت کیلئے نہیں، جمہور کے ہاں دونوں کیلئے وضو ضروری ہے حدیث الباب اس کی دلیل ہے وہ اس طرح کہ اس میں صلوۃ کا لفظ مطلق ہے نماز جنازہ کو بھی شامل ہے، قرآن میں بھی صلوۃ کا اطلاق نماز جنازہ پر ہوا ہے **ولا تصل علی احد منھم مات ابدا** الآیۃ اور سجدہ تلاوت کیلئے اس لئے ضروری ہے کہ سجدہ نماز کا اہم ترین جزء اور عظیم رکن ہے، نماز کیلئے وضو شرط ہے تو اس کے عظیم رکن کیلئے بھی شرط ہونا چاہئے۔

(۲) **التکبیر تحریمھا** : تحریم بمعنی محرم ہے یعنی حرمتِ صلوۃ میں داخل کرنے والی چیز تکبیر ہے، تکبیر سے بہت سی وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو نمازی پر پہلے حلال تھیں مثلاً کھانا، پینا بات چیت کرنا وغیرہ۔

تکبیر کی حیثیت: اس پر اتفاق ہے کہ نماز کیلئے اللہ اکبر کہہ کر داخل ہونا ضروری ہے لیکن تکبیر نماز کیلئے شرط ہے یا رکن؟ اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے ہاں شرط ہے اور جمہور کے ہاں رکن ہے. جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے اس میں حصر کے ساتھ کہا گیا ہے کہ تکبیر ہی نماز کی حرمت میں داخل کرنے والی ہے۔ اس کے علاوہ نبی علیہ السلام نے تکبیر کہنے پر مواظبت فرمائی ہے، معلوم ہوا کہ یہ رکن ہے، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن نماز کے اندر ہوتا ہے اور شرط اس سے باہر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے **وذکر اسم ربہ فصلی** اس میں کہا گیا ہے کہ اس نے اللہ کا نام یاد کیا یعنی تکبیر کہی پھر نماز پڑھی ، **فصلی** میں فاء تعقیب مع الوصل کیلئے ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نماز تکبیر کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور تکبیر نماز کی حقیقت سے خارج شے ہے جو کہ شرط ہو سکتی ہے۔

(۳) **والتسلیم تحلیلھا** تحلیل محلّل کے معنی میں ہے یعنی سلام پھیرنا نماز کو حلال کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کے دوران کچھ کام حرام ہو جاتے ہیں سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔

سلام کی حیثیت میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے ہاں سلام کہہ کر نماز سے نکلنا فرض ہے، ہمارے ہاں سلام فرض نہیں، پھر کیا ہے، اس میں دو قول ہیں امام طحاوی سے مروی ہے کہ سنت موکدہ ہے اور شیخ ابن الھمام سے مروی ہے کہ واجب ہے، یہ قول صحیح اور راجح ہے، ائمہ ثلاثہ حدیث الباب سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں جو کہ حصر کا فائدہ دیتے ہیں اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ سلام فرض ہو۔ ہماری دلیل ابو داؤد (۱۳۹/۱) میں حدیث ہے نبی علیہ السلام نے تشہد سکھلانے کے بعد عبداللہ بن مسعود کو فرمایا اذا **قلت ھذا او فعلت ھذا فقد قضیت صلوتک** یعنی جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا اتنی مقدار بیٹھ گئے تو تمہاری نماز پوری ہوگی، اگر سلام فرض ہوتا تو نماز پوری نہ ہوتی اور حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ خبرِ واحد ہے اس سے فرضیت ثابت کرنا صحیح نہیں۔

(۴) **وفی کل رکعتین فسلم** :اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) تسلیم سے مراد تشہد ہے اور مناسبت ظاہر ہے کہ تشہد میں بھی سلام کا ذکر ہے **السلام علیک ایھا النبی الخ** مطلب یہ ہوا کہ ہر دو رکعت پر تشہد ضروری ہے امر جوب کیلئے ہوگا، خواہ نفل ہوں یا فرائض، یہ توجیہ حدیث الباب میں امام ابو حنیفہ سے منقول ہے۔
(۲) تسلیم اپنے معنی میں ہے یعنی سلام پھیرنا، اس صورت میں نفل نماز کی دو رکعتیں مراد ہونگی اور امر استحباب کیلئے ہوگا، مطلب یہ ہوا کہ نفل نماز میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا چاہئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نوافل ایک سلام کے ساتھ کتنی رکعات ہونا چاہئیں۔ اس میں کچھ اختلاف ہے۔ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ دو رکعات افضل ہیں، یہ صاحبین کی دلیل ہوئی۔
(۵) **ولا تجزئ صلوۃ الخ** اس کی وضاحت آگے آتی ہے۔

نماز کیلئے قرأت ضروری ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: ۹۹۔ **ابو حنیفۃ عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ھریرۃؓ قال نادیٰ منادی** رسول اللہ ﷺ **بالمدینۃ لا صلوٰۃ الا بقراء ۃ ولو بفاتحۃ الکتاب.**

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے مدینہ میں ندا دی کہ نماز نہیں ہوتی مگر قرأت کے ساتھ اگرچہ فاتحۃ الکتاب کی صورت میں ہو۔

باب عدم الجھر ببسم اللہ

یہ باب بسم اللہ کو بلند آواز سے نہ پڑھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲۰: ۱۰۰۔ **ابو حنیفۃ عن حماد عن انسؓ کان النبی ﷺ وابو بکر وعمر لا یجھرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم.**

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اور ابو بکر اور عمر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۱: ۱۰۱۔ **عن ابی سفیان عن یزید بن عبداللہ بن مغفلؓ انہ صلی خلف امام**

فجهر ببسم اللّٰہ الرحمن الرحمن فلماانصرف قال یا عبداللّٰہ احبس عنا نغمتک ھٰذہ فانی صلیت خلف رسول اللّٰہ ﷺ وخلف ابی بکر وعمر وعثمانؓ فلم اسمعھم یجھرون بھا وھٰذا صحابی قال الجامع وروت جماعة ھٰذا الحدیث عن ابی حنیفة عن ابی سفیان عن یزید عن ابیه عن النبی ﷺ قیل وھو الصوب لا ن ھٰذاالخبر مشھور عن عبداللّٰہ بن مغفل

ترجمہ: یزید بن عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس نے بلند آواز سے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھی تو جب انہوں نے سلام پھیرا تو فرمایا اے اللہ کے بندے اپنی یہ آواز ہم سے روک دو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ میں نے ان سے بسم اللہ بلند آواز میں پڑھتے نہیں سنی اور یہ صحابی ہیں، جامع فرماتے ہیں ایک جماعت نے یہ حدیث ابو حنیفة عن ابی سفیان عن یزید عن ابیه کی سند سے نبی علیہ السلام سے روایت کی ہے، کہا گیا ہے یہی درست ہے کیونکہ یہ حدیث عبداللہ بن مغفل سے مشہور ہے۔

توضیح اللغات: نغمتک نغمہ آواز کو کہتے ہیں مراد تسمیہ کو بلند آواز سے پڑھنا ہے وھٰذا صحابی یعنی عبداللہ بن مغفل صحابی ہیں، نہ کہ ان کا بیٹا یزید قال الجامع الخ حاصل یہ کہ یہ حدیث متصل ہے اور نماز پڑھنے کا واقعہ عبداللہ بن مغفل کا ہے اصل سند ہے یزید عن عبداللہ، کسی نے عن کی بجائے بن لکھ دیا۔

جھر بالتسمیة کا حکم

امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں نماز میں بسم اللہ پڑھنا مشروع ہی نہیں اور جمہور کے ہاں تسمیہ مشروع ومسنون ہے البتہ تسمیہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے؟ اس میں اختلاف ہے امام شافعی کے ہاں جہری نماز میں جہر کے ساتھ اور سری نمازوں میں سر کے ساتھ پڑھا جائیگا امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے ہاں جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں میں آہستہ پڑھا جائیگا۔

امام شافعی کی دلیل:

سنن نسائی (۱۴۴/۱) میں نعیم مجمر کی روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے ہمیں نماز پڑھائی فقرأ ببسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، آپ نے بسم اللہ بھی پڑھی، اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں تم میں سے نماز میں نبی

علیہ السلام کے ساتھ زیادہ مشابہت والا ہوں۔

دلائل احناف، مذکورہ احادیث الباب ہیں۔

امام شافعی کے مستدل کا جواب:

(۱) حافظ زیلعیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث شاذ اور معلول ہے کیونکہ یہ واقعہ ابو ہریرہ کے کئی شاگردوں نے نقل کیا ہے نعیم مجمر کے علاوہ کسی نے قراۃ تسمیہ کا جملہ نقل نہیں کیا۔

(۲) اگر حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ اس میں بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے، بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

باب القراءة فی العشاء

یہ باب عشاء کی نماز میں قرأت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۲۲: ۱۰۲۔ ابو حنیفة عن عدی عن البراءؓ قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ العشاء وقرأ بالتین والزیتون.

ترجمہ: براء بن عازبؓ فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اور آپ نے والتین والزیتون کی قرأت کی۔

باب القراءة فی الفجر

یہ باب نماز فجر میں قرأت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۲۳: ۱۰۳۔ ابو حنیفة ومسعر عن زیاد عن قطبة بن مالکؓ قال سمعت النبی ﷺ یقرأ فی احدیٰ رکعتی الفجر والنخل باسقات لها طلع نضید.

ترجمہ: قطبہ بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام سے فجر کی دو رکعتوں میں سے ایک میں والنخل باسقات لها طلع نضید پڑھتے ہوئے سنا۔

توضیح اللغات: باسقات لمبے تنے اور لمبی ٹہنیوں والے، طلع شگوفہ، کھجور کا گابھا نضید تہہ بتہہ۔

باب كفاية قراءة الامام للمؤموم

یہ باب امام کی قراءت مقتدی کو کفایت کرنے کے متعلق ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: ۱۰۴۔ابو حنيفة عن موسىٰ عن عبدالله بن شداد عن جابر بن عبدالله ان رسول الله ﷺ قال من كان له امام فقراءة الامام له قراءة وفي رواية ان رجلا قرأ خلف النبي ﷺ في الظهر والعصر واومأ اليه رجل فنهاه فلما انصرف قال اتنهاني ان اقرأ خلف النبي ﷺ فتذاكرا ذلك حتى سمع النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ من صلى خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة وفي رواية قال جابر قرأ رجل خلف رسول الله ﷺ فنهاه رسول الله ﷺ وفي رواية قال صلىّ رسول الله ﷺ بالناس فقرأ رجل خلفه فلماقضى الصلوة قال أيكم قرأ خلفي ثلاث مرات فقال رجل من القوم انا يا رسول الله ﷺ فقال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قرأة وفي رواية قال انصرف النبي ﷺ من صلوٰة الظهر والعصر فقال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلىٰ فسكت القوم حتىٰ سأل عن ذٰلك مرارًا فقال رجل من القوم انا يا رسول الله ﷺ قال لقد رأيتك تنازعني اوتخالجني القرآن.

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کا امام ہوتو امام کی قرأت اس کی قرأت ہےاور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عصر یا ظہر کی نماز میں نبی علیہ السلام کے پیچھے قرأت کی اور ایک شخص نے اس کی طرف اشارہ کیااور اسے منع کیا پس جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے کہا کیا تو مجھے نبی علیہ السلام کے پیچھے قرأت سے منع کرتا ہے تو انہوں نے اس کا آپس میں ذکر شروع کیا یہاں تک کہ نبی علیہ السلام نے سن لیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہےاور ایک روایت میں ہے جابر نے فرمایا نبی علیہ السلام نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی پس جب آپ نے نماز پوری کی تو تین بار فرمایا کہ تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرأت کی ہے تو ایک شخص نے کہا میں نے اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہےاور وہ ایک روایت میں فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ظہر یا عصر کی نماز کا سلام پھیرا تو فرمایا تم میں سے کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی ہے تو لوگ خاموش ہوگئے یہاں تک کہ آپ نے کئی بار پوچھا تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا ''میں نے'' اے اللہ کے رسول، آپ

نے فرمایا بلا شبہ میں تجھے سمجھ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن کے بارے جھگڑ رہا ہے یا قرآن مجھ پر ملتبس کر رہا ہے۔

توضیح اللغات: تنازعنی باب مفاعلہ، جھگڑنا، نزاع کرنا یخالجنی خلجان میں ڈالنا۔

مسئلہ قراءت خلف الامام۔

اس پر اتفاق ہے کہ منفرد سورۃ فاتحہ بھی پڑھے گا اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت بھی ملائے گا، اس پر بھی اتفاق ہے کہ امام بھی سورۃ فاتحہ اور ضمِ سورت کرے گا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مقتدی ضمِ سورت نہیں کرے گا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں، احناف کے ہاں مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، امام شافعی کے ہاں قرأت فاتحہ واجب ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، امام مالک اور امام احمد کا اتفاق ہے کہ جہری نمازوں میں قرأت خلف الامام واجب نہیں بلکہ جائز یا مستحب یا مکروہ ہے، تین روایات ہیں اور سری نمازوں میں قرأت خلف الامام کے بارے تین روایات ہیں وجوب، استحباب اور اباحت۔

امام شافعی کے بارے مشہور ہے کہ وہ ہر قسم کی نماز میں وجوب قرأت کے قائل ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ سری نمازوں میں وجوب کے قائل ہیں، جہری نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں۔ واضح رہے کہ جتنے مسائل میں اختلاف ہے وہ عموماً افضل اور غیر افضل ہونے کا اختلاف ہے لیکن اس مسئلہ میں افضلیت اور غیر افضلیت کا اختلاف نہیں، جواز عدمِ جواز بلکہ وجوب اور تحریم کا اختلاف ہے۔

دلائل امام شافعی: ان کے کئی دلائل ہیں جن میں سے ایک دو کتاب میں مذکور ہیں چنانچہ حدیث نمبر ۱۱۸ ابو سعید خدری کی روایت اور حدیث نمبر ۱۱۹ ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، ان میں کہا گیا ہے کہ نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، اور حدیث مطلق ہے امام مقتدی اور منفرد سب کو شامل ہے۔

دلائل احناف: کئی دلائل ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) حدیث الباب عن جابر، مختلف الفاظ کے ساتھ آیا ہے کہ جس مقتدی کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

(۲) قرآن کریم، سورہ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون، اس میں قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات دو باتوں کا حکم اور امر ہے، استماع کے معنی ہیں سننے کیلئے کان متوجہ کرنا خواہ آواز کان میں آئے یا نہ آئے، معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی قرأت منع ہے اور انصات کے

معنی ہیں ترک التکلم یعنی بات نہ کرنا نہ سراً اور نہ جہراً، معلوم ہوا کہ امام کی اقتداء میں قرأت بالکل جائز نہیں نہ سراً نہ جہراً بلکہ خاموش رہنا ضروری ہے، واضح رہے کہ یہ حکم قرأتِ قرآن کے وقت ہے اور سورہ فاتحہ کا قرآن سے ہونا اجماعی مسئلہ ہے نیز یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے نازل ہوئی ہے، یہی صحیح قول ہے۔

(۳) صحیح مسلم (۱/۱۷۴) باب التشهد فی الصلوة میں ابوموسی اشعریؓ کی روایت اور سنن نسائی (۱/۱۴۶) میں ابوہریرہؓ کی روایت، یہ ذرا طویل حدیثیں ہیں، ان میں یہ بھی آتا ہے واذا قرأ فانصتوا یعنی جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، ان میں قرأت امام کے وقت مطلقاً خاموش رہنے کا امر ہے، یہ حکم سورہ فاتحہ کی قرأت کو بھی شامل ہے۔

آثارِ صحابہ

(۱) موطا امام محمد (ص۱۰۱) میں سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرة یعنی میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارا ڈال دیا جائے۔

(۲) موطا امام محمد (ص۱۰۲) میں زید بن ثابتؓ سے مروی ہے من قرأ خلف الامام فلا صلوة لہ یعنی جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اور صحابہ کرام کے آثار منقول ہیں۔

جوابات: (۱) امام شافعی کا حدیث ابوہریرہ اور حدیث ابوسعید خدری سے استدلال صحیح نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے مقتدی کے بارے میں نہیں، اسکی واضح دلیل یہ ہے کہ ابوسعید کی روایت میں مزید الفاظ ہیں ومعها غیرها یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ اس کے علاوہ سورت بھی ضروری ہے حتیٰ کہ یہ حدیث صحیح مسلم (۱/۱۶۹) میں عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے اس میں بھی اضافہ ہے اس کے الفاظ ہیں لاصلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا. ابوداؤد (۱/۱۱۸) میں ابوسعیدؓ کی روایت ہے اس میں وماتیسر کی زیادتی ہے اور ابوداؤد (۱/۱۱۸) میں ابوہریرہ کی روایت ہے اس میں فمازاد کے الفاظ مروی ہیں، مطلب یہ ہوا کہ نماز کیلئے سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ ضم سورت بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منفرد اور امام کیلئے ہے مقتدی کیلئے نہیں، پہلے آچکا کہ مقتدی پر بالاتفاق ضمِ سورہ نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث مقتدی کے بارے میں نہیں۔

(۲) اگر مان لیا جائے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں بھی ہے تو جواب یہ ہوگا کہ ٹھیک ہے اس کیلئے قرأت فاتحہ ضروری ہے لیکن حدیث مطلق ہے قرأت خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً، مقتدی حقیقۃً تو قرأت نہیں کرتا لیکن حکماً کرتا ہے" اس طرح کہ باجماعت نماز ایک نماز ہے اور امام قرأت کر رہا ہے تو یہ مقتدی کی قرأت ہوگی، کیونکہ امام تمام مقتدیوں کا

مقتدیٰ ہے، چنانچہ ایک واقعہ منقول ہے کہ چند افراد امام ابوحنیفہ سے قرأت خلف الامام کے بارے مناظرہ کیلئے آئے، ان کا موقف تھا کہ امام کی قرأت مقتدیوں کیلئے کافی نہیں ہر مقتدی کو خود قرأت کرنا ضروری ہے امام صاحب نے بڑا سمجھایا کہ امام سب کا مقتدیٰ ہے اس کی قرأت سب کی قرأت ہے لیکن وہ نہ مانے کہا مناظرہ کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کر لیتے ہیں آپ اپنے گروہ میں سے کسی ایک کو بڑا مقرر کر دیں، میں تیار ہوں، انہوں نے مشورہ کر کے ایک کو مناظر طے کر لیا امام صاحب نے فرمایا کہ یہ آپ کا مسلمہ مناظر ہے اس کی ہار جیت آپ کی شمار ہوگی اور اس کی ہر بات آپ کی طرف منسوب ہوگی؟ انہوں نے کہا ہاں، امام صاحب نے فرمایا کہ پھر تو میں مناظرہ جیت گیا کیونکہ یہ آپ کا مقتدیٰ ہے اس کی ہر بات حکماً آپ کی شمار ہوتی ہے تو امام بھی مقتدِی حضرات کا مقتدیٰ ہوتا ہے اس کی قرأت بھی مقتدیوں کی قرأت تصور ہوگی، اور یہی میرا مدعیٰ ہے چنانچہ وہ خاموش ہو گئے۔

باب نسخ التطبیق

یہ باب تطبیق کے منسوخ ہونے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: ۱۰۵۔ ابو حنیفة عن ابی یعفور عمن حدثه عن سعد بن مالکؓ قال کنا نطبق ثم امرنا بالرکب.

ترجمہ: سعد بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم تطبیق کیا کرتے تھے پھر ہمیں گھٹنے پکڑنے کا حکم دیا گیا۔

توضیح اللغات: امرنا اس میں دو احتمال ہیں (۱) امر ماضی واحد غائب ہو اور نا ضمیر متکلم مفعول بہ ہو یعنی نبی علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا (۲) امرنا، ماضی مجہول متکلم جمع کا صیغہ ہو، یعنی ہمیں حکم دیا گیا۔ الرکب رکبۃ کی جمع، گھٹنہ، اصل میں ہے باخذ الرکب، گھٹنوں کو پکڑنا نطبق تطبیق یہ ہے کہ رکوع میں جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں کو بند کر دے اور گھٹنوں پر لٹکا دے، ان سے گھٹنوں کو پکڑے نہیں، تطبیق اب منسوخ ہے۔ رکوع میں دائیں ہاتھ سے دایاں گھٹنہ اور بائیں ہاتھ سے بایاں گھٹنہ مضبوط پکڑ لینا چاہئے۔

باب اکتفاء الامام علی التسمیع

یہ باب امام کے تسمیع پر اکتفاء ہے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲۶: ۱۰۶۔ ابن ابی السبع بن طلحة قال رأیت ابا حنیفة یسأل عطاء عن

الامام اذا قال سمع الله لمن حمده. ایقول ربنا لک الحمد قال ماعلیه ان یقول ذٰلک. ثم روی عن ابن عمرؓ صلے بنا النبی ﷺ فلما رفع رأسه من الرکعة قال سمع الله لمن حمده فقال رجل ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه فلما انصرف النبی ﷺ قال من ذاالمتکلم بھٰذه قالھا ثلٰث مرات قال الرجل انا یا نبی اللّٰه قال فوالذی بعثنی بالحق لقد رائیت بضعةً وثلٰثین ملکاً یبتدون ایّھم یکتبھا لک واول من یرفعھا.

ترجمہ: ابن ابی السبع بن طلحہ فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ آپ حضرت عطاءؒ سے امام کے بارے پوچھ رہے ہیں جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو کیا وہ ربنا لک الحمد کہے گا آپ نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں کہ وہ اسے کہے پھر انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا کہ ہمیں نبی علیہ السلام نے نماز پڑھائی تو جب اپنا سر رکوع سے اٹھایا تو سمع الله لمن حمده کہا تو ایک شخص نے کہا ربنالک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه تو جب نبی علیہ السلام نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ ان کلمات کے ساتھ تکلم کرنے والا کون تھا یہ بات تین مرتبہ فرمائی ایک شخص نے کہا میں تھا اے اللہ کے نبی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے بلاشبہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے جو بھاگ رہے تھے کہ ان میں سے کون اسے تمہارے لئے لکھے گا اور ان میں سے کون اسے سب سے پہلے اٹھائیگا۔

توضیح الغات: بضعة اس کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے۔

تحمید و تسمیع کا حکم

رکوع سے اٹھتے وقت دو وظیفے مشروع ہیں تسمیع اور تحمید، سمع الله لمن حمده کو تسمیع اور ربنا لک الحمد کو تحمید کہتے ہیں، جمہور کا اتفاق ہے کہ منفرد تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا امام اور مقتدی کے بارے اختلاف ہوا ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ کے ہاں امام صرف تسمیع کہے تحمید نہ کہے اور جمہور اور صاحلین کے ہاں امام دونوں کہے گا حدیث الباب امام صاحب کی دلیل ہے فلا علیه کے معنی ہیں فلا ضرورة علیه یعنی اس کیلئے ضروری نہیں اور استدلال اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے تسمیع کہا اور مقتدی نے تحمید، معلوم ہوا کہ یہ الگ الگ وظائف ہیں امام صرف تسمیع کہے گا اور مقتدی کے بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صرف تحمید کہے تسمیع نہ کہے دلیل حدیث الباب ہے اور امام شافعی کے ہاں دونوں کہے۔

سجدہ کو جانے اور اٹھنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۷: ۱۰۷ ۔ابو حنیفة عن عاصم عن ابیه عن وائل بن حجرؓ قال کان النبی ﷺ اذا سجد وضع رکبته قبل یدیه واذا قام رفع یدیه قبل رکبتیه.

ترجمہ: وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھتے اور جب کھڑے ہوتے تو اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے۔

مسئلہ: حدیث الباب اور دیگر نصوص کی روشنی میں سجدہ میں جانے اور اس سے اٹھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جاتے ہوئے پہلے اپنے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور اٹھتے ہوئے اس کے برعکس، سب سے پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے۔

باب ان السجدة علی سبعة اعظم

یہ باب اس بارے ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر ہے۔

حدیث نمبر ۲۸: ۱۰۸ ۔ابو حنیفة عن طاؤس عن ابن عباسؓ اوغیرہ من اصحاب النبی ﷺ قال اوحی الی النبی ﷺ ان یسجدعلی سبعة اعظم.

ترجمہ: ابن عباسؓ یا ان کے علاوہ نبی علیہ السلام کے کسی صحابی سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی گئی کہ وہ سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کریں۔

توضیح اللغات :ان یسجد معروف ومجہول دونوں طرح درست ہے اعظمٌ بضم الظاء عظمٌ کی جمع ہڈی، مراد اعضاء ہیں۔

رکوع میں گدھے کی طرح نہیں جھکنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۲۹: ۱۰۹ ۔ابو حنیفة عن ابی سفیان عن ابی نضرة عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ الانسان یسجد علیٰ سبعة اعظم جبهته ویدیه ورکبتیه ومقدم قدمیه واذا

سجد احدکم فلیضع کل عضو موضعهم واذارکع فلا یدبح تدبیح الحمار.

ترجمہ: ابوسعید خدری فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا انسان کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنا چاہئے اپنی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے اگلے حصہ پر اور جب تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو چاہئے کہ ہر عضو کو اس کی جگہ رکھے اور جب رکوع کرے تو گدھے کی طرح سر نہ جھکائے۔

توضیح اللغات: تدبیح بعض روایات میں دال کے ساتھ اور بعض میں ذال کے ساتھ مروی ہے، بعض نے ذال کی روایت کو تصحیف قرار دیا ہے، اس کے معنی ہیں نمازی کا رکوع میں سر جھکا دینا اور پشت اٹھالینا جیسا کہ گدھے کی عادت ہوتی ہے۔

باب النهی عن مدالرجلین فی السجود

یہ باب سجدہ میں پاؤں پھیلانے سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۰: ۱۱۰۔ ابو حنیفة عن ابی سفیان عن ابی نضرةؓ قال قال رسول اللهﷺ اذا سجد احدکم فلا یمدرجلیه فان الانسان یسجد علی سبعة اعظم جبهته و یدیه ورکبتیه ورجلیه وفی روایة اذا سجد احدکم فلایمد صلبه وفی روایة قال نهی رسول اللهﷺ ان یمد الرجل صلبه فی سجوده.

ترجمہ: ابونضرہ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو اپنی ٹانگوں کو مت پھیلائے کیونکہ انسان سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے اپنی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں ٹانگوں پر اور ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو اپنی پشت کو نہ کھینچے اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے سجدہ میں اپنی پشت پھیلائے۔

فان الانسان الخ پاؤں اور قدم نہ پھیلانے کی علت ہے، مطلب یہ ہے کہ اس نے قدموں کے اگلے حصہ پر سجدہ کرنا ہے اگر ٹانگوں اور قدموں کو پھیلا دیا تو ان پر سجدہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا پاؤں کو قبض کرے۔ اور مدالصلب یعنی پشت پھیلانا، کنایہ ہے طمانینت اور تعدیل سے، مطلب یہ ہے کہ نماز کا ہر رکن اتنے اطمینان سے ادا کیا جائے کہ ہر عضو اپنی جگہ اور مستقر پر ہو جائے۔

باب النهي عن كف الشعر والثوب في الصلوة

یہ باب نماز میں بال اور کپڑے سمیٹنے سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۳۱:۱۱۱۔ ابو حنيفة عن عكرمة عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم ولا اكف شعراً ولا ثوباً.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور یہ کہ بال نہ سمیٹوں اور نہ کپڑا۔

توضیح اللغات: اكف الخ بعض روایات میں اکفت ہے، کف کے معنی روکنا اور کفت یکفت کے معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے آتے ہیں، نماز کے دوران کپڑوں کو سمیٹنا یا بالوں کو اکٹھا کر کے باندھنا مکروہ ہے، بشرطیکہ عملِ قلیل کی حد تک ہو، اگر عملِ کثیر کا ارتکاب کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر پہلے بال سمیٹ کر باندھ لئے ہوں تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مذکورہ چار احادیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہے(۱) پیشانی (۳،۲) یدین(۵،۴) رکبتین (۷،۶) قدمین، اس پر اتفاق ہے کہ صحیح اور مسنون سجدہ وہ ہے جس میں ساتوں اعضاء زمین پر لگ جائیں، پھر ان میں سے یدین اور رکبتین کو زمین پر لگانا سنت ہے واجب نہیں، ان کو لگائے بغیر سجدہ کر لیا تو نماز ہو جائے گی اور قدمین میں سے کسی ایک زمین پر لگانا واجب ہے دونوں کا لگانا سنت ہے۔ لہٰذا اگر سجدہ میں سبحان اللہ کہنے کی مقدار کوئی قدم بھی نہ لگایا تو سجدہ ادا نہ ہوگا، نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر کوئی ایک لگا دیا تو سجدہ ہو جائیگا لیکن خلاف سنت ہے اور پیشانی میں اصل یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں زمین پر لگائے جائیں، اس پر اتفاق ہے کہ بلا عذر کسی ایک پر اکتفاء کرنا خلافِ سنت ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے اس میں اختلاف ہوا ہے کہ بلا عذر صرف پیشانی یا ناک پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر صرف پیشانی پر اکتفاء کیا تو نماز مکروہ تنزیہی کے ساتھ ادا ہو جائیگی اور اگر صرف ناک پر اکتفاء کیا تو سجدہ نہ ہوگا، امام ابوحنیفہ کے ہاں اگر صرف پیشانی پر اکتفاء کیا تو سجدہ کراہت تنزیہی کے ساتھ ادا ہو جائیگا اور اگر ناک پر اکتفاء کیا تو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا ہو جائیگا۔

باب النهی عن الافتراش فی السجود

یہ باب سجدے میں بازو زمین پر بچھانے سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۳۴۲:۱۱۲۔ ابو حنیفة عن جبلة بن سحیم عن عبداللّٰہ بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی فلا یفترش ذراعیه افتراش الکلب.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے تو اپنے بازو کتے کے بازو بچھانے کی طرح نہ بچھائے۔

مسئلہ: مختلف احادیث میں نمازی کو نماز میں حیوانات کی شکل اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے حیوانات اوران کی مختلف شکلوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) افتراش السبع، درندے کی طرح بازوؤں کو زمین پر بچھانا۔

(۲) اقعاء الکلب، یعنی کتے کی طرح سرین زمین پر رکھ کراس پر بیٹھ جانا اور ہاتھ زمین پر ٹیک دینا۔

(۳) التفات الثعلب لومڑی کی طرح التفات کرنا۔

(۴) بروک البعیر اونٹ کی طرح بیٹھنا۔

(۵) نقرة الدیک مرغ کی طرح ٹھونگے لگانا۔

(۶) نقرة الغراب کوے کی طرح ٹھونگے لگانا۔

(۷) تدبیح الحمار۔ جس کی وضاحت آچکی ہے۔

(۸) عقبة الشیطان یعنی دونوں ایڑیاں کھڑی کر کے ان پر بیٹھنا۔

باب عدم القنوت فی الفجر

یہ باب فجر میں قنوت نہ ہونے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۳۴۳:۱۱۳۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعودؓ ان النبی ﷺ لم یقنت فی الفجر قط الاشهر اواحدالم یرقبل ذلک ولا بعده یدعو علی ناس من المشرکین.

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فجر کی نماز میں کبھی قنوت نہیں پڑھی مگر ایک ہی مہینہ اس سے پہلے اور بعد میں دکھائی نہیں دیئے گئے آپ مشرکین کے کچھ لوگوں پر بدعاء کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴: ۱۱۴ ـ **ابو حنیفة عن عطیة عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ انه لم یقنت الا اربعین یوما یدعو علیٰ عصیة و ذکو ان ثم لم یقنت الیٰ ان مات.**

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے قنوت نہیں پڑھی مگر چالیس دن عصیہ اور ذکوان قبیلے پر بددعا کر رہے تھے پھر آپ نے قنوت نہیں پڑھی یہاں تک کہ رخصت ہوگئے۔

قنوت کے احکام واقسام

قنوت کے کئی معانی آتے ہیں (۱) سکوت (۲) طولِ قیام (۳) طاعت (۴) دعا وغیرہ یہاں دعا مراد ہے، نماز میں قنوت کی تین قسمیں ہیں (۱) قنوتِ نازلہ (۲) قنوت فی الفجر بالدوام (۳) قنوت فی الوتر۔ قنوت فی الوتر کی تفصیل آگے آئیگی، یہاں پہلی دو اقسام کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

(۱) قنوت فی الفجر بالدوام: امام ابوحنیفہ امام احمد اور صاحبین کے ہاں عام حالات میں فجر کی نماز میں دعائے قنوت مشروع نہیں، نہ مستحب نہ سنت، امام شافعی کے ہاں یہ سنت ہے اور امام مالک کے ہاں مستحب ہے یہ ہر نماز فجر میں ہمیشہ دوسری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ امام شافعی اور امام مالک ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنے کا ذکر آتا ہے۔ ترمذی میں براء بن عازبؓ کی روایت ہے **ان النبی ﷺ کان یقنت فی صلوۃ الصبح والمغرب**، یعنی نبی علیہ السلام صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔

(۲) دارقطنی میں انس کی روایت ہے **مازال رسول اللّٰہ ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا** یعنی آپ ہمیشہ فجر میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

دلائلِ احناف: ہمارے دلائل احادیث الباب ہیں اس کے علاوہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ابو مالک اشجعی کی روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا آپ نبی علیہ السلام اور ابوبکر وعمر عثمان وعلی کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں تو کیا وہ فرض نمازوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا **ای بنی محدث** یعنی اے بیٹے یہ بعد کی ایجاد کردہ چیز ہے۔

جواب: امام شافعی اور امام مالک جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ قنوتِ نازلہ پر محمول ہیں۔ چنانچہ پہلی روایت میں مغرب کا ذکر بھی ہے۔ اور دوسری حدیث میں مازال کا مطلب بالفعل پڑھنا نہیں بلکہ اس کی مشروعیت مراد ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں، ضرورت کے موقع پر آپ پڑھا کرتے تھے۔

(۲) قنوتِ نازلہ: قنوتِ نازلہ سے مراد وہ دعا ہے جو مسلمانوں پر مصائب اور شدائد آنے کی صورت میں نماز فجر وغیرہ میں پڑھی جاتی ہے اس کے بارے دو مسائل کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) قنوتِ نازلہ کی مشروعیت: ائمہ ثلاثہ اور احناف کا اتفاق ہے کہ جب مسلمانوں پر مصائب اور شدائد نازل ہوں یا کفار کے ساتھ جنگ وجدال کی صورت ہو تو ایسے موقعہ پر نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا مشروع ہے۔

(ب) قنوتِ نازلہ کا مقام: یعنی کن کن نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا چاہئے۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے امام شافعی کے ہاں پانچوں نمازوں میں مشروع ہے امام احمد کے ہاں باقی کسی نماز میں مشروع نہیں، احناف کے تین اقوال ہیں (۱) باقی کسی نماز میں مشروع نہیں (۲) تمام جہری نمازوں میں مشروع ہے (۳) تمام نمازوں میں مشروع ہے۔ اس بارے میں راجح پہلا قول ہے اور مغرب میں بھی قنوت نازلہ پڑھی جا سکتی ہے، بہت سے حضرات نے اسے راجح قرار دیا۔

باب كيفية التشهد

یہ باب تشہد کی کیفیت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۵: ۱۱۵۔ ابو حنيفة عن عاصم عن ابيه عن وائل بن حجرؓ قال كان رسول الله ﷺ اذا جلس في الصلوة اضجع رجله اليسرى وقعد عليها ونصب رجله اليمنى۔

ترجمہ: وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو لیٹا دیتے اور اس پر بیٹھ جاتے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر دیتے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

احادیث سے قعدہ میں بیٹھنے کے دو طریقے ثابت ہیں (۱) افتراش (۲) تورک، افتراش کا مطلب یہ ہے کہ بائیں

پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دینا اور تورک کا مطلب یہ ہے کہ بائیں کولہے پر بیٹھ جانا اور دونوں قدم دائیں جانب باہر نکال دینا، اس پر اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کیلئے دونوں طریقے جائز ہیں البتہ افضل کیا ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں مرد کیلئے مطلقاً افتراش افضل ہے خواہ قعدہ اولی ہو یا قعدہ اخیرہ، امام مالک کے ہاں مطلقاً تورک افضل ہے، خواہ قعدہ اولی ہو یا قعدہ اخیرہ، امام شافعی کے ہاں جس قعدہ کے بعد سلام ہو اس میں تورک افضل ہے اور جس قعدہ کے بعد سلام نہ ہو اس میں افتراش افضل ہے۔

دلیلِ امام مالک: ترمذی (۶۲/۱) باب ماجاء فی وصف الصلوة میں ابوحمید ساعدیؓ کی روایت ہے آخر میں ہے حتی کانت الرکعة التی تنقضی فیها صلوته اخر رجله الیسری وقعد علی شقه متور کا ثم سلم یعنی آخری وہ رکعت جس میں نماز ختم ہوتی ہے نبی علیہ السلام اپنے دائیں قدم کو پیچھے کر دیتے اور اپنی ایک جانب پر تورک میں بیٹھ جاتے پھر سلام پھیرتے۔

جواب: (۱) یہ حالت عذر پر محمول ہے (۲) بیان جواز پر محمول ہے۔

امامِ شافعی کی دلیل: حدیث الباب ہے وہ اسے اس قعدہ پر محمول کرتے ہیں جس کے بعد سلام نہ ہو یعنی رباعی نماز میں قعدہ اولی پر، اور ابوحمید ساعدی کی مذکورہ حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں اور اسے اس قعدہ پر محمول کرتے ہیں جس کے بعد سلام ہو چنانچہ اس میں سلام کا ذکر بھی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ تورک اور افتراش دونوں ثابت ہیں لیکن جس قعدہ میں سلام ہو اس میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ اسلئے راحت کیلئے تورک کرنا چاہئے اور جس میں سلام نہ ہو وہ مختصر ہوتا ہے۔ اس میں افتراش افضل ہے۔

جواب: حدیث الباب کو اس قعدہ پر محمول کرنا کہ جس میں سلام نہ ہو۔ خلافِ ظاہر ہے اس کی کوئی دلیل نہیں اور ابوحمید ساعدی کی حدیث کے جوابات آ چکے ہیں اور عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نماز راحت کا مقام نہیں ہے افتراش میں اتنی مشقت ہے نہیں، اگر ہے تو اس پر ثواب زیادہ ملے گا۔

ادلۂ احناف (۱) حدیث الباب: اس میں مطلق افتراش کا معمول ذکر کیا ہے۔ قعدہ اولی اور آخری کی کوئی قید مذکور نہیں۔

باب كيفية التشهد للمرأة

یہ باب عورت کے لئے تشہد کی کیفیت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶ : ۱۱۶ ۔ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ انه سئل كيف كن النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن .

ترجمہ: ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں عورتیں کیسے نمازیں پڑھتی تھیں انہوں نے فرمایا کہ وہ چارزانو ہوکر بیٹھتی تھیں پھرانہیں حکم دیا گیا کہ سرین پرسیدھی بیٹھا کریں۔

توضیح اللغات: كن النساء :النسأ کن کی ضمیر فاعل سے بدل ہے یا اكلوني البراغيث کے قبیل سے ہے۔ يحتفزن سرین پرسیدھا ہوکر بیٹھنا، یعنی تورک کرنا۔

عورت کیلئے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

احناف کے ہاں خواتین کیلئے قعدہ میں تورک کی ہیئت اختیار کرنا سنت ہے۔ حدیث الباب اس کی دلیل ہے اس کے علاوہ جن احادیث میں نبی علیہ السلام کا تورک ثابت ہے۔ وہ بھی خواتین کوتورک کی تعلیم دینے پرمحمول ہیں۔

تشہد سکھلانے کا اہتمام

حدیث نمبر ۳۷ : ۱۱۷ ۔ابو حنيفة عن ابی اسحاق عن البراء عن النبی ﷺ كان يعلمنا التشهد كما يعلم السورة من القرآن.

ترجمہ: براء بن عازب نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ہمیں تشہد ایسے سکھاتے جیسے قرآن کی سورت سکھائی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸ : ۱۱۸ ۔ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن عبدالله قال علّمنا رسول الله ﷺ خطبة الصلوة يعني التشهد.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کا خطبہ سکھایا یعنی تشہد۔

فائدہ: تشہد کوتشہد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آخری حصہ میں شہادۃ توحیدورسالت ہے اشهد ان لااله الا الله الـــخ اوراسے خطبۂ صلوۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خطبہ خطاب سے ہے اس کے ابتدائی حصہ میں نبی علیہ السلام کوحکائی طور؛

مخاطب کیا گیا ہے السلام علیک ایھا النبی الخ اور یہ نماز کا پہلا لازمی حصہ ہے جس میں اللہ کے علاوہ کسی کو مخاطب کیا گیا ہے، اسلئے اسے خطبہ صلوۃ کہا گیا ہے۔

باب تشہد ابن مسعود

یہ باب ابن مسعود کے تشہد کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۹:۱۱۹۔ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابی وائل شقیق بن سلمۃ عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال کنا اذا اصلینا خلف النبی ﷺ نقول السلام علی اللّٰہ وفی روایۃ زیادۃ من عبادہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل فاقبل علینا النبی ﷺ فقال ان اللّٰہ ھو السلام فاذا اتشہد احدکم فلیقل التحیات للّٰہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسوله وفی روایۃ انھم کانو ا یقولون السلام علی اللّٰہ السلام علی جبرئیل السلام علی رسول اللّٰہ فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقولوا السلام علی اللّٰہ ولکن قولوا التحیات للّٰہ والصلوٰت والطیبات الیٰ اٰخر التشہد وفی روایۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ علمھم التحیات الی اٰخر التشہدفی روایۃ علمنا وفی روایۃٍ قال کنا اذا صلینا مع النبی ﷺ نقول اذا جلسنا فی اٰخر الصلوۃ السلام علی اللّٰہ السلام علی رسول اللّٰہ وعلی ملائکتہ نسمیھم من الملائکۃ فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقولوا کذا وقولوا التحیات للّٰہ والصلوت والطیبات.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جب ہم نبی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے السلام علی اللہ اور ایک روایت میں زیادتی ہے کہ اللہ کے بندوں کی طرف سے، جبرئیل اور میکائیل پر سلام ہو تو نبی علیہ السلام ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ ہی سلام ہے پس جب تم میں سے کوئی ایک تشہد پڑھے تو چاہئے کہ کہے التحیات للّٰہ الخ قولی عبادات اور بدنی عبادات اور مالی عبادات اللہ کیلئے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے

بندے اور رسول ہیں اور ایک روایت میں ہے وہ کہا کرتے تھے السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل السلام علی رسول اللہ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا السلام علی اللہ نہ کہو بلکہ التحیات للہ و الصلوات و الطیبات، تشہد کے آخر تک اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں التحیات تشہد کے آخر تک سکھایا اور ایک روایت میں ہے ہمیں سکھایا اور ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جب ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھتے تو جب ہم نماز کے آخر میں بیٹھتے تو کہتے السلام علی اللہ السلام علی رسول اللہ و علی ملئکتہ اور فرشتوں میں سے ان کے نام لیتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح نہ کہو اور التحیات للہ و الصلوٰت و الطیبات کہو۔

توضیح اللغات: السلام بمعنی سلامتی بھی آتا ہے اور اللہ کا نام بھی ہے السلام علی اللہ سے اسلئے منع کیا ہے کہ یہاں دونوں معنی نہیں بنتے۔ کیونکہ اللہ خود سلامتی بھیجتا اور دیتا ہے۔

توضیح اللغات: التحیات و الصلوٰات و الطیبات الخ تحیات صلوٰت اور طیبات میں کیا فرق ہے اس میں کئی اقوال ہیں (۱) مشہور صحیح قول یہ ہے کہ التحیات سے عبادات قولیہ الصلوات سے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے عبادات مالیہ مراد ہیں۔ (۲) تحیات تحیہ کی جمع ہے بمعنی بقاء، بادشاہی، عظمت اور حیات کے ہیں اور الصلوٰات اور الطیبات کے وہی معنی ہیں جو نمبر ا میں بیان ہوئے (۳) التحیات سے مراد تعظیم و تکریم کی تمام انواع ہیں صلوات سے مراد فرائض و نوافل اور الطیبات سے مراد کلمات طیبہ اور تمام اعمال ہیں۔

السلام علیک الخ اس پر شبہ ہے کہ نبی علیہ السلام ہر نمازی کے پاس موجود نہیں پھر آپ کو کیوں مخاطب کیا جاتا ہے نیز اہلِ بدعت اس سے آپ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

جواب (۱) نبی علیہ السلام کیلئے صیغہ خطاب کا استعمال بطور حکایت کے ہے، کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں نبی علیہ السلام نے دربار الٰہی میں التحیات الخ کہہ کر تحفہ توحید پیش کیا تو اللہ نے بطور انعام السلام علیک الخ کہا پھر نبی علیہ السلام نے نیک بندوں کو سلامتی میں شامل کرنے کیلئے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کہا۔ اس مکالمہ پر فرشتوں نے اشهد الخ کہا۔ یہ مکالمہ شبِ معراج میں ہوا پھر اسے بعینہ امت کو تعلیم کیا گیا۔

جواب (۲) تشہد نبی علیہ السلام نے صحابہ کو سکھایا آپ ان کے سامنے تھے، پھر پوری امت کو بطور حکایت اس کی تعلیم دی گئی۔

جواب (۳) عدم موجودگی میں صیغہ خطاب نبی علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔

کلماتِ تشہد

تشہد کے الفاظ چوبیس صحابہ سے مروی ہیں، ان کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے پھر ان میں سے دس تشہد مشہور ہیں، اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے جو تشہد پڑھ لیا جائے جائز ہے البتہ افضل کونسا ہے اس میں اختلاف ہے احناف اور حنابلہ کے ہاں تشہد عبداللہ بن مسعود افضل ہے جو کہ حدیث الباب میں ہے۔ شافعیہ کے ہاں تشہد ابن عباس افضل ہے اور مالکیہ کے ہاں تشہد عمرؓ افضل ہے۔

تشہد ابن عباسؓ: یہ تشہد ترمذی میں مروی ہے اس کے الفاظ ہیں التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للّٰہ سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ سلام علینا الخ آگے تشہد ابن مسعود کی طرح ہے۔

تشہد عمرؓ: موطا امام مالک میں منقول ہے الفاظ یہ ہے التحیات للّٰہ الزاکیات للّٰہ الطیبات الصلوات للّٰہ السلام علیک الخ آگے تشہد ابن مسعود کی طرح ہے۔

ہمارے ہاں تشہد ابن مسعود افضل ہے، اس کی وجوہ یہ ہیں۔

وجوہِ افضلیت تشہد ابن مسعودؓ

(۱) اسے امام ترمذیؒ نے سب سے اصح قرار دیا ہے۔

(۲) یہ روایت تمام صحاح ستہ میں مروی ہے اور الفاظ بعینہ ایک ہیں، بالکل اختلاف نہیں۔

(۳) یہ روایت مسلسل باخذ الید ہے، نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یہ تشہد سکھایا، یہ اہتمام کی دلیل ہے پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگرد کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا، یہ سلسلہ آگے چلتا رہا ہے۔

(۴) بعض روایات میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسے پڑھنے کا حکم اور امر کیا۔

(۵) امام ترمذی کی نقل کے مطابق جمہور صحابہ اور تابعین کا عمل اس کے مطابق تھا۔

(۶) اس میں دو واو عاطفہ ہیں جن سے اللہ کی حمد و ثناء کے الگ الگ جملے بنتے ہیں۔ تشہد عمر اور ابن عباس میں حرف واو نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابوبکر صدیق نے تعلیم کی خاطر اسے ممبر پر چڑھ کر سنایا ہے۔

(۸) موطا امام محمد میں ہے عبداللہ بن مسعود اس بات کو ناپسند کرتے کہ اس میں ایک حرف کم یا زیادہ کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود کی نظروں میں اس کی کتنی اہمیت تھی اور وہ اسے کس قدر اہتمام سے یاد کرتے تھے۔

باب كيفية التسليم

یہ باب سلام پھیرنے کے طریقہ کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۰: ۱۲۰۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعودؓ قال كان رسول الله ﷺ يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتىٰ يرى شق وجهه وعن يساره مثل ذلك وفي رواية حتىٰ يرىٰ بياض خده الا يمن وعن شماله مثل ذٰلك.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں طرف سے سلام پھیرتے کہتے السلام عليكم ورحمة الله وبركاته یہاں تک کہ آپ کے چہرے کی ایک جانب دکھائی دی جاتی اور اپنے بائیں طرف بھی اسی طرح اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور آپ کے بائیں طرف بھی یہی کیفیت ہوتی۔

السلام علیکم الخ اس سے پہلے یقول فعل محذوف ہے یری مجہول، شق جانب خد رخسار۔

باب التسليمتين في الصلوة

یہ باب نماز میں دو سلاموں کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۱: ۱۲۱۔ ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن عبد اللهؓ قال كان رسول الله ﷺ يسلم عن يمينه وعن يساره تسليمتين.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں طرف دو سلام پھیرتے۔

سلام ایک یا دو؟

امام شافعی امام ابوحنیفہ امام احمد اور جمہورؒ کا مذہب یہ ہے کہ امام مقتدی اور منفرد تینوں پر دو سلام واجب ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف، امام مالک کے ہاں منفرد بھی دو سلام پھیرے گا لیکن امام اپنے سامنے کی طرف منہ اٹھا کر ایک

(۸) موطا امام محمد میں ہے عبداللہ بن مسعود اس بات کو ناپسند کرتے کہ اس میں ایک حرف کم یا زیادہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود کی نظروں میں اس کی کتنی اہمیت تھی اور وہ اسے کس قدر اہتمام سے یاد کرتے تھے۔

باب كيفية التسليم

یہ باب سلام پھیرنے کے طریقہ کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۰: ۱۲۰۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعودؓ قال كان رسول الله ﷺ يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتىٰ يرى شق وجهه وعن يساره مثل ذلك وفي رواية حتىٰ يرىٰ بياض خده الايمن وعن شماله مثل ذلك.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں طرف سے سلام پھیرتے کہتے السلام عليكم ورحمة الله وبركاته یہاں تک کہ آپ کے چہرے کی ایک جانب دکھائی دی جاتی اور اپنے بائیں طرف بھی اسی طرح اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور آپ کے بائیں طرف بھی یہی کیفیت ہوتی۔

السلام عليكم الخ اس سے پہلے یقول فعل محذوف ہے یری مجہول، شق جانب خد رخسار۔

باب التسليمتين في الصلوة

یہ باب نماز میں دو سلاموں کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۱: ۱۲۱۔ ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن عبداللهؓ قال كان رسول الله ﷺ يسلم عن يمينه وعن يساره تسليمتين.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں طرف دو سلام پھیرتے۔

سلام ایک یا دو؟

امام شافعی امام ابوحنیفہ امام احمد اور جمہورؒ کا مذہب یہ ہے کہ امام مقتدی اور منفرد تینوں پر دو سلام واجب ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف، امام مالک کے ہاں منفرد بھی دو سلام پھیرے گا لیکن امام اپنے سامنے کی طرف منہ اٹھا کر ایک

سلام پھیرے، اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف مڑ جائے اور مقتدی تین سلام پھیرے گا ایک دائیں، ایک بائیں اور ایک امام کی طرف تا کہ اس کے سلام کا جواب ہو جائے۔

دلائلِ جمہور: احادیث الباب ہیں اس کے علاوہ احادیث کثیرہ دو سلاموں کے بارے وارد ہوئی ہیں چنانچہ امام طحاوی نے بیس صحابہ کرام سے دو سلاموں کی روایات نقل فرمائی ہیں۔

دلیلِ امام مالک: ترمذی میں حضرت عائشہ کی روایت ان رسول اللہ ﷺ کان یسلم فی الصلوۃ تسلیمۃ واحدۃ تلقاء وجھہ ثم یمیل الی الشق الایمن شیاً یعنی نبی علیہ السلام نماز میں اپنے چہرے کے سامنے کی طرف ایک سلام کہتے پھر دائیں جانب کچھ مڑ جاتے۔

جواب: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ تسلیمۃ واحدۃ: مفعولِ مطلق ہے اور مفعول مطلق جس طرح بیان عدد کیلئے آتا ہے بیان نوع کیلئے بھی آتا ہے، یہاں بیان نوع کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے دونوں سلام ایک ہی نوعیت اور ایک ہی کیفیت والے ہوتے تھے پھر تلقاء وجھہ سے اس نوعیت کا بیان ہے کہ دونوں طرف سلام اس طرح پھیرتے کہ جب چہرہ سامنے کی طرف ہوتا تو لفظ السلام سے ابتداء کرتے پھر گردن پھیرنے کے ساتھ ساتھ باقی الفاظ ادا کرتے یہ کیفیت نہیں تھی کہ پہلے منہ پھیر لیا پھر سلام کہہ دیا۔

باب تخفیف الصلوۃ

یہ باب نماز کو مختصر اور ہلکی کرنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۲: ۱۲۲ ـ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال کان عبداللہ بن مسعود وحذیفۃ وابو موسیٰ وغیرھمؓ من اصحاب النبی ﷺ اجتمعوا فی منزل فاقیمت الصلوٰۃ فجعلوا یقولون تقدم یا فلان لصاحب المنزل فابیٰ فقال تقدم انت یا ابا عبدالرحمن فتقدم فصلے صلوٰۃً خفیفۃً وجیزۃً اتمّ الرکوع والسجود فلما انصرف قال القوم لقد حفظ ابو عبدالرحمن صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: ابراہیم نخعی فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود اور حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے علاوہ نبی علیہ السلام کے صحابہ ایک گھر میں جمع ہوئے تو نماز کیلئے اقامت کہی گئی تو وہ گھر والے کو کہنے لگے اے فلاں تو آگے ہو جا تو اس نے

انکار کردیا تو گھر کے مالک نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن آپ آگے ہو جائیں تو وہ آگے ہوئے اور ہلکی مختصر نماز پڑھائی رکوع اور سجدے کو پورا کیا پس جب فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا بلاشبہ ابو عبدالرحمٰن نبی علیہ السلام کی نماز کو یاد کئے ہوئے ہیں۔

توضیح اللغات: خفیفة، ہلکی، وجیزة، مختصر۔

باب الصلوة على الحصير

یہ باب چٹائی پر نماز پڑھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۳ :۱۲۳۔ ابو حنيفة عن ابى سفيان عن جابر عن ابى سعيدؓ انه دخل على رسول الله ﷺ يصلے علىٰ حصير يسجد عليه.

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو آپ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا آپ اس پر سجدہ کرتے تھے۔

توضیح اللغات: **حصیر** چٹائی، ج حصر۔

باب الصلوة قاعدا و قائما و محتبئا

یہ باب بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر اور احتباء کر کے نماز پڑھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴۴ :۱۲۴۔ ابو حنيفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ صلّٰى قاعداً وقائماً ومحتبياً.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر اور احتباء کر کے نماز پڑھی ہے۔

توضیح اللغات: احتباء اس کی صورت یہ ہے کہ سرین لگا کر زمین پر اس طرح بیٹھ جائے کہ ٹانگیں کھڑی ہوں اور انہیں پیٹ کے ساتھ ملا دیا جائے، ہاتھ کے ساتھ پیٹ سے ملا دے یا پیٹ کی طرف سے کپڑا موڑ کر ٹانگوں کو باندھ دیا جائے، آپ کا احتباء کر کے یا بیٹھ کر نماز پڑھنا عذر پر محمول ہے یا نفل نماز پڑھی ہے، عذر کا ذکر اگلی روایت میں آرہا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵ : ۱۲۵۔ ابو حنیفة عن ابی سفیان عن الحسنؒ ان رسول اللہ ﷺ صلّی محتبیاً من رمد کان بعینه.

ترجمہ: حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس درد کی وجہ سے احتباء کر کے نماز پڑھی تھی جو آپ کے آنکھ میں تھا۔

توضیح اللغات: رمد آنکھ کا درد، آشوبِ چشم۔

باب صلوة المریض

یہ باب مریض کی نماز کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۴۶ : ۱۲۶۔ محمد بن بکیر قاضی الدامغان قال کتبت الی ابی حنیفة فی المریض اذا ذهب عقله کیف یعمل به فی وقت الصلوٰة فکتب الیّ یخبرنی عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللّٰه قال مرضت فعادنی النبی ﷺ ومعه ابوبکر وعمر وقد اغمیَ علیّ فی مرضی وجاء ت الصلوٰة فتوضاء رسول اللّٰه ﷺ وصب علیّ من وضوئه فافقت فقال کیف انت یا جابر ثم قال صلِ مااستطعت ولو ان تؤمیَ.

ترجمہ: شہر دامغان کے قاضی محمد بن بکیر فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ کو مریض کے بارے خط لکھا کہ جب اس کی عقل چلی جائے تو وہ نماز کے وقت اس کے ساتھ کیسے نماز پڑھے تو آپ نے میری طرف خط لکھا مجھے محمد بن منکدر سے خبر دے رہے تھے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوگیا تو نبی علیہ السلام نے میری عیادت کی اس حال میں کہ آپ کے ساتھ ابوبکر وعمر تھے درآنحالیکہ مجھ پر اپنی بیماری میں بے ہوشی طاری ہوگئی تھی اور نماز کا وقت ہوا تو آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کے پانی میں سے مجھ پر ڈالا تو مجھے افاقہ ہوگیا تو فرمایا اے جابر تم کیسے ہو؟ پھر فرمایا تمہیں جس طرح طاقت ہو نماز پڑھ لو اگرچہ تم اشارہ کرو۔

توضیح اللغات: **یعمل**: یصلی کے معنی میں ہے، اغمی بیہوش ہونا، غشی طاری ہونا، صب پانی ڈالنا (ن) افقت: افاقة سے، افاقہ ہونا، مرض سے بری ہونا، تومی، ایماء سے ہے، اشارہ کرنا۔

باب امر النبی ﷺ فی مرض موته ابابکر بالامامة

یہ باب نبی علیہ السلام کے اپنے مرض الموت میں ابوبکر کو امامت کا حکم دینے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۴۷: ۱۲۷۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عائشة ام المومنین قالت لما اغمی علی رسول الله قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس فقیل ان ابا بکر رجل حصر وهو بنفسه یکره ان یقوم مقامک قال افعلوا ما اٰمر کم به.

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دیدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو کہا گیا کہ وہ تنگ دل اور نرم دل انسان ہیں وہ خود بھی آپ کی جگہ کھڑے ہونے کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اسے کر گزرو۔

توضیح اللغات: حصر تنگ دل، نرم دل، رک جانے ولا، مراد قرأت سے رک جانے والا ہے۔

حدیث نمبر ۴۸: ۱۲۸۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عائشة ام المومنینؓ قالت لما اغمِیَ علی رسول اللهﷺ قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس فقیل له یا رسول الله ان ابا بکر رجل حصر وهو یکره ان یقوم مقامک فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس یاصویحبات یوسف و کرّر.

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دے دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو کہا گیا اے اللہ کے رسول یقیناً ابوبکر نرم دل آدمی ہیں اور وہ خود اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آپ کے مقام پر کھڑے ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اے یوسف علیہ السلام والیو اور بات کئی بار فرمائی۔

توضیح اللغات: صویحبات: صاحبات کی تصغیر ہے۔

حدیث نمبر ۴۹: ۱۲۹۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ ان النبی ﷺ لما مرض المرض الذی قبض فیه خف من الوجع فلما حضرت الصلوة قال لعائشةؓ مری

ابا بکر فلیصل بالناس فارسلت الیٰ ابی بکر ان رسول اللہ ﷺ یا مرک ان تصلے بالناس فارسل الیھا انی شیخ کبیر رقیق وانی متیٰ اریٰ رسول اللہ ﷺ فی مقامه ارق لذٰلک فا جتمعی انت وحفصة عند رسول اللہ ﷺ فیرسل الیٰ عمر فیصلے بھم ففعلت فقال رسول اللہ ﷺ انتن صواحب یوسف مری ابا بکر فلیصل بالناس فلمانودی بالصلوٰۃ سمع النبی ﷺ المؤذن وھو یقول حیی علی الصلوٰۃ فقال رسول اللہ ﷺ ارفعونی فقالت عائشة قد امرت ابابکر ان یصلی بالناس وانت فی عذر قال ارفعونی فانه جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ قالت عائشة فرفعت بین اثنین وقد ماہ تخدان الارض فلما سمع ابو بکر بحس رسول اللہ ﷺ تاخر فأو ما الیه رسول اللہ ﷺ فجلس النبی ﷺ عن یسار ابی بکر وکان النبی ﷺ حذاء ہ بکر ویکبر ابو بکر بتکبیر النبی ﷺ ویکبر الناس بتکبیر ابی بکر حتی فرغ ثم ماصلیٰ بالناس غیر تلک الصلوٰۃ حتیٰ قبض وکان ابو بکر الاما م والنبی ﷺ وجع حتیٰ قبض.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا تھا تو آپ کو درد سے تخفیف ہوئی تو جب نماز کا وقت آیا تو عائشہ کو فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں تو اس نے ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو انہوں نے حضرت عائشہ کو پیغام بھیجا کہ میں بوڑھا زیادہ عمر والا نرم دل آدمی ہوں اور جس وقت میں رسول اللہ ﷺ کو ان کے مقام میں دیکھتا تو مجھ پر اس کیلئے رقت طاری ہو جاتی ہے لہٰذا آپ اور حفصہ نبی علیہ السلام کے پاس جمع ہوں تو وہ حضرت عمر کو پیغام بھیج دیں گے وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو عائشہ نے یہی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یوسف علیہ السلام والی خواتین ہوا ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں پس جب نماز کیلئے اذان دی گئی تو نبی علیہ السلام نے موذن کی آواز سنی اور وہ کہہ رہا تھا نماز کی طرف آؤ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ تو عائشہ نے کہا آپ نے ابوبکر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیا ہے اور آپ عذر میں مبتلا ہیں آپ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ کیونکہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ عائشہ فرماتی ہیں پس میں نے دو آدمیوں کے درمیان کھڑا کر دیا اس حال میں کہ آپ کے قدم

زمین پر نشانات چھوڑ رہے تھے پس جب ابوبکر نے نبی علیہ السلام کے آنے کی آہٹ سنی تو پیچھے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا پس نبی علیہ السلام ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور نبی علیہ السلام ان کی محاذات میں تکبیر کہتے اور ابوبکر نبی علیہ السلام کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے اور لوگ ابوبکر کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے یہاں تک کہ فارغ ہو گئے پھر آپ نے اس نماز کے علاوہ لوگوں کو کوئی نماز نہیں پڑھائی۔ یہاں تک کہ رخصت ہو گئے اور ابوبکر امام تھے اور نبی علیہ السلام بیمار تھے یہاں تک کہ آپ کو اٹھالیا گیا۔

توضیح اللغات: خف ھلکا ہونا رق (ض) مجھ پر رقت طاری ہوتی ہے۔ اثنین مراد حضرت عباس اور علی ہیں۔ تخدان (ن) زمین پر نشان بنانا، نشان اور علامت چھوڑنا، زمین پھاڑنا۔

تعارض: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام امام اور ابوبکر مکبر تھے جبکہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر امام تھے نبی علیہ السلام نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

جواب: یہ مختلف واقعات پر محمول ہے ایک واقعہ میں آپ امام بنے اور ایک میں ابوبکر امام بنے۔

باب امامة ولدالزنا والعبد والاعرابی

یہ باب ولدالزنا اور غلام اور دیہاتی کی امامت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵۰: ۱۳۰۔ حماد عن ابیه عن ابراهیم قال یؤم القوم ولد الزنا والعبد والاعرابی اذا قرأ القرآن.

ترجمہ: ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ولد الزنا اور غلام اور دیہاتی لوگوں کے امام بن سکتے ہیں بشرطیکہ انہوں نے قرآن پڑھا ہو۔

ولدالزنا، غلام اور دیہاتی اگر بڑا عالم یا قاری ہو تو اس کی امامت بالاتفاق درست ہے۔ روایت مذکورہ اس کی دلیل ہے البتہ اگر قاری یا عالم نہ ہو تو ان کی امامت مکروہ ہے ولد الزنا کی اسلئے کہ معاشرہ میں لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اگرچہ قصور اس کی ماں کا ہے اور غلام اور دیہاتی اکثر جاہل اور ناواقف ہوتے ہیں مسائل کا علم نہیں ہوتا اسلئے مکروہ ہے۔

باب قيام الجماعة برجل وامرأة

یہ باب ایک مرد اور عورت سے جماعت قائم ہونے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۱:۱۳۱۔ابو حنيفة عن الهيثم عن عكرمة عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ صلّی برجل فصلّی خلفه وامرأة خلف ذلك صلی بهم جماعة.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ شخص آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا اور ایک عورت اس کے پیچھے کھڑی ہوگئی آپ نے ان کو نماز باجماعت پڑھائی۔

باب فضيلة وصل الصفوف

یہ باب اتصالِ صفوف کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲:۱۳۲۔ابو حنيفه عن عطاء بن يسار عن ابی سعيدی الخدریؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الله وملائكته يصلون علی الذين يصلون الصفوف.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کو ملانے والوں پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔

توضيح اللغات: اللہ کے صلوٰۃ سے مراد رحمت بھیجنا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ سے مراد رحمت مغفرت کی دعا کرنا ہے۔ يصلّون: بشديد اللام ،صلوۃ سے ہے يصلون بتحفيف اللام ،الوصل بمعنی ملانا ہے۔

باب فضيلة صلوة الفجر والعشاء فی جماعة

یہ باب نماز فجر اور عشاء با جماعت پڑھنے کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۳:۱۳۳۔ابو حنيفه عن عطاء عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ من شهد الفجر والعشاء فی جماعة كانت له برأتان برأة من النفاق وبراءة من الشرك.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فجر اور عشاء کی جماعت میں حاضر ہو تو اس کیلئے دو برائتیں لکھی جاتی ہیں ایک نفاق سے برأت اور دوسری شرک سے برأت۔

باب اجر من داوم علی الفجر والعشاء فی جماعة اربعین یوما

یہ باب چالیس دن تک عشاء وفجر کی نماز باجماعت پر پابندی کرنے والے کے اجر کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵۴: ۱۳۴۔ ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ عن رسول اللہ ﷺ قال من داوم اربعین یوماً علی صلوٰة الغدوة والعشاء فی جماعة کتبت له برأة من النفاق وبرأة من الشرک۔

ترجمہ: ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے چالیس دن تک صبح اور عشاء کی نماز پر باجماعت پابندی کی تو اس کیلئے نفاق سے بری ہونا اور شرک سے بری ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔

باب رخصة الخروج للنساء

یہ باب عورتوں کے لئے نکلنے کی اجازت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵۵: ۱۳۵۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن الشعبی عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ رخص فی الخروج لصلوٰة الغدوة والعشاء للنساء فقال رجل اذًا یتخذونه دغلا فقال ابن عمر اخبرک عن رسول اللہ وتقول ھٰذا۔

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو صبح اور عشاء کی نماز میں نکلنے کی اجازت دی ہے تو ایک شخص نے کہا اس وقت تو لوگ اسے فتنہ فساد کا سبب بنالیں گے تو ابن عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خبر دیتا ہوں اور تو یہ بات کہتا ہے۔

توضیح اللغات: رخص رخصت اور اجازت دینا یتخذونه بعض روایات میں یتخذن جمع مونث کا صیغہ ہے دغلا فساد وتباہی، خوف وہلاکت کی جگہ، حیلہ اور تدبیر فقال رجل اس سے مراد ابن عمرؓ کے صاحبزادے ہیں جن کا نام صحیح مسلم (۱/۱۸۳) میں بلال آیا ہے مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اسے بہت برا بھلا کہا اس طرح کبھی انہوں نے کسی کو برا بھلا نہ کہا تھا، اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے انتقال تک اس سے بات نہیں کی۔ بلال کا مقصد یہ تھا کہ اگر عورتوں کو مساجد جانے کی اجازت دے دیں تو لوگ ان کے نکلنے کو فتنہ وفساد کا سبب بنالیں گے لہٰذا انہیں جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے ان کا مقصد صحیح تھا لیکن تعبیر مناسب نہ تھی

اس سے حدیث کے ساتھ معارضہ کا شبہ ہوسکتا تھا اسلئے عبداللہ بن عمرؓ اس پر غصہ ہو گئے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں اس کی نظیر یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ کدو کی تعریف کر رہے تھے اور فرمایا کہ نبی علیہ السلام کو کدو پسند تھا ایک شخص نے کہا مجھے کدو پسند نہیں، امام ابو یوسفؒ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اس نے فوراً توبہ کر لی، اس شخص کی غرض درست تھی کیونکہ ضروری نہیں کہ کدو ہر شخص کی طبیعت ومزاج کے مطابق ہو لیکن اس کی تعبیر ایسی تھی کہ حدیث کے ساتھ معارضہ بنتا تھا۔

عورتوں کا مساجد جانے کا حکم

اس بارے کچھ تفصیل ہے جسے نمبروار لمعات کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

لمعہ نمبر ۱: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں عورتیں مساجد آتی تھیں اور باجماعت نماز ادا کرتی تھیں، یہ بات کئی احادیث میں آئی ہے، حدیث الباب میں بھی یہی مذکور ہے، اور آگے باب العیدین میں بھی کچھ روایات آرہی ہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں۔

لمعہ نمبر ۲: عہد نبوی میں عورتوں کو مساجد جانے کی صرف اجازت دی گئی تھی لیکن ترغیب یہی تھی کہ خواتین اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھیں۔ بلکہ گھر میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا، ابو داؤد میں عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر ان کا گھر ان کیلئے (مسجد سے) بہتر ہے، الترغیب والترھیب (۱/۱۴۱) اور طبرانی اوسط میں ام سلمہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عورت کی وہ نماز جو وہ اپنے کمرے میں پڑھے اس نماز سے بہتر ہے جو دالان میں ہو اور اس کی وہ نماز جو دالان میں پڑھے اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے صحن میں ہو اور اس کی وہ نماز جو وہ گھر کے صحن میں پڑھے اس سے بہتر ہے جو اس کے محلّہ کی مسجد میں ہو (حوالہ بالا) معلوم ہوا کہ افضل اس وقت بھی یہی صورت تھی کہ خواتین گھروں میں نماز پڑھیں۔

لمعہ نمبر ۳: خواتین کو مذکورہ اجازت بھی ضرورتِ تعلیم وتعلم کی وجہ سے دی گئی تھی، اس وقت شریعت کے نئے نئے احکام نازل ہوتے تھے اور انہیں سکھانے کی جگہ مسجد تھی نبی علیہ السلام مسجد نبوی میں اپنے قول وعمل سے اس کی تعلیم دیتے تھے، ان احکام کی جیسے مردوں کو ضرورت ہے عورتوں کو بھی ضرورت ہے اس لئے عورتوں کو اجازت دی گئی کہ وہ مسجد آئیں اور نبی علیہ السلام کی تعلیمات اور احکامِ شرع سے باخبر ہوں، اب کی صورت حال بہت مختلف ہے تمام احکام شرع مکمل بھی ہو چکے ہیں اور کتب کی شکل میں مدون بھی ہو چکے ہیں۔ نئے احکام نازل نہیں ہوتے لہٰذا مساجد جا کر سیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

لمعہ نمبر ۴: اس وقت نئے نئے احکام نازل ہوتے تھے، اور خواتین کو پردے کا حکم ہی نہ تھا۔ بعد میں صورت مختلف ہوگئی اور پردے کے احکام نازل ہوگئے اس کے ساتھ عورتوں کے نکلنے میں سختی آگئی اگرچہ اجازت پھر بھی تھی۔

لمعہ نمبر ۵: نبی علیہ السلام کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا، صحیحین میں روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا خیر کم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم یعنی تم میں سے سب بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملنے والے ہیں پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملنے والے ہیں نبی علیہ السلام کی صحبت سے صحابہ کرام اور صحابیات کے دل ہر برائی سے پاک تھے وہ تزکیہ اور اصلاح کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، بعد میں اس طرح کا تقویٰ نہیں رہا، اسلئے زمانہ کے فرق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

لمعہ نمبر ۶: خیر القرون میں عورتوں کو اجازت بھی متعدد شرائط کے ساتھ دی گئی تھی مثلاً (۱) مکمل پردہ میں ہوکر آئیں (۲) خوشبو لگا کر نہ آئیں (۳) بجتا ہوا زیور پہن کر نہ آئیں (۴) زیب و زینت اختیار کر کے اور بن سنور کر نہ آئیں (۵) مسجد میں حاضری کو ضروری نہ سمجھیں (۶) مردوں کے اٹھنے سے پہلے چلی جائیں۔

لمعہ نمبر ۷: زمانے کے بدلنے سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے زمانے میں عورتوں کو مساجد آنے سے منع کر دیا، اول تو صحابہ کرام کا قول و عمل بھی ان احکام و مسائل میں حجت بن سکتا ہے جن کا تعلق تغیر زمانہ سے ہو، دوسرے صحابہ کا عمل ایسے معاملہ میں نبی علیہ السلام کے طرز عمل کا ترجمان بنتا ہے، اگر نبی علیہ السلام بھی اس دور میں ہوتے جو صحابہ نے بعد میں دیکھا ہے تو آپ بھی وہی فیصلہ فرماتے جو صحابہ نے فرمایا، چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے، لو ان رسول اللہ ﷺ رای ما احدث النساء بعده لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل یعنی اگر نبی علیہ السلام ان حالات کو ملاحظہ فرماتے جو آپ کے بعد عورتوں نے پیدا کر دیئے ہیں تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد سے روک دیا گیا تھا آپ بھی انہیں روک دیتے، حدیث الباب کے راوی ابن عمرؓ ہیں لیکن عمدۃ القاری (۱۵۷/۶) میں منقول ہے کہ وہ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور مساجد سے نکال دیتے، اسی طرح مجمع الزوائد (۳۸/۲) میں بحوالہ طبرانی ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالتے اور فرماتے کہ گھر چلی جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

لمعہ نمبر ۸: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں عورتوں کو اجازت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ کافروں اور دشمنوں کی نظر میں مسلمانوں کی شہرت و قوت ظاہر ہو اور یہ علت اب باقی نہیں، علامہ عینیؒ نے اس پر اضافہ فرمایا کہ اس مقصد کیلئے نکلنے کی اجازت بھی اس امن و امان والے زمانہ میں تھی، اب اس طرح امن بھی نہ رہا لہٰذا دونوں علتین مفقود ہیں، امن و امان

مسلمانوں کی کثرت کا اظہار بھی۔

لمعہ نمبر ۹: صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین تبع تابعین اور فقہاء کرام سے بھی ممانعت منقول ہے۔ کچھ حضرات نے بھی اور جازت بھی دی ہے اور کچھ حضرات نے کڑی شرائط لگائی ہیں، امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت جواز کی اور ایک عدم جواز کی ہے۔ احنافؒ نے جوان اور بوڑھی میں فرق بھی کیا ہے کہ جوان کسی نماز کیلئے نہیں جاسکتی اس کے نکلنے میں فتنہ کا خطرہ ہے اور صاحبینؒ سے منقول ہے کہ بوڑھی تمام نمازوں میں جاسکتی ہے اور امام صاحبؒ کے ہاں ظہر عصر میں نہیں جاسکتی اور باقی تین میں جاسکتی ہے بعد کے فقہاء کرام نے ہر خاتون کو مسجد جانے سے منع کر دیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں تعلیم کی جو ضرورت تھی وہ باقی نہ رہی نیز اس طرح کا تقوی نہ رہا لہذا اب کسی عورت کو مسجد جانے کی اجازت نہیں۔

باب تقديم العَشاء على العِشاء

یہ باب شام کے کھانے کو نمازِ عشاء پر مقدم کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۶:۵۶۔ ابو حنيفة عن الزهری عن انسؓ بن مالک قال قال رسول الله ﷺ اذا نودی بالعشاء واذن المؤذن فابدؤا بالعشاء.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عشاء کی اذان دی جائے اور مؤذن اقامت کہہ دے تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔

توضیح اللغات: العشاء: بکسر العین، نماز عشاء اور بفتح العین شام کے کھانے کو کہتے ہیں۔
اس پر اتفاق ہے کہ کھانے کو نماز پر آئندہ آنیوالی تفصیل کے مطابق مقدم کرنا جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر پہلے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائیگی لیکن کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کی علت اور حکمت کیا ہے اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) مالکیہؒ کے ہاں کھانے کو مقدم کرنے کی علت قلتِ طعام ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ کھانا تھوڑا ہے اور کھانے والے زیادہ ہیں اگر نماز میں مشغول ہوگا تو کھانا نہیں بچے گا اس لئے پہلے کھا سکتا ہے لہذا اگر کھانا زیادہ ہو تو ارتفاعِ علت کی وجہ سے کھانا پہلے نہیں کھائیگا۔

(۲) شافعیہؒ کے ہاں اس کی علت احتیاج وفقر ہے کہ وہ کھانے کا محتاج ہے اور بعد میں مفت کھانا ملنے کی امید نہیں تو پہلے کھا سکتا ہے لہذا اگر وہ محتاج نہ ہو، تو کھانا پہلے نہ کھائے۔ بعد میں کھائے اگرچہ خریدنا پڑے۔

(۳) امام غزالیؒ اور وکیع بن جراحؒ سے اس کی علت فسادِ طعام منقول ہے اگر نماز پڑھے گا کھانا خراب ہو جائیگا اس لئے کھانا پہلے کھالے لیکن اگر کھانے کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو تو ارتفاعِ علت کی وجہ سے نماز پہلے پڑھے۔

(۴) احنافؒ کے ہاں اس کی علت انتشارِ ذہن اور عدم الخشوع ہے اگر نماز میں مشغول ہوگا تو دل و دماغ کھانے کی طرف متوجہ ہوں گے اور خشوع وخضوع نہ رہے گا، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے **لان یکون طعامی کله صلوٰة احب الی من ان یکون صلوتی کلها طعاما**، یعنی یہ بات کہ میرا سارا کھانا نماز بن جائے، میرے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ میری پوری نماز کھانا بن جائے، یعنی پوری نماز میں کھانا ذہن میں بیٹھا ہو۔ چونکہ کھانے کی طرف توجہ بھوک کے وقت ہوتی ہے لہٰذا اصل علت بھوک ہے چنانچہ علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الدر المختار میں لکھا ہے کہ نماز عشاء کو مقدم کرنے کی کراہت بھوک کے وقت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر آدمی بھوکا نہ ہو تو نماز کو مقدم کرے چنانچہ ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا **تؤخر الصلوة لطعام ولا لغيره** یعنی نماز کو کھانے وغیرہ کیلئے موخر نہ کیا جائے۔

فائدہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے کیا ہی حکیمانہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ بہت کم کھاتے تھے اسلئے انہیں بھوک بھی جلدی لگتی تھی اور کھانے سے فارغ بھی جلدی ہو جاتے تھے اور نماز میں شامل بھی ہو سکتے تھے لیکن اب صورت حال مختلف ہے لوگ زیادہ کھاتے ہیں اور کھانے بھی تکلف والے اور مختلف اقسام کے ہوتے ہیں لہٰذا جب تک صحیح معنی میں بھوک نہ ہو اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ پر قیاس کر کے کھانے کو مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔

باب من ادرک الجماعة بعدما صلی فی بیته

یہ باب اس شخص کے بارے ہے جو اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھنے کے بعد جماعت پالیتا ہے۔

حدیث نمبر ۵۷: ۱۳۷۔ ابو حنیفة عن الهيثم عن جابر بن الاسود والاسود بن جابر عن ابيه ان رجلين صليا الظهر فی بيوتهما علیٰ عهد النبی ﷺ وهما يريان ان الناس قد صلوا ثم اتيا المسجد فاذا رسول الله ﷺ فی الصلوٰة فقعدا ناحيةً من المسجد وهما يريان ان الصلوٰة لا تحل لهما فلما انصرف رسول الله ﷺ ورأهما ارسل اليهما فجئ بهما وفرائصهما ترتعد مخافة ان يكون قد حدث فی امرهما شئ فسأ لهما فاخبراه الخبر فقال اذا فعلتما

ذلک فصلّیا مع الناس واجعلا الاولیٰ ھی الفرض وقدروی ھذا الحدیث جماعۃ عن ابی حنیفۃؒ عن الھیثم قالوا عن الھیثم یرفعہ الیٰ النبی ﷺ۔

ترجمہ: جابر بن اسود یا اسود بن جابر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں دو شخصوں نے اپنے گھروں میں ظہر کی نماز پڑھی اس حال میں کہ ان کا خیال تھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں پھر دونوں مسجد آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہیں تو وہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اس حال میں کہ ان کا خیال تھا کہ نماز ان کیلئے حلال نہیں تو جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور انہیں دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا تو انہیں لایا گیا اس حال میں کہ ان کے کندھوں کے درمیان کا گوشت اس خوف سے کانپ رہا تھا کہ ان کے معاملہ کے بارے کوئی چیز پیدا ہو چکی ہے تو آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے آپ کو خبر کے بارے بتلایا تو آپ نے فرمایا جب تم یہ کرلو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اور پہلی نماز کو فرض بناؤ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے اور انہوں نے الہیثم سے نقل کیا ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ الہیثم اسے نبی علیہ السلام تک مرفوع بیان کرتے ہیں۔

توضیح اللغات: ناحیۃ کنارہ، جانب، طرف جمع، نواحی فرائص، فریصہ کی جمع، دو کندھوں یا پستان اور مونڈھے کے درمیان کا گوشت، جو خوف کے وقت اچھلنے لگتا ہے اور مضطرب ہو جاتا ہے جب کوئی انسان بہت گھبرا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ارتعدت فرائصہ یعنی وہ بہت گھبرایا ارتعدت کانپنا، مضطرب ہونا، مخافۃ ان الخ ترتعد کا مفعول مطلق ہے۔

مسئلہ (۱) حدیث الباب مخصوص عنہ البعض ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر فرض پڑھ لیئے پھر باجماعت نماز پائی تو ظہر اور عشاء کی نماز میں جماعت میں شریک ہوگا اور نفل پڑھے گا لیکن فجر، عصر اور مغرب میں شریک نہ ہوگا، فجر اور عصر میں اسلئے کہ فجر اور عصر کے فرائض کے بعد نوافل مکروہ ہیں اور مغرب میں اس لئے کہ یہ امام کے ساتھ تین رکعات نفل پڑھے گا یا دو یا چار، تین جائز نہیں کیونکہ نفل کی طاق رکعات ثابت نہیں اور دو اور چار اسلئے صحیح نہیں کہ امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔

مسئلہ (۲) جو نماز تنہا پڑھی ہے وہ فرض شمار ہوگی یا باجماعت جو پڑھی ہے وہ؟ اس میں اختلاف ہے احنافؒ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ پہلی نماز فرض تصور ہوگی، بعض شافعیہؒ کے ہاں دوسری نماز فرض تصور ہوگی۔

جمہور کے دلائل (۱) حدیث الباب، اس میں ہے واجعلا الاولیٰ ھی الفرض۔

(۲) صحیح مسلم میں ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے جس میں آتا ہے کہ کچھ خلفاء اور حکمران آئیں گے اور نماز بروقت

ادانہیں کریں گے ابوذرغفاریؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ صل الصلوة لو قتها فان ادر کتها معهم فصل فانها لک نافلة مشکوۃ (۶۱/۱) یعنی تم مستحب وقت میں نماز پڑھ لیا کرو پھر اگر ان کے ساتھ باجماعت نماز پاؤ تو بھی پڑھ لو اور وہ تمہارے لئے نفل تصور ہو گی۔

باب الاغتسال للجمعة

یہ باب جمعہ کیلئے غسل کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵۸ : ۱۳۸۔ ابو حنیفة عن یحیٰ عن عمرة عن عائشةؓ قالت کانوا یروحون الی الجمعة وقدعرقوا وتلطخوا با لطین فقیل لهم من راح الی الجمعة فلیغتسل وفی روایة کان الناس عمّا رارضهم وکانوا یروحون یخالطهم العرق والتراب فقال رسول اللّٰه ﷺ اذا حضر تم الجمعة فاغتسلوا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگ جمعہ کی طرف آتے اس حال میں کہ وہ پسینہ سے شرابور ہوتے اور مٹی سے لت پت ہوتے تو انہیں کہا گیا کہ جو شخص جمعہ کیلئے آئے وہ غسل کرے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنی زمینوں کو آباد کرنے والے تھے اور وہ جمعہ کیلئے آتے اس حال میں کہ پسینہ اور مٹی انہیں لگی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جمعہ میں حاضر ہو تو غسل کر لیا کرو۔

توضیح اللغات: یروحون، زوال کے بعد چلنا، عرقوا (س) پسینہ آنا تلطخوا، آلودہ ہونا، ملوث ہونا۔ لتھیڑنا، لت پت ہونا، الطین مٹی، عمار عامر کی جمع آباد کرنے والے، مراد کاشت کار ہے۔ یخالط ملنا۔

حدیث نمبر ۵۹ : ۱۳۹۔ ابو حنیفة والمنصور ومحمد بن بشر کلهم عن نافع عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال الغسل یوم ا لجمعة علیٰ من اتی الجمعة.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا اس پر ہے جو جمعہ کیلئے آئے۔

جمعہ کے دن غسل کی شرعی حیثیت۔

مسئلہ اولیٰ: جمہور کے ہاں جمعہ کا غسل سنت ہے اہل ظاہر ہے کہ ہاں واجب ہے یہ قول امام مالکؒ کی طرف

بھی منسوب ہے۔

دلائلِ اہلِ ظاہر: دونوں حدیث الباب، پہلی حدیث میں **فلیغتسل** امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے ہے اور دوسری حدیث میں **علی من** آیا ہے علی "**واجب**" فعل محذوف کے متعلق ہے۔

دلائلِ جمہور: ترمذی (۹۱/۱) **باب فی الوضوء یوم الجمعة** میں سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے **من توضأ یوم الجمعة فبھا ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل** یعنی جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

جواب: احادیث الباب کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) پہلی حدیث میں امر استحباب پر محمول ہے اور حدیث سمرہؓ اس کی دلیل ہے اور **علی من، واجب** کے متعلق نہیں ثابت کے متعلق ہے۔

(۲) یہ حکم منسوخ ہے، یا انتہاءِ علت کی وجہ سے انتہاءِ حکم ہوا ہے، مجمع الزوائد (۱۷۲/۲) میں ایک روایت ہے ابن عباسؓ سے پوچھا گیا جمعہ کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں پھر فرمایا کہ میں تمہیں غسل کی ابتداء کی حقیقت بتاتا ہوں کہ ابتداء میں بڑی تنگی تھی اور صحابہ کرامؓ اون کے تنگ کپڑے پہنتے تھے سخت گرمی بھی ہوتی اور مسجد تنگ تھی چھت بالکل قریب تھی جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو بڑا پسینہ آتا اور بڑی تکلیف ہوتی تھی، اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے غسل کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا، **انتھی**، اب چونکہ یہ علت نہیں رہی لہٰذا غسل بھی فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ ثانیہ: غسل یومِ جمعہ کی سنت ہے یا صلوٰۃِ جمعہ کی؟

جمہورؒ کے ہاں صلوٰۃ جمعہ کی سنت ہے امام محمدؒ، حسن بن زیاد، داؤد ظاہری وغیرہ کے ہاں یوم جمعہ کی سنت ہے اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے نماز جمعہ کے بعد غسل کیا تو غسل کی سنت ادا نہ ہوگی، امام محمد وغیرہ کے ہاں بھی ادا نہ ہوگی، ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً کسی نے فجر کے وقت یا کچھ دیر بعد غسل کیا پھر حدث لاحق ہوگیا اور وضو کرکے نماز جمعہ ادا کی تو امام محمد وغیرہ کے ہاں غسل کی سنت ادا ہو جائیگی اور جمہور کے ہاں ادا نہ ہوگی۔

دلائل امام محمد (۱) ان کے دلائل وہ روایات ہیں جن میں **یوم الجمعة** کا لفظ آتا ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم میں ابوسعید خدریؓ کی روایت، **غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم**، مشکوٰۃ (۵۵/۱) اسی طرح حدیث الباب نمبر ۲۔

(۲) جمعہ کا دن تمام دنوں سے اشرف اور سب کا سردار ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ غسل یوم الجمعہ کی سنت ہو۔

دلائل جمہور (۱) وہ روایات ہیں جن میں الجمعۃ اور صلوۃ الجمعۃ کا لفظ ہے مثلاً مذکورہ باب کی پہلی روایت من راح الی الجمعۃ اس سے صلوۃ الجمعۃ مراد ہے نماز کیلئے آنا ہوتا ہے دن کیلئے آنا نہیں ہوتا۔

(۲) یوم الجمعہ بلاشبہ سید الایام ہے لیکن اس کی بزرگی اور شرافت نماز جمعہ کی وجہ سے ہے، اسلئے غسل نماز جمعہ کی سنت ہونا چاہئے، اس سے امام محمدؒ وغیرہ کی عقلی دلیل کا جواب بھی ہوگیا اور احادیث کا جواب بھی آ گیا کہ یوم الجمعہ سے مراد صلوٰۃ یوم الجمعہ ہے کیونکہ خود یوم الجمعہ کی فضیلت صلوٰۃ جمعہ کی وجہ سے ہے۔

باب الجلسة الخفيفة قبل الخطبة

یہ باب خطبہ شروع کرنے سے پہلے کچھ دیر بیٹھنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۰ : ۱۴۰۔ ابو حنيفة عن عطية عن ابن عمرؓ قال كان النبي ﷺ اذا اصعد المنبر يوم الجمعة جلس قبل الخطبة جلسة خفيفة.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کے دن نبی علیہ السلام منبر پر چڑھ جاتے تو خطبہ سے پہلے تھوڑے سے بیٹھ جاتے۔

توضیح اللغات: جلسة خفيفة ہلکا سا بیٹھنا، کم بیٹھنا، صعد (س) چڑھنا۔

احناف شافعیہ مالکیہ اور جمہورؒ کا مذہب یہی ہے کہ خطیب منبر پر چڑھنے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ جائے

باب كيفية خطبة النبي ﷺ

یہ باب نبی علیہ السلام کے خطبہ کی کیفیت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۶۱ : ۱۴۱۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان رجلاً حدثه انه سأل عبدالله بن مسعودؓ عن خطبة النبي ﷺ يوم الجمعة فقال له اماتقرأ سورة الجمعة قال بلىٰ ولكن لا اعلم قال فقرأ عليه واذا رأوا تجارةً اولهو ان انفضوا اليها وتركوك قائما.

ترجمہ: ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے انہیں بیان کیا کہ اس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے نبی علیہ السلام

کے جمعہ کے دن خطبہ کے بارے سوال کیا تو آپ نے اسے فرمایا کیا تم سورۃ الجمعہ نہیں پڑھتے اس نے کہا کیوں نہیں لیکن مجھے پتہ نہیں، راوی فرماتے ہیں پھر آپ نے اس پر یہ آیت پڑھی واذا رؤا السخ اور جب انہوں نے سامانِ تجارت یا لھو ولعب دیکھا تو اس کی طرف چل پڑے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔

سائل کا مقصد یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ دیا ہے؟ اگر دیا ہے تو اس کی کیفیت کیا تھی؟ اس کا جواب مذکورہ آیت میں ہے کہ خطبہ دیا اور کیفیت یہ تھی کہ آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

باب القراءة في يوم الجمعة

یہ باب جمعہ کے دن قراءت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۶۲: ۱۴۲۔ ابو حنيفة عن احمد بن اسماعيل الكوفي عن يعقوب بن يوسف بن زياد عن ابي جنادة عن ابراهيم عن سعيد بن جبير عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ كان يقرأ في يوم الجمعة سورة الجمعة والمنافقين.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جمعہ کے دن سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقین پڑھتے تھے۔

حدیث الباب مطلق ہے اس میں نماز جمعہ بھی مراد لی جا سکتی ہے اور نماز فجر بھی لیکن یہ حدیث مسلم ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے اور اس میں نمازِ فجر کی تصریح ہے۔

حدیث نمبر ۶۳: ۱۴۳۔ ابو حنيفة عن ابراهيم عن ابيه عن حبيب بن سالم عن النعمان بن بشيرؓ عن النبی ﷺ انه كان يقرأ في العيدين ويوم الجمعة سبح اسم ربك الاعلىٰ وهل اتاك حديث الغاشية.

ترجمہ: نعمان بن بشیرؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام عیدین اور جمعہ کے دن سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے۔

باب فضيلة ليلة الجمعة

یہ باب شبِ جمعہ کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۶۴ : ۱۴۴۔ ابو حنيفة عن قيس عن طارق عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن ليلة جمعة الا وينظر الله عزو جل الیٰ خلقه ثلاث مراتٍ يغفر الله لمن لا يشرك به شيئاً.

ترجمہ: ابن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی جمعہ کی شب نہیں ہوتی مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو تین بار نظرِ رحمت سے دیکھتے ہیں ہر اس کی مغفرت کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

باب فضل الموت يوم الجمعة

یہ باب جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۶۵ : ۱۴۵۔ ابو حنيفة عن الهيثم عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من مات يوم الجمعة وقی عذاب القبر.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مر جائے تو وہ عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے۔

توضیح اللغات: وقی، الوقاية سے ماضی مجہول، بمعنی بچانا، یہ حدیث ترمذی وغیرہ میں ابن عمرؓ سے مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو شب جمعہ کو فوت ہوتا ہے وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے، واضح رہے کہ یہ فضیلت شب جمعہ اور یوم جمعہ میں موت پر ہے جو کہ غیر اختیاری ہے، دفن کرنے پر نہیں۔ یہ اختیاری عمل ہے اگر دفنانے کی بھی یہی فضیلت ہوتی تو شاید لوگ مردے کو اس وقت تک روکے رکھتے پھر دفن کرتے۔

باب رخصة الخروج للنساء للعيدين

یہ باب عورتوں کیلئے عیدین کیلئے نکلنے کی اجازت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۶ : ۱۴۶۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عمن سمع ام عطیةؓ تقول رخص للنساء فی الخروج الی العیدین حتی لقد کانت البکران تخرجان فی الثوب الواحد حتی لقد کانت الحائض تخرج فتجلس فی عرض الناس یدعون ولا یصلین۔

ترجمہ: ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں کو عیدین جانے کی اجازت دے دی گئی یہاں تک کہ دو عورتیں ایک چادر میں نکلتیں حتیٰ کہ حائضہ عورتیں نکلتیں اور لوگوں سے کنارہ میں بیٹھ جاتیں وہ دعائیں کرتیں اور نماز نہ پڑھتیں۔

توضیح اللغات: رخص تفعیل سے ماضی مجہول البکران باکرہ لڑکیاں، مراد عام خواتین ہیں فی الثوب الواحد مطلب یہ ہے کہ کسی ایک کی چادر ہوتی تو کبھی وہ اسے لے جاتی اور کبھی دوسری عورت کو دے دیتی، بیک وقت دونوں کا اوڑھنا مراد نہیں، عرض بضم العین، جانب، کنارہ، دامن کوہ، یدعون جمع مؤنث کا صیغہ۔

حدیث نمبر ۶۷ : ۱۴۷۔ ابو حنیفة عن عبدالکریم عن ام عطیةؓ قالت کان یرخص للنساء فی الخروج الی العیدین من الفطر والاضحی وفی روایةٍ قالت ان کان الطامث لتخرج فتجلس فی عرض النساء فتدعو فی العیدین وفی روایةٍ قالت امرنا رسول الله ﷺ ان نخرج یوم النحر ویوم الفطر ذوات الخدور والحیّض فاما الحیّض فیعتزلن الصلوٰة ویشهدن الخیر ودعوة المسلمین فقالت امرأة یا رسول الله ﷺ اذا کانت احدانا لیس لها جلباب قال لتلبسها اختها من جلبابها۔

ترجمہ: ام عطیہؓ فرماتی ہیں عیدین فطر اور اضحیٰ کیلئے عورتوں کو جانے کی اجازت دی جاتی تھی اور ایک روایت میں فرماتی ہیں بلاشبہ حائضہ عورت بھی جاتی اور عورتوں سے ایک جانب بیٹھ جاتی پس عیدین میں دعا کرتی۔ اور ایک روایت میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ نحر اور فطر کے دن ہم پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو نکالیں پس جہاں تک حائضہ عورتوں کا تعلق ہے تو وہ نماز سے علیحدہ رہتیں۔ اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہو جاتیں تو ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول جب ہم میں سے ایک کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے آپ نے فرمایا کہ چاہئے کہ اس کی بہن اسے اپنی چادر پہنا دے۔

توضیح اللغات: ذوات الخدور پردہ نشین، ذوات، ذات کی جمع ہے جو کہ مؤنث ہے ذوکا، الخدور، خدر کی جمع ہے بمعنی پردہ۔ الطامث حائضہ عورت الحُیَّض حائض کی جمع، یعتزلن جدا رہنا، الخیر مراد مسجد، عیدگاہ، مقام عبادت ہے الجلباب چادر۔

باب عدم الصلوۃ قبل العید و بعدھا

یہ باب عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل نہ ہونے کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۸: ۱۴۸۔ ابو حنیفۃ عن عدی عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ خرج یوم العید الی المصلے فلم یصل قبل الصلوٰۃ ولا بعدھا شیاً۔

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام عید کے دن عیدگاہ گئے تو آپ نے نہ نماز سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔

اس پر اتفاق ہے کہ نماز عید کے ساتھ سنتیں کوئی نہیں، نہ بعد میں اور نہ پہلے، البتہ نوافل کے بارے کچھ اختلاف ہے، احنافؒ کے ہاں مفتی بہ قول یہ ہے کہ نماز عید سے قبل نوافل نہیں پڑھ سکتا نہ گھر میں اور نہ عیدگاہ میں اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نہیں پڑھ سکتا البتہ گھر جا کر پڑھ سکتا ہے۔ اور حدیث الباب اسی پر محمول ہے۔

باب القصر فی السفر

یہ باب سفر میں قصر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۹: ۱۴۹۔ ابو حنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن انس بن مالکؓ قال صلینا مع رسول اللہ ﷺ الظھر اربعاً والعصر بذی الحلیفۃ رکعتین۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی چار رکعات اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھیں۔

یعنی سفر میں ذوالحلیفۃ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ظہر کی چار اسلئے پڑھیں کہ ابھی آپ مدینہ کی حدود کے اندر تھے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۷: ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللہ بن مسعودؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی السفر رکعتین وابو بکر وعمر لا یزیدون علیه.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر سفر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اس پر زیادتی نہ کرتے تھے۔

مسئلہ: سفر میں چار رکعات کو دو پڑھنا قصر تقصیر اور اقتصار کہلاتا ہے البتہ قصر افصح لفظ ہے قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سفر شرعی میں قصر مشروع ہے وہ مسافت کتنی ہے جس سے سفر شرعی متحقق ہوتا ہے اس میں کچھ اختلاف ہے، احنافؒ کے ہاں مسافت قصر تین دن کا متوسط سفر ہے جسے تین مراحل کا سفر بھی کہتے ہیں اس کے صحیح قول کے مطابق اڑتالیس میل بنتے ہیں اور اس زمانے میں اصح قول کے مطابق سوا ستتر کلو میٹر بنتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں چونکہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اس اعتبار سے اس کے اڑتالیس میل بنتے ہیں۔ پھر قصر مشروع ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ بالفعل اتنا سفر کرلیا جائے بلکہ اتنی مسافت کے سفر کی نیت سے نکلا تو مسافر ہی شمار ہوگا لہٰذا اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے نکل گیا تو قصر کرے گا مثلاً ایک شخص شہر سے باہر گاؤں میں رہتا ہے تو گاؤں کی آبادی سے نکلتے ہی وہ مسافر شمار ہوگا، اپنے شہر میں بھی قصر کرے گا بشرطیکہ سفر شرعی پر روانہ ہوا ہو۔

سفر میں قصر کی حیثیت:

سفر میں قصر کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں اس میں اختلاف ہے امام صاحبؒ کے ہاں قصر ضروری ہے اسے یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ رخصتِ قصر رخصتِ اسقاط ہے یعنی سفر میں اصل نماز ہی دو رکعتیں ہیں لہٰذا چار پڑھنا درست نہیں اور امام شافعیؒ کے ہاں قصر ضروری نہیں صرف اجازت ہے۔ چار بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو بھی، اسے کہا جاتا ہے کہ قصر رخصتِ ترفیہ ہے۔

دلیل امام شافعی: قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وہ فرماتے ہیں فلیس علیکم جناح سے معلوم ہوا کہ قصر صرف جائز ہے یہ الفاظ اباحت بیان کرنے کیلئے آتے ہیں وجوب کیلئے نہیں۔

دلائل احناف (۱) حدیث الباب، اس میں عبداللہ بن مسعودؓ تصریح فرما رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور ابو بکرؓ

وعمرؓ ہمیشہ قصر کرتے تھے اس پر کبھی اضافہ نہیں کیا،

(۲) اسی طرح دوسری روایت آ رہی ہے جس میں عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عثمانؓ کے منی میں اتمام کرنے پر نکیر فرمائی ہے۔

(۳) بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اصل میں نمازیں دو دو رکعات فرض کی گئی تھیں پھر جب نبی علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضر کی نماز چار رکعت کر دی گئی اور سفر کی نماز اپنی حالت پر رہی یعنی ۲ رکعات، معلوم ہوا کہ سفر میں دو پڑھنا ہی اصل اور عزیمت ہے۔

جواب (۱) **فلیس علیکم جناح** کا جواب یہ ہے کہ نفیِ جناح کی تعبیر سے وجوب بھی بیان کیا جاتا ہے مثلاً قرآن میں ہے من حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما، یہ سعی کے بارے ہے اور سعی بالاتفاق واجب ہے اسلئے آیتِ مذکورہ میں فلا جناح کے الفاظ وجوب کے منافی نہیں اور وجوب کے دلائل مذکورہ احادیث ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۱: ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللهؓ انه أتی فقیل صلی عثمان بمنیً اربعاً فقال انا لله وانا الیه راجعون صلیت مع رسول الله ﷺ رکعتین ومع ابی بکرٍ رکعتین ومع عمر رکعتین ثم حضر الصلوٰة مع عثمان فصلی معه اربع رکعات فقیل له استرجعت وقلت ماقلت ثم صلیت اربعا قال الخلافة ثم قال وکان اول من اتمها اربعاً بمنیً.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک خبر آئی تو کہا گیا کہ عثمان نے منی میں چار رکعات پڑھی ہیں تو آپ نے فرمایا انا لله وانا الیه راجعون میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر اور عمر کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ حضرت عثمان کے ساتھ نماز میں حاضر ہوئے تو چار رکعات پڑھیں تو آپ کو کہا گیا آپ نے انا للہ پڑھا تھا اور وہ کچھ کہا جو آپ کہہ چکے ہیں پھر آپ نے چار رکعات پڑھی ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے خلافت کی رعایت کی پھر فرمایا کہ عثمان پہلے وہ شخص ہیں جس نے منی میں اتمام کر کے چار رکعات پڑھی ہیں۔

توضیح اللغات: اتی مجہول ہے اس کا معنی ہے اتاہ ات، استرجعت بمعنی انا لله وانا الیه راجعون کہنا الخلافة اصل ہے راعیت الخلافة میں نے آداب خلافت کی رعایت کی ہے۔

توجیہات: حضرت عثمانؓ مدینہ سے گئے تھے مسافر تھے منی میں اتمام کیوں کیا؟ اس کے دو جواب ہیں۔(۱) آپ نے مکہ میں تأھل اختیار کیا تھا یعنی وہاں شادی کر لی تھی اور گھر بنالیا تھا اور منی مکہ کے قریب ہے آپ کے خیال کے مطابق آپ وہاں مقیم ہو گئے تھے۔

(۲) اس موقعہ پر اعراب اور دیہاتی لوگ زیادہ تھے آپ کا خیال تھا کہ اگر دو رکعتیں پڑھی جائیں تو وہ سمجھیں گے کہ نماز ہی دو رکعات ہے اسلئے چار پڑھی ہیں۔

باب الصلوة على الراحلة

یہ باب سواری پر نماز کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۷: ۱۵۲۔ ابو حنيفة عن حماد عن مجاهدٍ انه صحب عبدالله بن عمرؓ من مكة الى المدينة فصلى ابن عمر على راحلته قبل المدينة يومي ايماءً الاالمكتوبة والوتر فانه كان ينزل لهما عن دابته قال فسألته عن صلاته على دابته ووجهه الى المدينة فقال لى كان رسول الله ﷺ يصلى على راحلته تطوعاً حيث كان وجهه يومي ايماءً

ترجمہ: مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ لوٹتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صحبت میں رہے تو ابن عمرؓ نے مدینہ کی طرف رخ کر کے اپنی سواری پر نماز پڑھی اس حال میں کہ اشارہ کرتے تھے اشارہ کرنا مگر فرض اور وتر کہ آپ ان کیلئے اپنی سواری سے اترتے تھے، مجاہد کہتے ہیں میں نے ان سے ان کی اپنی سواری پر نماز پڑھنے اور ان کے مدینہ کی طرف رخ کرنے کے بارے پوچھا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے جس طرف بھی آپ کا چہرہ ہوتا اور آپ اشارہ کرتے تھے۔

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم: اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ نفلی نماز جانور اور سواری پر مطلقاً جائز ہے، اس میں استقبال قبلہ شرط نہیں اور نہ رکوع سجدہ اور قیام ضروری ہے، رکوع سجدہ اشارہ سے کر لینا کافی ہے۔ ترمذی (۱۸۹:۱) میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے سواری پر نفل نماز پڑھی اور آپ کا چہرہ مشرق کی طرف تھا، پھر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں والعمل عليه عندعامة اهل العلم لا نعلم بينهم اختلافا لايرون بأسا ان

یصلی الرجل علی راحلته تطوعا حیث ما کان وجهه الی القبلة اوغیرها.

ہوائی جہاز ریل بس موٹر وغیرہ میں نماز کا حکم:

اس بارے یہ تفصیل ہے کہ نوافل اور فرائض کا فرق ہے، نوافل میں ویسے بھی عام حالات میں قیام فرض نہیں اسلئے ہوائی جہاز ریل بس موٹر وغیرہ ہر قسم کی گاڑی میں نوافل کی ادائیگی درست ہے جن سواریوں میں قیام ہوسکتا ہے ان میں قیام افضل ہے ورنہ ضروری نہیں، نہ استقبال قبلہ ضروری ہے اور نہ رکوع وسجدہ بلکہ ان کیلئے اشارہ کافی ہے۔ جہاں تک فرائض وواجبات کا تعلق ہے تو ان میں قیام، استقبال قبلہ رکوع اور سجدہ ضروری ہے۔ بلا شرعی عذر کے یہ ارکان معاف نہیں ہیں، اس اصول کے پیش نظر عصر حاضر کی سواریوں کی کئی اقسام ہیں۔

ہوائی جہاز:

ہوائی جہاز کی تمام قسموں میں نماز درست ہے قیام رکوع سجدہ اور استقبال قبلہ ضروری ہے۔ قبلہ کا پتہ آجکل لگانا بہت آسان ہے نیچے آبادی کی مساجد سے اندازہ لگا سکتا ہے ساتھیوں سے پوچھ سکتا ہے جہاز کے عملہ سے معلوم کرسکتا ہے اگر کوئی صورت نہ ہو تو تحری کرے، درمیان میں اگر جہاز قبلہ سے مڑ جائے تو وہ بھی مڑ کر قبلہ رخ ہو جائے۔ اور اگر قیام بھی ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز صحیح نہیں، وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ سجدہ کے معنی ہیں وضع الجبهة علی الارض یعنی زمین پر پیشانی رکھنا اور جہاز میں ایسا سجدہ ممکن نہیں، جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ارض سے حقیقی معنی میں زمین مراد نہیں بلکہ ہر وہ جگہ مراد ہے جس پر پیشانی ٹک جائے، یہ وصف جہاز کی سطح میں موجود ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے کہ جب ہوائی جہاز اڑ رہا ہو، اگر زمین پر کھڑا ہو یا زمین پر چل رہا ہو تو اس میں بالاتفاق نماز جائز ہے۔

سمندری جہاز: سمندری جہاز کشتی کے حکم میں ہے اس میں نماز جائز ہے۔ استقبال قبلہ ضروری ہے قیام رکوع سجود کے بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کا سر چکراتا ہو تو بالاتفاق بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اگر سر نہ چکراتا ہو تو اختلاف ہے امام صاحبؒ کے ہاں پھر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے ہاں بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں قیام ضروری ہے۔

ریل اور ٹرین: اس میں بھی درست ہے اور قیام اور استقبال قبلہ ضروری ہے، اگر نماز کے دوران ریل قبلہ سے مڑ جائے تو نمازی رخ بدل کر روبقبلہ ہو جائے۔ اگر کسی وجہ سے قیام ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔ ان تمام اقسام میں اگر یقین یا غالب گمان ہو کہ سواری بروقت منزل پہنچ جائیگی اور اتر کر نماز پڑھ سکے گا تو اس کا انتظار کرنا اولیٰ ہے۔

ضروری نہیں، اگر سواری میں ہی پڑھ لی تو درست ہے

بس موٹر وغیرہ: بس، کوچ، موٹر ٹیکسی وغیرہ گاڑیوں میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی جاسکتی نیز ان کا سفر کم فاصلے کا ہوتا ہے اور درمیان میں کھانے پینے اور نماز کیلئے کھڑا بھی کیا جاتا ہے۔ بعض گاڑیاں مثلاً موٹر کار وغیرہ عموماً اپنی ذاتی ہوتی ہیں انہیں کھڑا کرنا اپنے اختیار میں ہے، اسلئے ان میں نماز فرض کی ادائیگی درست نہیں ہے، تاہم اگر کوئی عذر ہو اور ان کی سیٹوں پر بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے تو درست ہے، بس اور اس جیسی بڑی گاڑیوں میں قیام بھی ہوسکتا ہے۔

باب صلوة الوتر.

یہ باب نمازِ وتر کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۷۳: ۱۵۳. ابو حنیفة عن ابی یعفور العبدی عمن حدثه عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اللّٰه زادکم صلوة وهو وتر وفی روایة ان اللّٰه افترض علیکم رزادکم الوتر وفی روایة ان اللّٰه زادکم صلوٰة الوتر وفی روایةٍ ان اللّٰه زادکم صلوٰة وهی الوتر فحافظوا علیها.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زائد کی ہے اور وہ وتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر وتر کو مقرر کیا اور تم پر زیادہ کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر وتر کی نماز زیادہ کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے تم پر نماز کو زیادہ کیا ہے اور وہ وتر ہے پس تم اس پر ہیشگی اختیار کرو۔

حدیث نمبر۷۴: ۱۵۴۔ ابو حنیفة عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة قال سالت علیاً رضی اللّٰه عنه عن الوتر احق هو قال اما کحق الصلوٰة فلا ولکن سنة رسول اللّٰه ﷺ فلا ینبغی لاحدٍ ان یترکه.

ترجمہ: عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علیؓ سے وتر کے بارے میں پوچھا کیا وہ واجب ہیں آپ نے فرمایا جہاں تک نماز کے فرض ہونے کی طرح فرض ہونے کا تعلق ہے تو نہیں لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے پس کسی

کیلئے مناسب نہیں کہ اسے چھوڑے۔
ولکن سنة الخ سنت سے مراد طریقہ ہے اصطلاحی سنت نہیں، یہ اصطلاح بعد کی ہے۔

نماز وتر کی شرعی حیثیت:

صاحبین اور ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں وتر کی نماز سنت ہے واجب نہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں واجب ہے۔

دلائل جمہور: حدیث الباب عن علیؓ آپ نے فرمایا کہ یہ فرض کی طرح نہیں لیکن سنت ہے۔

دلائلِ امام ابوحنیفہ (۱) حدیث الباب نمبر۲۷ عن ابن عمر، وجہ استدلال اس طرح ہے کہ نبی علیہ السلام فرض اور وتر ادا کرنے کیلئے سواری سے اترتے تھے نوافل اور سنن سواری پر ہی ادا کرتے تھے اگر وتر سنت ہوتے تو آپ سواری سے نہ اترتے۔

(۲) حدیث الباب نمبر۳۷ عن ابن عمر، اس میں ہے ان اللّٰہ زادکم صلوۃ الخ اس میں وتر کو فرض نماز پر اضافہ قرار دیا ہے اور اصول یہ ہے کہ مزید مزید علیہ کی جنس سے ہوتا ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وتر سنت نہیں فرض ہونا چاہئے لیکن فرضیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی اسلئے واجب قرار دے دیا گیا، دوسرا طریق استدلال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا حافظوا علیہا محافظت کا حکم وتر کیلئے ہوسکتا ہے۔

(۳) ابوداؤد (۲۰۱/۱) باب فیمن لم یوتر میں عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، یہ جملہ تین بار فرمایا، اس سے استدلال دو طرح ہے (۱) حق بمعنی واجب ہے (۲) آپ نے فرمایا کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، ایسی سخت وعید ترکِ واجب پر آسکتی ہے ترک سنت پر نہیں۔

دلیلِ جمہور کا جواب: اس کا جواب آچکا کہ یہاں اصطلاحی سنت مراد نہیں طریقہ مراد ہے

فائدہ: یہ اختلاف حقیقی نہیں محض لفظی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے ہاں سنت اور فرض کے درمیان وجوب کا درجہ ہے اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں سنت اور فرض کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ وتر سنتوں سے بڑھ کر ہے اور فرض سے کم درجے کا ہے، امام صاحبؒ اسی کو واجب کہتے ہیں اور جمہور کے ہاں بھی یہ واجب ہی ہے لیکن وہ اس پر واجب کا اطلاق نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اس اصطلاح کے قائل نہیں ورنہ وجوب ترکی جتنی نشانیاں ہیں ائمہ ثلاثہ ان سب کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں مثلاً (۱) نبی علیہ السلام نے وتر پر مواظبت فرمائی ہے (۲) ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے کہ تارکِ وتر کی شہادت قبول نہیں (۳) ان کے ہاں وتر کی قضاء مشروع ہے (۴) امام مالکؒ

منقول ہے کہ جس نے وتر کی نماز چھوڑی اس کے ساتھ تادیبی کاروائی کی جائیگی وغیرہ۔

باب ان الوتر ثلٰث رکعات

یہ باب اس بارے ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حدیث نمبر ۷۵: ۱۵۵ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت کان ﷺ یوتر بثلٰث یقرأ فی الاولیٰ سبح اسم ربک الا علیٰ وفی الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بقل هوا للّٰه احد وفی روایةٍ کان رسول اللّٰه ﷺ یقرأ فی الرکعة الاولیٰ من الوتر بأم الکتاب وسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة بأم القرآن وقل یایها الکافرون وفی الثالثة بأم الکتاب وقل هو اللّٰه احد وفی روایةٍ ان رسول اللّٰه ﷺ کان یوتر بثلث.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا یها الکافرون اور تیسری میں قل هو اللّٰه احد پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں ام الکتاب اور سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں ام الکتاب اور قل یایها الکافرون اور تیسری میں ام الکتاب اور قل هو اللّٰه احد پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۷۶: ۱۵۶۔ ابو حنیفة عن زبید بن الحارث الیامی عن ابی عمر عن عبدالرحمن بن ابزیؓ قال کان رسول اللّٰه ﷺ یقرأ فی وتره سبح اسم ربک الاعلیٰ وقل یایها الکافرون فی الثانیة وقل هو اللّٰه احد فی الثالثة و فی روایةٍ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الوتر فی الرکعة الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیة قل للذین کفروا یعنی قل یا یها الکافرون فهکذا فی قراء ة ابن مسعود وفی الثالثة قل هو اللّٰه احد وفی روایة انه کان یقرأ فی الوتر فی الرکعة الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة قل یا یها الکافرون وفی

الثالثة قل هو اللّٰه احد وفی روایةٍ کان یوتر بثلث رکعاتٍ یقرأ فیها سبح اسم ربک الاعلی وقل یا یها الکافرون وقل ھو اللّٰہ احد.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی نمازِ وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یا یھا الکافرون اور تیسری میں قل ھوا اللّٰہ احد پڑھتے اور ایک روایت میں ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل للذین کفروا یعنی قل یا یھا الکافرون پڑھتے چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں اسی طرح ہے اور تیسری میں قل ھو اللّٰہ احد پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے آپ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا یھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللّٰہ احد پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے آپ تین رکعات وتر پڑھتے جن میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا یھا الکافرون اور قل ھو اللّٰہ احد پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۷۷:۱۵۷ . ابو حنیفة عن ابی سفیان عن ابی نصرة عن ابی سعیدؓ قال

قال رسول اللّٰہ ﷺ لا فصل فی الوتر

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز وتر میں فصل نہیں ہے۔

تعداد رکعات وتر

اس میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں وتر ایک سے لیکر سات رکعات تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں البتہ ان حضرات کا عمل یہ ہے کہ یہ دو سلاموں سے تین رکعات ادا کرتے ہیں، پہلے دو رکعات ایک سلام کے ساتھ پھر ایک رکعت ایک سلام کے ساتھ، جبکہ احنافؒ کے ہاں وتر کی تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ متعین ہیں، دو سلاموں کے ساتھ تین رکعات پڑھنا جائز نہیں۔

دلائلِ ائمہ ثلاثہ:

وہ تمام روایات جن میں اوتر برکعة سے لیکر اوتر بسبع تک کے الفاظ مروی ہیں۔ ایسی روایات ترمذی میں مروی ہیں۔

دلائلِ احناف:

تینوں احادیث الباب، حدیث عائشہ اور عبدالرحمٰن بن ابزی کی دونوں روایات میں تین رکعات کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلی دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ

الاخلاص پڑھتے تھے۔اور ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وتر میں فصل نہیں، یعنی تینوں رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں، درمیان میں کوئی سلام نہیں۔

جواب: ائمہ ثلاثہ کی روایات کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ان روایات میں سات رکعات تک کا ذکر ہے نو گیارہ تیرہ بلکہ سترہ رکعات وتر تک کا ذکر موجود ہے مثلاً سنن نسائی (۱/۲۵۱) میں ام سلمہؓ کی روایت ہے کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلث عشرة رکعة فلما کبر وضعف اوتر بسبع اور ایک روایت مین ہے اوتر بتسع، ائمہ ثلاثہ کے ہاں سات سے زائد وتر درست نہیں اور ان احادیث کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ ان میں تین وتر ہوتے تھے اور باقی رکعات تہجد کی تھیں مثلاً تیرہ رکعات کے بارے توجیہ یہ ہے کہ تین وتر تھے اور دس رکعات صلوۃ اللیل اور تہجد کی تھیں اور گیارہ کے بارے توجیہ یہ ہے کہ آٹھ تہجد کی اور تین وتر کی وغیرہ، اسی طرح ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ جن روایات میں اوتر بسبع تک کے الفاظ آئے ہیں ان میں بھی تین وتر اور باقی تہجد کی رکعات ہیں، سات میں سے تین وتر اور چار صلوٰۃ اللیل ہیں اور پانچ میں سے تین وتر اور دو صلوٰۃ اللیل ہیں۔

شروع رات میں وتر پڑھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۷۸: ۱۵۸۔ ابو حنیفة عن عبداللہ بن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الوتر اول اللیل مسخطة للشیطان واکل السحور مرضاة الرحمن.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ رات کے اول حصہ میں وتر پڑھنا شیطان کی ناراضگی کا سبب ہے اور سحری کھانا رحمٰن کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔

توضیح اللغات: مسخطة ناراضگی کا ذریعہ مرضاۃ رضامندی کا ذریعہ، مفعلة کا وزن عموماً ذریعہ اور سبب کیلئے آتا ہے جیسے السواک مطھرة للفم، مطھرة مزجرة وغیرہ، السحور سحری۔

وتر رات کے ہر حصہ میں ادا کرنا درست ہے۔

حدیث نمبر ۷۹: ۱۵۹۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن ابی عبداللہ الجدلی عن ابی مسعود الانصاریؓ قال اوتر رسول اللہ ﷺ اول اللیل واوسطه واخره لکی یکون واسعاً علی المسلمین ای ذلک اخذو ابه کان صواباً غیر انه من طمع لقیام اللیل فلیجعل وتره فی آخر اللیل

فان ذلک افضل وفی روایة عن ابی عبداللّٰہ الجدلی عن عقبة بن عامرؓ وابی موسی الاسعریؒ انھما قالا کان رسول اللّٰہ ﷺ یوتر احیاناً اول اللیل واوسطه وآخره لیکون سعة للمسلمین.

ترجمہ: ابومسعود انصاریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے رات کے اول اور درمیان اور آخر میں وتر پڑھے تاکہ یہ مسلمانوں پر گنجائش اور وسعت والے ہوں اس میں سے جو بھی وہ اپنالیں تو درست ہے مگر جو شخص قیام اللیل کی طمع رکھتا ہو تو چاہئے کہ وہ اپنی وتر رات کے آخری حصے میں پڑھے۔ کیونکہ یہ افضل ہے اور عقبہ بن عامر اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے، روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کبھی رات کے اول اور درمیان اور آخری حصہ میں وتر پڑھتے تاکہ مسلمانوں کیلئے گنجائش اور وسعت ہو۔

ابوموسیٰ اشعری، نام عبداللہ بن قیس ہے، ابو مسعود الانصاری، ان کا نام عقبہ بن عمرو انصاری ہے، اسلئے درمیان میں عقبہ بن عامر کا ذکر جو آیا ہے وہ دوسرے صحابی ہیں۔

باب سجدتی السھو

یہ باب سہو کے دوسجدوں کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۸۰: ۱۶۰. ابوحنیفة عن حمادٍ عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ صلی صلوٰة اما الظھر واما العصر فزاد اونقص فلما فرغ وسلم فقیل له احدث فی الصلوٰة ام نسیت قال انسیٰ کما تنسون فاذا انسیت فذکرونی ثم حول وجھه الی القبلة وسجد سجدتی السھود وتشھد فیھا ثم سلم عن یمینه وعن شماله.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو آپ نے زیادتی کردی یا کمی کردی پس جب فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو آپ کو کہا گیا نماز کے بارے نیا حکم آچکا ہے یا آپ بھول گئے ہیں آپ نے فرمایا بھول مجھے بھی لاحق ہوسکتی ہے جسے تمہیں لاحق ہوتی ہے پس جب مجھے بھول لاحق ہو تو مجھے یاد دہانی کراؤ پھر آپ نے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا اور دو سجدہ سہو کئے اور اس میں تشہد پڑھا پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دیا۔

توضیح اللغات: انسی، تنسون، انسیت: باب افعال تینوں صیغے مجہول کے ہیں۔

سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے یا بعد میں؟

دونوں جائز ہیں لیکن افضلیت اور غیر افضلیت میں اختلاف ہے، مذاہب یہ ہیں۔

(۱) مذہبِ احناف: احنافؒ کے ہاں سجدہ سہو سلام کے بعد ہے مطلقاً۔

(۲) مذہبِ شافعیہ: شافعیہؒ کے ہاں سجدہ سہو قبل السلام ہے مطلقاً۔

(۳) مذہب مالکیہؒ: ان کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر سجدہ سہو نماز میں نقصان آنے کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو قبل السلام ہے اور اگر نماز میں زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو بعد السلام ہے آسانی کیلئے کہا جاتا ہے **القاف بالقاف و الدال بالدال** پہلے قاف سے قبل اور دوسرے سے نقصان مراد ہے۔ یعنی **القبل بالنقصان** اور پہلی دال سے بعد اور دوسری سے زیادتی مراد ہے یعنی **البعد بالزيادة** .

دلائل وترجیحات: نبی علیہ السلام سے قبل السلام بھی سجدہ سہو ثابت ہے اور بعد السلام بھی، اس میں کسی کو شبہ نہیں لہٰذا دلائل دونوں طرف ہیں حدیث الباب احناف کی دلیل ہے اور احناف کا مذہب کئی وجوہ سے راجح ہے۔

(۱) نبی علیہ السلام کا عمل دونوں طرح منقول ہے۔ قبل السلام بھی اور بعد السلام بھی لیکن قولی روایت بعد السلام کی ہے اور وہ سب سے پختہ روایت ہے چنانچہ بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا و **اذا شک احدكم فى صلوته فليتحر الصواب ثم يسلم ثم يسجد سجد تين**، اس میں بعد السلام سجدہ سہو کا حکم ہے۔

(۲) دوسرے حضرات کے دلائل روایاتِ فعلیہ ہیں اور احنافؒ کے دلائل روایاتِ قولیہ اور فعلیہ دونوں ہیں اصول یہ ہے کہ قول اور فعل کا تعارض ہو تو ترجیح قول کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ فعل کئی باتوں کا احتمال رکھتا ہے مثلاً ہو سکتا ہے کہ اصل مسئلہ کچھ اور ہو لیکن نبی علیہ السلام نے بیان جواز کیلئے اس کے برعکس عمل کیا ہو یہاں بھی اصل اور افضل بعد السلام ہے لیکن قبل السلام جواز پر محمول ہے۔

(۳) احنافؒ کے طریقہ کے مطابق عبادت بھی زیادہ بنتی ہے اور مشقت بھی، کیونکہ اس میں پہلے سلام پھیرا جاتا ہے پھر دو سجدے کئے جاتے ہیں پھر تشہد پڑھا جاتا ہے پھر آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے اور اصول یہ ہے کہ عبادت میں مشقت اور طول و زیادتی سے اجر زیادہ ہو جاتا ہے جبکہ دوسرے حضرات کے ہاں سجدہ سہو میں تشہد بھی نہیں اور سلام بھی ایک بار ہے۔

(۴) اکابر صحابہ اور فقہاء صحابہؓ کا مذہب بھی وہی ہے جو احنافؒ کا ہے مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ،

حضرت انسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ۔

باب سجدة التلاوة

یہ باب سجدہ تلاوت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۱۸۱:۱۶۱۔ ابو حنیفة عن سماک عن عیاض الاشعری عن ابی موسی الاشعریؓ ان النبی ﷺ سجد فی ص۔

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے سورہ ص میں سجدہ فرمایا ہے۔

سورہ ص میں سجدہ تلاوت ہے یا نہیں؟

احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ قرآن میں چودہ سجدہ تلاوت ہیں اور تیرہ سجدوں کی تعیین پر بھی اتفاق ہے وہ تیرہ یہ ہیں۔

(۱) سورۃ الاعراف آیت نمبر۲۰۶ پ ۹۔ (۲) سورۃ الرعد آیت نمبر۱۵ پ۱۳۔ (۳) سورۃ النحل آیت نمبر۵۰ پ ۱۴۔ (۴) سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر۱۰۹۔ پ۱۵ (۵) سورہ مریم آیت نمبر ۵۸ پ ۱۶ (۶) سورۃ الحج آیت نمبر۱۸ پ۱۷ (۷) سورۃ الفرقان آیت نمبر۶۰ پ ۱۹۔ (۸) سورۃ النمل آیت نمبر۲۶۔ پ۱۹ (۹) سورۃ الم السجدۃ آیت نمبر ۱۵۔ پ۲۱ (۱۰) سورہ حم السجدۃ آیت نمبر۳۸۔ پ۲۴ (۱۱) سورۃ النجم آیت نمبر۶۲ پ ۲۷ (۱۲) سورۃ الانشقاق آیت نمبر۲۱ پ۳۰ (۱۳) سورۃ علق آیت نمبر۱۹ پ۳۰، البتہ چودھویں سجدہ کے بارے اختلاف ہے ہمارے ہاں سورۃ ص آیت نمبر۲۵ پ۲۳ میں ہے اور شافعیہ کے ہاں سورۃ الحج آیت نمبر۷۷ پ ۱۷ میں ہے گویا حج کا پہلا سجدہ اتفاقی ہے دوسرا اختلافی ہے گویا دو اختلاف ہوئے۔ (۱) سورہ ص کے سجدے میں (۲) سورہ حج کے دوسرے سجدہ میں۔ پہلے اختلاف کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلائلِ احناف (۱) حدیث الباب عن ابی موسی الاشعری۔

(۲) سنن ابوداؤد (۱/۲۰۰) باب السجدۃ فی ص میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے قراء رسول اللہ ﷺ وھو علی المنبر ص فلما بلغ السجدة نزل فسجد وسجد الناس معه الخ یعنی نبی علیہ السلام نے منبر پر سورۃ ص پڑھی، جب سجدہ تلاوت کے مقام پر پہنچے تو نیچے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔

دلیلِ امام شافعی۔

ترندی (۱/۱۰۲) باب ماجاء فی السجدة فی ص میں ابن عباسؓ کی روایت ہے رأیت رسول اللہ ﷺ یسجد فی ص قال ابن عباس ولیست من عزائم السجود یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورہ ص میں سجدہ کرتے دیکھا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ عزائم سجود میں سے نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ ضروری نہیں۔

جواب: اس روایت سے استدلال صحیح نہیں، اس میں تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس میں سجدہ کیا ہے اور عزائم السجود، فرائض السجود کے معنی میں ہے یعنی سورہ ص کا سجدہ فرض نہیں یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم کسی بھی سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کہتے، اگر اس سے استدلال درست قرار دے دیا جائے تو جواب یہ ہے کہ یہ ابن عباسؓ کا اپنا قول ہے اور یہ مذکورہ احادیث کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

دوسرے اختلاف میں احنافؒ کے دلائل۔

(۱) شرح معانی الآثار (۱/۱۷۷) باب سجود التلاوة فی المفصل وغیرہ میں ابن عباسؓ کا اثر ہے فی سجود الحج الاول عزیمة والآخر تعلیم اس سے معلوم ہوا کہ حج کا دوسرا سجدہ سجدہ تلاوت نہیں محض تعلیم کیلئے ہے۔

(۲) قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ جہاں سجدہ تلاوت ہوتا ہے وہاں صرف سجدہ کا حکم ہوتا ہے یا صرف رکوع کا اور جہاں رکوع اور سجدہ دونوں کا حکم ہوتا ہے وہاں سجدہ صلوتیہ مراد ہوتا ہے مثلاً یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین، اس مقام پر بھی رکوع سجدہ دونوں کا حکم ہے یایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا الایة لہٰذا اس سے مراد سجدہ صلوتیہ ہے۔

دلیلِ امام شافعی:

ترندی (۱/۱۰۲) باب فی السجدة فی الحج میں عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے قلت یا رسول اللہ فضلت سورة الحج بان فیھا السجدتین قال نعم فمن لم یسجد ھما فلایقرأ ھما یعنی میں نے کہا یارسول اللہ کیا سورۃ حج کو اسلئے فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لہٰذا جو یہ سجدے نہیں کرتا وہ انہیں پڑھے ہی نہیں۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے، اس مین ابن لہیعہ راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

باب نسخ الکلام فی الصلوۃ

یہ باب نماز میں کلام کے منسوخ ہونے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۸۲: ۱۶۲۔ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعودؓ انہ لما قدم من ارض الحبشۃ فسلم علی رسول اللہ ﷺ وھو یصلی فلم یرد علیہ السلام فلما انصرف رسول اللہ ﷺ قال ابن مسعود اعوذ باللہ من سخط نعمۃ اللہ قال النبی ﷺ وما ذک قال سلمت علیک فلم ترد علی قال ان فی الصلوٰۃ لشغلاً قال فلم نرد السلام علیٰ احدٍ من یومئذٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب وہ سرزمین حبشہ سے آئے تو رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا اس حال میں کہ آپ نماز میں تھے تو نبی علیہ السلام نے ان پر سلام کا جواب نہ لوٹایا پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو عبداللہ بن مسعود نے کہا میں اللہ کی نعمت کے غصہ سے پناہ چاہتا ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے کہا میں نے آپ پر سلام کہا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا آپ نے فرمایا بلاشبہ نماز میں مشغولیت ہونا چاہئے عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں اس دن سے ہم نے کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔

توضیح اللغات: نعمۃ اللہ، سے مراد نبی علیہ السلام کی ذات ہے۔

سلام فی الصلوۃ کا حکم

نمازی کو سلام کرنا منع ہے اگر کسی نے کر دیا تو نمازی اس کا جواب زبان سے نہ دے، اگر زبان سے جواب دیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر اشارہ سے جواب دیا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اس میں کراہت بھی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے ہاں کوئی کراہت نہیں اور احناف کے ہاں مکروہ ہے۔

حدیث نمبر۸۳: ۱۶۳۔ ابو حنیفۃ عن حمادٍ عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃؓ قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل وانا نائمۃ الیٰ جنبہ وجانب الثوب واقع علیَّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام رات کو نماز پڑھتے اس حال میں کہ میں ان کے پہلو کی طرف سوئی ہوتی اور کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر پڑا رہتا۔

باب التلقین فی الصلوة

یہ باب نماز میں تلقین کے متعلق ہے۔

حدیث نمبر ۸۴:۱۶۴۔ ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ سنّ فی الصلوٰۃ اذانابھم شیٔ التسبیح للرجال والتصفیق للنساء .

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں مردوں کیلئے تسبیح اور عورتوں کیلئے تصفیق کو سنت قرار دیا ہے جب نماز میں انہیں کوئی معاملہ پیش ہو۔

توضیح اللغات:ناب :ناب ینوب نوباً ونوبةً (ن) کسی امر کا پیش آنا التسبیح سبحان اللہ کہنا التصفیق دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارنا اور آواز نکالنا، التسبیح اور التصفیق دونوں ''سن'' فعل کے لئے مفعول بہ ہیں۔

مسئلہ: اگر غلطی سرزد ہونے پر امام کو متنبہ کرنا ہو یا کوئی نمازی کے سامنے سے گزر رہا ہوا سے خبردار کرنا ہو تو مذکورہ حدیث کی رو سے مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورتوں کو تصفیق کرنا چاہئے یہی مذہب جمہور کا ہے۔

باب انه لایقطع الصلوة شیء

یہ باب اس بارے میں ہے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔

حدیث نمبر ۸۵:۱۶۵۔ ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراھیم عن الاسود بن یزید انه سأل عائشةؓ عما یقطع الصلوٰۃ فقالت یا اھل العراق تزعمون ان الحمار والکلب والسنور یقطعون الصلوٰۃ فقرنتمونا بھم ادرأما استطعت کان النبی ﷺ یصلی وانا نائمة الیٰ جنبه علیه ثوب جانبه علیّ.

ترجمہ: اسود بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے اس چیز کے بارے سوال کیا جو نماز کو فاسد کردیتی ہے تو آپ نے فرمایا اے عراق والو: تمہارا خیال ہے کہ گدھا اور کتا اور بلی نماز کو کاٹ دیتے ہیں تم نے ہمیں ان کے ساتھ ملا دیا ہے ہٹاؤ جتنی تمہاری طاقت ہو نبی علیہ السلام نماز پڑھتے اس حال میں کہ میں ان کے پہلو کی طرف سوئی ہوتی آپ پر ایک کپڑا ہوتا جس کا کنارہ مجھ پر ہوتا۔

مسئلہ اولیٰ: ضرورت کے وقت ایک لمبا کپڑا میاں بیوی دونوں اوڑھ لیں جیسا کہ مذکورہ دونوں روایات میں ہے اور کوئی ایک اس کے ساتھ نماز پڑھے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ثانیہ: امام احمدؒ اور اہل ظاہر کے ہاں کالے کتے عورت گدھے اور بلی وغیرہ کے نمازی کے سامنے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جمہور کے ہاں فاسد نہیں ہوتی، حدیث الباب کا پہلا حصہ امام احمد اور اہل ظاہر کی دلیل ہے اور آخری حصہ جمہور کی دلیل بنتا ہے اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نماز پڑھتے میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان ہوتی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ سامنے ہوتیں جب عورت کے نمازی کے سامنے لیٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو گزرنے سے بھی فاسد نہ ہوگی۔

دلائلِ جمہور: اس کے علاوہ چند روایات ملاحظہ ہوں (۱) ابوداؤد اور نسائی میں فضل بن عباسؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں ہم صحراء میں تھے نبی علیہ السلام اور عباسؓ آئے پھر آپ نے صحراء میں نماز پڑھی آپ کے سامنے سترہ بھی نہ تھا ہماری ایک گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیل رہی تھیں اور آپ نے ان پر کوئی پرواہ نہیں کی۔

(۲) ابوداؤد میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے قال علیہ السلام لا یقطع الصلوٰۃ شئ وادرؤ اما استطعتم فانما ھو شیطن. یعنی کوئی چیز نماز کو فاسد نہیں کرسکتی اور گزرنے والے کو اپنی طاقت کے مطابق دور کرو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

جواب (۱) جن روایات میں آتا ہے کہ مذکورہ چیزوں کے گزرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے ایسی احادیث منسوخ ہیں۔

(۲) قطع سے مراد نفس صلوٰۃ کو قطع کرنا نہیں بلکہ قطع خشوع مراد ہے کہ ان کے گزرنے سے نمازی کے خشوع میں کمی آجاتی ہے۔

اعتراض: اس پر یہ شبہ ہے کہ ہر چیز کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نمازی کے خشوع میں فرق آتا ہے پھر ان چیزوں کی تخصیص کیوں کی ہے؟

جواب: ان اشیاء کے سامنے گزرنے میں خشوع میں خلل پڑنے کا زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ کتے اور گدھے میں ایذاء رسانی اور تکلیف پہنچانے کا احتمال ہے اور عورت کے سامنے آنے کی صورت میں برے خیالات آسکتے ہیں۔

باب صلوٰۃ الکسوف

یہ باب نمازِ کسوف کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر ۸۶ : ۱۶۶ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللّٰہؓ قال انکسفت الشمس یوم مات ابراهیم بن رسول اللّٰہ ﷺ فقام رسول اللّٰہ ﷺ فخطب فقال ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللّٰہ لا تنکسفان لموت احد ولا لحیاته فاذا رأیتم ذلک فصلوا واحمدوا اللّٰہ وکبروہ وسبحوہ حتیٰ ینجلی ایها انکسف ثم نزل رسول اللّٰہ ﷺ وصلی رکعتین.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جس دن رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا اس دن سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پس خطبہ دیا فرمایا کہ بلاشبہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں وہ نہ کسی کی موت کیلئے گرہن ہوتے ہیں نہ کسی کی حیات کیلئے پس جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ کی حمد کرو اور اس کی بڑائی بیان کرو اور اس کی تسبیح کرو۔ یہاں تک کہ وہ کھل جائے ان میں سے جو بھی گرہن ہو جائے پھر آپ علیہ السلام اترے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔

حدیث نمبر ۸۷ : ۱۶۷۔ ابو حنیفة عن عطاعن ابیه عن ابن عمرؓ قال انکسفت الشمس یوم مات ابراهیم بن رسول اللّٰہ ﷺ فقال الناس انکسفت الشمس لموت ابراهیم فقام النبی ﷺ قیاماً طویلاً حتیٰ ظنوا انه لا یرکع ثم رکع وکان رکوعه قدرقیامه ثم رفع راسه فکان قیامه قدررکوعه ثم سجد قدرقیامه ثم جلس فکان جلوسه بین السجد تین قدرسجوده ثم سجد قدر جلوسه ثم صلی الرکعة الثانیة ففعل مثل ذٰلک حتیٰ اذا کانت السجدة منها بکی فاشتد بکائه فسمعنا وهو یقول الم تعد نی ان لا تعذبهم وانا فیهم ثم جلس فتشهد ثم انصرف واقبل علیهم بوجهه ثم قال ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللّٰہ یخوف اللّٰہ بهماعباده لا یکسفان لموت احدٍ ولا لحیاته فاذا کان کذلک فعلیکم بالصلوٰة ولقدرائیتنی ادنیت من الجنة حتیٰ لو شئت ان

اتناول غصنا من اغصان شجرها فعلت ولقد رائيتني ادنيت من النار حتیٰ جعلت اتقی ولقد رأیت سارق رسول اللّٰه وفی روایةٍ سارق بیت رسول اللّٰه ﷺ یعذب بالنار ولقد رأیت فیها عبد بن دعدع سارق الحجاج بمحجنه ولقد رأیت فیها امرأةً ادماء حمیریة تعذب فی هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأکل من خشاش الارض وحشراتها وفی روایةٍ نحوه وفیه لقد رأیت عبد بن دعدع سارق الحجاج بمحجنه فکان اذا خفی ذهب واذا راٰه احد قال انما تعلق لمحجنی وفی روایةٍ کان اذا خفی له شئ ذهب به واذا ظهر علیه قال انما تعلق بمحجنی۔

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس دن سورج گرہن ہوا جس دن رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے کہا ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے تو آپ نے نماز پڑھائی اور لمبا قیام فرمایا حتیٰ کہ صحابہ کو خیال گزرا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کے بقدر لمبا تھا پھر اپنا سر اٹھایا تو آپ کا قیام آپ کے رکوع کے بقدر تھا پھر اپنے قیام کے بقدر سجدہ کیا پھر بیٹھ گئے تو دو سجدہ کے درمیان بیٹھنا آپ کے سجدہ کے بقدر لمبا تھا پھر اپنے پہلے سجدہ کے بقدر سجدہ کیا پھر دوسری رکعت پڑھائی تو آپ نے اسی مثل افعال کئے یہاں تک کہ جب اس رکعت کا سجدہ آیا تو آپ رو پڑے پھر سخت روئے ہم نے آپ سے یہ فرماتے ہوئے سنا آپ کہہ رہے تھے کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ کیا تھا کہ آپ انہیں عذاب نہ دیں گے اس حال میں کہ میں ان میں موجود ہوں پھر بیٹھ گئے تو تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا اور اپنے چہرے کے ساتھ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ بلاشبہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے پس جب اس طرح ہو تو تم نماز کو لازم پکڑو اور بلاشبہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت کے قریب ترین کر دیا گیا حتیٰ کہ اگر میں چاہتا کہ اس کی ٹہنیوں میں سے کسی ٹہنی کو پکڑوں تو میں پکڑ سکتا تھا اور بلاشبہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں آگ کے قریب کر دیا گیا ہوں حتیٰ کہ میں ڈرنے لگا اور تحقیق میں نے اللہ کے رسول کے چور کو اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ کے گھر کے چور کو آگ میں عذاب دیئے جاتے دیکھا اور بلاشبہ میں نے اس میں عبد بن دعدع کو دیکھا جو اپنی خم دار چھڑی کے ساتھ حاجیوں سے چوری کرتا تھا اور یقیناً میں نے اس میں گندم گوں سرخ رنگ کی عورت کو اس بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا دیکھا جسے اس نے باندھے رکھا تو اس کو کھلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں اور اس کے حشرات میں سے کھاتی اور ایک روایت میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں

نے اپنی خمدار چھڑی کے ذریعہ حاجیوں سے چوری کرنے والے عبد بن دعدع کو دیکھا وہ جب چھپ جاتا تو سامان لے جاتا اور جب کوئی اسے دیکھ لیتا تو کہتا کہ بلاشبہ وہ سامان میری خمدار چھڑی کے ساتھ لٹک گیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب اس کیلئے کوئی چیز چھپ جاتی تو اسے لے جاتا اور اگر اس پر اطلاع ہو جاتی تو کہتا کہ وہ خود میری خمدار چھڑی کے ساتھ لٹک گئی تھی۔

توضیح اللغات: **کسوف وخسوف**: لغوی معنی ہیں تغیر اور تبدل پھر کسوف اور خسوف میں فرق ہے یا نہیں؟ محدثین کے ہاں کوئی فرق نہیں۔ ہر ایک کا اطلاق سورج کے گرہن پر بھی ہوتا ہے اور چاند کے گرہن پر بھی۔البتہ فقہاء کے ہاں کسوف سورج کے گرہن اور خسوف چاند کے گرہن کے ساتھ خاص ہے اور عرف بھی یہی ہے۔

لا تنکسفان الخ زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ جب کوئی بڑا امرتا ہے تو سورج یا چاند گرہن ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس کی تردید کردی **ینجلی** کھلنا واضح ہونا **الم تعدنی** وعد سے مضارع مخاطب، خطاب اللہ کو ہے **ادنیت** ادناء بمعنی نزدیک کرنا، سے واحد متکلم ماضی مجہول **اتنا** ول پکڑنا، لینا، **اغصان**، **غصن** کی جمع شاخ ٹہنی **اتقی** باب انفعال سے بچنا، **حجاج** حاج کی جمع، **محجن بکسر المیم**: وہ چھڑی کہ جس کے سر پر خم دار لوہا لگا دیا گیا ہو **عبد بن دعدع**: حاجیوں سے اس طرح چوری کرتا کہ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے خم دار لاٹھی سے سامان اٹھا لیتا، اگر کسی کا خیال نہ ہوتا تو سامان لے جاتا اور اگر کوئی دیکھ لیتا تو کہتا کہ چھڑی خم دار ہے سامان خود اس کے ساتھ لٹک گیا تھا **ادماء**: **ادمۃ** سے ہے بمعنی گندم گوں ہونا، **حمیریۃ** حمیر قبیلہ کی طرف نسبت ہے یا بمعنی سرخ رنگ والی **ھرۃ** بلی **ربطتھا** باندھنا، (ض) **خشاش بضم الخاء** بمعنی زمین کے حشرات اور کیڑے مکوڑے۔

صلوٰۃِ کسوف کی حیثیت: صحیح یہ ہے کہ صلوٰۃِ کسوف سنتِ مؤکدہ ہے بعض حضرات نے واجب اور بعض نے فرض کفایہ قرار دیا۔ پہلا قول صحیح اور جمہور کا ہے۔

صلوٰۃِ کسوف کا طریقہ: ہمارے ہاں صلوٰۃِ کسوف اور عام نمازوں میں کوئی فرق نہیں۔ اسے عام دو رکعات کی طرح ادا کیا جائیگا۔ ہر رکعت میں ایک رکوع ہوگا۔ ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔

دلائلِ ائمہ ثلاثہ: صحاحِ ستہ کی بہت سی وہ روایات جن میں دو رکوعات کی تصریح ہے مثلاً صحیح مسلم (۲۹۶/۱) میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے اس میں ہے **فقرأ رسول اللّٰہ ﷺ قرأۃ طویلۃ ثم کبر فرکع رکوعا طویلاً ثم رفع رأسہ فقال سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد ثم قام فقرأ قرأۃ طویلۃ ھی ادنی من القرأۃ الاولیٰ ثم کبر فرکع رکوعا طویلا ھوا دنی من الرکوع الاول** یعنی

آپ نے لمبی قرأت کی پھر تکبیر کہی پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھایا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا پھر کھڑے ہوئے لمبی قرأت کی جو پہلی قرأت سے کم تھی پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔

دلائلِ احناف: احادیث الباب، دونوں میں منقول ہے نبی علیہ السلام نے عام نمازوں کی طرح نماز پڑھائی، ان میں زیادہ رکوعات کا ذکر نہیں، نیز سنن نسائی (۲۲۳/۱) میں ابو بکرۃؓ کی روایت ہے اس میں ہے۔ فصلی رکعتین کما تصلون یعنی آپ نے اس طرح دو رکعتیں پڑھیں جو تم لوگ پڑھتے ہو۔

جواب: جن روایات میں دو رکوع کا ذکر ہے ان کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) جیسا کہ آ چکا کہ نبی علیہ السلام نے لمبا رکوع فرمایا تو درمیانی صفوں والے حضرات کو خیال ہوا کہ شاید نبی علیہ السلام رکوع سے کھڑے ہو گئے ہیں لیکن ہمیں معلوم نہ ہو سکا اور وہ رکوع سے اٹھ گئے لیکن جب دیکھا کہ آپ اور آپ کے متصل صفوف والے صحابہ ہنوز رکوع میں ہیں تو واپس رکوع میں چلے گئے جو حضرات سب سے پیچھے تھے انہوں نے سمجھا کہ آپ علیہ السلام نے دو رکوع کئے ہیں لیکن حقیقت یہ نہ تھی آپ نے ایک ہی رکوع کیا ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام سے صلوٰۃ الکسوف میں دو ہی نہیں دو سے پانچ تک رکوعات ثابت ہیں لیکن زائد رکوعات نماز کے جزء نہ تھے بلکہ رکوعاتِ تخشع تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث الباب میں بھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس نماز میں جنت اور جہنم کے نظارے اور اللہ کی نشانیاں دیکھیں ان کے شکر کے طور پر آپ نے کئی رکوع کئے۔ نماز میں اس طرح غیر معمولی واقعات دیکھنا آپ کی خصوصیت تھی اور اتنے رکوع کرنا بھی آپ کی خصوصیت تھی یہ، کوئی مستقل سنت نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الاستخارۃ

یہ باب نمازِ استخارہ کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۸:۸۸۔ ابو حنیفة عن ناصح عن یحی عن ابی سلمة عن ابی هریرةؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلّمنا الاستخارة کما یعلمنا السورة من القرآن۔

ترجمہ: ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں اس طرح استخارہ سکھاتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی ایک سورت سکھاتے۔

حدیث نمبر ۸۹: ۱۶۹ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللہؓ قال کان رسول اللّٰہ علیہ السلام یعلمنا الاستخارة فی الامر کما یعلمنا السورة من القرآن وفی روایةٍ قال قال رسول اللّٰہ علیہ السلام اذا اراداحدکم امراً فلیتوضأ ولیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل اللّٰھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک فانک تعلم ولا علم وتقدر ولا اقدر وانت علام الغیوب اللّٰھم ان کان ھذا الامرخیراً لی فی معیشتی وخیرًالی فی عاقبة أمری فیسرہ لی وبارک لی فیه وزاد فی روایةٍ وان کان غیرہ فاقدرلی الخیر حیث کان ثم رضّنی به.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر کام میں اس طرح استخارہ سکھاتے جس طرح ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے اور ایک روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وضو کرے اور فرض کے بغیر دو رکعتیں پڑھ لے پھر کہے اللھم انی استخیرک الخ اے اللہ میں آپ سے بھلائی طلب کرتا ہوں آپ کے علم کے واسطے سے اور آپ سے قدرت چاہتا ہوں آپ کی قدرت کے واسطے سے اور میں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں کیونکہ آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا اور آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں اور آپ غیبوں کو جاننے والے ہیں اے اللہ اگر یہ کام میرے لئے میری زندگی میں بہتر ہو اور میری آخرت میں میرے لئے بھلا ہو تو اسے میرے لئے آسان کر دیں اور اس میں میرے لئے برکت ڈال دیں اور ایک روایت میں ہے اگر یہ کام اس کے علاوہ ہو تو میرے لئے خیر مقدر کر دیں جہاں کہیں ہو پھر مجھے اس پر راضی اور خوش کر دیں۔

نمازِ استخارہ اور اس کا طریقہ: زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی نے کوئی کام کرنا ہوتا اور اس کا مفید و مضر ہونا معلوم کرنا ہوتا تو وہ استقسام بالا زلام سے کام لیتا۔ استقسام قسمت سے ہے یعنی قسمت طلب کرنا یا معلوم کرنا اور ازلام: زلم کی جمع ہے بمعنی قسمت آزمائی کا تیر، یہ سات تیر تھے جو بیت اللہ کے خادم کے پاس ہوتے تھے جس کو کسی بھی کام کی نوعیت معلوم کرنا ہوتی تو وہ خادم کو کچھ نذرانہ دیتا اور قسمت معلوم کرتا جس کے مختلف طریقے تھے، ان تیروں پر مختلف الفاظ مرقوم تھے مثلاً ایک پر لا اور ایک پر نعم لکھا جاتا تھا خادم ترکش سے تیر نکالتا اگر نعم والا نکلتا تو سمجھتا کہ کام مفید ہے اور اگر لا والا نکلتا تو سمجھتا کہ مضر ہے اسے نہیں کرنا چاہئے، قرآن و حدیث میں اس سے منع کر دیا گیا ہے اور اس کے متبادل کے طور پر استشارہ اور صلوۃ استخارہ کو مشروع قرار دیا ہے۔ استشارہ مشورہ سے ہے یعنی مشورہ طلب کرنا، مطلب یہ ہے کہ کسی امانت دار دیانت دار اور متعلقہ معاملہ کو سمجھنے والے سے مشورہ کیا جائے اور

استخارہ کے لغوی معنی ہیں طلب الخیر یعنی خیر طلب کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ مخصوص طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا وہ مخصوص طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے تازہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھے اس کے بعد حدیث الباب میں جو دعا منقول ہے وہ پڑھے، اور جب ھذا الامر پر پہنچے تو جس کام کے بارے استخارہ کرنا ہے دل میں اس کا تصور لائے پھر بستر صاف کر کے سنت کے مطابق سو جائے اللہ تعالیٰ اس کی درست کام کی طرف رہنمائی کرے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خواب دیکھ لے اگر خواب دیکھے تو کسی معتبر با اعتماد عالم سے اس کی تعبیر پوچھ لے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب میں غیبی اشارہ ہو جائے لیکن ضروری نہیں کہ خواب ہی نظر آئے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ آدمی کا دل اس کی طرف مائل کر دیتے ہیں اور دل میں اسے اختیار کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا کر دیتے ہیں اور اگر کام مضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے دل ہٹا دیتے ہیں اور نہ کرنے کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور اگر کرنے یا نہ کرنے کے بارے اطمینان نہ ہو ہنوز تذبذب ہو تو سات دنوں تک استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: معاملہ اور کام دینی ہو یا دنیاوی دونوں کیلئے استخارہ مشروع ہے لیکن شرعی لحاظ سے امور کی تین اقسام ہیں۔

(۱) جو واجب اور فرض ہیں ان کا کرنا ویسے ضروری ہے ان کیلئے استخارہ کرنا صحیح ہی نہیں۔

(۲) جو ناجائز اور حرام ہیں ان سے بچنا ویسے ہی ضروری ہے ان کیلئے استخارہ نہیں۔

(۳) مباح امور ان کیلئے استخارہ مشروع ہے۔

مسئلہ: اصل طریقہ تو یہ ہے کہ جسے ضرورت ہے وہ خود استخارہ کرے کیونکہ وہ کام، اس کی نوعیت اور متعلقات پر گہری نظر رکھتا ہوگا اور ان کی روشنی میں فیصلہ بھی آسان ہوگا نیز استخارہ کے جتنے صیغے اور دعائیں منقول ہیں ان سب کے صیغے متکلم کے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اصل طریقہ خود استخارہ کرنا ہے تاہم دوسرے کیلئے بھی استخارہ ہو سکتا ہے۔ خیر الفتاویٰ (۳۴۱/۱) میں ہے: دوسرے شخص کیلئے بھی استخارہ جائز ہے اور انی استخیرک کے بعد لفلان نام لیکر بڑھا دیا جائے اور ان ھذا الامر خیر لی کی بجائے "له" کہا جاوے۔

باب صلوٰۃ الضحیٰ

یہ باب چاشت کی نماز کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹۰: ۱۷۰۔ ابو حنیفة عن الحارث عن ابی صالحٍ عن ام هانیؓ ان النبی ﷺ

يوم فتح مكة وضع لامته ودعا بماء فصبه عليه ثم دعا بثوبٍ واحدٍ فصلى فيه زاد في روايةٍ متوشحا وفي روايةٍ ان النبي ﷺ وضع لأ مته يوم فتح مكة ثم دعا بماء فاتي به في جفنةٍ فيها خبز العجين فاستتر بثوبٍ فاغتسل ثم دعا بثوب فتوشح به ثم صلى ركعتين قال ابو حنيفة وهي الضحىٰ وفي روايةٍ ان النبي ﷺ وضع يوم فتح مكة لأمته ودعا بماء فاتي به في جفنةٍ فيها اثر عجين فاغتسل وصلىٰ اربعاً اور كعتين في ثوبٍ واحدٍ متوشحاً.

ترجمہ: ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ رکھی اور پانی منگوایا اور اسے اپنے بدن پر ڈالا پھر آپ نے ایک کپڑا منگوایا اور اس میں نماز پڑھی ایک روایت میں زیادتی کی ہے اس حال میں کہ آپ توشح کرنے والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ رکھی پھر پانی منگوایا تو آپ کے پاس ایسے بڑے برتن میں پانی لایا گیا جس میں گوندھے آٹے کا اثر تھا تو آپ نے کپڑے سے ستر کو ڈھانپا پس غسل کیا پھر کپڑا منگوایا اور اس کا توشح کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں وہ چاشت کی نماز تھی اور ایک روایت میں ہے نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ اتاری اور پانی منگوایا تو آپ کے پاس ایسے بڑے برتن میں پانی لایا گیا جس میں گوندھے ہوئے کا اثر تھا تو آپ نے غسل کیا تو آپ نے توشح کر کے ایک ہی کپڑے میں چار یا دو رکعات پڑھیں۔

توضیح اللغات :ام ھانی، نام فاختہ ہے حضرت علیؓ کی بہن ہیں لأمة زرہ ج لأم اور لؤم، متوشحا تفسیر پہلے آ چکی ہے۔ خبز العجين یہ مقلوب ہے اصل میں ہے، عجين الخبز، عجين بمعنی معجون ہے گوندھا ہوا آٹا۔ جفنة بڑا برتن۔

صلوٰۃ الضحی چاشت کی نماز کو کہتے ہیں اس کی حیثیت میں اختلاف ہے احنافؒ کے ہاں یہ مستحب یا سنتِ غیر مؤکدہ ہے، یہ نماز ضحوہ کبری کے بعد اور زوال سے پہلے کسی وقت بھی پڑھی جا سکتی ہے اور تہجد کی طرح اس کی رکعات کی تعداد متعین و مقرر نہیں، دو سے لیکر بارہ تک جتنی رکعات چاہے پڑھ سکتا ہے۔

باب قیام رمضان:

یہ باب قیام رمضان کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۱: ۱۷۱۔ ابو حنيفة عن الهيثم عن رجل عن عائشةؓ ان النبي ﷺ كان اذا دخل شهر رمضان قام ونام واذا دخل العشر الاواخر شدالميزر واحي الليل.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو آپ ﷺ رات کو قیام بھی فرماتے اور سوتے بھی اور جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو ازار کس لیتے اور رات کو زندہ کرتے۔

توضیح اللغات: شد المیزر: میزر ازار کو کہتے ہیں، ازار کسنا کنایہ ہے عبادت وریاضت میں محنت اور کوشش کرنے سے اور احیاء اللیل کا مطلب ہے رات کو قیام کرنا۔

حدیث نمبر۹۲ : ۱۷۲ . ابو حنیفة عن زیادٍ عن المغیرةؓ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یقوم عامّة اللیل حتی تورمت قدماہ فقال لہ اصحابہ الیس قدغفرلک ماتقدم من ذنبک وماتأخر قال افلا اکون عبداً شکوراً .

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ رات کے اکثر حصہ قیام کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم سوجھ جاتے تو آپ کے صحابہ نے آپ سے کہا کیا آپ کے وہ گناہ معاف نہیں ہو چکے جو پہلے ہیں اور وہ جو بعد میں ہیں آپ نے فرمایا کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

مسئلہ عصمتِ انبیاء:

ائمہ اربعہؒ اور جمہورؒ کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں خواہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ اور خواہ عمداً ہو یا سہواً، ان سے کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے الفاظ میں ''نبی کی فطرت وطبعیت سانچہ ہوتی ہے اور شریعت اس سے ڈھل ڈھل کر بنتی اور امت کے سامنے پیش ہوتی ہے'' جس طرح اینٹ کے درست اور صحیح ہونے کیلئے سانچے کا درست ہونا ضروری ہے اسی طرح شریعت کے احکام کے قابل اعتبار ہونے کیلئے انبیاء کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے نبی علیہ السلام کا ہر فعل قول اور تقریر سند کی حیثیت رکھتے ہیں اگر آپ سے بھی گناہ سرزد ہوسکتا ہے اور اپنے افعال میں خواہش وھوی کی پیروی کرتے ہیں تو شریعت اور اس کے احکام سے اعتماد ہی اٹھ جائے گا۔ اس بناء پر متکلمینِ اسلام نے عقیدہ عصمت انبیاء کو بنیادی اور اساسی عقائد میں شمار کیا ہے۔

حدیث الباب میں ذنب اور گناہ کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہے ایسی نصوص سے ملحدین عصمتِ انبیاء کے اجماعی مسئلہ کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ غلط بات ہے اصول یہ ہے کہ مضاف کے مضاف الیہ کی طرف نسبت کرنے سے اس کے معنی بھی بدل جاتے ہیں جیسے ''محبت'' ایک چیز ہے اگر اس کی نسبت اللہ کی طرف کریں ''محبتِ الٰہی'' اس کا مفہوم کچھ اور ہے۔ اگر والدہ کی طرف کریں اس کا مفہوم کچھ اور ہے بیٹی کی طرف کریں اس کا

مفہوم کچھ اور ہے بیوی کی طرف کریں اس کا مفہوم بدل جاتا ہے اسی طرح ذنب کی نسبت عام انسانوں کی طرف ہو تو اسکے معنی گناہ کے آتے ہیں خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ لیکن اگر اس کی نسبت رسول کی طرف کی جائے تو اس کے معنی خلافِ اولیٰ، غیر افضل کام کرنے کے آتے ہیں اور غیر افضل کام کرنا گناہ نہیں یا اس کے معنی اجتہادی غلطی کے آتے ہیں اور یہ بھی گناہ نہیں لیکن مشہور مقولہ ہے۔ حسنات الابرار سیّأت المقربین کہ نیکوں کی نیکیاں مقرب لوگوں کے گناہ شمار ہوتی ہیں اس اصول کے تحت انبیاء کی اجتہادی غلطی یا خلافِ اولیٰ کام کو ذنب سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔

تہجد کی رکعات:

حدیث نمبر ۹۳ : ۱۷۳ . ابو حنیفة عن ابی جعفرٍ ان صلوٰة النبی ﷺ باللیل کانت ثلٰث عشرة رکعةً منهن ثلٰث رکعات الوتر ورکعتا الفجر

ترجمہ: ابوجعفر سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کی رات کی نماز تیرہ رکعتیں تھیں جن میں سے تین رکعات وتر کی اور دو رکعتیں فجر کی ہوتی تھیں۔

باب سنة الفجر

یہ باب فجر کی سنتوں کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹۴ : ۱۷۴ . ابو حنیفة عن علقمة عن ابن الاقمر عن حمران قال مالقی ابن عمرَ قط الاواقرب الناس مجلساً حمران فقال ذات یومٍ یا حمران لا اراک تواظبنا الاوانت ترید لنفسک خیراً فقال اجل یا ابا عبد الرحمن قال اما اثنتان فانی انهاک عنهما واما واحدة فانی اٰمرک بها فانی سمعت رسول الله ﷺ یا مربها قال ماهی تلک الخصال الثلٰث یا ابا عبدالرحمن قال لاتموتنّ وعلیک دین الادیناً تدع به وفاءً ولا تسمّعن من تلاوة اٰیةٍ فانه یسمّع بک یوم القیٰمة کما سمعت به قصاصاً ولا یظلم ربک احداً واما الذی اٰمرک به کما امرنی رسول الله ﷺ فرکعتا الفجر فلا تدعهما فان فیهما الرغائب.

ترجمہ: حمران فرماتے ہیں کہ کبھی بھی ابن عمرؓ سے ملاقات نہیں کی گئی مگر حمران تمام لوگوں کی بنسبت بیٹھنے میں

ابن عمرؓ کے قریب ہوتے تو ابن عمرؓ نے ایک دن فرمایا اے حمران میں آپ کو نہیں سمجھتا کہ آپ ہم سے باقاعدہ ملتے ہیں مگر اس حال میں کہ آپ اپنے لئے خیر کا ارادہ رکھتے ہیں پس اس نے کہا ہاں اے ابوعبدالرحمٰن، انہوں نے فرمایا کہ یاد رکھو۔ دو خصلتیں ہیں جن سے میں تجھ کو روکتا ہوں اور ایک خصلت ہے جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو اس کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے اس نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن وہ تین باتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم ہرگز نہ مرنا اس حال میں کہ تم پر قرض ہو مگر ایسا قرض کہ جس کی ادائیگی کیلئے پورا مال چھوڑا ہوا ور کسی آیت کی تلاوت ہرگز کسی کو شہرت کیلئے نہ سنانا کیونکہ بدلے کے طور پر وہ بھی قیامت کے دن تمہاری بات کو شہرت کیلئے سنائے گا جیسے تم نے سنائی ہے، تمہارا رب کسی پر زیادتی نہیں کرتا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جس کا میں تجھے ایسے ہی حکم دیتا ہوں جیسے مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا تو وہ فجر کی دو رکعتیں ہیں ان کو نہ چھوڑنا کیونکہ ان میں رغبت کے اسباب ہیں۔

توضیح اللغات: حمران یہ حضرت عثمانؓ کے مولیٰ اور آزاد کردہ غلام تھے۔ **مالقی** اس میں دو احتمال ہیں (۱) مجہول پڑھا جائے، ترجمہ اسی احتمال کے مطابق کیا ہے (۲) معروف پڑھا جائے اور اس کی ضمیر حمران کی طرف راجع ہوگی۔ **لا اراک**: مجہول، یہ خیال اور گمان کی معنی میں آتا ہے **وفاء** مصدر ہے بمعنی فاعل یعنی اتنا مال جو دین کی ادائیگی کیلئے پورا ہو۔ **لاتسمعن** کسی کو دکھانے کیلئے جو عمل ہوتا ہے اسے دکھلاوہ کہتے ہیں۔ اگر دکھلاوہ ایسی چیز کا ہو جس کا تعلق دیکھنے والے کی آنکھ سے ہوا سے ریا کہتے ہیں اور اگر دکھلاوہ اس چیز کا ہو جس کا تعلق سننے سنانے سے ہو تو اسے سمعہ اور تسمیع کہتے ہیں یعنی سنا کر دکھلاوہ کرنا **قصاص** برابری، بدلہ، **الرغائب** بمعنی اسباب الرغبة، رغيبة کی جمع۔

حدیث نمبر ۹۵: ۱۷۵۔ ابو حنيفة عن عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشةؓ قالت ما كان رسول الله ﷺ علىٰ شئ من النوافل اشد معاهدة منه على ركعتي الفجر.

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنتوں میں سے کسی پر اتنی پابندی نہیں کرتے تھے جتنی آپ فجر کی دو رکعتوں پر کرتے تھے۔

توضیح اللغات: **معاهدة** پابندی، خیال رعایت۔

باب القراءة فی سنن الفجر

یہ باب سنن فجر میں قرأت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۹۶ : ۱۷۶ . ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال رمقت النبی ﷺ اربعین یوما او شهراً فسمعته یقرأ فی رکعتی الفجر بقل هو اللّٰه احد وقل یا ایها الکافرون.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو چالیس دن یا ایک ماہ تک بڑے غور سے دیکھا تو میں نے آپ کو فجر کی دو رکعتوں میں قل ھو اللّٰہ احد اور قل یا یھا الکافرون پڑھتے سنا۔

توضیح اللغات: رمقت (ن) نظر ڈالنا، دیر تک دیکھنا۔

باب جلوس المصلی فی مکانه بعدالفجر

یہ باب نمازی کے فجر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۹۷ : ۱۷۷ . ابو حنیفة عن سماکٍ عن جابر بن سمرةؓ قال کان النبی ﷺ اذا صلی الصبح لم یبرح عن مکانه حتیٰ تطلع الشمس وتبیض.

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی جگہ سے نہ اٹھتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا اور سفید ہو جاتا۔

باب سنة العشاء

یہ باب عشاء کی سنتوں کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۹۸ : ۱۷۸ . ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ من صلی بعد العشاء اربع رکعات قبل ان یخرج من المسجد عدلن مثلهن من لیلة القدر.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کے بعد مسجد نکلنے سے پہلے چار رکعات

پڑھیں تو وہ لیلۃ القدر میں سے اپنی طرح کی چار رکعات کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

حدیث نمبر ۹۹ : ۱۷۹ . ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی اربعاً بعد العشاء لا یفصل بینهن بتسلیم یقرأ فی الاولیٰ بفاتحة الکتاب وتنزیل السجدة و فی الرکعة الثانیة بفاتحة الکتاب وحٰم الدخان وفی الرکعة الثالثة بفاتحة الکتاب ویٰس وفی الرکعة الاخیرة بفاتحة الکتاب وتبارک الملک کتب له کمن قام لیلة القدر وشفع له فی اهل بیته کلهم ممن وجبت له النار واجیر من عذاب القبر وروی موقوفاً عن ابن عمر.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عشاء کے بعد اس طرح چار رکعتیں پڑھیں کہ ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہ کیا پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور تنزیل السجدۃ پڑھی اور دوسری رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور حم الدخان پڑھی اور تیسری رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور یٰسین پڑھی اور چوتھی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور تبارک الذی پڑھی تو اس کیلئے اس شخص کی طرح ثواب لکھا جائے گا جس نے لیلۃ القدر کو قیام کیا ہو اور اس کی اس کے تمام گھرانہ والوں کے بارے شفاعت قبول کی جائے گی ان میں سے جن پر آگ واجب ہو چکی ہے اور اسے عذاب قبر سے نجات دی جائیگی اور یہ روایت ابن عمر پر موقوف بھی مروی ہے۔

توضیح اللغات :شفع باب تفعیل شفاعت قبول کرنا، مجہول ہے، اجیر اجارة سے ماضی مجہول، پناہ دینا۔ بچانا۔

باب شفعة الظهر

یہ باب ظہر کی دو رکعتوں کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۰ : ۱۸۰ . ابو حنیفة عن الحکم عن مجاهدٍ عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی بعد الظهر رکعتین.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

باب الصلاة فی البیوت.

یہ باب سنن اور نوافل گھروں میں پڑھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۱ : ۱۸۱ . ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ صلوا فی بیوتکم ولا تجعلوھا قبوراً.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔

مطلب یعنی جس طرح قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی نہ اندر اور نہ اوپر، اندر تو اسلئے کہ اس میں مردے ہیں اور اوپر نماز صحیح نہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو گے تو گھر اور قبر میں فرق نہ رہے گا۔ لہٰذا گھروں میں نوافل اور سنن پڑھا کرو، اصل مسئلہ بھی یہی ہے کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی علیہ السلام کا یہی معمول تھا لیکن اس زمانے میں سستی اور کاہلی کا غلبہ ہے گھر جا کر سنتیں رہ جاتی ہیں اسلئے ایسی صورت میں مسجد میں ہی پڑھنا چاہئے کذاقال الفقھاء المتأخرون ہاں کسی کو اعتماد اور بھروسہ ہو کہ گھر میں پڑھ لے گا تو اس کیلئے اب بھی افضل یہی ہے کہ گھر میں پڑھے۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبة:

یہ باب کعبہ میں نماز کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۱۰۲ : ۱۸۲ . ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ قال سألت بلالاً این صلّٰی رسول اللہ ﷺ فی الکعبة وکم صلی قال صلی رکعتین ممایلی العمودین اللتین تلیان باب الکعبة والبیت اذ ذٰلک علیٰ ستة اعمدة.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے بلالؓ سے پوچھا نبی علیہ السلام نے کعبہ میں کہاں نماز پڑھی اور کتنی رکعات پڑھیں آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں اس جگہ میں جو ان دو ستونوں سے متصل ہے جو باب کعبہ سے متصل ہیں اور اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر قائم تھا۔

توضیح اللغات : یلی: ولی یلی (ض) ملنا، متصل ہونا العمودین عمود کا تثنیہ، ستون، اعمدة اس کی جمع ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۳: ۱۸۳ . ابو حنيفة عن حمادٍ عن سعيد بن جير عن ابن عمرؓ ان رجلاً سأله عن صلوٰة النبی ﷺ فی الكعبة يوم دخلها فقال صلی فی الكعبة اربع ركعاتٍ فقال له ارنی المكان الذی صلی فيه فقال فبعث معه ابنه ثم ذهب تحت الأسطوانة بحيال الجذعة وفی رواية ان ابن عمرؓ قال صلی النبیؐ ﷺ فی الكعبة اربع ركعاتٍ قلت له ارنی المكان الذی صلی فيه فبعث معی ابنه فارانی الاسطوانة الوسطیٰ تحت الجذعة.

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے نبی علیہ السلام کے کعبہ میں اس دن نماز کے بارے پوچھا جس دن آپ کعبہ داخل ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا آپ نے کعبہ میں چار رکعات پڑھی ہیں تو سعید نے انہیں کہا مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے ان کے ساتھ اپنے بیٹے کو بھیج دیا وہ درمیانے ستون کے پاس چلے جو کھجور کے تنے کے محاذات میں تھا اور ایک روایت میں ہے ابن عمرؓ نے فرمایا نبی علیہ السلام نے کعبہ میں چار رکعات پڑھیں، میں نے ان سے کہا مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں آپ نے نماز پڑھی تو انہوں نے میرے ساتھ اپنے بیٹے کو بھیجا تو اس نے مجھے کھجور کے تنے کے نیچے درمیانہ ستون دکھایا۔

توضیح اللغات : اسطوانة ستون، حیال مقابل، محاذات، سامنے، الجذعة کھجور کا تنا اور جڑ۔

نبی علیہ السلام فتحِ مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے آپ کے ساتھ خانہ کعبہ کے حاجب اور دربان عثمان بن طلحہؓ، بلالؓ اور اسامہؓ تھے۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے اندر نفل نماز پڑھی ہے اور اسامہ فرماتے ہیں کہ نہیں پڑھی، اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ آپ نے پڑھی ہے لیکن مختصر پڑھی، اسامہ تصاویر وغیرہ مٹانے میں مشغول تھے آپ کو نہ دیکھ سکے پھر کتنی رکعات پڑھیں؟ احادیث الباب میں تعارض ہے پہلی روایت میں دو کا اور دوسری روایت میں چار رکعات کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات پر محمول ہے، فتحِ مکہ کے موقع پر دو رکعتیں پڑھی تھیں جن کے راوی بلالؓ ہیں اور ابن عمرؓ ان سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے اور دوسری حدیث کی اور موقعہ کی ہے جس میں ابن عمرؓ خود نبی علیہ السلام کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

باب احکام الجنائز

یہ باب جنائز کے احکام کے بارے ہے۔

باب اجر من مات ولده

یہ باب اس شخص کے اجر کے بارے ہے جس کی اولاد فوت ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۴ : ۱۸۴ . ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیہؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من میت یموت له ثلثة من الولد الا ادخله اللّٰہ تعالیٰ الجنة فقال عمر او اثنان فقال ﷺ او اثنان.

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی مرنے والا شخص نہیں کہ جس کے تین بیٹے مرے ہوں مگر اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتے ہیں تو عمر نے کہا یا دو، آپ نے فرمایا یا دو۔

یعنی تین مر جائیں یا دو مر جائیں، ان کے والدین جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۰۵ : ۱۸۵ . ابو حنیفة عن عبدالملک عن رجل من اهل الشام عن النبی ﷺ قال انک لتری السقط محبنطاً یقال له ادخل الجنة فیقول له لا حتیٰ ابوای.

ترجمہ: اہلِ شام میں سے ایک شخص نبی علیہ السلام سے نقل کرتا ہے آپ نے فرمایا بلاشبہ تم نا تمام بچے کو رکنے والا دیکھو گے اسے کہا جائیگا جنت میں داخل ہو تو وہ اسے کہے گا نہیں یہاں تک کے میرے والدین داخل ہو جائیں۔

توضیح اللغات : سقط، سین پر کسرہ فتحہ اور ضمہ تینوں درست ہیں البتہ کسرہ افصح ہے نا تمام بچے کو کہتے ہیں محبنطاً: بضم المیم وسکون الحاء المعجمعة وفتح الموحدة وسکون النون و کسر الطاء یعنی مُحْبَنْطِیٌ ہمزہ کو یاء سے بھی بدلا جا سکتا ہے، اس کے کئی معانی آتے ہیں (۱) رکنے والا، یعنی جنت میں داخل ہونے سے رک جائیگا۔ باز آئیگا۔ (۲) متبغض یعنی جسے اچھا نہ سمجھا جائے، مبغوض تصور کیا جائے۔ یعنی تم لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے لیکن اس کی بھی فضیلت ہے۔ (۳) ایسی چیز جس کو طلب نہ کیا جائے، جس کی چاہت نہ کی جائے۔

زبانِ خلق نقارۂ خدا

حدیث نمبر ۱۰۶ : ۱۸۶ . ابو حنیفة عن سلیمان بن عبدالرحمن الدمشقی عن محمد بن عبدالرحمن التستری عن یحی بن سعید عن عبداللّٰہ بن عامر عن ابیه قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذامات العبد واللّٰه یعلم منه شرا ویقول الناس فی حقه خیراً قال اللّٰه تعالیٰ لملٰئکته قد قبلت شهادات عبادی علیٰ عبدی وغفرت علمی .

ترجمہ: عبداللہ بن عامر اپنے والد عامرؓ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی مرتا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس کے شر کو جانتا ہے اور لوگ اس کے حق میں بھلائی کی بات کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتے ہیں میں اپنے بندے کے حق میں اپنے بندوں کی گواہیاں قبول کر چکا ہوں اور اپنے علم کو چھپالیا۔

توضیح اللغات: علی عبدی یہ لعبدی کے معنی میں ہے، غفرت علمی اس میں دو احتمال ہیں (۱) غفرت: الغفر مصدر سے ہو بمعنی چھپانا، اللہ فرمائیں گے میں اپنے علم کو چھپاتا ہوں، چشم پوشی کرتا ہوں اور سزا نہیں دیتا (۲) مغفرت سے ہو بمعنی معاف کرنا، علمی کا مفعول بہ محذوف ہے ای علمی بالشر والذنب میں نے شر اور گناہ کے بارے علم معاف کیا، مراد علم کا معلوم ہے یعنی گناہ اور شر معاف کیا، علم بول کر معلوم یا مصدر بول کر مفعول مراد لے لیا یا علمی کے بعد مفعول نکالے بغیر علم کو معلوم کے معنی میں لیا جائے۔ مطلب یہ ہوگا کہ میں نے معلوم گناہ کو معاف کر دیا۔

اللہ کی مغفرت پر یقین رکھنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۱۰۷ : ۱۸۷ . ابو حنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانیؓ قالت قال رسول اللّٰه ﷺ من علم ان اللّٰه یغفرله فهو مغفورله

ترجمہ: ام ہانیؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیں گے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ:

حدیث نمبر ۱۰۸ : ۱۸۸ . ابو حنیفة عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن عبید

بن بسطاس عن ابن مسعودؓ انه قال من السنة ان تحمل بجوانب السرير فما زاد علی ذٰلک فهو نافلة.

ترجمہ: ابن مسعودؓ فرماتے ہیں سنت میں سے ہے یہ بات کہ تم چارپائی کے اطراف کو اٹھاؤ پس جو بھی اس پر زیادہ ہوجائے تو وہ افضل ہے۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار افراد اس کے چار پاؤں پکڑ کر دس قدم لے جائیں پھر پاؤں بدل لیں مثلاً جو شخص چارپائی کا بایاں پاؤں اپنے دائیں کندھے پر اٹھائے ہوتا ہے وہ اسی سیدھ میں پیچھے چلا جائے اس پچھلے پاؤں کو دائیں کندھے پر لے لے، پچھلے بائیں طرف والا دائیں پر آجائے اور پچھلے دائیں والا آگے دائیں پر آجائے اور اگلے دائیں والا اگلے بائیں پاؤں پر آجائے، یوں بدل کر دس قدم چلیں، اس کے بعد اسی ترتیب سے بدل کر دس قدم چلیں پھر اسی ترتیب سے بدل کر دس قدم چلیں، اس لحاظ سے ہر شخص نے چاروں پائے اٹھائے اور چالیس قدم جنازہ لے گیا، مذکورہ حدیث کا یہی مطلب ہے، جوانب السریر سے مراد جوانب اربعہ ہیں، فمازاد الخ اگر کوئی شخص چالیس قدم سے زیادہ لے جائے تو افضل ہے نافلة افضل کے معنی میں ہے یا زائد کے معنی میں ہے یعنی جس مقدار سے سنت پوری ہوتی ہے یہ اس پر اضافہ ہے، مقصد مدح ہے من السنة: السنة سے طریقہ مراد ہے اور یہ عمل مستحب ہے ضروری نہیں، رش اور بھیڑ کی صورت میں اس کی خلاف ورزی میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر کسی بزرگ یا عالم کا جنازہ ہو تو ہر شخص جنازہ اٹھانے کو سعادت سمجھتا ہے ایسی صورت میں ہر ایک کو موقعہ دینا اس فضیلت پر راجح ہے۔

عورت کا جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے:

حدیث نمبر ۱۰۹ : ۱۸۹ . ابو حنیفة عن ابن الاقمر عن ابی عطیة بن الوداعیؓ ان رسول اللہ ﷺ خرج فی جنازة فرأی امراةً فامر بها فطُرِدت فلم یکبر حتیٰ لم یرها.

ترجمہ: ابوعطیہ بن وداعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ میں نکلے تو ایک عورت کو دیکھا تو آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو ہٹا دیا گیا تو آپ نے تکبیر نہیں کہی یہاں تک کہ آپ نے اسے نہ دیکھا۔

توضیح اللغات: طردت (ن) پھینکنا، دور کرنا ہٹانا۔

تکبیراتِ جنازہ کی تعداد

حدیث نمبر ۱۱۰ : ۱۹۰ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن غیر واحدٍ ان عمر بن الخطابؓ جمع اصحاب النبیﷺ فسألهم عن التکبیر قال لهم انظروا اخر جنازة کبر علیها النبیﷺ فوجدوه قد کبر اربعاً حتیٰ قبض قال عمر فکبروا اربعاً.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے نبی علیہ السلام کے صحابہ کو جمع کیا تو ان سے تکبیر کے بارے پوچھا ان سے کہا کہ آخری جنازہ معلوم کرو جس پر نبی علیہ السلام نے تکبیر کہی ہے تو انہوں نے آخری جنازہ پالیا کہ آپ نے چار تکبیریں کہی ہیں یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا عمرؓ نے فرمایا پھر چار تکبیریں کہا کرو۔

مسئلہ: نمازِ جنازہ میں کتنی تکبیریں کہنا چاہئیں؟ نبی علیہ السلام سے نمازِ جنازہ میں چار سے لیکر نو تک تکبیرات ثابت ہیں لیکن جمہور اور ائمہ اربعہؒ کا مذہب یہ ہے کہ صرف چار تکبیرات مشروع ہیں، باقی منسوخ ہیں، حدیث الباب اس کی دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام نے آخری جنازہ میں چار تکبیریں کہی تھیں۔

باب الدعاء للمیت۔

یہ باب میت کیلئے دعا کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱ : ۱۹۱ . ابو حنیفة عن شیبان عن یحیٰ عن ابی سلمة عن ابی هریرةؓ ان النبیﷺ کان یقول اذا صلی علی المیت اللّٰهم اغفر لحینا ومیتنا وشاهدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو اللهم اغفر لحینا الخ پڑھتے، اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں کی بخشش کیجئے اور ہمارے حاضر اور غائب اور چھوٹے اور بڑوں اور مذکر اور مونث کی مغفرت کیجئے۔

حدیث نمبر ۱۱۲ : ۱۹۲۔ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیهؓ قال الحد النبیﷺ واخذ من قبل القبلة ونصب علیه اللبن نصباً.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے نقل کرتے ہیں نبی علیہ السلام کیلئے لحد بنائی گئی اور آپ کو قبلہ کی جانب سے لیا گیا اور آپ پر کچی اینٹیں لگائی گئیں۔

اقسامِ قبر

قبر بنانے کے دو طریقے ہیں (۱) لحد (۲) شق، لحد بغلی قبر کو کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ گڑھا کھود کر قبلہ کی جانب میت کیلئے جگہ بنادی جائے، اور شق یہ ہے کہ گڑھا کھود کر درمیان میں میت رکھنے کیلئے جگہ بنادی جائے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں (۱) میت کے مخصوص گڑھے پر پتھر تختے یا اینٹیں رکھ دی جائیں پھر ان پر مٹی ڈال دی جائے (۲) میت کے اوپر ساری جگہ خالی چھوڑ دی جائے قبر کے اوپر زمین کی سطح کے برابر پتھر رکھ دیئے جائیں پھر ان پر مٹی ڈال کر زمین سے کچھ بلند کر دیا جائے، دونوں طریقے بالاتفاق جائز ہیں البتہ اگر زمین زیادہ نرم ہو اور لحد بنانا آسان ہو تو لحد افضل ہے، حدیث الباب میں ہے کہ نبی علیہ السلام کیلئے لحد بنائی گئی تھی۔ دوسری روایات میں آتا ہے کہ صحابہؓ میں اختلاف ہوا کہ شق بنائی جائے یا لحد؟ شق بنانے والے صحابی ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے اور ابوطلحہؓ لحد بنایا کرتے تھے، طے یہ ہوا کہ ان میں سے جو پہلے آ گیا وہ اپنی پسند کی قبر بنائے، اگر ابوطلحہؓ آئے تو لحد بنادیں اور اگر ابوعبیدہؓ آئے تو شق بنادیں، اتنے میں ابوطلحہؓ پہلے آ گئے تو لحد تیار کی گئی۔

میت کو قبر میں اتارنے کے طریقے

میت کو قبر میں داخل کرنے کے دو طریقے ہیں (۱) اخذ من قبل القبلۃ: اس کی صورت یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی جانب رکھا جائے پھر اسی جانب سے عرضاً قبر میں اتار دیا جائے (۲) سل، اس کی صورت یہ ہے کہ میت کو قبر کی پائنتی کی جانب اس طریقہ سے رکھا جائے کہ میت کا سر قبر کی پائنتی کے ساتھ ہو پھر اس کو قبر میں کھینچا جائے، اس میں سر پہلے قبر میں داخل ہوگا پھر پاؤں داخل ہونگے، دونوں طریقے بالاتفاق جائز ہیں البتہ احنافؒ کے ہاں اخذ من قبل القبلۃ افضل ہے، امام شافعیؒ اور احمدؒ کے ہاں سل افضل ہے۔

دلائلِ احناف (۱) حدیث الباب۔

(۲) ترمذی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے، نبی علیہ السلام رات کے وقت قبر میں داخل ہوئے اور آپ کیلئے چراغ جلایا گیا آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے وصول کیا۔

(۳) مصنف عبدالرزاق میں ہے حضرت علیؓ نے یزید بن مکفف کو قبلہ کی طرف سے لیا۔

دلیلِ امام شافعی:

صاحبِ مشکوٰۃ نے مشکوۃ (۱/ ۱۴۸) میں مسندِ امام شافعیؒ کے حوالے سے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کو سل کی صورت میں قبر میں اتارا گیا۔

جواب (۱) یہ روایت حدیث الباب سے معارض ہے، اصول ہے اذا تعارضا تساقطا اسلئے ان کے علاوہ دوسری روایات کو دیکھنا چاہئے اور دوسری روایات میں نبی علیہ السلام اور حضرت علیؓ کا عمل ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، وہ سالم عن المعارضہ ہیں۔

(۲) علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

(۳) دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو داخل کرنا صحابہ کا فعل ہے اور اخذ من قبل القبلۃ خود نبی علیہ السلام کا فعل ہے اسلئے ترجیح آپ ﷺ کے فعل کو ہوگی۔ اعلاء السنن (۸/ ۲۵۳)

(۴) صحابہ کا آپ کو سل کے طور پر داخل کرنا ضرورت کی وجہ سے تھا نبی علیہ السلام کی قبر حجرہ عائشہؓ میں بنائی گئی تھی، قبلہ کی جانب دیوار تھی جگہ کم ہونے کی وجہ سے اخذ من قبل القبلہ ممکن نہ تھا۔

قبر پر اینٹیں رکھنا:

کچی اینٹیں رکھنا درست ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے البتہ پکی اینٹوں میں آگ کا اثر ہوتا ہے بطور فال ان کا رکھنا اچھا نہیں مکروہ ہے، اسکے علاوہ پتھر لکڑی کے تختے اور سیمنٹ وغیرہ کے تختے رکھنا بھی درست ہے۔

باب السوال فی القبر

یہ باب قبر میں سوال کے بارے میں ہے

حدیث نمبر ۱۱۳ : ۱۹۳ . ابو حنیفة عن علقمة عن رجلٍ عن سعد بن عبادةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع المؤمن فی قبره اتاه الملک فاجلسه فقال من ربک فقال اللہ قال ومن نبیک قال محمد قال وما دینک قال الاسلام قال فیفسح له فی قبره ویری مقعده من الجنة فاذا کان کافراً اجلسه الملک فقال من ربک فقال هاه لا ادری کا لمضلّ شیأ فیقول من نبیک فیقول هاه لا ادری کالمضل شیأ فیقال مادینک فیقول هاه لا ادری کالمضل شیأ

فیضیق علیه قبره ویریٰ مقعده من النار فیضربه ضربةً یسمعه کل شیٔ الا الثقلین الجن والانس ثم قرأ رسول اللّٰه ﷺ یثبت اللّٰه الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة ویضل اللّٰه الظالمین ویفعل اللّٰه مایشاء.

ترجمہ: سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے پس اس کو بٹھاتا ہے پھر پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے اللہ۔ وہ پوچھتا ہے تمہارا نبی کون ہے وہ کہتا ہے محمد فرشتہ پوچھتا ہے تمہارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر اس کیلئے اس کی قبر میں وسعت کردی جاتی ہے اور اسے جنت سے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے پس اگر وہ کافر ہو تو فرشتہ اسے بٹھاتا ہے تو پوچھتا ہے تمہارا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں اس شخص کی طرح جو کسی چیز کو گم کرنے والا ہو پھر فرشتہ پوچھتا ہے تمہارا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں اس شخص کی طرح جو کسی کو گم کرنے والا ہو پھر پوچھتا ہے تمہارا دین کیا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں اس شخص کی طرح جس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اس پر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے۔ اور اسے آگ سے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے پھر اسے اس طرح مارتا ہے کہ ثقلین یعنی جن اور انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی، یثبت اللّٰه الخ اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی اور آخرت میں ایمان لانے والوں کو مضبوط کلمہ کے ذریعہ ثابت قدم رکھتے ہیں اور اللہ ظالموں کو بھٹکاتے ہیں اور اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

توضیح اللغات: فیفسح (ف) کشادہ کرنا، ھاء تکلیف اور افسوس کے وقت بولا جانے والا کلمہ الجن والانس: ثقلین سے بدل ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۴: ۱۹۴ . ابو حنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانیٔ عن النبی ﷺ فی القبر ثلث سوال عن اللّٰه تبارک وتعالیٰ ودرجات فی الجنان وقرأة القرآن عند رأسک .

ترجمہ: ام ہانیؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتی ہیں کہ قبر میں تین باتیں ہونگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے سوال کرنا اور جنتوں میں درجات اور تیرے سر کے پاس قرآن پڑھنا۔

توضیح اللغات: درجات فی الجنان یعنی فیصلہ ہوگا کہ کس کو جنت ملتی ہے اور اس کے کیا درجے

ہوں گے؟ یہ فیصلہ دراصل قیامت کے دن ہوگا لیکن قبر کی زندگی میں اندازہ ہوجائیگا جیسا کہ روایات میں آتا ہے نیک مسلمان کیلئے جنت کی طرف اور کافر کیلئے جہنم کی طرف کھڑکی کھول دی جائیگی۔ اس سے ہر شخص اپنے بارے اندازہ لے لے گا۔

قرأۃ القرآن الخ اس کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں۔

(۱) جو مومن قرآن کریم کی تلاوت کو دنیا میں مشغلہ بنائیگا، اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک فرشتہ مقرر کریگا جو قبر میں اس کے سر بیٹھ کر تلاوت کرے گا اور یہ اس سے مانوس ہوگا۔

(۲) یہ خود تلاوت کرے گا اور اس کے سر کے پاس فرشتے بیٹھ کر سنیں گے۔

(۳) قبر کے اوپر کوئی رشتہ دار بیٹھ کر تلاوت کرے، اس کا ثواب پہنچے گا، اور شرعاً قبر پر جا کر تلاوت کرنا جائز ہے بشرطیکہ عقیدہ خراب نہ ہو، اس کو ضروری نہ سمجھے، بدعت پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو وغیرہ۔

حدیث نمبر ۱۱۵ : ۱۹۵ . ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیهؓ قال خرجنا مع النبی ﷺ فی جنازه فاتیٰ قبراً مه فجاء وهو یبکی اشدالبکاء حتیٰ کادت نفسه ان یخرج من بین جنبیه قال قلنا یا رسول اللّٰه مایبکیک قال استأذنت ربی فی زیارة قبر ام محمدٍ فاذن لی واستاذنته فی الشفاعة فابیٰ علیّ وفی روایة قال استأذن النبی ﷺ ربه فی زیارة قبر امه فاذن له فانطلق وانطلق معه المسلمون حتی انتهوا الیٰ قریب من القبر فمکث المسلمون ومضی النبی ﷺ فمکث طویلاً ثم اشتدبکا ئه حتیٰ ظننا انه لایسکن فاقبل وهو یبکی فقال له عمر ما ابکاک یا نبی اللّٰه بأبی انت وأمی قال استأذنت ربی فی زیارة قبرا می فاذن لی واستأذنته فی الشفاعة فابیٰ فبکیت رحمةً لها وبکی المسلمون رحمةً للنبی ﷺ.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو آپ اپنی والدہ کی قبر کے پاس آئے پس آپ لوٹے اس حال میں کہ بہت زیادہ رو رہے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی جان دونوں پہلوؤں کے درمیان سے پرواز کر جائے، بریدہ کہتے ہیں ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کیا چیز آپ کو رولا رہی ہے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے محمد کی والدہ کی قبر کی زیارت کے بارے

اجازت چاہی تو مجھے اجازت دے دی اور میں نے اللہ سے شفاعت کے بارے اجازت چاہی تو اللہ نے مجھ پر انکار کر دیا اور ایک روایت میں ہے نبی علیہ السلام نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے بارے اجازت طلب کی تو اجازت دے دی تو آپ چل پڑے اور آپ کے ساتھ مسلمان یہاں تک کہ وہ قبر کے قریب پہنچ گئے تو مسلمان رک گئے اور نبی علیہ السلام چل گزرے پس کافی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ بہت زیادہ روئے یہاں تک کہ ہم گمان کرنے لگے کہ آپ خاموش نہ ہوں گے پھر رخ موڑا اس حال میں کہ رو رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے بارے اجازت چاہی تو مجھے اجازت مل گئی اور میں نے اللہ سے شفاعت کے بارے اجازت چاہی تو اللہ نے انکار کر دیا تو میں اس پر شفقت کے طور پر رو پڑا اور مسلمان نبی علیہ السلام پر شفقت کے طور پر رو پڑے۔

مسئلہ: نبی علیہ السلام کے والدین کے اخروی حکم کے بارے اختلاف ہے صحیح اور احوط یہ ہے کہ اس بارے سکوت اور توقف کیا جائے۔ یہ مسئلہ نہ ضروریاتِ دین میں سے ہے نہ ضروری عقیدہ ہے اور نہ آخرت میں اس بارے سوال کیا جائیگا۔

حدیث نمبر ۱۱۶ : ۱۹۶ . ابو حنیفة عن علقمة بن مرثد وحماد انهما حدثاه عن عبد اللّٰه بن بريدة عن ابيه عن النبی ﷺ انه قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور ان تزوروها فزوروها ولا تقولوا هجراً.

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کے بارے اس بات سے منع کیا تھا کہ تم ان کی زیارت کرو تو ان کی زیارت کرو اور بیہودہ بات نہ کرو۔

توضیح اللغات :عن القبور ان تزوروها: اس میں دو احتمال ہیں (۱) ان تزوروا مصدر کی تاویل میں ہو کر نہیت فعل کا دوسرا مفعول ہو اور عن القبور، نہیت کے متعلق ہو (۲) ان تزوروا، القبور سے بدل ہو۔ ھجراً بیہودہ بات۔

زیارت قبور کا حکم:

نبی علیہ السلام نے ابتداء میں زیارت قبور سے منع کیا تھا کیونکہ اس وقت عقائد پختہ نہ ہوئے تھے جاہلیت کا زمانہ قریب

گزرا تھا شرک کا اندیشہ زیادہ تھا بعد میں جب عقائد میں پختگی آ گئی تو آپ نے اجازت دے دی، یہ اجازت مردوں کو بالاتفاق ہے پھر جمہور کے ہاں مردوں کیلئے زیارت قبور جائز یا مستحب عمل ہے واجب اور ضروری نہیں۔ فـزوروهـا امر اباحت یا استحباب پر محمول ہے۔

خواتین کیلئے زیارت قبور کا حکم:

اس میں اختلاف ہے، اصل میں فـزوروهـا جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے، بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ مردوں کو جو حکم دیا جاتا ہے، اس میں تبعاً عورتوں کو بھی حکم ہوتا ہے لہٰذا یہ اجازت عورتوں کیلئے بھی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مطلق زیارت قبور سے منع فرمایا تھا عورتوں کو بھی منع فرمایا ہے۔ مردوں کیلئے جواز کی تصریح آ گئی لیکن عورتوں کیلئے جواز کی تصریح نہیں۔ لہٰذا ان کے حق میں ممانعت برقرار ہے تاہم جمہور کے ہاں خواتین کیلئے زیارت قبور مکروہ ہے، احنافؒ کی دو روایات ہیں جواز کی اور عدم جواز کی، بعض کے ہاں بوڑھیوں کو اجازت ہے اور جوان عورتوں کیلئے اجازت نہیں۔ احنافؒ کے ہاں راجح یہ ہے کہ کچھ شرائط کے ساتھ زیارت قبور جائز ہے، جواز کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ترمذی، باب ماجاء فی الزیارة للقبور للنساء میں روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا حبشی مقام پر انتقال ہوا تو انہیں مکہ منتقل کر کے وہاں دفنا دیا گیا بعد میں حضرت عائشہؓ نے ان کی قبر پر حاضری دی اور کچھ اشعار کہے۔

(۲) صحیح بخاری (۱/۱۷۱) میں انسؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک عورت پر گزر ہوا جو قبر کے پاس رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر سے کام لو تو اس نے کہا اپنے کام سے غرض رکھو تجھے میری جیسی مصیبت نہیں پہنچی، اس نے آپ کو پہچانا نہ تھا کسی نے بعد میں کہا یہ نبی علیہ السلام تھے تو وہ نبی علیہ السلام کے گھر حاضر ہوئی اور معافی مانگی کہ میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا آپ نے فرمایا کہ اصل صبر وہ ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو۔ اس سے یوں استدلال ہے کہ نبی علیہ السلام نے صبر کی تلقین کی لیکن زیارت قبر پر نکیر نہیں فرمائی۔

(۳) صحیح مسلم (۱/۳۱۴) میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ جب میں زیارت قبور کیلئے جاؤں تو کیا کہوں؟ نبی علیہ السلام نے یہ دعا سکھلائی السلام علی اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وانا ان شاء الله بكم للاحقون.

شرائط: وہ شرائط یہ ہیں (۱) بناؤ سنگھار اور زیب و زینت اختیار کر کے نہ جائیں۔ (۲) خوشبو نہ لگائیں۔ (۳) بن ٹھن کر نہ جائیں (۴) مکمل پردہ کر کے نکلیں (۵) اگر مسافت قصر یعنی سوا ستتر کلومیٹر کے فاصلے پر جانا ہو تو ساتھ محرم

ہو(۶) قبر پر جا کر غیر شرعی اور خلافِ اسلام امور کا ارتکاب نہ کریں۔ قبر والوں سے مرادیں نہ مانگیں (۷) جزع فزع نہ کریں۔ وغیرہ۔

باب دعاء المرور علی القبور

یہ باب قبروں پر گزرتے ہوئے دعا کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۷۱۱ : ۱۹۷ . ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه ؓ قال کان النبی ﷺ اذا خرج الی المقابر قال السلام علی اهل الدیار من المسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون نسأل الله لنا ولکم العافیة.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام جب مقبروں کی طرف جاتے تو فرماتے السلام علیکم الخ سلامتی ہو مقبروں والے مسلمانوں پر اور ہم اگر اللہ چاہے گا تم سے مل جائیں گے ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب زکوٰۃ کے بارے میں ہے

زکوٰۃ صلوٰۃ کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر ہے،اس کے لغوی معانی دو آتے ہیں (۱) طہارت و پاکیزگی (۲) نماء یعنی بڑھوتری اور اضافہ کرنا،اور اس کے اصطلاحی معنی صاحب تنویر الابصار نے اس طرح بیان کئے ہیں **تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ**،یعنی اللہ کی رضا کیلئے شارع کے معین کردہ مال کے ایک حصے کا ایسے مسلمان کو مالک بنانا جو فقیر ہو نہ ہاشمی ہو اور نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام ہو،اس طور پر مالک بنانا کہ ہر اعتبار سے مالک بنانے والے سے مال کی منفعت ختم ہو جائے۔ **تملیک** کے لفظ سے اباحت اور رفاہ عامہ میں رقم لگانے کو نکالنا مقصود ہے۔اگر زکوٰۃ کی رقم کسی کو مالک وقابض بنا کر نہ دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مثلاً زکوٰۃ کی رقم سے کھانا پکا کر فقیر کو گھر بلایا اور اسے کھلا دیا،اسی طرح اگر کسی نے رفاہ عامہ مثلاً پل سڑک وغیرہ کی تعمیر میں رقم لگائی تو زکوٰۃ نہ ہوگی **جزء مال عینه الشارع** : جزء سے پانچواں،دسواں،بیسواں اور چالیسواں حصہ مراد ہے۔چنانچہ معادن اور کنز میں پانچواں،زرعی پیداوار میں دسواں یا بیسواں اور دوسرے اموال تجارت اور نقدی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہوتی ہے **عینه** سے مراد اموال زکوٰۃ ہیں کیونکہ ہر قسم کے مال پر زکوٰۃ نہیں،مثلاً ذاتی گھر جائیداد وغیرہ، **مسلم** کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، **فقیر** :غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔**غیر هاشمی ولا مولاه** :ہاشمی سید اور اس کے آزاد کردہ غلام زکوٰۃ کا مصرف نہیں **مع قطع الخ** اگر کسی نے کچھ عرصہ کیلئے کوئی چیز دوسرے کو منافع حاصل کرنے کیلئے دے دی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مثلاً کسی کو ایک سال رہائش کیلئے اپنا مکان بغیر کرایہ کے دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، **لله** : یعنی زکوٰۃ کیلئے نیت شرط ہے بغیر نیت کے مال دیا تو زکوٰۃ نہ ہوگی اللہ کی رضا کیلئے دینا ضروری ہے۔

لغوی معنی کی شرعی معنی سے مناسبت یہ ہے کہ زکوٰۃ نکالنے سے باقی ماندہ مال پاک بھی ہوتا ہے۔اور معنوی طور پر بڑھتا بھی ہے،اس میں برکت آجاتی ہے۔

باب الركاز

یہ باب رکاز کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبرا:۱۹۸۔ ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ

الرکاز مارکزه اللہ تعالیٰ فی المعادن، الذی ینبت فی الارض.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رکاز وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کانوں میں گاڑ دیا ہو، وہ جو زمین میں اگتا ہو، الذی ینبت، الرکاز کی دوسری خبر ہے۔

رکاز کنز اور معدن کی تفسیر:

کنز اس خزانہ کو کہتے ہیں جو کسی انسان نے زمین میں رکھا ہو اور معدن اس خزانہ اور اس چیز کو کہتے ہیں جو ابتداً اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کی ہو۔ اس کا خلق کیا ہو، کسی نے رکھا نہ ہو۔ اور رکاز کی تفسیر میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں رکاز عام ہے کنز اور معدن دونوں کو شامل ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں کنز ہی کو رکاز کہتے ہیں کنز اور رکاز مترادف ہیں، رکاز کا اطلاق معدن پر نہیں ہوتا۔ ثمرہ اختلاف یوں ظاہر ہوگا کہ ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا وفی الرکاز الخمس یعنی رکاز میں خمس واجب ہے اس کا پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور باقی چار حصے پانے والے کو ملیں گے ہمارے ہاں چونکہ رکاز کا اطلاق کنز اور معدن دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا دونوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں اس کا اطلاق صرف کنز پر ہوتا ہے۔ اسلئے کنز میں خمس واجب ہے۔ معدن میں نہیں۔

دلائلِ احناف: (۱) حدیث الباب، اس میں دو لفظ قابلِ استدلال ہیں (۱) مارکزه اللہ یعنی اس کو اللہ نے زمین میں گاڑا ہے اور یہ معدن ہوتا ہے (۲) الذی ینبت فی الارض بعض نسخوں میں ینبت ہے یعنی جو زمین میں اگتا ہے اور قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض میں یثبت ہے یعنی جو زمین میں ثابت ہو، یہ کنز اور معدن دونوں کو شامل ہوا، دونوں زمین میں ثابت ہوتے ہیں۔

(۲) علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل فرمائی ہے قال رسول اللہ ﷺ فی الرکاز الخمس قیل وما الرکاز یا رسول اللہ ﷺ قال الذھب الذی خلقه اللہ تعالیٰ فی الارض یوم خلقت۔

یعنی آپ نے فرمایا کہ رکاز میں خمس ہے تو کہا گیا رکاز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ سونا جو اللہ تعالیٰ نے اس دن زمین میں پیدا فرمایا جس دن زمین وجود میں لائی گئی تھی۔

(۳) لغت میں رکاز کا معنی ہے نصب کرنا، زمین میں گاڑنا، ثابت کرنا اور رکاز مفعول یعنی مرکوز کے معنی میں ہے، معنی ہوگا، مثبت فی الارض اور یہ معدن اور کنز دونوں کے شامل ہے کیونکہ دونوں زمین میں ثابت ہوتے ہیں۔

باب ان کل معروف صدقة

یہ باب اس بارے ہے کہ ہر نیکی صدقہ ہے۔

حدیث نمبر ۲: ۱۹۹ . ابو حنیفة عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کل معروف فعلته الیٰ غنی وفقیر صدقة .

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی نیکی آپ کسی غنی اور فقیر کی طرف کرتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

باب اکل النبی ﷺ لحما تصدق علیٰ بریرةؓ.

یہ باب نبی علیہ السلام کے اس گوشت کو کھانے کے بارے ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا۔

حدیث نمبر ۳: ۲۰۰ . ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت تصدق علیٰ بریرةؓ بلحم فراٰه النبی ﷺ فقال هو لها صدقة ولنا هدیة .

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں بریرہؓ پر گوشت کا صدقہ کیا گیا تو نبی علیہ السلام نے وہ دیکھ لیا تو فرمایا وہ اس کیلئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

تین اصول وضوابط۔

حضرت بریرہؓ ایک باندی تھی اور حضرت مغیثؓ کے نکاح میں تھی، بریرہؓ کے مولیٰ نے اس کے ساتھ عقد مکاتبت کیا تو بریرہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس مدد حاصل کرنے آئی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں خرید کر آزاد کرتی ہوں، مالک بیچنے پر راضی ہوگیا لیکن یہ شرط لگائی کہ آزادی کے بعد بریرہؓ کا ولاء اس کو ملے گا۔ نبی علیہ السلام نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ الولاء لمن اعتق یعنی ولاء آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ نیز جب آزاد ہوئی تو نبی علیہ السلام نے اسے خیار عتق دیا یعنی اگر وہ چاہے تو مغیثؓ سے اپنا نکاح فسخ کرلے۔ مغیثؓ نے بڑی منتیں کیں لیکن وہ نہ مانی اور

نکاح ختم کر دیا۔ حدیث الباب میں اسی بریرہؓ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بریرہؓ کے قصہ سے تین قسم کے اصول وضوابط مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) الولاء لمن اعتق یعنی جو شخص غلام یا باندی کو آزاد کرے تو ان کا ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گا۔ ولاء کا معنی یہ ہے کہ اگر معتَق مر جائے اور اس کے ورثہ نہ ہوں تو ترکہ معتِق کو ملے گا۔

(۲) خیارِ عتق: یعنی کوئی باندی منکوحہ ہو اور آزاد ہو جائے تو اسے خیار حاصل ہوتا ہے اگر چاہے تو سابقہ شوہر کے نکاح میں رہے اور اگر چاہے تو نکاح فسخ کر کے کہیں اور نکاح کرنے۔

(۳) حدیث الباب سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ تبدلِ ملک سے تبدلِ عین ہو جاتا ہے، جس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام اور تمام بنو ہاشم کیلئے صدقہ واجبہ حلال نہیں اور بریرہؓ کو گوشت صدقہ میں ملا تھا لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ہمارے حق میں ہبہ ہے اور تناول فرمایا، گوشت ایک تھا لیکن بریرہؓ کی ملکیت میں آیا تو صدقہ تھا اور جب نبی علیہ السلام کی ملکیت میں آیا تو ہبہ بن گیا، معلوم ہوا کہ تبدلِ ملک سے حکماً تبدلِ عین ہو جاتا ہے۔

کتاب الصوم

یہ کتاب روزے کے بارے میں ہے۔

صوم کالغوی معنی ہے الامساک مطلقا یعنی مطلقاً رکنا، اوراصطلاحی معنی ہے الامساک عن المفطرات الثلثة حقیقة او حکما فی وقت مخصوص بنیة من اھلھا یعنی مخصوص وقت میں نیت کے اہل شخص کا نیت کے ساتھ تین مفطرات سے حقیقۃً یا حکماً رکنا، مفطراتِ ثلاثة : سے مراد کھانا پینا اور جماع ہے۔ حقیقۃً رکنا یہ ہے کہ کچھ بھی نہ کھائے نہ عمداً اور نہ سہواً اور حکماً یہ ہے کہ اگر بھول کر کھا پی لے یا جماع کر لے تو بدستور امساک اختیار کرے گا روزہ توڑے گا نہیں حالانکہ حقیقت میں امساک نہیں رہا۔ وقت مخصوص نے مراد طلوع فجر سے غروب شمس تک کا وقت ہے، نیت یہ ہے کہ اللہ کو راضی کرنا اور اس کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو اھلھا وہ یہ کہ روزہ رکھنے والا مسلمان عاقل ہو اور اگر عورت ہے تو حیض ونفاس سے پاک ہو۔

باب خصوصیة الصوم

یہ باب روزے کی خصوصیت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱ : ۲۰۱ . ابو حنیفة عن عطاء عن ابی صالح الزیات عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالیٰ کل عمل ابن آدم له الا الصیام فھولی وانا اجزی به.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے مگر روزہ کیونکہ وہ میرے سپرد ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔

له : مطلب یہ ہے کہ اس کے مشقت کے بقدر اجر ملے گا **لی** مطلب یہ ہے کہ میں اپنی شان کے مطابق بدلہ دونگا۔ ورنہ حقیقت میں ہر عبادت کا ثواب اور بدلہ اللہ ہی دیتا ہے۔

باب فضل صوم من يجتنب المحارم .

یہ باب حرام سے بچنے والے روزہ دار کے روزے کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۲: ۲۰۲ . ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابی صالح عن ام هانئ قالت قال رسول اللّٰه ﷺ ما من مومن جاع يوماً فاجتنب المحارم ولم يأ كل مال المسلمين باطلاً الا اطعمه الله من ثمار الجنة.

ترجمہ: ام ہانیؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی مومن نہیں جو ایک دن بھوکا رہے پس وہ حرام کاموں سے اجتناب کرے اور مسلمانوں کا مال باطل کے طور پر نہ کھائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا۔

توضیح اللغات: جاع: جاع يجوع جوعا (ن) بھوکا ہونا المحارم حرام کی جمع خلاف قیاس، مراد حرام افعال ہیں جیسے جھوٹ اور غیبت ثمار ثمرة کی جمع پھل۔

باب فضل صوم يوم عاشوراء

یہ باب یوم عاشورہ کے روزہ کی فضیلت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۳: ۲۰۳ . ابو حنيفة عن ابراهيم عن ابيه عن حميد بن عبدالرحمن الحميرى ان رسول الله ﷺ قال لرجل من اصحابه يوم عاشوراء مرقومك فليصوموا هذا اليوم قال انهم طعموا قال وان كانوا قدطعموا.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عاشورا کے دن اپنے صحابہ میں سے ایک شخص سے فرمایا اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس دن روزہ رکھیں تو اس نے کہا وہ تو کھانا کھا چکے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ کھانا کھا چکے ہوں۔ یعنی اگر کچھ کھا چکے ہیں تو حقیقی روزہ تو نہیں رکھ سکتے ہیں لیکن بقیہ دن میں کھانے سے رک جائیں۔ اس میں مقدس دن کا احترام ہے، دس محرم کو عاشوہ کہا جاتا ہے۔

باب صوم ایام البیض

یہ باب ایام بیض کے روزوں کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۴: ۲۰۴ . ابو حنیفة عن الهیثم عن موسی بن طلحة عن ابن الحوتکیة عن ابن عمرؓ قال اتی رسول اللہ ﷺ بازنب فامرا صحابه فاکلوا وقال للذی جاء بها مالک لا تأکل منها قال انی صائم قال وما صومک قال تطوع قال فهلا البیض.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس خرگوش لایا گیا تو آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تو انہوں نے کھایا اور لانے والے کو فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تم نہیں کھاتے؟ اس نے کہا میں روزہ دار ہوں آپ نے فرمایا تمہارا کیا روزہ ہے اس نے کہا نفلی، آپ نے فرمایا پھر ایام بیض کے روزے کیوں نہیں رکھے۔

توضیح اللغات :فهلا حروف تحضیض میں سے ہے اور اس کے بعد صمت فعل محذوف ہے، ایام بیض ہر مہینے کے تیرھویں چودھویں اور پندرھویں دن کے روزے کو کہتے ہیں۔ بیض: ابیض کی جمع ہے ان دنوں کی راتیں سفید اور روشن ہوتی ہیں ان دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور خرگوش کا حکم کتاب الصید میں آیا چاہتا ہے۔

باب النداء للتهجدو السحور

یہ باب تہجد اور سحری کیلئے اذان کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵: ۲۰۵ . ابو حنیفة عن عبداللہ عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ ان بلالاً ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتیٰ ینادی ابن ام مکتوم فانه یؤذن وقد حلت الصلوٰة .

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ بلال رات کو اذان دیں تو تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے دیں کیونکہ وہ اذان دیتے ہیں اس حال میں کہ نماز کا وقت آ چکا ہوتا ہے۔

توضیح اللغات :حلت الصلوٰة اس میں دو احتمال ہیں (۱) حل یحل حلا حللا حلولا (ن ض) سے مشتق ہو بمعنی اترنا، وقت کا آنا، حلول اجل اسی سے ہے (۲) حل یحل حلا وحلة، حلال ہونا اور نماز وقت کے داخل ہونے سے حلال اور جائز ہوتی ہے۔

مسئلہ: حضرت بلالؓ رات کو جو اذان دیتے تھے اس کی کیا حیثیت تھی؟ شافعیہ کہتے ہیں کہ یہ اذانِ فجر تھی اور اذان

فجر وقت سے پہلے جائز ہے لیکن احناف ؒ کے ہاں عام اذانوں کی طرح اذان فجر بھی وقت سے پہلے جائز نہیں اور اذان بلال کی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) یہ تہجد کی اذان تھی، پھر بعض حضرات کے ہاں اذانِ تہجد اب بھی مشروع ہے لیکن احناف ؒ کے ہاں تہجد اور دیگر نوافل کیلئے اب اذان مشروع نہیں، منسوخ ہوچکی ہے۔

(۲) یہ اذانِ سحری تھی اور اس کے کئی قرائن ہیں۔

(۱) وقت سے پہلے یہ اذان صرف رمضان میں ہوتی تھی (۲) حدیث الباب فکلوا واشربوا الخ کھانا پینا سحری میں ہوتا ہے۔

(۳) بخاری ومسلم میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے اس میں تصریح ہے لیرجع قائمکم ولینبه نائمکم یعنی اذان بلالؓ کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ قیام کررہے ہیں نوافل پڑھ رہے ہیں وہ گھر لوٹ کر سحری کھائیں اور جو سوئے ہیں وہ جاگ جائیں۔

اب سحری کیلئے اذان درست ہے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ احناف ؒ کے ہاں اذان سحر اگرچہ جائز ہے لیکن نہ کہنا بہتر ہے اور اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اس سے لوگوں کو اشتباہ ہوگا، حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتومؓ کی آواز سب پہچانتے تھے اور وہ ایک شخص ہی ایک وقت میں اذان کہتا تھا، اب اگر اجازت ہوتو ہر مسجد میں ہر موذن اذان دے گا، لازمی طور پر اذانیں آگے پیچھے بھی ہونگی اور لوگوں کو اشتباہ ہوگا کہ اذان سحر ہے یا اذان فجر؟ اور اذان سحر صرف جائز تھی۔ واجب اس وقت بھی نہ تھی۔

(۲) عہدِ نبوی میں مسلمان مختلف قبائل میں پھیلے ہوئے تھے، ہر جگہ اذانِ سحر ثابت بھی نہیں اور حضرت بلالؓ کی اذان سب تک پہنچتی نہ تھی۔

(۳) مقصد سحری کیلئے لوگوں کو جگانا ہے اس کے متبادل کئی طریقے ہوسکتے ہیں جن سے مقصد بھی حاصل ہوتا ہے اور اشتباہ بھی نہیں رہتا مثلاً لاؤڈ سپیکر پر اعلان، بونگے کے ذریعہ آواز، الارم والی گھڑی اور ٹائم پیس وغیرہ استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔

باب نسخ الافطار بالحجامة

یہ باب پچھنے لگانے سے افطاری کے منسوخ ہونے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۶: ۲۰۶۔ ابو حنیفة عن ابی السوار ویقال له ابو السوراء وهو السلمی

عن ابن حاضر عن ابن عباسؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ احتجم بالقاحة و هو صائم وفی روایة قال احتجم رسول اللّٰہ ﷺ بالقاحة وهو محرم صائم وفی روایة ان النبی ﷺ احتجم واعطی الحجام اجره ولو کان خبیثاً ما اعطاه.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاحہ مقام پر پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آپ روزہ دار تھے اور ایک روایت میں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے قاحہ مقام پر پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آپ احرام والے، روزہ دار تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور اگر حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔

توضیح اللغات: احتجم پچھنے لگانا، سنگیاں لگانا، اس کے دو طریقے تھے (۱) جس کا خون نکالنا ہوتا اس کے بدن کے کسی حصہ کو زخمی کر کے اس پر ایک قسم کا کیڑا رکھ دیا جاتا وہ خون چوس لیتا (۲) متاثرہ شخص کا بدن زخمی کر کے زخم پر سینگ یا نلکی لگالی جاتی دوسرا شخص نلکی یا سینگ کو منہ میں لیکر سانس کے ذریعہ خون کھینچتا اس سے پرانا اور گندا خون نکل جاتا ہے یہ صحت کیلئے مفید ہے اب بھی اطباء اور ڈاکٹرز اس کے مفیدِ صحت ہونے پر متفق ہیں خون نکالنے اور دوسرے ضرورت مند کو دینے کی ترغیب دیتے ہیں خون نکالنے کے بعد اگر مقوی غذا کھالے تو اور زیادہ بہتر ہے۔ الحجام یہ ابوطیبہ صحابی تھے۔ خبیثا مراد حرام ہے۔

روزہ میں پچھنے لگانے کا حکم:

اس میں اختلاف ہے امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے ہاں حجامت مفسد صوم ہے اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے جس کی قضاء ضروری ہے البتہ کفارہ واجب نہیں اور جمہور کے ہاں حجامت جائز ہے حتیٰ کہ اس میں کراہت بھی نہیں۔

امام احمد کی دلیل: ترمذی وغیرہ میں رافع بن خدیجؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانے والے اور جس کو لگایا گیا دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

دلائلِ جمہور: تینوں احادیث الباب (۱) حدیث ابن عباسؓ (۲) حدیث انسؓ (۳) عن انسؓ، عقلی اعتبار سے بھی حجامت مفسد صوم نہیں کیونکہ مفسد صوم ہونے کیلئے بنیادی شرط کسی چیز کا بدن میں داخل ہونا ہے اور یہاں کوئی چیز داخل نہیں ہوتی۔

جواب: افطر الحاجم والمحجوم کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب (۱) صاحب مشکوٰۃ نے (۱/۱۷۷) پر محی السنہؒ سے یہ توجیہ نقل کی ہے، تعرضا للافطار یعنی دونوں افطار

کے درپے ہو گئے، ہوسکتا ہے عنقریب ان کا روزہ ٹوٹ جائے حاجم کا اسلئے کہ وہ خون چوستا اور نکالتا ہے، ہوسکتا ہے کہ غلطی سے خون نگل جائے اور محجوم کا اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ خون نکلنے سے کمزور ہو جائے اور روزہ توڑنا پڑے۔

جواب (۲) امام شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ **افطر الحاجم والمحجوم** والی حدیث منسوخ ہے جس کی دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ اس کے بعد خود نبی علیہ السلام نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے ہیں حدیث الباب نمبر ۷ میں بھی یہی آرہا ہے۔

جواب (۳) امام طحاویؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ **افطر الحاجم والمحجوم** مطلق اور عام نہیں یہ مخصوص دو افراد کے بارے فرمایا ہے نبی علیہ السلام دو روزہ دار شخصوں کے پاس سے گزرے وہ حجامت کے دوران غیبت کر رہے تھے، غیبت کی بنا پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حجامت کرنے والے اور کروانے والے مذکورہ دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا اور ٹوٹنے سے مراد بھی ثواب اور اجر میں کمی آجانا ہے کیونکہ غیبت سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔

روزہ میں ٹیکہ لگانے کا حکم:

روزہ ٹوٹنے کیلئے تین بنیادی شرائط ہیں۔

(۱) کوئی چیز بدن میں داخل کی جائے، بدن سے کسی چیز کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے خون اور پیپ وغیرہ نکل جائے اس شرط کی وجہ ظاہر ہے۔

(۲) وہ دوا یا غذا جوف بطن یا جوف دماغ تک پہنچ جائے، اگر کوئی دوا یا غذا عام اعضاء یا رگوں کے جوف میں پہنچی تو روزہ فاسد نہ ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے زخموں کے کئی اقسام لکھے ہیں اور اصول لکھا ہے کہ صرف آمہ اور جائفہ زخم پر دوائی ڈالنا مفسدِ صوم ہے کیونکہ ان میں ڈالی جانے والی دوائی براہ راست جوف بطن اور جوف دماغ تک پہنچتی ہے باقی زخموں کے بارے لکھا ہے کہ ان پر دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ ان پر ڈالی جانے والی دوا رگوں کے جوف تک پہنچتی ہے، معلوم ہوا کہ مفسد صوم وہی چیز ہے جو جوف بطن یا جوف دماغ تک پہنچے۔

(۳) جوف بطن یا جوف دماغ میں پہنچنے کیلئے بھی ضروری ہے کہ منافذ خلقیہ اور مخارق اصلیہ کے ذریعہ پہنچے، منہ ناک، ناف، قبل دبر اور ذکر وغیرہ کے سوراخ مخارق اصلیہ ہیں اگر دوا یا غذا جوف بطن یا جوف دماغ میں منافذ عارضیہ کے ذریعہ پہنچے تو وہ مفسد صوم نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے ایک مسئلہ لکھا ہے اگر سانپ بچھو یا کوئی زہریلا جانور روزہ دار کو کاٹ دے تو بالاتفاق اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ زہر بدن کے اندر چلا جاتا ہے اور جوف بطن اور جوف دماغ تک پہنچ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان کا بدن پھول جاتا ہے اور سانپ کے زہر سے انسانی دماغ متاثر ہو جاتا

ہے بلکہ سنا یہ گیا ہے کہ انجکشن کی ایجاد ہی جانور کے کاٹنے سے ہوئی ہے، اطباء نے دیکھا کہ جانور کی زہر بدن میں جلدی پھیلتی ہے تو سوچا کہ اگر کسی ذریعہ سے بدن میں یوں دوائی فوری طور پر داخل کی جائے تو وہ بدن پر جلدی اثر انداز ہوگی اور تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہوگیا، زہر سے روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ یہ منافذ اصلیہ سے داخل نہیں کی جاتی بلکہ عارضیہ سے داخل کی جاتی ہے۔

اسی طرح انجکشن اور سرنج بدن میں داخل کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) ٹیسٹ کرنے کیلئے خون نکالنا ہو اور سرنج بدن میں داخل کی جائی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، پہلی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے۔

(۲) بعض انجکشن ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ جوف بدن یا جوف دماغ تک دوا پہنچتی ہی نہیں بلکہ عام اعضاء اور رگوں کے جوف تک پہنچتی ہے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، دوسری شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے۔

(۳) بعض انجکشن ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ دوا جوف بطن اور جوف دماغ تک پہنچ جاتی ہے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، تیسری شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے، دوا ٹیکہ کے عارض منفذ کے ذریعہ اندر پہنچتی ہے۔ لہٰذا کسی قسم کے ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ بدنی ٹیکہ ہو یا رگ کا، دوا جوف بطن اور جوف دماغ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ البتہ اس بارے بعض علماء ہندو پاک اور اکثر علماء افغانستان نے اختلاف کیا ہے وہ اسے مفسد قرار دیتے ہیں اسلئے احتیاط کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت انجکشن نہ لگایا جائے، خاص طور پر طاقت کا ٹیکہ اس سے روزہ مکروہ ہو جائیگا۔

حجامت کی اجرت کا حکم:

حجامت کی اجرت کے بارے روایات میں تعارض ہے حدیث الباب میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود اس کی اجرت دی ہے اور صحیح مسلم میں رافع بن خدیج کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کسب الحجام خبیث مشکوٰۃ (۲۴۱/۱) یعنی پچھنے لگانے والے کی اجرت خبیث ہے، دونوں روایات کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ حجامت کی اجرت حلال مگر مکروہ تنزیہی ہے حلال پہلی روایت کی وجہ سے ہے اور کراہت دوسری روایت کی وجہ سے، خبیث مکروہ کے معنی میں ہے اور کراہت اسلئے ہے کہ دوسرے کے خون میں ہاتھ مارنا، منہ میں کھینچنا کوئی اچھا عمل نہیں، اسے تجارت بنانا بہتر نہیں اور اگر تجارت کا ذریعہ نہیں بنایا، کمائی کا جائز ذریعہ موجود ہے تو کبھی کبھار اس کی نوبت آتی ہوگی، اس لئے احسان و ہمدردی کے پیش نظر مفت لگا دینا چاہئے پھر بھی اس پر اجرت لینا اچھا نہیں جب کہ اس کے پاس کمائی کا جائز ذریعہ موجود ہے۔

حدیث نمبر ۷: ۲۰۷ . ابو حنیفة عن ابی سفیان عن انسؓ قال احتجم النبی ﷺ بعد ما قال افطر الحاجم والمحجوم.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے افطر الحاجم والمحجوم فرمانے کے بعد پچھنے لگوائے۔

حدیث نمبر ۸: ۲۰۸ . ابو حنیفة عن الزهری عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ احتجم بعد ما صائم وفی روایةٍ قال ابو حنیفة اخبرنی ابن شهاب ان رسول اللہ ﷺ احتجم وهو صائم ولم یذکر انساً.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار ہونے کی حالت میں پچھنے لگوائے اور ایک روایت میں ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں مجھے ابن شہاب نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگائے اس حال میں کہ آپ روزہ دار تھے اور حضرت انسؓ کا ذکر نہ کیا۔

باب الاصباح جنباً فی الصوم

یہ باب روزے میں حالتِ جنابت میں صبح کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹: ۲۰۹ . ابو حنیفة عن عطاء عن عائشةؓ قالت کان یصبح رسول اللہ ﷺ جنباً من غیر احتلام ثم یتم صومه.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بغیر احتلام کے جنبی ہو کر صبح کرتے پھر اپنے روزہ کو پورا فرماتے۔

توضیح اللغات: جنبا من غیر احتلام یعنی جماع سے جنبی ہوتے، احتلام سے نہیں، احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام شیطانی اثر سے محفوظ تھے۔

حدیث نمبر ۱۰: ۲۱۰ . ابو حنیفة عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم عن الاسود

عن عائشةؓ قالت كان رسول اللّٰه ﷺ يخرج الىٰ صلوٰة الفجر ورأسه يقطر ماءً من غسل جنابة وجماع ثم يظل صائماً.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی طرف جاتے اس حال میں کہ آپ کا سر غسل جنابت اور جماع کے پانی کو ٹپکا تا پھر آپ روزہ دار ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۱۱: ۲۱۱۔ ابو حنيفة عن حمادٍ عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ قالت كان رسول اللّٰه ﷺ يخرج الى الفجر ورأسه يقطر ويظل صائماً وباسناده كان النبی ﷺ يقبل نسائه في رمضان.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کو جاتے اس حال میں کہ آپ کا سر ٹپک رہا ہوتا اور آپ دن کو روزہ دار ہوتے اور اسی اسناد کے ساتھ ہے کہ نبی علیہ السلام رمضان میں اپنی بیویوں کا بوسہ لیتے۔

مسئلہ: اگر رات کو غسل کی ضرورت پڑ جائے تو بہتر یہی ہیکہ اس وقت غسل کر لیا جائے تاہم اگر تاخیر ہوگئی یا سحری کے قریب غسل کی ضرورت ہوئی اور وقت کم ہوتو اس حالت میں سحری کھالینا اور روزہ کی نیت کر لینا درست ہے پھر نماز کیلئے غسل کر لے، احادیث الباب اس کی دلیل ہیں اور اگر نماز کیلئے بھی غسل نہ کیا دن کو کر لیا یا پورے دن نہ کیا تو روزہ مکروہ ہو جائیگا۔ تاہم ادا ہو جائیگا۔

باب رخصة التقبيل فی الصوم

یہ باب روزہ میں بوسہ کی اجازت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ۲۱۲۔ ابو حنيفة عن الهيثم عن عامر الشعبی عن مسروق عن عائشةؓ كان رسول اللّٰه ﷺ يصيب من وجهها وهو صائم يعنی القبلة.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام روزہ دار ہونے کی حالت میں ان کے چہرے کو پاتے تھے یعنی بوسہ لیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳: ۲۱۳۔ ابو حنيفة عن زياد عن عمرو بن ميمون عن عائشةؓ ان النبی ﷺ كان يقبل وهو صائم.

ترجمہ: عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام روزہ دار ہونے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔

مسئلہ: اگر کسی کو اطمینان ہو کہ بیوی کا بوسہ لینے سے معاملہ جماع وغیرہ تک نہیں پہنچے گا تو اس کیلئے روزہ میں بوسہ لینا جائز ہے، اگر اس کا اطمینان نہ ہو تو مکروہ ہے، اسی وجہ سے فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ جوان کیلئے روزہ میں بوسہ مکروہ اور بوڑھے کیلئے جائز ہے۔

باب رخصة الافطار فی السفر

یہ باب سفر میں افطار کی اجازت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۱۴: ۲۱۴۔ ابو حنیفة عن الهیثم بن حبیب الصرفی عن انس بن مالکؓ قال خرج رسول اللّٰه ﷺ للیلتین خلتا من شهر رمضان من المدینة الیٰ مکة فصام حتیٰ اتیٰ قدیداً فشکا الناس الیه الجهد فافطر فلم یزل مفطراً حتیٰ اتیٰ مکة.

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ کی دو راتیں گزرنے پر مدینہ سے مکہ نکلے تو روزہ رکھ لیا۔ یہاں تک کہ مقام قدید پر آئے تو لوگوں نے آپ کو تکلیف ومشقت کی شکایت کی تو آپ نے افطار کر لیا پس آپ افطار ہی کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ آ گئے۔

توضیح اللغات: خلتا: خلا یخلو خلو او خلاء، گزرنا قدید تصغیر کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام، شکا (ن) شکایت کرنا الجهد: بفتح الجیم وضمها، مشقت تکلیف۔

حدیث نمبر۱۵: ۲۱۵۔ ابو حنیفة عن مسلم عن انسؓ قال سافر النبی ﷺ فی رمضان یرید مکة فصام وصام الناس معه وفی روایةٍ خرج من المدینة الیٰ مکة فی رمضان فصام حتیٰ اذا انتهیٰ الیٰ بعض الطریق فشکا الناس الیه الجهد فافطر فلم یزل مفطر احتیٰ اتیٰ مکة وفی روایةٍ قال سافر رسول اللّٰه ﷺ فی رمضان یرید مکة فصام وصام المسلمون حتیٰ اذا کان بعض الطریق شکا بعض المسلمین الجهد فدعا بماء فافطر وافطر المسلمون.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں سفر شروع کیا آپ مکہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو آپ نے روزہ رکھ لیا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ روزہ رکھ لیا اور ایک روایت میں ہے آپ رمضان میں مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو روزہ رکھ لیا۔ یہاں تک کہ جب کسی ایک راستہ پر پہنچے تو لوگوں نے آپ کو مشقت کی شکایت کی

تو آپ نے روزہ افطار کرلیا پھر آپ مسلسل افطار کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ آ گئے اور ایک روایت میں ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں سفر شروع کیا اس حال میں کہ مکہ کا ارادہ تھا تو آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں نے یہاں تک کہ جب آپ ایک راستہ میں تھے کہ بعض مسلمانوں نے تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے پانی منگوایا آپ نے افطار کیا اور مسلمانوں نے افطار کیا۔

سفر میں روزہ نہ رکھنا۔

اس پر اتفاق ہے کہ مسافر ابتداء سے روزہ نہ رکھے تو جائز ہے لیکن اگر روزہ رکھ لیا پھر سفر شروع کر دیا تو توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے ہاں جائز ہے اور وہ احادیث الباب سے استدلال کرتے ہیں اور احناف کے ہاں توڑنا جائز نہیں۔ قرآن میں ہے ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اپنے اعمال کو باطل اور ختم نہ کرو، اور روزہ توڑنے میں اس کو ختم کرنا لازم آتا ہے اور احادیث الباب کے دو جواب ہیں (۱) یہ احادیث اضطرار پر محمول ہیں، ہمارے ہاں بھی اگر ایسا مسافر سخت مشقت میں مبتلا ہو گیا تو افطار کر سکتا ہے جیسے مقیم افطار کر سکتا ہے (۲) یہ سفر جہاد پر محمول ہے، فتاویٰ ھندیہ میں لکھا ہے کہ اگر مجاہد کو اندیشہ ہو کہ روزے سے ضعیف ہو جائیگا اور دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکے گا تو وہ افطار کر سکتا ہے۔

باب النهي عن صوم الصمت وصوم الوصال

یہ باب خاموشی کے روزے اور صوم وصال سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۱۶: ۲۱۶ . ابو حنيفة عن عديٍ عن ابي حازمٍ عن ابي الشعثاء عن ابي هريرةؓ ان النبي ﷺ نهىٰ عن صوم الوصال وصوم الصمت .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے صوم وصال اور خاموشی کے روزے سے منع کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۷: ۲۱۷ . ابو حنيفة عن شيبان عن يحيٰ عن المهاجر عن ابي هريرةؓ قال نهىٰ رسول الله ﷺ عن صوم الصمت وصوم الوصال .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے خاموشی کے روزے اور صوم الوصال سے منع فرمایا ہے۔

صوم الوصال کی شرعی حیثیت۔

صوم وصال یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ دنوں تک افطار کئے بغیر روزہ رکھنا، رات کو بھی کچھ نہ کھائے، مسلسل افطار نہ کرے، صوم وصال کے بارے اختلاف ہے تین مذاہب ہیں۔

(۱) مکروہ ہے اور مکروہ کراہت تنزیہہ کے ساتھ ہے یہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے ہاں حرام اور نا جائز ہے۔
(۳) جو وصال کی قدرت رکھتا ہو اس کیلئے جائز ہے اور جو قدرت نہ رکھتا ہو اس کیلئے حرام ہے۔ یہ اسحاق بن راہویہؒ کا مذہب ہے۔

صوم وصال سے ملتی جلتی دو اصطلاحات اور ہیں (۱) وصال الصوم الی السحر (۲) صوم الدھر۔

وصال الصوم الی السحر: اس کا مطلب یہ ہے ایک سحری سے دوسری سحری تک روزہ رکھنا، شام کو افطار نہ کرنا، یہ قسم جائز ہے صحیح بخاری (۲۶۳/۱) باب الوصال میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا، لا تواصلوا فأیکم اراد ان یواصل فلیواصل حتی السحر الحدیث یعنی صوم وصال نہ رکھو، اور جو تم میں سے وصال رکھنا چاہے تو سحری تک وصال کا روزہ رکھے۔

صوم الدھر: صوم الدھر کی تین صورتیں ہیں (۱) پورے سال روزے رکھنا حتیٰ کہ ایام منہیہ میں بھی رکھے، یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ دھر زمانہ کو کہتے ہیں، اس طرح کا روزہ بھی زندگی بھر اور پورے زمانے کا بن جاتا ہے۔ (۲) ایام منہیہ کو چھوڑ کر سال کے بقیہ تمام دنوں میں روزہ رکھنا یہ جائز مع الکراہت ہے (۳) سال بھر ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا یہ صومِ داؤدی کہلاتا ہے۔ یہ بالاتفاق افضل و مستحب ہے۔

خاموشی کا روزہ:

ادیانِ سابقہ میں خاموشی کا روزہ مشروع تھا اور عبادت شمار کیا جاتا تھا چنانچہ سورۃ مریم میں مریم علیہا السلام کے خاموشی کے روزے کا ذکر ہے انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیاً یعنی میں نے اللہ کیلئے روزے کی نذر مان رکھی ہے اسلئے میں آج کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔ لیکن اسلام نے خاموشی کے روزے کو منسوخ اور ختم کر دیا ہے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) حدیث الباب۔
(۲) بخاری میں قیس بن ابی حازم کی روایت ہے کہ ابوبکر صدیق قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے ہاں تشریف لے گئے جسے زینب کہا جاتا تھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بات ہی نہیں کر رہی، آپ کے پوچھنے پر بتلایا گیا کہ انہوں نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے، آپ نے فرمایا، تکلمی فان ھذا لایحل ھذا من عمل الجاھلیۃ یعنی باتیں کرو، یہ جائز نہیں، اس طرح کی عبادت جاہلیت کا عمل ہے۔
(۳) ابوداؤد میں حضرت علیؓ کی روایت ہے میں نے نبی علیہ السلام سے دو باتیں یاد کی ہیں (۱) لایتم بعد

احتلام یعنی بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں (۲) لاصمات یوم الی اللیل یعنی دن کو رات تک خاموشی کی کوئی حقیقت نہیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ اسی بناء پر نہ بولنے کے روزے کی نذر رنا جائز اور باطل ہے نیز اعتکاف میں خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہ ہے۔

باب النهى عن صيام ايام التشريق

یہ باب ایام تشریق کے روزوں سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۸: ۲۱۸. ابو حنيفة عن عبد الملك عن قزعة عن ابى سعيدؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن صيام ثلثة ايام التشريق وبه ان رسول الله ﷺ نهىٰ عن صيام اليوم الذى يشك فيه من رمضان.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تشریق کے تین دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس دن کے روزے سے منع کیا ہے جس کے رمضان سے ہونے میں شک ہو۔

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کا حکم

ایام تشریق گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے تین ایام کو کہتے ہیں، انہیں ایام معدودات اور ایام منی بھی کہتے ہیں، ایام معدودات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں انہیں ایام معدودات کہا گیا ہے اور ایام منی اسلئے کہتے ہیں کہ حاجی کو یہ دن منی میں گزارنے پڑتے ہیں۔ ایام تشریق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تشریق کے معنی روشنی کے آتے ہیں، شریعت کی رو سے یہ ایام بھی روشنی اور معنوی انوار کے ہیں نیز اس زمانے میں قربانی کا گوشت سورج کی روشنی اور دھوپ میں رکھ کر خشک کیا جاتا تھا، احنافؒ کے ہاں ان ایام میں روزہ مطلقاً جائز نہیں نہ متمتع کیلئے اور نہ کسی اور کیلئے، یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔ امام مالکؒ کے ہاں عام آدمی کیلئے جائز نہیں لیکن متمتع کے پاس اگر ھدی نہ ہو تو وہ ھدی کے بدلے دس روزے رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان ایام میں بھی رکھ سکتا ہے۔

دلائلِ احناف: حدیث الباب اور اس کے علاوہ احادیثِ نہی ہیں، ان میں متمتع اور غیر متمتع کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

یوم الشک کا روزہ رکھنے کا حکم

یوم الشک سے مراد تیس شعبان ہے اس میں احتمال ہوتا ہے کہ شاید تیسواں دن شعبان کا ہو، یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ شاید رمضان کا ہو اور شک پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اسلامی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوسکتا ہے اور تیس دن کا بھی ، یوم الشک میں روزہ رکھنے کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اس خیال سے روزہ رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دن رمضان کا ہو اور ہمیں چاند نظر نہ آیا ہو، یہ صورت بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) ایک شخص کسی خاص دن نفلی روزے رکھنے کا عادی تھا مثلاً ہر بدھ کو روزہ رکھتا تھا وہی دن تیس شعبان کا آگیا تو اس کیلئے نفل روزہ رکھنا جائز ہے بالاتفاق۔

(۳) تیس شعبان کو نفلی روزہ رکھتا ہے اور وہ دن معمول اور عادت کا نہیں بنتا تو اس صورت میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے ہاں مطلقاً ناجائز ہے اور احناف ؒ کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ عوام الناس کیلئے ناجائز اور خواص کیلئے جائز ہے۔ خواص سے مراد علماء فقہاء اور مفتیان ہیں عوام اور خواص میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ یوم الشک میں روزہ سے نہی کی علت رمضان کا شک ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر تیس شعبان کسی کے معمول کے مطابق آجائے تو وہ بالاتفاق رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ رمضان ہونے کا شک نہیں کرتا، خواص بھی اپنے علم وفہم کی بناء پر شک سے بری ہوتے ہیں لہٰذا ان کا روزہ درست ہے اور عوام الناس کو شکِ رمضان ہوسکتا ہے لہٰذا جائز نہیں۔

فائدہ: اس کی مزید کئی صورتیں ہیں لیکن آجکل ہر اسلامی ملک میں رمضان ہونے یا نہ ہونے کا سرکاری اعلان ہوجاتا ہے اور شک ختم ہوجاتا ہے، پاکستان میں اس مقصد کیلئے رؤیتِ ہلال کمیٹی قائم ہے اور علماء کی نگرانی میں کام کرتی ہے، اسلئے اگر اس کا اعلان بداہت کے خلاف نہ ہو تو اس کے اعلان کے مطابق عمل ضروری ہے۔

باب الاعتكاف و الايفاء بنذره

یہ باب اعتکاف اور اس کی نذر پورا کرنے کے بارے میں ہے۔

اعتکاف کا لغوی معنی ہے حبس النفس على الشئ یعنی نفس کو کسی چیز پر روکنا اور اصطلاحی معنی ہے هو الاقامة فى المسجد و اللبث فيه مع الصوم و النية یعنی روزہ اور نیتِ عبادت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا۔

اقسام اعتکاف:

اعتکاف کی تین اقسام ہیں (۱) اعتکاف مسنون (۲) اعتکاف نفل (۳) اعتکاف واجب۔

(۱) مسنون اعتکاف: اس سے مراد وہ اعتکاف ہے جو رمضان کے عشرہ اخیرہ میں کیا جاتا ہے اس کی ابتداء اکیسویں شب سے ہوتی ہے اور عید کا چاند دیکھنے سے ختم ہو جاتا ہے یہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے نماز جنازہ کی طرح گاؤں اور محلے میں سے کوئی ایک بھی کر لے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جائیگی۔ اور اگر اہل محلہ میں سے کسی نے نہ کیا تو سب کو ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔

(۲) اعتکاف نفل: اس سے مراد وہ اعتکاف ہے جو کسی بھی وقت مسجد میں جا کر کیا جا سکتا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اس کا کم از کم وقت ایک دن ہے اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں دن کا اکثر حصہ یعنی اگر دن بارہ گھنٹوں کا ہے تو چھ گھنٹوں سے زیادہ ہونا چاہئے، امام محمدؒ، شافعیؒ کے ہاں ایک گھڑی ہے صحیح قول یہی ہے کوئی نماز کیلئے جائے اور دس منٹ اعتکاف کی نیت کر لے تو درست ہے۔

(۳) اعتکاف واجب: اس سے مراد وہ اعتکاف ہے کہ کسی نے اس کے کرنے کی نذر مانی ہو مثلاً کہا اگر امتحان میں پاس ہو گیا تو پانچ دن اعتکاف بیٹھوں گا، نذر منعقد ہونے کیلئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) زبان سے تلفظ کرنا، اگر دل دل میں نیت کی تو واجب نہ ہوگا۔ (۲) صیغہ التزام کا استعمال کرے مثلاً یوں کہے کہ اللہ کیلئے مجھ پر دس دن کا اعتکاف لازمی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: ۲۱۹۔ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال عمر بن الخطابؓ نذرت ان اعتکف فی المسجد الحرام فی الجاهلیة فلما اسلمت سألت رسول الله ﷺ فقال اوف بنذرک۔

ترجمہ: عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں میں نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی منت مانی تھی تو جب میں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو۔

زمانہ جاہلیت کی نذر کا حکم

نذر منعقد اور واجب ہونے کی بہت سی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ناذر (نذر کرنے والا) ہوتت

نذر مسلمان ہو لہذا اگر کسی نے زمانہ جاہلیت یا حالتِ کفر میں جائز نذر مانی تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا ضروری نہیں ہے البتہ چونکہ اس نے ایک وعدہ کیا ہے اس لئے اسے پورا کرنا مستحب ہے، حدیث الباب ہمارے ہاں استحباب پر محمول ہے۔

کتاب الحج

یہ کتاب حج کے بارے میں ہے۔

حج کا لغوی اور اصطلاحی معنی: حج کے حاء کا کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں، دونوں طرح قرآن میں استعمال ہوا ہے اس کے لغوی معنی دو آتے ہیں (۱) القصد یعنی قصد و ارادہ کرنا (۲) الزیارة یعنی زیارت کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں زیارة مکان مخصوص فی زمان مخصوص بفعل مخصوص یعنی مخصوص زمانہ میں مخصوص فعل کے ساتھ مکان مخصوص کی زیارت کرنا، لغوی معنی سے مناسبت ظاہر ہے کہ اس میں مکان مخصوص کی زیارت اور اس کا قصد کیا جاتا ہے۔

حج کب فرض ہوا؟: اس میں اختلاف ہے دو قول زیادہ مشہور ہیں (۱) ۶ھ میں فرض ہوا (۲) ۹ھ میں فرض ہوا۔

باب التعجیل بالحج

یہ باب حج جلدی ادا کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ا: ۲۲۰ . ابو حنیفة عن عطیة عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اراد الحج فلیتعجل .

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حج کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ جلدی کرے۔

حج واجب علی الفور ہے یا واجب علی التراخی؟

اس میں اختلاف ہوا ہے کہ حج واجب علی الفور ہے یا واجب علی التراخی؟ واجب علی الفور کا مطلب یہ ہے کہ جس سال حج کی استطاعت میسر ہوئی ہے اسی سال حج ضروری ہوگا اور علی التراخی کا مطلب یہ ہے کہ اسی سال ضروری نہیں ، بعد میں بھی کر سکتا ہے جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ حج واجب علی الفور ہے اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے ہاں واجب علی التراخی ہے، اس پر اتفاق ہے کہ اگر حج اسی سال نہ کیا تو بعد میں بھی وہ ادا ہی ہوگا، قضاء شمار نہ ہوگا، ثمرہ اختلاف صرف

میں ہوگا، جمہور کے ہاں وہ گناہگار ہے اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے ہاں گناہگار نہ ہوگا، حدیث الباب جمہور کی دلیل ہے۔

اعتراض: جمہور کے مذہب پر اعتراض یہ ہے کہ آپ کے ہاں حج واجب علی الفور ہے تو پہلے آ چکا ہے کہ حج کی فرضیت ۶ھ یا ۹ھ میں آ چکی تھی تو پھر نبی علیہ السلام نے اسی سال حج کیوں نہیں کیا، ۱۰ھ تک کیوں موخر کیا۔ جبکہ ۹ھ میں تو فتح مکہ بھی ہو چکا تھا۔

جواب: (۱) کفار عرب کا ایک رواج تھا جسے نسـی کہا جاتا ہے۔ جس کی وضاحت یہ ہے کہ نسیٔ کے معنی ہیں موخر کرنا، مشرکین عرب چار مہینوں کا بہت احترام کرتے تھے ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم اور رجب کا، اور ان کے ہاں جنگ و لڑائی کا عام رواج تھا لیکن ان مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے، کبھی ایسا ہوتا کہ لڑائی شروع ہوتی اور اتنا طول پکڑا کہ حرمت کا مہینہ آ گیا تو وہ کہتے کہ لڑتے رہو اس سال وہ مہینہ موخر ہو گیا ہے۔ اس مہینہ کے بعد آئیگا۔ مہینہ گزرنے کے بعد بھی اگر لڑائی جاری ہوتی تو کہتے کہ حرمت کا مہینہ مزید موخر ہو گیا ہے لڑتے رہو، اسے نسی کہا جاتا تھا، اس رواج کی وجہ سے ذوالحجہ کی صحیح تعیین نہیں رہی تھی، اسلئے پتہ نہ چلا کہ حج اپنے مقام پر ہے یا نہیں لیکن دس ھجری میں ذوالحجہ کا مہینہ اپنے محل پر آ گیا تھا اسلئے آپ نے اس سال حج کیا۔

جواب (۲) ۶ھ میں تو مکہ فتح نہ ہوا تھا اسلئے حج نہیں ہو سکتا تھا اور ۹ھ تک اگرچہ مکہ فتح ہو چکا تھا لیکن مشرکین کو بیت اللہ کے حج سے روکا نہیں گیا تھا، انہوں نے آ کر حج کرنا اور اس میں مشرکانہ رسومات ادا کرنا تھیں، نبی علیہ السلام کا اس موقعہ پر شریک ہونا مناسب نہ تھا، اسلئے نبی علیہ السلام نے اس سال حج مؤخر کر دیا اور ابوبکرؓ کو امیر بنا کر حج کیلئے بھیجا اور حضرت علیؓ کو اعلانِ برأت کیلئے بھیجا، انہوں نے اعلان کر دیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج کیلئے نہ آئے، اس اعلان کے بعد ۱۰ھ کو نبی علیہ السلام نے حج کیا۔

باب فضيلة الحج

یہ باب فضیلتِ حج کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲:۲۲۱۔ ابو حنيفة عن علقمة عن النبى ﷺ الحاج مغفور له ولمن استغفر له الى انسلاخ المحرّم.

ترجمہ: حضرت علقمہ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حاجی کی مغفرت کی جاتی ہے اور محرم کے ختم ہونے تک وہ جس کیلئے مغفرت چاہے اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

توضیح اللغات: انسلاخ نکلنا، سلخ سے ہے جس کے معنی ہیں بکری کی کھال نکالنا۔

باب ان الحج العج و الثج

یہ باب اس بارے ہے کہ حج بلند آواز سے تلبیہ کہنے اور قربانی کرنے کا نام ہے۔

حدیث نمبر۳: ۲۲۲ . ابو حنیفة عن قیس عن طارقٍ عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ افضل الحج العج و الثج فاما العج فالعجیج و اما الثج فثج البدن و فی روایة قال فثج الدم و فی روایةٍ فاما الثج فنحر الهدی.

ترجمہ: ابن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل حج عج اور ثج ہے پس جہاں تک عج کا تعلق ہے تو وہ تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنا ہے اور جہاں تک ثج کا تعلق ہے تو وہ بدن سے خون بہانا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ خون بہانا ہے اور ایک میں ہے رہا ثج تو وہ ھدی کو ذبح کرنا ہے۔

توضیح اللغات: العج: هو رفع الصوت بالتلبیة یعنی بلند آواز سے تلبیہ کہنا، تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنا الثج قربانی کرنا، ھدی ذبح کرنا۔

باب محل الاحرام و میقات الناس

یہ باب محل احرام اور لوگوں کی میقات کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر۴: ۲۲۳ ۔ ابو حنیفة عن یحیٰ ان نافعاً قال سمعت عبداللّٰہ بن عمرؓ یقول قام رجل فقال یا رسول اللّٰہ ﷺ این المهل قال یهل اهل المدینة من ذی الحلیفة و یهل اهل العراق من العقیق و یهل اهل الشام من الجحفة و یهل اهل نجدٍ من قرن.

ترجمہ: نافع فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص کھڑا ہوا پس کہا اے اللہ کے رسول میقات کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اور اہل عراق عقیق سے اور اہل

شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں۔

توضیح اللغات: المهل آواز بلند کرنے کی جگہ یا وقت، اہلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا، اہلال کے معنی احرام کے بھی آتے ہیں یعنی احرام باندھنے کی جگہ، مراد میقات ہے کیونکہ وہاں سے احرام باندھ کر تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۵ : ۲۲۴ . ابو حنيفة عن حمادٍ عن ابراهيم عن الاسود بن يزيد ان عمر بن الخطابؓ خطب الناس فقال من ارادمنكم الحج فلا يحر من الامن الميقات والمواقيت التي وقتها نبيكم لا هل المدينة ومن مربها من غير اهلها ذو الحليفة ولا هل الشام ومن مربها الجحفة ولا هل نجدٍ و من مربها من غير اهلها قرن ولا هل اليمن ومن مربها من غير اهلها يلملم ولا هل العراق ولسائر الناس ذات عرقٍ.

ترجمہ: اسود بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا تو فرمایا کہ تم میں سے جو شخص حج کا ارادہ کرے تو ہرگز احرام نہ باندھے مگر میقات سے اور وہ میقاتیں جنہیں تمہارے نبی علیہ السلام نے مقرر فرمایا ہے اہل مدینہ اور غیر اہل مدینہ میں سے جو لوگ مدینہ سے ہو کر گزرتے ہیں ان کا میقات ذوالحلیفہ ہے اور اہلِ شام اور اس پر گزرنے والوں کیلئے جحفہ ہے اور اہل نجد اور اس پر غیر اہل نجد میں سے گزرنے والوں کیلئے قرن ہے اور اہل یمن اور اسپر غیر اہل یمن میں سے گزرنے والوں کیلئے یلملم ہے اور اہل عراق اور تمام لوگوں کیلئے ذات عرق ہے۔

توضیح اللغات: سائر الناس: سائر بمعنی جمیع ہے یعنی سب لوگ، مراد تمام اہل مشرق ہیں۔

مواقیت اوران کے احکام:

مواقیت میقات کی جمع ہے میقات وقت سے مشتق ہے، اس کے اصل معنی ہیں وقت محدود اور مجازاً اس کا اطلاق مکان محدود پر بھی ہوتا ہے، یہاں یہی مراد ہے، اصطلاح میں میقات وہ محدود اور متعین جگہ ہے جہاں سے مکہ مکرمہ جانے والے کیلئے احرام باندھنا ضروری ہے اس کے بغیر جانا جائز نہیں، پھر میقات سے گزر کر مکہ جانے والا شخص دو طرح کا ہوسکتا ہے (۱) اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہے اس کیلئے بالاتفاق احرام ضروری ہے (۲) مکہ کسی اور مقصد کیلئے جارہا ہے مثلاً تجارت کیلئے جارہا ہے اس کیلئے میقات پر احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ احنافؒ کے ہاں ضروری ہے اور امام شافعیؒ وغیرہ کے ہاں ضروری نہیں۔

دلائلِ احناف: مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا لاتجاوز

واالمیقات الاباحرام یعنی احرام کے بغیر میقات سے مت گزرو۔ یہ مطلق ہے جہاں حاجی اور معتمر کو شامل ہے وہاں میقات سے گزرنے والے ہر شخص کو شامل ہے۔

دلائل امام شافعی: بخاری ومسلم میں ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے مختلف علاقوں کے لوگوں کیلئے میقاتیں مقرر فرمائیں آخر میں فرمایا لمن کان یرید الحج والعمرۃ یعنی یہ اس شخص کیلئے ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو۔ (مشکوۃ ۱/۲۲۱) معلوم ہوا کہ صرف حاجی اور معتمر کیلئے احرام ضروری ہے۔

جواب: لمن کان الخ کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں جس کا قرینہ حدیث ابن عباسؓ ہے۔

تاجر اور ڈرائیور کیلئے احرام کا حکم:

احنافؒ کے ہاں اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ مکہ جانے والے ہر شخص پر احرام ضروری ہے لیکن اس زمانہ میں ایک اور مسئلہ زیرِ غور ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو بار بار پیش آنے والی ضرورت کی بنیاد پر مکہ جانا پڑتا ہے مثلاً ٹیکسی ڈرائیور ہے اسے دوسرے شہروں اور مکہ کے درمیان بار بار آمد ورفت کی ضرورت پیش آتی ہے یا تجارت کی غرض سے آنا جانا پڑتا ہے یا تجارتی کمپنیوں کے ملازمین اور ایجنٹوں کو بار بار میقات سے گزرنا ہوتا ہے ایسے لوگوں کو دن میں کئی بار آنا اور جانا ہوتا ہے اور ہر بار احرام باندھنا انتہائی مشکل کام ہے کیا ایسے لوگ بغیر احرام کے گزر سکتے ہیں؟ اس بارے عصر حاضر کے علماء احناف نے گفتگو کی ہے اور ایسے لوگوں کو احرام سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جس کی وجہ ضرورت وحاجت ہے اور اسکی نظیر فقہ حنفی میں یہ ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں انہیں بار بار مکہ مکرمہ جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلئے ان کو احرام سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، یہ ضرورت اور علت مذکورہ لوگوں میں بھی موجود ہے اسلئے ان کو بھی اجازت ہے۔

حج ڈیوٹی ملازمین اور میڈیکل مشن عملہ کیلئے احرام ضروری ہے۔

اس زمانہ میں سعودی عرب نے مختلف ممالک اسلامیہ کیلئے حجاج کا ایک کوٹہ مقرر کیا ہے، ہر ملک سے اتنے حاجی جا سکتے ہیں زیادہ نہیں اور جانے والے بھی سرکاری قوانین کے مطابق جاتے ہیں، حکومت ان کے ساتھ کچھ خدام بھیجتی ہے، اسی طرح بعض سرکاری ملازمین کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے اور کچھ ڈاکٹرز حضرات بھیجے جاتے ہیں، ایسے خدام سرکاری ملازمین اور میڈیکل مشن کے افراد وارکان پر بھی میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے خواہ وہ حج یا عمرہ نہ کرتے ہوں، یہ لوگ احرام نہیں باندھتے ،اس بارے غفلت کا شکار ہوتے ہیں جو کہ انتہائی غلطی ہے۔

مواقیت اوران کی تعیین

جیسا کہ احادیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے مختلف علاقوں کے لوگوں کیلئے مواقیت مقرر فرمائی ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

اہل مدینہ اوراس راستے پرآنے والے دیگر حضرات کیلئے ذوالحلیفہ

اہل شام...الجحفہ

اہل عراق...ذات عرق

اہل یمن...یلملم

اہل طائف...قرن المنازل

مواقیت کا مختصر تعارف:

ذوالحلیفة: حلفہ کی تصغیر ہے یہ ایک مقام ہے جو مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے مکہ مکرمہ سے شمال میں ۴۶۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔

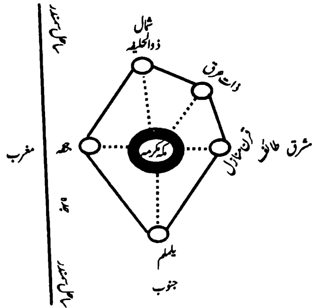
الجحفة: مکہ مکرمہ سے شمال مغرب میں واقعہ ہے اوراس سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ ۱۸۷ کلومیٹر ہے

قرن المنازل: یہ مقام مکہ مکرمہ سے ۹۴ کلومیٹر دور ہے۔

یلملم: مکہ مکرمہ سے جنوب کی جانب ۵۴ کلومیٹر دور ہے۔

ذات عرق: مکہ مکرمہ سے شمال مشرق میں ۱۹۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

نقشہ مواقیت


ساحل سمندر

اہل پاکستان کیلئے میقات کیا ہے؟

پاکستان بھارت اور تمام مشرقی ممالک سے جانے والے حضرات کے دو راستے ہیں (۱) ہوائی راستہ (۲) بحری راستہ، ہوائی راستے پر جاتے ہوئے ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے پہلے حل میں داخل ہوتا ہے پھر جدہ پہنچتا ہے، اسلئے ان کا میقات قرن المنازل اور ذات عرق یا ان کا درمیان ہے، پہلے زمانہ میں ہوائی سفر میں میقات کا علم ناممکن تھا اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ بہتر صورت یہ ہے کہ پاکستان ائیر پورٹ ہی سے احرام باندھ لیں، اب بھی بہت سے حاجی ایسا ہی کرتے ہیں جو اچھی بات ہے البتہ اب حاجیوں کیلئے جہازوں خصوصاً پی آئی اے اور سعودیہ ائیر لائن میں میقات سے پہلے اعلان کر دیا جاتا ہے اور میقات کو باقاعدہ سکرین پر دکھایا جاتا ہے اسلئے جہاز میں ہی میقات سے پہلے احرام باندھ لے تو بھی درست ہے، اب کئی سالوں سے ہوائی سفر ہی کیا جاتا ہے۔ اور بحری سفر متروک ہے تاہم بحری راستے میں یہ تفصیل ہے کہ پہلے زمانہ میں بحری جہاز یمن کے ساحل یلملم اترتے تھے اور اہل یمن کی طرح یلملم ہی پاکستان اور مشرقی ممالک کا میقات تھا لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ یلملم کا

ساحل متروک ہوگیا ہے، بحری جہاز یلملم کے محاذات سے گزر کر یلملم سے پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر اسی سمندر کے ساحل جدہ پر قیام کرتے ہیں اب اس میں علماء عصر کی دو رائے ہیں کہ ایسی صورت میں احرام کہاں سے ضروری ہے بعض قدیم علماء اور حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یلملم کی محاذات سے گزرتے ہوئے ہی احرام باندھنا ضروری ہے، بعض قدیم علماء اور حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یلملم کے محاذات میں احرام ضروری نہیں۔ جدہ اور اس کے ساحل پر باندھ لینا کافی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ میقات یا اس کے محاذات سے گزرتے ہوئے احرام تب ضروری ہے جبکہ حرم جانا ہو اور یہاں حرم نہیں جانا پڑتا۔ بلکہ جدہ تک حل کا راستہ ہے وہاں جانا ہے، اس لئے احرام واجب نہیں۔ البتہ یلملم کے محاذات میں باندھنا بلاشبہ مستحب اور بہتر ہے۔

باب لباس المحرم

یہ باب محرم کے لباس کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶ : ۲۲۵ . ابو حنیفة عن عبداللّٰہ بن دینارٍ عن ابن عمرؓ ان رجلاً قال یا رسول اللّٰہ ماذا یلبس المحرم من الثیاب قال لا یلبس القمیص ولا العمامة و لا القباء ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوباً مسه ورس او زعفران ومن لم یکن له نعلان فلیلبس الخفین ولیقطعهما اسفل من الکعبین.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول، محرم کپڑوں میں سے کیا کیا پہن سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ نہ قمیص پہن سکتا ہے اور نہ عمامہ اور نہ جبہ اور نہ شلوار اور نہ ٹوپی اور نہ ایسا کپڑا جسے ورس یا زعفران نے چھوا ہو اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو چاہئے کہ موزے پہن لے اور انہیں قدموں کے درمیانی دو ہڈیوں سے نیچے تک کاٹ دے۔

توضیح اللغات: القباء شیروانی، ہر وہ لباس جو کپڑوں کے اوپر پہنا جائے، ج اقبیة، اس سے ملتا جلتا لفظ العباء ہے بمعنی چوغہ ج اعبیة: السراویل پائجامہ، اس کا مفرد سرویل، سروالة اور سروال آتا ہے جمع الجمع سراویلات آتی ہے۔ البرنس ایک لمبی ٹوپی جو عرب میں پہنی جاتی تھی۔ یا وہ لباس جس کا کچھ حصہ ٹوپی کا کام دے۔ یا بارش سے بچنے والا کوٹ، یا وہ کوٹ جس کے ساتھ ٹوپی ہوتی ہے جو سر کو پہنا دی جاتی ہے جمع برانس،

ورس ایک قسم کی بوٹی جورنگائی وغیرہ کے کام آتی ہے الکعبین دونوں قدموں کے درمیان کی ہڈی، یہاں ٹخنے مراد نہیں۔

مسئلہ: محرم کیلئے تمام سلے ہوئے کپڑوں اور مذکورہ اشیاء کا پہننا منع ہے۔

ومن لم یکن الخ مطلب یہ ہے کہ محرم کوایسا جوتا استعمال کرنا چاہئے کہ وسط قدم کی ہڈی نظر آئے، ان میں چھپے نہیں، آجکل اس مقصد کیلئے ہوائی چپل استعمال ہوتی ہیں جوموزے کے مقابلے میں بہت سستی ہوتی ہیں، اس لئے اس مقصد کیلئے موزے کاٹنا جائز نہیں اسراف ہے، ہاں اگر کسی کو ایسی چپل نہ مل سکیں اور موزے موجود ہوں تو اسے چاہئے کہ موزوں کو وسط قدم سے نیچے تک کاٹ دے، وہ جوتے کے مشابہ ہوجائیں گے پھر انہیں استعمال کرلے۔ گویا موزوں کا کاٹنا مجبوری کی صورت میں ہے۔

حدیث نمبر ۷: ۲۲۶. ابوحنیفة عن عمرو بن دینارٍ عن جابر بن زید عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من لم یکن له ازار فلیلبس سراویل ومن لم یکن له نعال فلیلبس خفین.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس چادر نہ ہوتو وہ پائجامہ پہن لے اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے۔

فلیلبس سراویل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر حاجی کے پاس ازار نہ ہوتو سلا ہوا پائجامہ پہن سکتا ہے اس پر کسی قسم کا دم اور گناہ نہیں لیکن احنافؒ اور مالکیہؒ کے ہاں پائجامہ پہننا جائز نہیں، امام شافعیؒ حدیث الباب سے استدلال کرتے ہیں اور ہمارا استدلال تمام ان روایات سے ہے جن میں سلے ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے محرم کو منع کیا گیا ہے اور حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ اگر ازار نہ ہو اور پائجامہ اور شلوار موجود ہو تو اسے پھاڑ کر اس سے ازار بنا کر پہن لے اور اگر ازار بنانا ممکن نہیں تو پائجامہ ہی پہن لے کیونکہ مجبوری ہے گناہ نہ ہوگا لیکن فدیہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

باب حکم الطیب للمحرم

یہ باب محرم کیلئے خوشبو لگانے کے حکم کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۸: ۲۲۷. ابوحنیفة عن ابراهیم ابن المنتشر عن ابیه قال سألت ابن عمرؓ ایتطیب المحرم قال لان اصبح انضح قطراناً احب الی من ان اصبح انضح طیباً فاتیت

عائشۃؓ فذکرت لها فقالت انا طیبت رسول الله ﷺ فطاف فی ازواجه ثم اصبح محرماً وفی روایۃٍ کنت اطیب النبی ﷺ ثم یطوف فی نسائه ثم یصبح محرماً.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ابراہیم بن منتشر سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے والد سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا محرم خوشبو لگا سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ بات کہ میں اس حال میں صبح کروں کہ مجھ سے گندھک رسک رہا ہو میرے ہاں اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں صبح کروں اس حال میں کہ مجھ سے خوشبو پھوٹ رہی ہو تو میں عائشہؓ کے پاس آیا اوران کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی تو آپ اپنی بیویوں کے ہاں گھومے پھر آپ نے صبح کی حضرت عائشہؓ کی مراد آپ کا محرم ہونے کی حالت میں صبح کرنا ہے اور ایک روایت میں ہے میں نبی علیہ السلام کو خوشبو لگاتی پھر آپ اپنی بیویوں میں طواف کرتے پھر محرم ہو کر صبح کرتے۔

توضیح اللغات: یتیطب خوشبو لگانا لان اصبح الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر مبتداء اور احب الی الخ اس کی خبر ہے انضح (ف) رسنا، خوشبو کا پھوٹنا قطران گندھک، تارکول ایک روغنی سیال مادہ جو صنوبر وغیرہ کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے، جہنم میں اس سے اہل جہنم کا لباس بنایا جائیگا قرآن میں ہے سرابیلهم من قطران یعنی ان کی شلواریں گندھک کی ہونگی۔

مسئلہ: محرم کیلئے خوشبو لگانے کا حکم یہ ہے کہ حالت احرام میں لگانا منع ہے اور اگر احرام سے پہلے لگائی بعد میں اس کی مہک اور اثر باقی رہا تو جائز ہے، اس سے مذکورہ تعارض بھی رفع ہو گیا، حضرت ابن عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ حالت احرام میں خوشبو لگانا منع ہے اور حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ احرام سے پہلے لگا دے تو جائز ہے اگرچہ اس کا اثر احرام کے بعد بھی رہے۔

باب فسخ الحج الی العمرۃ

یہ باب احرام حج فسخ کر کے احرام عمرہ باندھنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۸ : ۹. ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان النبی ﷺ امر اصحابه ان یحلوا من احرامهم بالحج ویجعلوا عمرة.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے حج کے احرام سے حلال ہو

جائیں اور عمرہ کریں۔

حدیث نمبر ۱۰ : ۲۲۹ . ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال لما امر رسول اللّٰہ ﷺ بما امر به فی حجة الوداع قال سراقة بن مالکٍ یا رسول اللّٰہ اخبرنا عن عمرتنا ال‍ خاصة ام للابد قال هی للابد.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا جس کا حکم دیا تو سراقہ بن مالک نے کہا اے اللہ کے رسول ہمیں ہمارے عمرہ کے بارے میں خبر دیں کیا یہ خاص طور پر ہمارے لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے آپ نے فرمایا یہ ہمیشہ کیلئے ہے۔

مسئلہ: زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ اشہر حج شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرہ کرنا اسوأ لسیئات اور افجر الفجور ہے، نبی علیہ السلام اس غلط عقیدہ کی تردید کرنا چاہتے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی کئی صورتیں اختیار فرمائیں۔

(۱) اپنے قول سے بیان فرمایا کہ عمرہ اشہر حج میں درست ہے۔

(۲) بعض صحابہ کو تمتع کا حکم دیا۔

(۳) بعض کو قران کا حکم دیا اور لازمی بات ہے کہ متمتع اور قارن اشہر حج میں عمرہ بھی کرتے ہیں۔

(۴) مزید ایک صورت اختیار کی جسے فسخ الحج الی العمرة کہا جاتا ہے بعض صحابہ مفرد بالحج تھے یعنی انہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ حج کا احرام ختم کر کے عمرہ کریں پھر حج کا احرام باندھ کر عمرہ کریں، پہلی حدیث میں اسی کا بیان ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اب فسخ الحج الی العمرة جائز نہیں حدیث الباب کا حکم منسوخ ہے یا صحابہ کرام اور نبی علیہ السلام کی خصوصیت تھی یا اسی سال کی خصوصیت تھی، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا درست ہے اور یہ حکم ہمیشہ کیلئے ہے چنانچہ دوسری حدیث میں سراقہؓ کے سوال کے جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ہمیشہ کیلئے ہے اسلئے فسخ الحج الی العمرة اور جواز العمرة فی اشهر الحج دو الگ الگ مسائل ہیں۔

باب الحائضة تحج

یہ باب حائضہ کے بارے ہے جو حج کرتی ہے

حدیث نمبر ۱۱ : ۲۳۰ . ابو حنيفة عن الهيثم عن رجل عن عائشةؓ انها قدمت وهی متمتعة وهی حائض فامرها النبی ﷺ فرفضت عمرتها .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ آئیں اس حال میں کہ تمتع کرنے والی تھیں اور وہ حائضہ تھیں تو نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے اپنا عمرہ توڑ دیا۔

توضیح اللغات : رفضت (ن) پھینکنا، چھوڑنا، توڑنا، ختم کرنا۔

حدیث نمبر ۱۲ : ۲۳۱ . ابو حنيفة عن حمادٍ عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ انها قدمت متمتعة وهی حائض فامرها النبی ﷺ فرفضت عمرتها .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ تمتع کرنے آئی اس حال میں کہ حائضہ تھی تو نبی علیہ السلام نے اسے حکم دیا تو اس نے اپنا عمرہ چھوڑ دیا۔

حدیث نمبر ۱۳ : ۲۳۲ . ابو حنيفة عن حمادٍ عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ انها قدمت متمتعة وهی حائض فامرها النبی ﷺ فرفضت عمرتها واستأنفت الحج حتیٰ اذا فرغت من حجها امرها رسول الله ﷺ ان تصدر الی التنعيم مع اخيها عبدالرحمن .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ تمتع کیلئے آئیں اس حال میں کہ حائضہ تھیں تو نبی علیہ السلام نے اسے حکم دیا تو انہوں نے اپنا عمرہ چھوڑ دیا اور نئے سرے سے حج کیا یہاں تک کہ جب اپنے حج سے فارغ ہوگئیں تو نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم چلی جائیں۔

حدیث نمبر ۱۴ : ۲۳۳ . ابو حنيفة عن الهيثم عن رجلٍ عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ ذبح لرفضها العمرةَ بقرةً .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے گائے ذبح کی تھی۔

حدیث نمبر ۱۵ : ۲۳۴ . ابو حنیفة عن عبدالملک عن ربعی بن خراش عن عائشةؓ ان النبی ﷺ امر برفضها العمرة دماً.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کے عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم دینے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر ۱۶ : ۲۳۵ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراھیم عن الاسود عن عائشةؓ انہا قالت یا نبی اللّٰه یصدر الناس بحجةٍ وعمرة واصدر بحجةٍ فامر النبی ﷺ عبدالرحمن بن ابی بکر فقال انطلق بها الی التنعیم فلتهل ثم لتفرغ منها ثم لتعجل علیّ فانی انتظرها ببطن العقبة.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی لوگ حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ واپس لوٹ رہے ہیں اور میں حج کے ساتھ لوٹ رہی ہوں تو نبی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا اور فرمایا کہ انہیں تنعیم لے جاؤ، پس وہ احرام باندھے پھر اس سے فارغ ہو جائے پھر مجھ پر جلدی کرے کیونکہ میں بطن عقبہ میں ان کا انتظار کرونگا۔

مسئلہ: حائضہ عورت کیلئے دو وجہ سے طواف جائز نہیں (۱) طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں (۲) طواف کیلئے صحیح قول کے مطابق طہارت واجب ہے اور حیض طہارت کے منافی ہے، اگر کسی عورت نے احرام باندھ لیا پھر حیض شروع ہو گیا تو طواف نہیں کر سکتی، اب اسے اختیار ہے اگر چاہے تو اسی طرح احرام میں رہے جب پاک ہو تو طواف کر کے عمرہ یا حج ادا کرے اور اگر چاہے تو احرام کھول کر حلال ہو جائے، اس صورت میں عمرہ کی قضاء بھی ضروری ہے اور دم بھی واجب ہے جیسا کہ احادیث الباب میں اس کی تصریح ہے۔ البتہ احرام کھولنے کا گناہ نہ ہوگا۔

مانع حیض ادویہ کا استعمال:

افعال حج کو معمول اور وقت مقررہ پر ادا کرنے کیلئے اگر کوئی عورت مانع حیض ادویہ استعمال کرے تو درست ہے؟ اس میں دو حیثیت سے بحث ضروری ہے (۱) شرعی حیثیت سے (۲) طبی حیثیت سے، شریعت کی رو سے ایسی مانع حیض ادویہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں جو وقتی طور پر خون کو روک دے، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ بعض صحابہؓ سے اس کی اجازت منقول ہے چنانچہ علامہ محب الدین طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ایقریٰ لقاصد ام القریٰ'' (ص ۳۶۰) میں نقل فرمایا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت طواف وداع ادا کرنے کی غرض سے مانع

حیض روا پی لے تاکہ طواف کر کے بروقت جاسکے تو یہ جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں تک طبی حیثیت کا تعلق ہے تو کئی اطباء اور ڈاکٹرز حضرات سے پوچھنے پر یہی جواب ملا کہ ایسی ادویہ صحت کیلئے مضر بھی نہیں اسلئے استعمال درست ہے البتہ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ ایسی گولیاں صرف انہی مخصوص دنوں میں ہی نہ کھائے بلکہ پورے ماہ استعمال کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

باب اکل المحرم الصید

یہ باب محرم کے شکار کو کھانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۷ : ۲۳۶. ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن عثمان بن محمد عن طلحة بن عبید اللہ قال تذاکرنا لحم صید یصیدہ الحلال فیا کلہ المحرم ورسول اللہ ﷺ نائم حتی ارتفعت اصواتنا فاستیقظ رسول اللہ ﷺ وقال فیمایتنازعون فقلنا فی لحم صیدٍ یصیدہ الحلال فیا کلہ المحرم قال فامرنا بأکلہ.

ترجمہ: طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں ہم ایسے شکار کے گوشت کے بارے مذاکرہ کر رہے تھے جسے حلال شخص نے شکار کیا ہو پھر اسے محرم کھائے اس حال میں کہ نبی علیہ السلام سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہماری آوازیں بلند ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوگئے اور فرمایا کہ لوگ کس چیز کے بارے جھگڑا کر رہے ہیں تو ہم نے کہا ایسے شکار کے گوشت کے بارے میں جسے حلال شخص نے شکار کیا ہو پھر محرم اسے کھائے، راوی فرماتے ہیں پس آپ نے ہمیں اس کے کھانے کی اجازت دے دی۔

توضیح اللغات: تذاکرنا مذاکرہ کرنا، ایک دوسرے سے بات چیت کرنا، صید یصیدہ: صید موصوف اور یصیدہ اس کی صفت ہے فامرنا امر اجازت کے معنی میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۸ : ۲۳۷. ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن ابی قتادةؓ قال خرجت فی رھطٍ من اصحاب النبی ﷺ لیس فی القوم حلال غیری فنظرت نعامةً فسرت الیٰ فرسی فرکبتھا وعجلت عن سوطی فقلت لھم ناولونیہ فابوا فنزلت عنھا فاخذت سوطی فطلبت النعامة فاخذت منھا حماراً فاکلت واکلوا.

ترجمہ: ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے صحابہ کی ایک جماعت میں نکلا لوگوں میں میرے علاوہ کوئی حلال نہ تھا پس میں نے شتر مرغ دیکھا تو اپنے گھوڑے کی طرف چل پڑا پھر اس پر سوار ہو گیا اور اپنے کوڑے سے جلدی کردی تو میں نے ان سے کہا یہ مجھے پکڑا دو تو انہوں نے انکار کر دیا تو میں گھوڑے سے اتر گیا اور اپنا کوڑا اٹھا لیا پھر میں نے شتر مرغ تلاش کیا تو ان سے گدھا پکڑ لیا پس میں نے کھایا اور انہوں نے کھایا۔

توضیح اللغات: **ابو قتادة** نام حارث بن ربعی ہے **رھط** جماعت جس کی تعداد تین سے زیادہ اور دس سے کم ہو، **حلال غیری** حلال موصوف غیری مضاف اور مضاف الیہ مل کر اسکی صفت ہے **نعامة**: نعتح النون ، شتر مرغ، شتر مرغ کا گلہ، یہاں یہی مراد ہے جمع **نعام نعامات** اور **نعائم** آتی ہے **سوط** کوڑا۔ **اخذت منها حمارا** اس گلہ میں گدھا بھی تھا اسے شکار کر دیا۔

محرم کیلئے شکار کا حکم

(۱) محرم کیلئے سمندری جانور کا شکار کرنا بالاتفاق جائز ہے، قرآن سے ثابت ہے سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے **احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم وللسیارة**۔

(۲) محرم کیلئے خود خشکی کے جانور کا شکار کرنا جائز نہیں حرام ہے قرآن میں ہے **وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما** سورۃ المائدہ

(۳) محرم کا خشکی کے جانور کے شکار کرنے میں غیر محرم کی مدد کرنا (۴) اسی طرح شکار کی طرف اشارہ کرنا (۵) اسی طرح دلالت کرنا حرام ہے، ان تمام صورتوں میں شکار حرام ہوگا اس کا کھانا جائز نہیں، دلالت اور اشارہ میں فرق یہ ہے کہ اشارہ محسوس اور موجود چیز کی طرف ہوتا ہے اور دلالت غیر حاضر غائب چیز پر ہوتی ہے۔

(۶) محرم کی اعانت، اشارہ اور دلالت کے بغیر حلال شخص نے شکار کیا تو وہ محرم کیلئے حلال ہے یا حرام؟ اس میں اختلاف ہے احنافؒ کے ہاں محرم کیلئے ایسا شکار کھانا مطلقاً درست اور جائز ہے خواہ محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو یا اس کی نیت نہ ہو، ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر حلال نے اسے محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا ہو تو محرم کیلئے حرام ہے اور اگر اس کی نیت نہ تھی تو حلال ہے۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: ترمذی وغیرہ میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا **صید البر لکم حلال وانتم حرم مالم تصیدوه اویصد لکم** یعنی خشکی کا شکار تمہارے لئے حلال ہے اس حال میں کہ تم احرام میں ہو جب تک تم نے اسے شکار نہ کیا ہو یا تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، او **یصد لکم** کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محرم

کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا ہو تو حلال نہیں۔

دلیل احناف: دونوں احادیث الباب، پہلی روایت میں ہے **فقلنا فی لحم یصیده الحلال فیأکله المحرم قال فأمرنا بأکله** اس میں ایسے گوشت کو مطلق کھانے کی اجازت دی ہے نیت اور غرض کے بارے پوچھا ہی نہیں دوسری روایت میں بھی نیت اور غرض کا ذکر نہیں۔

جواب: (۱) احادیث الباب اصح ہیں اور حدیث جابرؓ ان کے مقابلہ میں کمزور ہے، اس کی سند میں مطلب بن عبداللہ راوی پر جرح موجود ہے۔

جواب (۲) ابوداؤد اور نسائی میں حدیثِ جابرؓ ان الفاظ سے مروی ہے **صید البر حلال لکم مالم تصیدوه او یصاد لکم** یعنی **یصاد لکم** مجزوم نہیں منصوب ہے، اس صورت میں نہ صرف معنی بدلتا ہے بلکہ یہ احنافؒ کی دلیل بنتی ہے کیونکہ **او**، **اِلا** کے معنی میں ہوگا اور اس کے بعد **ان** مقدر ہوگا اور تقدیری عبارت یوں ہوگی **مالم تصیدوه الا ان یصاد لکم** یعنی خشکی کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم نے اسے شکار نہ کیا ہو مگر یہ کہ تمہارے لئے شکار کر دیا گیا ہو، تو پھر تمہارے لئے حلال ہے۔

باب مایجوز للمحرم قتله

یہ باب ان جانوروں کے بارے میں ہے جن کا قتل محرم کیلئے جائز ہے۔

حدیث نمبر ۲۳۸:۱۹ . **ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ عن رسول الله ﷺ قال یقتل المحرم الفارة والحیة والکلب والحدأة والعقرب.**

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محرم چوہے اور سانپ اور کتے اور چیل اور بچھو کو قتل کر سکتا ہے۔

توضیح اللغات: **الفارة** چوہا ج **فیران** **الحیة** سانپ ج **حیات** **الحدأة** چیل ج **حداء**، **عقرب** بچھو ج **عقارب**.

مسئلہ: محرم تمام ایسے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے جو ابتداءً انسان پر حملہ آور ہو سکتے ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

باب التزوج للمحرم

یہ باب محرم کیلئے شادی کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۰ : ۹ ۳ ۲۔ ابوحنیفة عن سماک عن ابن جبیر عن ابن عباسؓ قال تزوج رسول اللہ ﷺ میمونة بنت الحارث وھو محرم.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میمونہ بنت الحارث سے شادی کی اس حال میں کہ آپ محرم تھے۔

مسئلہ: محرم کیلئے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں نکاح اور انکاح دونوں جائز ہیں لیکن جماع اور دواعی جماع حلال ہونے تک جائز نہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں نکاح اور انکاح دونوں ناجائز ہیں اور نکاح باطل تصور ہوگا۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: ترمذی میں ابورافعؓ کی روایت ہے تزوج رسول اللہ ﷺ میمونة وھو حلال وبنی بھا وھو حلال وکنت انا الرسول فیما بینھما یعنی نبی علیہ السلام نے حضرت میمونہؓ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا اور ان سے بناء بھی حلال ہونے کی حالت میں کی اور میں ان کے درمیان قاصد تھا نیز ترمذی مسلم وغیرہ میں حضرت عثمانؓ کی روایت ہے ان المحرم لا ینکح ولا ینکح ولا یخطب یعنی محرم نہ نکاح کرسکتا ہے اور نہ کراسکتا ہے اور نہ پیغام نکاح دے سکتا ہے۔

جواب: حدیث عثمانؓ کا جواب یہ ہے کہ اس میں نہی خلاف اولی اور کراہت تنزیہی پر محمول ہے، جس کا قرینہ ولا یخطب ہے کہ آپ نے پیغام نکاح سے بھی منع فرمایا اور یہ بالاتفاق حرام نہیں مکروہ ہے، اب اصل مدار حضرت میمونہؓ کا نکاح ہے، ائمہ ثلاثہؒ نے ان روایات کو لیا ہے جن میں حلال ہونے کی حالت میں نکاح کا ذکر ہے اور احنافؒ نے وہ روایات لی ہیں جن میں حالت احرام میں نکاح کا ذکر ہے۔ احنافؒ نے وھو محرم والی روایت کو ترجیح دی ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے واقعہ میں آپ نے اور صحابہ کرام نے احرام باندھا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک میقات کی تعیین ہو چکی تھی اس لئے ظاہر یہی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس نکاح کے موقع پر بھی احرام باندھا ہوگا میقات سے بغیر احرام کے نہیں گئے ہونگے، نکاح کا واقعہ مقام سرف میں پیش آیا تھا، یہ مقام میقات کے اندر ہے۔

(۲) بالفرض اگر ابھی تک میقات کی تعیین نہ ہوئی تھی پھر بھی آپ نے احرام باندھا ہوگا، کیونکہ احرام کے بڑے

فضائل اور برکات ہیں، آپ نے فضائل چھوڑے نہ ہونگے۔
(۳) ابن عباسؓ کی روایت وهو محرم، اصح مافی الباب ہے یہ روایت تمام صحاح ستہ میں موجود ہے۔
(۴) ابن عباسؓ کی روایت تواتر کے ساتھ مروی ہے چنانچہ بیس سے زائد فقہاء وتابعین اسے ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔

باب الاحتجام للمحرم

یہ باب محرم کیلئے پچھنے لگانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۱ : ۲۴۰ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن سعید بن جبیرٍ عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ احتجم وهو محرم.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آپ محرم تھے۔
مسئلہ: محرم بالاتفاق دوسرے شخص کو پچھنے لگا سکتا ہے لیکن لگوانے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور جمہور کے ہاں لگوانا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس سے بال کٹنے نہ پائیں، اگر اس کیلئے بال کاٹنے پڑیں تو اس کا فدیہ دینا ضروری ہے حدیث الباب جمہور کی دلیل ہے، امام مالکؒ کے ہاں ضرورتِ شدیدہ کے بغیر پچھنے لگوانا جائز نہیں اور وہ حدیث الباب کو ضرورت پر محمول کرتے ہیں۔

باب استلام الحجر

یہ باب استلام حجر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۲ : ۲۴۱ ۔ ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ قال ماترکت استلام الحجر منذ رأیت رسول الله ﷺ یستلمه۔

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کا استلام کرتے دیکھا ہے اس وقت سے میں نے استلام حجر نہیں چھوڑا۔

حدیث نمبر ۲۳ : ۲۴۲ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعودؓ

ان رسول اللہ ﷺ قال ماانتھیت الی الرکن الیمانی الالقیت عندہ جبرئیل وعن عطاء بن ابی رباحٍ قال قیل یا رسول اللہ تکثر من استلام الرکن الیمانی قال ماأتیت علیہ قط الاوجبرئیل قائم عندہ یستغفر لمن یستلمہ.

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کبھی رکن یمانی نہیں پہنچا مگر میری وہاں جبرئیل سے ملاقات ہوئی اور عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہا گیا اے اللہ کے رسول آپ رکن یمانی کا استلام کثرت سے کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کبھی بھی اسپر نہیں آیا مگر جبرئیل امین اس کے پاس کھڑے ہوتے جو اس کا استلام کرتا اس کیلئے استغفار کرتے۔

استلام کے معنی اور حکم

استلام سلام سے مشتق ہے بمعنی بوسہ دینا یا چھونا، حجر اسود ایک بیضوی شکل کا پتھر ہے جس کا رنگ سیاہ ہے البتہ اس پر سرخی کا نکھار ہے یہ پتھر جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے جسے آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور بیت اللہ کی تعمیر کے وقت ایک گوشہ میں نصب فرمایا تھا طوفان نوح میں جب آپ علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ آسمان پر اٹھالیا گیا تو حجر اسود جبل ابی قبیس پر امانت رکھا گیا تھا پھر تعمیر ابراہیمی کے موقعہ پر اسے حضرت ابراہیم کے حوالے کر دیا گیا، انہوں نے اس کے محل میں رکھ دیا۔ اس کی جسامت کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک بالشت طویل اور تقریباً ۲/۳ بالشت چوڑا ہے اور اس کا محل وقوع یہ ہے کہ یہ بیت اللہ کے جنوب مشرقی کونے میں صحن مسجد سے چار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور رکن یمانی سے مراد حجر اسود کے بالمقابل بیت اللہ کا جنوب مغربی گوشہ ہے، حجر اسود اور رکن یمانی دونوں کا استلام مسنون ہے، احادیث الباب اس کی دلیل ہیں حجر اسود اور رکن یمانی کے احکام میں کئی طرح کا فرق ہے (۱) حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ جبکہ رکن یمانی کو بوسہ دینا ثابت نہیں۔ (۲) اگر حجر اسود کو بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے استلام کر کے ہاتھ کو چوم لیا جائے اور اگر ہاتھ پہنچانا بھی ممکن نہ ہو تو دور سے اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لیا جائے جبکہ رکن یمانی کا اگر استلام نہ ہو سکتا ہو تو اشارہ وغیرہ ثابت نہیں۔

فائدہ: فتاوی تاتارخانیہ (۲/۴۴۶) میں حجر اسود کو بوسہ دینے کی حکمت یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد لیا تو اسے تحریر کر کے اس نوشتہ کو حجر اسود میں محفوظ کر دیا لہٰذا جو شخص حجر اسود کو بوسہ دے گا قیامت کے دن حجر اسود اس کے حق میں گواہی دے گا۔

باب الدعاء بين الركن والحجر

یہ باب رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان دعا کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۴ : ۲۴۳ . ابو حنیفة عن عبداللہ بن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یقول بین الرکن الیمانی والحجر الاسود اللّٰھم انی اعوذبک من الکفر والفقر والذل ومواقف الخزی فی الدنیا والآخرة.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہا کرتے تھے اللھم الخ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کفر اور فقر اور ذلت اور دنیا اور آخرت میں رسوائی کے مقامات سے۔

توضیح اللغات: مواقف، موقف کی جمع کھڑا ہونے کی جگہ، مقام، الخزی رسوائی

باب الطواف والسعی علی الراحلة للمریض

یہ باب مریض کیلئے سواری پر طواف اور سعی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۵ : ۲۴۴ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن سعید بن جبر عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ بالبیت وھو شاکٍ علی راحلتہ یستلم الارکان بمحجنہ وفی روایةٍ قال طاف النبی ﷺ بین الصفا والمروة وھو شاکٍ علی راحلتہ.

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اس حال میں کہ آپ بیمار تھے اپنی چھڑی کے ساتھ ارکان کا استلام کرتے تھے اور ایک روایت میں فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے اپنی سواری پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اس حال میں کہ آپ بیمار تھے۔

توضیح اللغات: شاک، شکایة سے اسم فاعل (ن) مراد مریض ہے کیونکہ اسے بھی تکلیف کی شکایت ہوتی ہے علی راحلتہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) طاف کے متعلق ہو (۲) راکبا محذوف کے متعلق ہو اور راکبا طاف کی ضمیر فاعل سے حال ہوگا راحلة سواری محجن: بکسر المیم مڑے ہوئے سر والی لاٹھی، چھڑی، ج محاجن.

باب الرمل من الحجر الى الحجر

یہ باب حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۶ : ۲۴۵ . ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ رمل من الحجر الیٰ الحجر .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل فرمایا۔

مسئلہ: رمل یہ ہے کہ سینہ تان کر مونڈھوں کو پہلوانوں کی طرح ہلاتا ہوا تیزی سے چلے اور قدم زور سے اٹھائے اور قدم نزدیک رکھے، طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا سنت ہے اور باقی چار میں نہ کرنا سنت ہے، بخاری ومسلم وغیرہ میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ آئے تو مشرکین نے کہا کل تمہارے ہاں مدینہ سے کچھ لوگ آئیں گے جنہیں مدینہ کے بخار نے کمزور کر رکھا ہے اور وہ حطیم کے پاس تماشہ کیلئے بیٹھ گئے تو نبی علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تین چکروں میں رمل کرتے ہوئے چلیں تا کہ مشرکین کو وہ طاقت ور محسوس ہوں۔ انہوں نے جب دیکھا تو کہنے لگے ہم انہیں کمزور تصور کرتے تھے لیکن یہ تو طاقت ور ہیں پھر رمل کو ہمیشہ کیلئے سنت قرار دے دیا گیا۔

باب الجمع بالمزدلفة

یہ باب مزدلفہ میں نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۷ : ۲۴۶ . ابو حنیفة عن یحیی بن حیّة ابی جناب عن هانی بن یزید عن ابن عمرؓ قال افضنا معه من عرفات فلما نزلنا جمعاً اقام فصلینا المغرب معه ثم تقدم فصلی رکعتین ثم دعا بماء فصب علیه ثم اوٰی الیٰ فراشه فقعدنا ننتظر الصلوٰة طویلاً ثم قلنا یا ابا عبدالرحمن الصلوٰة فقال ای الصلوٰة فقلنا العشاء الآخرة فقال اما کما صلی رسول الله ﷺ فقد صلیت وفی روایةٍ عن ابن عمر ان النبی ﷺ جمع بین المغرب والعشاء .

ترجمہ: ہانی بن یزید ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ عرفات سے واپس ہوئے تو مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا آپ نے نماز قائم کی تو ہم نے ان کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر آگے ہوئے تو دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ

نے پانی منگوایا تو اپنے اوپر ڈالا پھر اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑا پس ہم بیٹھ کر کافی دیر تک ان کی نماز کا انتظار کرتے رہے پھر ہم نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن نماز ادا کریں تو آپ نے فرمایا کونسی نماز؟ ہم نے کہا آخری عشاء کی نماز تو آپ نے فرمایا سن لو جیسے نبی علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی میں نے پڑھ لی ہے اور ایک روایت میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا۔

توضیح اللغات: جمعا مزدلفہ کیونکہ اس میں بھی حاجی جمع ہوتے ہیں افضنا واپس آنا صب (ن) ڈالنا اوی ٹھکانہ پکڑنا **العشاء الآخرۃ** عشاء کے ساتھ آخرۃ کی قید اسلیئے لگائی کہ مغرب کو بھی عشاء کہا جاتا ہے لیکن وہ اولیٰ ہے **اما** اس میں دو احتمال ہیں (۱) **بتخفف المیم** ہو تو حرف تنبیہ ہوگا حرف تنبیہ تین ہیں۔ الا، اما، ھاء، ترجمہ اسی کے مطابق ہے (۲) **بتشدید المیم** ہو تو اما تفسیر یہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۸: ۲۴۷۔ **ابو حنیفۃ عن عدی عن عبداللّٰہ بن یزید عن ابی ایوبؓ قال صلیت مع رسول اللّٰہ ﷺ المغرب والعشاء فی حجۃ الوداع بالمزدلفۃ۔**

ترجمہ: ابوایوبؓ فرماتے ہیں میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔

توضیح اللغات: ابو ایوب خالد بن زید نام ہے۔

جمع بین الصلوتین کا حکم

حج میں دو موقعہ پر جمع بین الصلوتین مشروع اور جائز ہے (۱) عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا تقدیم کے ساتھ یعنی عصر کو ظہر کے وقت میں ادا کرنا (۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو تاخیر کے ساتھ جمع کرنا یعنی مغرب کو عشاء کے وقت میں ادا کرنا، احنافؒ کے ہاں عرفات میں جمع تقدیم مسنون ہے اور مزدلفہ میں جمع تاخیر واجب ہے احادیث الباب میں صرف مزدلفہ میں جمع کا ذکر ہے دوسری روایات میں عرفات میں بھی جمع کا ذکر آیا ہے۔

شرائط جمع: امام ابوحنیفہؒ کے ہاں عرفات میں جمع تقدیم کی کل چھ شرائط ہیں (۱) حج کا احرام باندھا ہو (۲) تقدیم الظہر علی العصر، مطلب یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد پہلے ظہر پھر عصر پڑھے اگر پہلے عصر کی پڑھی پھر ظہر کی یا دونوں ترتیب سے پڑھیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز وقت شروع ہونے سے پہلے ادا ہوئی ہے تو دونوں صورتوں میں دونوں نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے (۳) وقت ہونا یعنی عرفہ کے دن زوال کے بعد جمع ہو (۴) مکان یعنی وادی عرفات یا اس کے اردگرد کی جگہ ہو (۵) دونوں نمازوں کا باجماعت ہونا (۶) امام اعظم یا اس کے نائب کا ہونا، ائمہ

ثلاثہؒ اور صاحبینؒ کے ہاں پہلی چار شرائط ہیں آخری دو شرائط ضروری نہیں۔

اور مزدلفہ میں جمع تاخیر کی پانچ شرائط ہیں (۱) احرام حج (۲) تقدیم الوقوف بعرفات یعنی پہلے عرفات میں وقوف عرفہ کرنا (۳) زمان مخصوص یعنی نحر کی رات ہو (۴) وقت مخصوص یعنی عشاء کا وقت ہو (۵) مکان مخصوص یعنی مزدلفہ ہو، مزدلفہ میں امام اعظم یا اس کے نائب کا ہونا کسی کے ہاں شرط نہیں۔ حدیث الباب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ابن عمرؓ نے اکیلے مغرب وعشاء کو جمع کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۹ : ۲۴۸ . ابو حنيفة عن ابی اسحاق عن عبدالله بن يزيد الخطمی عن ابی ایوبؓ ان رسول الله ﷺ صلىّ المغرب والعشاء بجمع باذانٍ واقامةٍ واحدةٍ.

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اذان اور ایک اقامت کی ساتھ جمع کیا۔

مسئلہ: مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کیلئے کتنی بار اذان واقامت ہو اس میں اختلاف ہے شیخینؒ کے ہاں ایک اذان اور اقامت کافی ہیں امام شافعیؒ کے ہاں ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں امام زفرؒ کا بھی یہی مذہب ہے امام مالکؒ کے ہاں دو اذانیں اور دو اقامتیں ہیں، حدیث الباب شیخینؒ کی دلیل ہے۔

باب من قدم ضعفة اهله من جمعٍ بليلٍ

یہ باب اس کے بارے میں ہے جس نے مزدلفہ میں رات کو اپنے گھرانے کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا۔

حدیث نمبر ۳۰ : ۲۴۹ . ابو حنيفة عن سلمة عن الحسن عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ انه عجل ضعفة اهله وقال لهم لا ترموا جمرة العقبة حتى تطلع الشمس.

ترجمہ: ابن عباسؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے گھرانے کے کمزور افراد کو جلدی بھیج دیا اور فرمایا کہ تم رمی جمرہ نہ کرنا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔

توضيح اللغات: ضعفة: ضعیف کی جمع بمعنی کمزور اور لاغر۔

حدیث نمبر ۳۱ : ۲۵۰ . ابو حنيفة عن حمادٍ عن سعيد بن جبيرٍ عن ابن عمرؓ قال بعث رسول الله ﷺ ضعفة اهله وقال لهم لا ترموا جمرة العقبة حتىٰ تطلع الشمس.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھرانے کے کمزور افراد کو بھیج دیا اور انہیں فرمایا کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو رمی جمرہ نہ کرنا۔

مبیت مزدلفہ کا حکم: مزدلفہ میں رات گزارنے کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے ابراہیم نخعی حسن بصریؒ وغیرہ کے ہاں رکنِ حج ہے احنافؒ اور جمہورؒ کے ہاں واجب ہے جو اسے چھوڑ دے اس پر دم واجب ہے امام مالکؒ کے ہاں سنت ہے لیکن اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ عورتیں بچے کمزور بوڑھے اور بیمار حضرات رات کو ہی مزدلفہ سے منی چلے جائیں تو جائز ہے حدیث الباب اس کی دلیل ہے۔

ولا ترموا الخ دس ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے اور اس کے تین اوقات ہیں (۱) وقت مسنون یہ طلوع شمس سے لے کر زوال شمس سے پہلے تک ہے (۲) وقت مباح زوال شمس سے غروب شمس تک (۳) مکروہ، یوم النحر گزرنے کے بعد گیارہ ذوالحجہ کی رات، درس ترمذی (۳/۱۶۳) طلوع شمس سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی جائز نہیں اسلئے نبی علیہ السلام نے عورتوں بچوں کو منع فرمایا۔

باب متیٰ یقطع التلبیة.

یہ باب اس بارے ہے کہ تلبیہ کب ختم کیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۲۳۲: ۱ ۵ ۲ . ابوحنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لبّی حتی رمی جمرة العقبة وفی راویةٍ عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ اردف الفضل بن عباسؓ وکان غلاماً حسناً فجعل یلاحظ النساء والنبی ﷺ یصرف وجهه فلبّی حتیٰ رمیٰ جمرة العقبة وفی روایةٍ عن ابن عباس عن الفضلؓ اخیه ان النبی ﷺ لم یزل یلبّی حتیٰ رمیٰ جمرة العقبة .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی اور ابن عباسؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فضل بن عباس کو ردیف بنایا اس حال میں کہ وہ خوبصورت بچے تھے تو وہ عورتوں کو دیکھنے لگے اور نبی علیہ السلام ان کا چہرہ پھیر رہے تھے تو آپ نے تلبیہ کہا یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ اپنے بھائی فضل سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مسلسل تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی۔

توضیح اللغات: لبی تلبیہ کہتے ہیں بلند آواز سے یہ کلمات کہنا لبیک اللّٰهم لبیک لبیک لا

شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک، رمی پھینکنا یہاں مراد مخصوص طریقہ سے جمرات پر کنکریاں پھینکنا ہے ارد ف ردیف بنانا، سواری پر سوار شخص کے پیچھے بیٹھنے والے کو ردیف کہتے ہیں۔ جمرۃ العقبۃ جمرہ اصل میں چھوٹی چھوٹی کنکری اور پتھری کو کہا جاتا ہے اور یہ جمر سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی ہیں اکٹھا ہونا، جمع کرنا مقام منیٰ میں تین جمرات ہیں جن کا تعلق مناسک حج سے ہے ان کو جمرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں کنکریاں ماری جاتی ہیں یا ان کے پاس کنکریاں جمع اور اکٹھی ہوتی ہیں اور رمی جمار کہتے ہیں مخصوص وقت میں مخصوص مقام پر مخصوص تعداد میں کنکریاں پھینکنا، منیٰ مکہ سے تقریباً ۹ کلو کی مسافت پر ہے اور جمرہ عقبہ اور وسطی کے درمیان تقریباً چار سو چھیاسی ذراع کا فاصلہ ہے اور جمرہ وسطی سے جمرہ اولیٰ تک تین سو پانچ ذراع کا فاصلہ ہے۔

مسئلہ: حاجی کب تلبیہ ختم کرے گا اس میں اختلاف ہے امام مالکؒ وغیرہ کے ہاں یوم عرفہ کو زوال کے وقت ختم کر دے جبکہ جمہور امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمدؒ کے ہاں جمرہ عقبہ تک تلبیہ جاری رکھے اور جمرہ عقبہ کی رمی کے وقت ختم کر دے پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اول رمی کے وقت ختم کرے یا آخری رمی کے وقت؟ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اول رمی کے وقت تلبیہ ختم کرے اور امام احمدؒ کے ہاں آخری رمی کے وقت ختم کرے۔ حدیث الباب امام مالکؒ کے خلاف جمہور کی دلیل ہے۔

باب الرکوب علیٰ بدنۃٍ

یہ باب بدنہ پر سوار ہونے کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۳۳: ۲۵۲. ابو حنیفۃ عن عبدالکریم عن انسؓ ان النبی ﷺ رای رجلاً یسوق بدنۃً فقال ارکبھا.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو بدنہ ہانکتے دیکھا تو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔

توضیح اللغات: یسوق ہانکنا بدنۃ اونٹ، لفظی معنی ہے بڑے بدن والا اور اونٹ بھی بڑے بدن والا ہوتا ہے۔

مسئلہ: ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے؟ اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ بلا ضرورت ہدی

پرسوار ہونا جائز نہیں اگر ضرورت ہو مثلاً آسانی سے چل نہیں سکتا اور سواری بھی موجود نہیں تو ہدی پر سوار ہونا جائز ہے یہی امام شافعیؒ کا مذہب اور امام مالکؒ کی ایک روایت ہے امام مالکؒ اور احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس پر سوار ہونا جائز ہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔ حدیث الباب ان کی دلیل ہے اس میں ضرورت و حاجت کے بغیر سوار ہونے کا حکم دیا گیا۔

دلیل احناف: صحیح مسلم (۱/۴۲۶) میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام سے رکوب ہدی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ارکبھا بالمعروف اذا الجئت الیھا حتیٰ تجد ظھراً اس میں نبی علیہ السلام نے رکوب ہدی کیلئے تین شرائط لگائی ہیں (۱) معروف طریقہ سے سوار ہونا اس طرح سوار نہ ہو کہ ہدی کو ضرر اور نقصان ہو (۲) جب مجبوری ہو، اذا الجئت الیھا ۔(۳) ہدی پر اس وقت تک سوار ہو سکتے ہو جب دوسری سواری مل نہ جائے حتیٰ تجد ظھراً اگر دوسری سواری مل گئی تو پھر ہدی پر سوار ہونے کی اجازت نہیں۔

جواب: حدیث الباب مطلق ہے اس میں دونوں احتمال ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ شخص مجبور اور مضطر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجبور نہ ہو، اب ہمیں دوسری روایات کی طرف رجوع کرنا ہوگا تا کہ کسی ایک احتمال کو معین کیا جا سکے، دوسری حدیث حضرت جابرؓ کی روایت ہے اس میں کئی شرائط کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ یہاں بھی وہ شخص مجبور تھا۔

باب القران

یہ باب قران کے بارے میں ہے

حدیث نمبر ۳۴: ۲۵۳ . ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهیم عن الصبی بن معبد قال اقبلت من الجزیرة حاجاً فمررت بسلمان بن ربیعة وزید بن صوحان وهما شیخان بالعذیبة قال فسمعانی اقول لبیک بعمرةٍ وحجةٍ فقال احدهما هذا الشخص اضل من بعیره وقال الآخر هذا اضل من کذا وکذا قال فمضیت حتیٰ اذا قضیت نسکی مررت بأمیر المؤمنین عمر فاخبرته کنت رجلا بعید الشقة قاصی الدار اذن الله لی فی هذا الوجه فاحببت ان اجمع عمرةً الیٰ حجةٍ فاهللت بهما جمیعاً ولم انس فمررت بسلمان بن ربیعة وزید بن صوحان فسمعانی اقول لبیک بعمرةٍ وحجةٍ معاً فقال احدهما هذا اضل من بعیره وقال الآخر هذا

اضل من كذا وكذا وقال فصنعت ماذا قال مضيت فطفت طوافا لعمرتي وسعيت سعياً لعمرتي ثم عدت ففعلت مثل ذٰلک ثم بقيت حراماً اصنع كما يصنع الحاج حتىٰ اذا قضيت اخر نسكي قال هديت لسنة نبيک محمد ﷺ وفي روايةٍ عن الصبى بن معبد قال كنت حديث عهد بنصرانيةٍ فقد مت الكوفة اريد الحج في زمان عمر بن الخطاب فاهل سلمان وزيد بن صوحان بالحج وحده ، واهل الصبى بالحج والعمرة فقالا ويحک تمتعت وقد نهىٰ رسول الله ﷺ عن المتعة قالا له والله لانت اضل من بعيرک قال اقدم علىٰ عمر وتقدمون فلما قدم الصبى مكة طاف بالبيت وسعىٰ بين الصفا والمروة لعمرته ثم رجع حراماً لم يحل من شيءٍ ثم طاف بالبيت وبين الصفا والمروة لحجته ثم اقام حراماً لم يحلل منه حتىٰ اتىٰ عرفاتٍ وفرغ من حجته فلما كان يوم النحر حل فاهرق دماً لمتعته فلما صدروا من حجهم مروا بعمر بن الخطاب فقال له زيد بن صوحان يا امير المومنين انک نهيت عن المتعة وان الصبى بن معبد قد تمتع قال صنعت ماذا يا صبى قال اهللت يا أمير المؤمنين بالحج والعمرة فلما قدمت مكة طفت بالبيت وطفت بين الصفا والمروة لعمرتي ثم رجعت حراماًولم احل من شيءٍ ثم طفت بالبيت وبين الصفا والمروة لحجتي ثم اقمت حراماً يوم النحر فا هرقت دما لمتعتي ثم احللت قال فضرب عمر علىٰ ظهره وقال هديت لسنة نبيک ﷺ وفي رواية عن الصبى قال خرج هو وسلمان بن ربيعة وزيد بن صوحان يريدون الحج قال فامأ الصبى فقرن الحج والعمرة معاً واما سلمان وزيد فافردا الحج ثم اقبلا على الصبى يلو ما نه فيما صنع ثم قالا له انت اضل من بعيرک تقرن بين الحج والعمرة وقد نهىٰ امير المومنين عن العمرة والحج قال تقدمون علىٰ عمر واقدم قال فمضوا حتىٰ دخلوا مكة فطاف بالبيت لعمرته وسعىٰ بين الصفا والمروة لعمرته ثم عاد فطاف بالبيت لحجته ثم سعىٰ بين الصفا والمروة ثم اقام حراماً

کما هو لم یحل له شئ حرم علیه حتیٰ اذا کان یوم النحر ذبح ما استسیر من الهدی شاة فلما نضوا نسکهم مروا بالمدینة فدخلوا علیٰ عمر فقال له سلمان وزید یا امیر المومنین ان الصبی قرن بالحج والعمرة قال صنعت ماذا قال لما قدمت مکة طفت طوافاً لعمرتی ثم سعیت بین الصفا والمروة لعمرتی ثم عدت فطفت بالبیت لحجتی ثم سعیت بین الصفا والمروة لحجتی قال ثم صنعت ماذا قال اقمت حراماً لم یحل لی شئ حرم علی حتیٰ اذا کان یوم النحر ذبحت ماا ستسیر من الهدی شاةً قال فضرب عمر علی کتفه ثم قال هدیت لسنة نبیک ﷺ

ترجمہ: صبی بن معبدؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں جزیرہ سے حج کرنے آیا تو سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان پر گزر ہوا اور وہ عدیبیہ مقام کے بڑے حضرات تھے صبی فرماتے ہیں انہوں نے مجھ سے لبیک بعمرة وحجة کہتے ہوئے سنا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ شخص اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ (ناواقف) ہے اور دوسرے نے کہا یہ فلاں فلاں سے بھی زیادہ گمراہ ہے وہ فرماتے ہیں پس میں چل پڑا یہاں تک کہ جب میں نے اپنے افعال حج پورے کئے تو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ کو میں نے خبر دی میں دور کو نے والا دور مکان والا آدمی تھا اللہ نے میرے لئے اس طریقہ (قران) کو مقدر فرمایا تو میں نے چاہا کہ میں عمرہ کو حج کے ساتھ جمع کروں تو میں نے ان دونوں کا احرام باندھ لیا اور مجھے اس بارے کوئی بھول نہیں ہوئی تو میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے لبیک بعمرة و حجة دونوں کہتے ہوئے سنا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ اپنے اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے اور دوسرے نے کہا یہ فلاں اور فلاں سے بھی زیادہ گمراہ ہے تو انہوں نے فرمایا پھر تم نے کیا کیا انہوں نے فرمایا میں چل پڑا پس میں نے اپنے عمرہ کیلئے طواف کیا اور اپنے عمرہ کیلئے سعی کی پھر میں لوٹا اور اسی طرح کیا پھر میں احرام کی حالت میں باقی رہا وہ کام کرتا رہا جو حاجی کیا کرتا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنے حج کا آخری فعل ادا کر دیا انہوں نے فرمایا تمہارے نبی محمد ﷺ کی سنت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے اور صبی بن معبد سے ایک روایت میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں نصرانیت کے قریب زمانہ کا تھا تو میں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں حج کے ارادہ سے کوفہ آیا تو سلمان اور زید بن صوحان نے صرف حج کا احرام باندھا اور صبی نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تو انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو تم نے دونوں کو جمع کر کے نفع حاصل کیا ہے حالانکہ نبی علیہ السلام نے تمتع سے منع کیا ہے اور انہوں نے اسے کہا اللہ کی قسم بلا شبہ تو اپنے اونٹ سے بھی بڑا جاہل ہے صبی نے کہا ہم عمرؓ کے

پاس جائیں گے اور تم بھی جاؤ گے پس صبی جب مکہ گئے تو اپنے عمرہ کیلئے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر محرم ہونے کی حالت میں لوٹ آئے کسی چیز سے حلال نہ ہوئے تھے پھر اپنے حج کیلئے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر حالت احرام میں مقیم ہو گئے اس سے حلال نہیں ہوئے یہاں تک کہ عرفات آ گئے اور اپنے حج سے فارغ ہو گئے پس جب نحر کا دن آیا تو حلال ہونے کا ارادہ فرمایا چنانچہ اپنے قران کیلئے خون بہایا پس جب وہ اپنے حج سے لوٹے تو عمر بن خطابؓ کے ہاں سے گزر ہوا تو زید بن صوحان نے اسے کہا اے امیر المومنین بلا شبہ آپ نے قران سے منع کیا ہے اور صبی بن معبد نے قران کیا ہے انہوں نے فرمایا اے صبی تم نے کیا عمل کیا ہے؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پس جب میں مکہ آیا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور اپنے عمرہ کیلئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر محرم ہونے کی حالت میں واپس ہوا اور کسی چیز سے حلال نہیں ہوا پھر میں نے اپنے حج کے واسطے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر نحر کے دن تک حالت احرام میں مقیم رہا پھر اپنے قران کیلئے خون بہایا پھر حلال ہو گیا راوی فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کی پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت کی طرف ہدایت کر دی گئی اور صبی سے ایک روایت میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں وہ اور سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان حج کی نیت سے نکلے راوی کہتے ہیں جہاں تک صبی کا معاملہ ہے تو انہوں نے حج اور عمرہ دونوں کو ملایا اور جہاں تک سلمان اور زید کا تعلق ہے تو انہوں نے حج افراد کیا پھر صبی پر متوجہ ہوئے انہیں اس فعل پر ملامت کر رہے تھے جو انہوں نے کیا تھا پھر انہیں کہا کہ تم اپنے اونٹ سے بھی بڑے جاہل ہو حج اور عمرہ دونوں کو ملاتے ہو حالانکہ امیر المومنین نے حج اور عمرہ سے منع کیا ہے انہوں نے فرمایا تم بھی حضرت عمرؓ کے پاس جاؤ اور میں بھی جا رہا ہوں راوی فرماتے ہیں پھر وہ چل پڑے یہاں تک کہ مکہ داخل ہوئے تو صبی نے اپنے عمرہ کیلئے بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر وہ احرام کی حالت میں ٹھہرے جیسا کہ وہ تھے ان کیلئے کوئی ایسی چیز حلال نہ ہوئی جو ان پر حرام تھی۔ یہاں تک کہ جب نحر کا دن ہوا تو جو ھدی میسر ہوئی اسے ذبح کیا یعنی بکری پس جب انہوں نے اپنے افعال حج پورے کیے تو مدینہ سے گزرے تو حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو سلمان اور زید نے انہیں کہا اے امیر المومنین بلا شبہ صبی نے حج اور عمرہ کا قران کیا ہے تو انہوں نے پوچھا تم نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب میں مکہ آیا تو اپنے عمرہ کیلئے طواف کیا پھر اپنے عمرہ کیلئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر لوٹا پس اپنے حج کیلئے بیت اللہ کا طواف کیا پھر اپنے حج کیلئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی انہوں نے فرمایا پھر کیا کیا صبی نے کہا میں حرام ہو کر ٹھہرا رہا کوئی ایسی چیز مجھ پر حلال نہ ہوئی جو مجھ پر حرام تھی۔ یہاں تک کہ جب نحرم کا دن ہوا تو ھدی میں سے جو

ب بکری میسر ہوئی ذبح کردی راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ تمہاری تمہارے نبی
یہ السلام کی سنت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

توضیح اللغات : الصبی مصغر ہے لبیک ان مصادر میں سے ہے جن کا فعل محذوف ہوتا ہے یہ
ب ،لبا بالکان یا الب البابا بالمکان سے ہے یعنی مجرد اور مزید دونوں سے مستعمل ہے بمعنی ٹھہرنا اقامت کرنا
کھڑا ہونا، لبیک کا معنی ہوا، میں موجود ہوں'' حاضر ہوں'' اور تیری طاعت کیلئے کھڑا ہوں پھر اس میں اختلاف ہوا
ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے یا تثنیہ؟ سیبویہؒ کے ہاں یہ تثنیہ ہے لیکن یہ صرف دو افراد کو شامل نہیں بلکہ یہ تثنیہ معنی میں تاکید اور
مد میں تکثیر کیلئے ہے جیسے قرآن میں ثم ارجع البصر کرتین میں کرتین تکثیر کیلئے ہے یعنی کرات کثیرۃ
اصل لفظ ہے الب لک البابا بعد الباب و اجابۃ بعد اجابۃ اور یونس نحویؒ کے ہاں لبیک کا لفظ لفظی حیثیت
سے مفرد ہے اور اس میں یاء ایسی ہے جیسے لدیک علیک اور الیک میں ہے اصل میں لبیٰ تھا، ضمیر ک کی طرف
اضافت ہوئی تو الف کو یا سے بدل ڈالا جیسے علیک اسم فعل کا الف یاء سے بدلا گیا ہے اضل بمعنی اجھل ہے
لغۃ: بکسر الشین کونہ، کنارہ، طرف، قاصی دور، ویحک کلمہ زجر و توبیخ ہے بمعنی ہلاکت، ناس، المتعۃ
مراد قران ہے تمتع کا اطلاق قران پر بھی ہوتا ہے اصل میں تمتع کا معنی ہے نفع حاصل کرنا اور جس طرح اصطلاحی تمتع میں
نفع حاصل ہوتا ہے قران میں بھی ایک سفر میں حج اور عمرہ کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اھرق، اراقۃ سے ماضی کا
صیغہ ہے اصل میں اراق تھا کیونکہ یہ ہفت اقسام میں سے معتل العین ہے اس سے الف کو حذف کر کے ہمزہ اور راء کے
درمیان ہاء ساکن لے آئے اسلئے ھاء زائد ہے۔

اقسام حج: حج تین قسم پر ہے (۱) افراد (۲) تمتع (۳) قران۔

افراد: حج افراد یہ ہے کہ اشہر حج یعنی شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن میں صرف حج کا احرام باندھ کر حج
کرے عمرہ نہ کرے۔

تمتع: حج تمتع یہ ہے کہ اشہر حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے پھر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج
کرے جو شخص تمتع کرتا ہے اسے متمتع کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں (۱) متمتع سائق الھدی یعنی جو ساتھ ہدی بھی لے
جائے (۲) متمتع غیر سائق الھدیٰ یعنی جو ساتھ ھدی نہ لے جائے، دونوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ متمتع غیر سائق

الھدی عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے اور متمتع سائق الھدی کے ساتھ چونکہ ھدی ہوتی ہے لہٰذا وہ عمرہ کر کے حلال نہ ہوگا جب تک کہ دس ذوالحجہ کو ھدی ذبح نہ کرے۔

قران: حج قران یہ ہے کہ اشہر حج میں حج اور عمرہ دونوں کیلئے اکٹھا احرام باندھ کر پہلے عمرہ کرے پھر حج ادا کرے یہ بھی عمرہ کے بعد حلال نہ ہوگا دس ذوالحجہ کو ھدی ذبح کرنے کے بعد حلال ہوگا۔

ائمہ اربعہؒ اور جمہور کا اتفاق ہے کہ حج کی مذکورہ تمام اقسام جائز ہیں البتہ افضل کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سب سے افضل قران پھر تمتع پھر افراد ہے امام مالکؒ اور شافعیؒ کے ہاں سب سے افضل افراد پھر تمتع پھر قران ہے امام احمدؒ کے ہاں سب سے افضل وہ تمتع ہے جس میں سوق ھدی نہ ہو پھر افراد پھر قران، منشاء اختلاف یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حج افراد کیا تھا یا قران۔ اس بارے روایات میں تعارض ہے بعض سے معلوم ہوتا ہے آپ نے حج افراد کیا ہے شافعیہؒ وغیرہ نے ایسی روایات کو لیا ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قران کیا تھا، احنافؒ نے ایسی روایات کو لیا ہے قران والی روایات کافی زیادہ ہیں اور احنافؒ نے افضلیتِ قران کی کئی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

وجوہِ افضلیتِ قرآن

(۱) تعداد کے اعتبار سے روایاتِ قران روایاتِ افراد سے زیادہ ہیں۔

(۲) جن صحابہؓ سے افراد کی احادیث مروی ہیں ان سے قران کی بھی مروی ہیں مثلاً حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ لیکن جن حضرات سے قران کی احادیث مروی ہیں ان میں بہت سے حضرات وہ ہیں جن سے صرف قران کی احادیث مروی ہیں افراد کی مروی نہیں جیسے ام سلمہؓ، انسؓ اور عمران بن حصینؓ۔

(۳) قران میں مشقت اور تکلیف زیادہ ہے کہ عمرہ کے بعد احرام میں رہنا پڑتا ہے اس لئے بھی قران افضل ہے۔

(۴) افراد کی روایات تمام تر فعلی ہیں اور قران کی روایات فعلی بھی ہیں اور قولی بھی اور محدثین کا اصول ہے کہ قولی حدیث فعلی روایات کے مقابلہ میں راجح ہوتی ہے۔

باب فضل عمرة في رمضان

یہ باب رمضان میں عمرہ کی فضیلت کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۳۵ : ۲۵۴ . ابو حنيفة عن عطاء عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال عمرة في رمضان تعدل حجةً

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

باب دخول مكة بغير احرام.

یہ باب مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے بیان میں ہے:

حدیث نمبر ۳۶ : ۲۵۵ . ابو حنيفة عن عبدالله عن ابن عمرؓ قال كان النبی ﷺ يوم فتح مكة على بعير اورق الى سواد وهو الناقة القصوى متقلداً بقوسٍ متعمماً بعمامةٍ سوداء من وبر.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام فتح مکہ کے دن ایک ایسے اونٹ پر سوار تھے جس کی سفیدی سیاہی کی طرف مائل تھی اور یہ قصواء اونٹنی تھی اس حال میں کہ کمان کو لٹکائے ہوئے تھے اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے سیاہ عمامہ کو باندھے ہوئے تھے۔

توضیح اللغات: اورق ایسا اونٹ جس کی سفیدی سیاہی کی طرف مائل ہو **متقلدا** گردن میں لٹکانے والا، **متعمما: اعتمام** سے اسم فاعل، عمامہ باندھنے والا **وبر** اونٹ کے بال۔

اس حدیث کی کتاب الحج سے دو اعتبار سے مناسبت ہے (۱) حج مکہ مکرمہ اور بیت اللہ میں ہوتا ہے۔ یہاں بھی فتح مکہ کا ذکر ہے (۲) نبی علیہ السلام فتح مکہ کے موقع پر بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے، اس سے امام شافعیؒ وغیرہ استدلال کرتے ہیں کہ جو شخص حج یا عمرہ کے علاوہ مقصد کیلئے مکہ جائے تو اس کیلئے احرام ضروری نہیں جیسا کہ نبی علیہ السلام فتح مکہ کیلئے گئے اور احرام نہیں باندھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احرام کے بغیر جانا اس سال یا نبی علیہ السلام کی خصوصیت تھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں چنانچہ حرم میں قتال وجدال حرام ہے لیکن اس سال نبی علیہ السلام کو قتال کی بھی اجازت دی گئی تھی یہ آپ کی خصوصیت تھی بغیر احرام کے جانا بھی آپ کی خصوصیت تھی۔

باب هيئة زيارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ باب قبر نبوی کی زیارت کی ہیئت اور طریقہ کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۳۔ ۲۵۶: ابو حنيفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے یہ بات کہ تم نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس قبلہ کی طرف سے آؤ اور اپنی پشت کو قبلہ کی طرف کردو اور اپنے چہرے کے ساتھ قبر کا استقبال کرو پھر تم کہو السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته.

اس میں قبر نبوی کی زیارت کا مستحب ومسنون طریقہ بیان فرمایا ہے اور اس کے جواز وعدم جواز کے متعلق تفصیلی بحث کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر ۹ میں گزر چکی ہے۔





کتاب النکاح

یہ کتاب نکاح کے بارے میں ہے:

نکاح کے لفظی معنی دو آتے ہیں (۱) وطی اور جماع (۲) عقد، پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ حقیقی معنی کیا ہے اور مجازی کیا ہے احنافؒ کے ہاں اس کا حقیقی معنی وطی اور مجازی معنی عقد ہے اور بعض نے اس کا عکس بیان فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اسے دونوں معنوں میں مشترک قرار دیا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت: نکاح کی شرعی حیثیت حالات کے بدلنے سے بدل جاتی ہے اگر کسی کے پاس نکاح کے اسباب موجود ہوں اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے اور نہ کرنے والا گناہگار ہے اور اگر نکاح کے اسباب موجود ہیں اور نکاح نہ ہونے کی صورت میں بدکاری میں مبتلا ہونے کا ظن ہو تو نکاح واجب ہے اور اگر ان دونوں صورتوں میں نکاح کی قدرت نہ ہو تو حدیث کی رو سے ایسا شخص کثرت سے روزے رکھے تاکہ شہوت کا زور کم ہو اور اگر نکاح پر قدرت ہے لیکن نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہونے کا نہ یقین ہے اور نہ ظن ہے تو ہمارے ہاں ایسے حالات میں نکاح سنت موکدہ ہے اور اگر کسی کو یقین یا ظن ہو کہ نکاح کے بعد بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکے گا تو اس کیلئے نکاح حرام ہے۔

باب خطبة النكاح

یہ باب نکاح کے خطبہ کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ا: ۷ ۲۵۔ ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن عبدالله بن مسعودؓ قال علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة يعنى النكاح ان الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ونشهدان لا اله الا الله ونشهد ان محمداً عبده ورسوله يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون ـ واتقوا الله الذى تساء لون به والارحام ان الله كان عليكم رقيباً، يا يها الذين آمنوا اتقوا الله

وقولوا قولاً سديداً يصلح لكم اعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ حاجت یعنی خطبہ نکاح یوں سکھایا الحمد لله الخ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے دے تو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو گمراہ کردے تو کوئی اس کو ہدایت دینے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں یا یھا الذین الخ اے مومنو اللہ سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو واتقوا الله الخ اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے توڑنے سے بچو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے یا یھا الذین الخ اے مومنو اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ وہ تمہارے اعمال کو درست کردے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ یقیناً بہت زیادہ کامیاب ہوگا۔

توضیح اللغات: خطبة اگر بضم الخاء ہو تو خطبہ کا معروف معنی مراد ہوتا ہے جس میں لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے یہاں یہی مراد ہے اور نکاح کو حاجت اسلئے فرمایا کہ انسان بہت سے امور کے انجام دہی کیلئے نکاح کا محتاج ہوتا ہے جیسے قضاء شہوت، بقاء نسل تمدن و معاشرہ اور گھر کے کام کاج وغیرہ اور خطبة: بکسر الخاء کے معنی پیغام نکاح کے آتے ہیں حق تقاقته اصل میں تقاة حقا ہے اور اتقوا فعل کیلئے مفعول مطلق ہے تقاة اصل میں وقاة تھا واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا ہے جیسے تراث اصل میں وراث تھا ارحام، رحم کی جمع، رشتہ داریاں، رقیبا نگران سدیدا درست، صحیح۔

مسئلہ: نکاح میں خطبہ پڑھنا مسنون ہے فرض نہیں نکاح کے صرف دو رکن ہیں (۱) شہادۃ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانا (۲) ایجاب وقبول کرنا۔

باب الامر بالتزوج

یہ باب شادی کرنے کے حکم کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۲ : ۲۵۸ . ابو حنیفة عن زیاد عن عبداللّٰہ بن الحارث عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم.

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم شادی کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے امتوں پر فخر کروں گا۔

توضیح اللغات: ابو موسیٰ نام عبداللہ بن قیس ہے مکاثر اس کے دومعنی ہو سکتے ہیں (۱) زیادتی طلب کرنا یعنی میں چاہتا ہوں کہ میری امت دوسری امتوں سے زیادہ ہو (۲) مکاثر بمعنی مفاخر ہے یعنی جب تم زیادہ ہوگے تو میں تمہاری وجہ سے دوسری سابقہ امتوں پر فخر کرونگا۔

فائدہ: اس حدیث سے مروّجہ خاندانی منصوبہ بندی کی تردید ہوتی ہے تفصیل آگے آیا چاہتی ہے۔

باب الحث علیٰ نکاح الابکار

یہ باب باکرہ عورت کے نکاح پر برانگیختہ کرنے کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۳ : ۲۵۹ . ابو حنیفة عن عبداللّٰہ بن دینار عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انکحوا الجواری الشواب فانھن انتج ارحاما واطیب افواھاً واعزاخلاقاً.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باکرہ لڑکیوں سے شادی کرو کیونکہ ان کے رحم زیادہ نتیجہ آور ہوتے ہیں اور ان کے منہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں اور ان کے اخلاق بڑے اچھے ہوتے ہیں۔

توضیح اللغات: الجواری: جاریة کی جمع، لڑکی الشواب: شابة کی جمع بمعنی جوان لڑکی، مراد باکرہ ہے انتج زیادہ نتیجہ دینے والا، مطلب یہ ہے کہ ان کی اولاد زیادہ اور جلدی ہوتی ہے کیونکہ جوان ہونے کی وجہ سے ان کے رحم میں حرارت زیادہ ہوتی ہے نطفہ بھی جلدی قبول کرتی ہے اور بچہ بھی سہولت سے پیدا ہوتا ہے، اطیب افواھا: افواہ فوہ کی جمع ہے بمعنی منہ یا منہ کی کشادگی اور اطیب الافواہ سے مراد یا لعاب کا میٹھا ہونا ہے یا کلام کی نرمی ہے یا شوہر کے ساتھ نرم برتاؤ رکھنا کیونکہ باکرہ ہونے کیوجہ سے حیادار ہوتی ہے۔

باب النهی عن نکاح بعض النساء

یہ باب بعض عورتوں سے نکاح سے نہی کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۴: ۲۶۰ . ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اخبرنی شیخ من اهل المدینة عن زید بن ثابتؓ انه جاء الی النبی ﷺ فقال له هل تزوجت قال لا قال تزوج تستعف مع عفتک ولا تزوجن خمساً قال ماهن قال لا تزوجن شهبرة ولا نهبرة ولا لهبرةً ولا هبدرةً ولا لفوتاً قال زید یا رسول الله لا اعرف شیأ مما قلت قال بلیٰ اما الشهبرة فالزرقاء البدنیة واما النهبرة فالطویلة المهزولة واما اللهبرة فالعجوز المدبرة واما الهبدرة فالقصیرة الذمیمة واما اللفوت فذات الولدمن غیر ک قال الشیبانی ضحک ابو حنیفةؒ من هذا الحدیث طویلاً.

ترجمہ: ابراہیم فرماتے ہیں مجھے اہل مدینہ کے ایک شیخ نے زید بن ثابتؓ سے خبر دی کہ وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا آپ نے شادی کی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا شادی کرلو، تمہاری پاک دامنی کے ساتھ پاک دامن ہو جائیگی اور پانچ قسم کی عورتوں سے شادی نہ کرنا اس نے کہا وہ کون ہیں آپ نے فرمایا کہ نہ شہبرہ سے شادی کرنا اور نہ نہبرہ اور لہبرہ سے اور نہ ہبدرہ سے اور نہ لفوت سے زید نے کہا اے اللہ کے رسول میں ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتا جو آپ نے کہی ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں جہاں تک شہبرہ ہے تو، نیلگوں آنکھوں والی بڑے بدن والی عورت ہے اور جہاں تک نہبرہ کا تعلق ہے تو وہ دراز قد لاغر اور کمزور عورت ہے اور جہاں تک لہبرہ کا تعلق ہے تو وہ پیچھے ہونے والی بوڑھی عورت ہے اور جہاں تک ہبدرہ کا تعلق ہے تو وہ کوتاہ قد بدشکل عورت ہے اور جہاں تک لفوت کا تعلق ہے تو وہ تمہارے غیر سے اولاد والی عورت ہے شیبانی فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ کافی دیر تک اس حدیث کی وجہ سے ہنستے رہے۔

توضیح اللغات

:تستعف واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور واحد مونث غائب کا بھی قال بلیٰ: بلیٰ حروف ایجاب میں سے ہے اور نفی کے جواب میں واقع ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے الست بربکم قالوا بلیٰ، یہاں سوال محذوف ہے، الاتبین لی معانیها یعنی جو الفاظ آپ نے بولے ہیں کیا ان کے معانی میرے سامنے بیان نہ فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ الزرقاء: ازرق کا مونث، نیلی آنکھوں والی البدنیة موٹی فربہ بڑے بدن والی المهزولة کمزور لاغر المدبرة پیٹھ پھیر کر بھاگنے والی، مراد شہوت اور جماع سے بھاگنے والی ہے کیونکہ بوڑھی میں شہوت کم ہوتی ہے القصیرة ٹھگنی، کوتاہ قد، الذمیمة مذموم بدشکل ذات الولد

من غیرک ،یعنی ایسی عورت جس کے پہلے شوہر سے بچے ہوں مطلقہ ہو یا بیوہ۔ الشیبانی مراد ابو اسحاق سلیمان بن ابی سلیمان ہیں۔ ضحک ہنسنے کی وجہ مذکورہ الفاظ کے معانی میں تنافر اور اجنبیت ہے۔

حدیث نمبر ۵: ۲۶۱ . ابو حنیفة عن عبدالملک عن رجل شامیٍ عن النبی ﷺ قال اتاه رجل فقال یا رسول اللّٰه اتزوج فلانةً فنهاه عنها ثم اتاه ایضاً فنهاه عنها ثم اتاه فنهاه عنها ثم قال سوداء ولود احب الی من حسناء عاقر .

ترجمہ: عبدالملک ایک شامی شخص سے روایت کرتے ہیں وہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا تو کہا اے اللہ کے رسول میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اسے اس سے منع کر دیا وہ پھر وہ آیا تو آپ نے اسے اس سے منع کر دیا وہ پھر آیا تو آپ نے اسے اس سے منع کر دیا پھر فرمایا بچے جننے والی کالی عورت میرے ہاں خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے۔

توضیح اللغات: فنهاه عنها منع اسلئے کیا کہ شاید نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اس کا بانجھ ہونا معلوم ہوا ہو ولود زیادہ جننے والی حسناء حسین خوبصورت عاقر بانجھ۔

باب شوم المرأة

یہ باب عورت کی نحوست کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۶: ۲۶۲ . ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة قال تذاکر الشؤم ذات یوم عند رسول اللّٰه ﷺ فقال الشؤم فی الدار والفرس والمرأة فشؤم الدار ان تکون ضیقة لها جیران سوء وشؤم الفرس ان تکون جموحاً وشؤم المرأة ان تکون عاقراً زاد الحسن بن سفیان سیئة الخلق عاقراً وفی روایةٍ ان یکن الشؤم فی شئ ففی الدار والمرأة والفرس فاما الدار فشؤمها ضیقها واما المرأة فشؤمها سوء خلقها وعقر رحمها واما شؤم الفرس فان تکون جموحاً.

ترجمہ: ابن بریدہؓ کہتے ہیں ایک دن نبی علیہ السلام کے پاس نحوست کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نحوست گھر اور گھوڑے اور عورت میں ہوتی ہے پس گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اس کے پڑوسی برے ہوں اور گھوڑے کی

نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو، حسن بن سفیان نے زیادتی نقل کی ہے کہ برے اخلاق والی ہو بانجھ ہو اور ایک روایت میں ہے کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوسکتی ہے تو گھر اور عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے پس جہاں تک گھر کا تعلق ہے تو اس کی نحوست اس کا تنگ ہونا ہے اور جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو اس کی نحوست اس کے اخلاق کا برا ہونا اور اس کے رحم کا بانجھ ہونا ہے۔ اور جہاں تک گھوڑے کی نحوست کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ سرکش ہو۔

توضیح اللغات: ذات یوم: ذات کا لفظ زائد ہے الشؤم: بضم الشین وسکون الهمزة بمعنی نحوست جیران: جار کی جمع پڑوسی سوء: اسوء کی جمع برے جموحا سرکش، جو اپنے اوپر کسی کو سوار نہ ہونے دے۔

مسئلہ: نحوست کی جو تفسیر حدیث الباب میں آئی ہے اس نوعیت کی نحوست دوسری اشیاء میں بھی پائی جاتی ہے لیکن سواری عورت اور گھر ایسی اشیاء ہیں جن سے انسان کا واسطہ زیادہ پڑتا ہے اور اس کے اثرات انسان پر زیادہ پڑتے ہیں اسلئے ان کی تخصیص کر دی۔

مسئلہ: مذکورہ پانچوں احادیث میں نتیجہ آور عورت سے شادی کرنے اور کثرتِ اولاد کی ترغیب آئی ہے اس کے بارے تفصیل عزل کی بحث میں آئے گی۔

باب خطبة المرأة كنايةً

یہ باب کنایۃً عورت کو پیغام نکاح دینے کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۷: ۲۶۳. ابو حنيفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ ذكر لفاطمة ان علياً يذكرک.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت علیؓ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔

توضیح اللغات: ذکر سے مراد پیغامِ نکاح ہے چونکہ پیغامِ نکاح اشارۃً اور کنایۃً دینا چاہئے اور پیغامِ نکاح نقل کرنے والے کو بھی اشارہ اور کنایہ میں نقل کرنا چاہئے اسلئے نبی علیہ السلام نے کنایۃً اس کا ذکر کیا۔

حدیث نمبر ۸: ۲۶۴. ابو حنيفة عن شيبان عن يحيىٰ عن المهاجر عن ابی هريرةؓ قال

کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا اراد ان یزوج احدیٰ بناتہ یقول ان فلانا یذکر فلانۃ ثم یزوجھا وفی روایۃٍ عن ابی ھریرۃؓ قال کان النبی ﷺ اذازوج احدیٰ بناتہ اتیٰ خدرھا فیقول ان فلاناً یذکر فلانۃ ثم یزوجھا وفی روایۃٍ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا خطب الیہ ابنۃ من بناتہ اتیٰ خدرھا فقال ان فلاناً یذکر فلانۃ ثم ذھب فانکح.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنی بیٹیوں میں سے کسی ایک کے نکاح کا ارادہ کرتے تو فرماتے کہ فلاں شخص فلاں بچی کا ذکر کرتا ہے پھر اس کی شادی کرا دیتے اور ابو ہریرہؓ سے ایک روایت میں مروی ہے وہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام جب اپنی بیٹیوں میں سے کسی ایک کی شادی کراتے تو اس کے پردہ کے پاس آتے پس فرماتے کہ فلاں شخص فلاں لڑکی کا ذکر کرتا ہے پھر اسکی شادی کرا دیتے اور ایک روایت میں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کا پیغامِ نکاح دیا جاتا تو آپ اس کے پردہ کے پاس آتے تو فرماتے کہ فلاں آدمی فلاں لڑکی کا ذکر کرتا ہے پھر چلے جاتے اور نکاح کرا دیتے۔

توضیح اللغات: خدرھا : بکسر الخاء وسکون الدال پردہ،

باب تزویج الیتیمۃ واعطاء الجھاز من عندہ

یہ باب یتیم بچی کی شادی کرانے اور اپنے پاس سے جہیز دینے کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۹ : ۲۶۵ . ابو حنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللّٰہ ان عائشۃؓ زوجت یتیمۃ کانت عندھا فجھز ھا رسول اللّٰہ ﷺ من عندہ.

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس یتیم بچی کی شادی کرائی جو آپ کے ہاں تھی اور نبی علیہ السلام نے اپنے پاس سے اسے جہیز دیا۔

باب استیذان البکر والثیب

یہ باب باکرہ اور ثیبہ سے اجازت طلب کرنے کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۱۰ : ۲۶۶ . ابو حنیفۃ عن شیبان بن عبدالرحمن عن یحی بن ابی کثیر

عن المهاجر بن عكرمة عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تنكح البكر حتیٰ تستأمر ورضاها سكوتها ولا تنكح الثيب حتیٰ تستأذن وفی روايةٍ لاتزوج البكر حتیٰ تستأمر ورضاها سكوتها ولا تنكح الثيب حتیٰ تستأذن وفی روايةٍ لا تنكح البكر حتیٰ تستأمر واذا سكتت فهو اذنها ولا تنكح الثيب حتیٰ تستأذن۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے اور اس کی رضا اس کا خاموش ہونا ہے اور ثیبہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے اور ایک روایت میں ہے باکرہ کی شادی نہ کی جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے اور اس کی رضامندی اس کا خاموش ہونا ہے اور ثیبہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے فیصلہ طلب کیا جائے اور ایک روایت میں ہے باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے، یہاں تک کہ اس سے امر معلوم کیا جائے اور جب وہ خاموش ہو جائے تو وہ اس کی اجازت ہے اور ثیبہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے۔

حدیث نمبر ۱۱: ۲۶۷۔ ابو حنيفة عن عبدالعزيز عن مجاهدٍ عن ابن عباسؓ ان امرأة توفی عنها زوجها ثم جاء عم ولدها فخطبها فابی الاب ان يزوجها وزوجها من الآخر فاتت المرأة النبی ﷺ فذكرت ذلك له فبعث الیٰ ابيها فحضر فقال ماتقول هذه قال صدقت ولكنی زوجتها ممن هو خير منه ففرق بينهما وزوجها عم ولدها وفی روايةٍ عن ابن عباسؓ ان اسماء خطبها عم ولدها ورجل آخر الیٰ ابيها فزوجها من الرجل فأتت النبی ﷺ فاشتكت ذلك اليه فنزعها من الرجل وزوجها عم ولدها وفی روايةٍ ان امرأة توفی عنها زوجها فخطبها عم ولدها فزوجها ابوها من غير رضاها من رجل اخر فأتت النبی ﷺ فذكرت ذلك له فدعا النبی ﷺ قال ازوجتها بغير رضاها قال زوجتها ممن هو خير منه ففرق النبی ﷺ بينها وبين زوجها وزوجها من عم ولدها، وفی روايةٍ ان امرأةً توفی عنها زوجها ولها منه ولد فخطبها عم ولدها الیٰ ابيها فقالت زوجنيه فابیٰ وزوجها من غيره بغير رضی منها فاتت النبی ﷺ فذكرت ذلك له فسأله عن ذلك فقال نعم زوجتها من هو خير من عم ولدها ففرق

بينهما وزوجها من عم ولدها.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت تھی جس کا شوہر اس سے انتقال کر گیا پھر اس کے پاس اس کے بچے کا چچا آیا اور اسے نکاح کا پیغام دیا تو باپ نے اس کی شادی سے انکار کر دیا اور دوسرے سے شادی کرادی تو عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی تو آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اس کے والد کے ہاں پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ کیا کہتی ہے اس نے کہا یہ سچ کہتی ہے لیکن میں نے اس کی ایسے شخص سے شادی کرائی ہے جو اس سے بہتر ہے پھر آپ نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور اس کا اس کے بیٹے کے چچا سے نکاح کرادیا اور ابن عباسؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اسماء کو اس کے بیٹے کے چچا نے پیغام نکاح بھیجا اور دوسرے شخص نے اس کے باپ کے پاس بھیجا پس اس نے عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا تو وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور آپ کے ہاں اس کی شکایت کی تو آپ نے عورت کو مرد سے کھینچ لیا اور اس کی شادی اس کے بیٹے کے چچا سے کرادی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوا تو اس کے بچے کے چچا نے اس کو پیغام نکاح بھیجا تو اس کے باپ نے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص سے شادی کرادی پس عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور آپ کے ہاں اس کا ذکر کیا نبی علیہ السلام نے بلایا فرمایا کیا تم نے اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کی ہے اس نے کہا میں نے اس کی شادی اس شخص سے کرائی ہے جو اس سے بہتر ہے پھر نبی علیہ السلام نے اس عورت اور اس کے شوہر کے درمیان تفریق کر دی اور اس کی شادی اس کے بیٹے کے چچا سے کرادی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ اس کا اس سے بیٹا تھا تو اس کے بیٹے کے چچا نے اس کا پیغامِ نکاح اس کے باپ کے ہاں بھیجا تو عورت نے کہا میرا اس سے نکاح کر دو تو باپ نے انکار کر دیا اور اس کی رضامندی کے بغیر اسکے علاوہ سے نکاح کرادیا تو وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا ہاں میں نے اس کی شادی ایسے شخص سے کی ہے جو اس کے بیٹے کے چچا سے بہتر ہے پھر ان کے درمیان تفریق کر دی اور اس کا نکاح اس کے بیٹے کے چچا سے کرادیا۔

مسئلہ: نکاح کے سلسلے میں ولی کس عورت سے اجازت لینے کا پابند ہے اور کس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کر سکتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے کسی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنے کو ولایت اجبار کہتے ہیں اور اجازت کی ضرورت ہو تو یہ ولایت استحباب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ولی کو باکرہ پر ولایت اجبار حاصل ہے باکرہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور ثیبہ پر ولایت اجبار حاصل نہیں خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور احناف کے ہاں اس کے برعکس ولی کو

صغیرہ پر ولایت اجبار حاصل ہے اور کبیرہ پر ولایت اجبار حاصل نہیں، قاعدہ یہ ہوا کہ شافعیہ کے ہاں ولایت اجبار کا مدار باکرہ یا ثیبہ ہونے پر ہے اور ہمارے ہاں ولایت اجبار کا مدار صغر یا کبر پر ہے اب کل چار صورتیں بنتی ہیں (۱) کبیرہ ثیبہ ہو، اس پر بالاتفاق ولایت اجبار حاصل نہیں (۲) صغیرہ باکرہ پر بالاتفاق ولایت اجبار حاصل ہے (۳) کبیرہ باکرہ پر امام شافعی کے ہاں ولایت حاصل ہے اور ہمارے ہاں نہیں (۴) صغیرہ ثیبہ پر ہمارے ہاں ولایت اجبار حاصل ہے اور امام شافعی کے ہاں نہیں۔

دلیل امام شافعیؒ: ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا الائم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستأمر فی نفسھا واذنھا صماتھا وہ فرماتے ہیں کہ الائم سے مراد ثیبہ ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں آگے باکرہ کا حکم ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثیبہ خود مختار ہے ولی کو اس پر ولایت اجبار حاصل نہیں اس کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ ولی کو باکرہ پر ولایت اجبار حاصل ہے۔

دلیل احناف: احادیث الباب ہیں پہلی حدیث میں ثیبہ اور باکرہ دونوں سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت اجبار کا مدار ثیبہ اور باکرہ ہونے پر نہیں، اس سے امام شافعی کی تردید ہوگئی، دوسری حدیث میں بالغہ ثیبہ کو اختیار دیا گیا اور والد کا کیا ہوا نکاح مسترد کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولایت اجبار حاصل نہیں۔

جواب: حدیث ابن عباسؓ میں الائم سے مراد بے شوہر عورت ہے اور اس کا اطلاق ثیبہ اور باکرہ دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں اور اس کے بعد باکرہ کا حکم مستقل طور پر اسلئے ذکر کیا کہ دونوں کے اجازت دینے میں فرق ہے، باکرہ شرماتی ہے لہٰذا اس کا سکوت ہی رضامندی ہے اور ثیبہ شرماتی نہیں اسلئے اس کا زبان سے ہاں "کہنا" ضروری ہے۔

باب امتناع الجمع بین المرأة وعمتها و خالتها

یہ باب عورت اور اس کی پھوپھی اور خالہ کو جمع کرنے کے ممنوع ہونے کے بیان میں ہے:

حدیث نمبر ۱۲:۲۶۸۔ ابوحنیفة عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال لا تزوج المرأة علیٰ عمتها وخالتها۔

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ عورت سے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ پر شادی نہ کی جائے

حدیث نمبر۱۳: ۲۶۹۔ ابو حنیفة عن الشعبی عن جابر بن عبداللّٰہؓ وابی ہریرةؓ قالا قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تنکح المرأة علی عمتها ولا خالتها ولا تنکح الکبریٰ علی الصغریٰ ولا الصغری علی الکبری۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ اور ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے اور نہ اس کی خالہ پر اور نہ بڑی کا نکاح چھوٹی پر کیا جائے اور نہ چھوٹی کا بڑی پر کیا جائے۔

توضیح اللغات: الکبری مراد پھوپھی یا خالہ ہے کیونکہ وہ عموماً عمر میں بڑی ہوتی ہیں الصغری سے مراد بھتیجی یا بھانجی ہے یہ عموماً عمر میں چھوٹی ہوتی ہے۔

مسئلہ: اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ ایک ہی شخص کے نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو جمع کرنا جائز نہیں حرام ہے۔ حدیث الباب اس کی دلیل ہے احنافؒ نے اس سے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ ہر ایسی دو عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ جن میں قرابتِ محرمہ ہو یعنی ان میں سے کسی ایک کو مذکر فرض کریں تو دوسری سے نکاح جائز نہ ہو۔

باب ماجاء فی حرمة المتعة

یہ باب ان احادیث کے بارے میں ہے جو حرمتِ متعہ کے بارے آئی ہیں:

حدیث نمبر۱۴: ۲۷۰۔ ابو حنیفة عن الزهری عن انسؓ ان النبی ﷺ نهیٰ عن المتعة۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے متعہ سے منع فرمایا ہے:

حدیث نمبر۱۵: ۲۷۱۔ ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ قال نهیٰ رسول اللّٰہ ﷺ یوم خیبر عن المتعة۔

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا:

حدیث نمبر۱۶: ۲۷۲۔ ابو حنیفة عن محاربٍ عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ نهیٰ عن

متعة النساء.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے:

حدیث نمبر ۱۷: ۲۷۳۔ ابو حنیفة عن الزهری عن رجل من ال سبرة ان النبی ﷺ نهیٰ عن متعة النساء یوم فتح مکة وفی روایةٍ عام الفتح.

ترجمہ: امام زہریؒ ال سبرة میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے فتح کے سال۔

حدیث نمبر ۱۸: ۲۷۴۔ ابو حنیفة عن یونس بن عبداللّٰہ عن ابیه عن ربیع بن سبرة الجهنی عن ابیه قال نهیٰ رسول اللّٰہ ﷺ عن متعة النساء یوم فتح مکة وفی روایةٍ نهیٰ عن المتعة عام الحج وفی روایة نهیٰ رسول اللّٰہ ﷺ عن متعة النساء یوم الفتح.

ترجمہ: ربیع بن سبرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حج کے سال متعہ سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فتح کے دن عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا:

حدیث نمبر ۱۹: ۲۷۵۔ ابو حنیفة عن نافعٍ عن ابن عمرؓ قال نهیٰ رسول اللّٰہ ﷺ عام غزوة خیبر عن لحوم الحمر الاهلیة وعن متعة النساء۔

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللّٰہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے سال گھریلو گدھوں کے گوشت سے اور عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا:

گدھوں کا حکم

مسئلہ: گھریلو گدھے بالاتفاق حرام ہیں اور وحشی گدھے بالاتفاق حلال ہیں۔

متعہ کا حکم:

متعہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کو کہے اتمتع بک کذامدة بکذامن المال یعنی میں اتنے مال کے عوض تم سے فلاں مدت تک نفع حاصل کرتا رہوں گا اور عورت قبول کرلے، اس میں ایجاب وقبول تو ہے لیکن نہ لفظ نکاح ہے اور نہ دو گواہ ہوتے ہیں اس کے مقابلہ میں نکاح موقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور لفظ نکاح بھی ہوتا ہے لیکن

نکاح ایک متعین مدت کیلئے ہوتا ہے، اہل السنۃ والجماعت کا متعہ کے حرام ہونے پر اتفاق ہے، شیعہ شنیعہ کے ہاں یہ جائز ہے احادیث الباب اہل السنۃ کے دلائل ہیں ان کی موجودگی میں شیعہ کا قول مردود اور نا قابل اعتبار ہے البتہ ابن عباسؓ سے بھی جواز متعہ کا قول مروی ہے لیکن ان کے ہاں بھی جواز صرف اضطراری حالت میں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس قول سے بھی رجوع کر لیا تھا۔

اشکال: حرمتِ متعہ کے بارے احادیث میں شدید تعارض ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے سال حرام ہوا اور بعض میں ہے کہ فتح مکہ کے دن اور بعض میں ہے کہ غزوہ خیبر کے دن اور بعض میں غزوہ اوطاس اور بعض میں غزوہ حنین اور بعض میں غزوہ تبوک کا ذکر ہے۔

جواب: حرمتِ متعہ کا حکم تو ایک مرتبہ ہی ہوا تھا لیکن اس کا اعلان مختلف مقامات پر مختلف غزوات میں بار بار کیا گیا اس لئے جن حضرات نے جس موقعہ اور جس غزوہ میں یہ اعلان سنا انہوں نے حرمتِ متعہ کو اسی مقام اور غزوہ کی طرف منسوب کر دیا۔

باب العزل:

یہ باب عزل کے بارے میں ہے:

حدیث نمبر ۲۰:۶ ۲۷۔ ابو حنیفة عن حمادٍ عن ابراهيم عن علقمة والاسود ان عبدالله بن مسعودٍ سأل عن العزل قال ان رسول الله ﷺ قال لو ان شيئا اخذ الله ميثاقه استودع صخرةً لخرج.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے عزل کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کرنے کا عہد لے لیا ہے اگر اسے چٹان کے سپرد کر دیا جائے تو وہ ظاہر ہو جائیگی۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بچے کی پیدائش مقدر کر دی ہے وہ بہر صورت پیدا ہوگا اگر چہ عزل کیا جائے لہذا عزل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

توضیح اللغات: استودع ودیت رکھنا صخرة چٹان، پتھر شیئاً موصوف اخذ الله ميثاقه جملہ اس کی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر ان کا اسم ہے اور استودع صخرة شرط ہے اور لخرج اس کی جزاء پھر یہ پورا جملہ شرطیہ ان کی خبر ہے۔

عزل کا مفہوم اور اس کے احکام:

عزل کا مطلب یہ ہے کہ دخول کرلے اور جب انزال قریب ہو تو ذکر نکال کر باہر انزال کردے، عزل کے بارے احادیث میں بظاہر تعارض ہے مثلاً بخاری و مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے کہ کنا نعزل و القرآن ینزل یعنی قرآن نازل ہونے کی حالت میں ہم عزل کیا کرتے تھے یعنی عزل جائز ہے ورنہ وحی کے ذریعہ اس کو منع کردیا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں مثلاً صحیح مسلم میں جذامہ بنت وہب اسدیؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ذلک الوأد الخفی یعنی یہ خفیہ طور پر بچے کو زندہ درگور کرنا ہے اور بعض سے عزل کا بے فائدہ ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

جواب: عزل کا مقصد اور غرض اگر صحیح ہو تو جائز ہے اور احادیثِ جواز اسی پر محمول ہیں پھر اگر بیوی آزاد ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے اور اگر لونڈی ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ اور غرض اگر فاسد ہو تو جائز نہیں احادیثِ عدمِ جواز اسی پر محمول ہیں۔

اغراضِ صحیحہ: صحیح اغراض کئی ہوسکتی ہیں مثلاً:

(۱) عورت کافی کمزور ہے حمل اور اس کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہیں، اگر حمل ٹھہر جائے تو اس کے ہلاکت کا اندیشہ ہے یا جسمانی طور پر بے کار ہوجانے کا حقیقی خوف ہے۔ یا اس جیسی کوئی اور شدید تکلیف پیش آجانے کا یقین یا غالب گمان ہے۔

(۲) عورت کی صحت حمل کا تحمل کرسکتی ہے لیکن ولادت کا تحمل نہیں کرسکتی ولادت کی تکلیف اتنی شدید ہوتی ہے کہ اس کی جان کو خطرہ ہے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ اور غالب گمان ہے۔

(۳) قرارِ حمل کی طاقت تو ہے لیکن حمل ٹھہرنے کے بعد کمزوری کی وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اور اس سے عورت کی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا یقین یا غالب گمان ہے۔

(۴) میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات اس حد تک کشیدہ اور خراب ہیں کہ یقین یا غالب گمان ہے کہ دونوں کے درمیان جدائی ہوجائے گی اور بچے کا مستقبل خراب ہوجائے گا اس لئے عزل کرنا۔

(۵) پہلے سے کم عمر شیر خوار بچہ موجود ہے اسے دودھ کی ضرورت ہے استقرارِ حمل کی صورت میں اس کیلئے دودھ کے کم ہونے یا نقصان دہ ہونے کا خطرہ ہے اس کے پیش نظر عزل کرنا لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ شیر خوار بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پیتا ہو یا والد کو دودھ خریدنے اور اس کا انتظام کرنے کی استطاعت نہ ہو۔ اور مفت میں پلانے والی

عورت میسر نہ ہو۔

(۶) شوہر کے مسلسل یا طویل سفر میں جانے کا طے ہے جس کی بناء پر بچے کی صحیح پرورش تربیت اور نگرانی نہ ہو سکے گی یا اس کی مناسب ضروریات اور اسباب نہ مل سکیں گے اور وہ واقعی طور پر ضائع اور برباد ہو جائیگا۔

(۷) غلط معاشرت یا فساد زمانہ کی وجہ سے یقین یا غالب گمان ہے کہ اولاد نافرمان والدین کی گستاخ اور ایذاء رساں ہوگی۔

(۸) زوجین یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے شدید اور موذی مرض میں مبتلا ہے کہ ڈاکٹرز کی رائے کے مطابق اس مرض کے اولاد کی طرف متعدی ہونے کا قوی اندیشہ ہو مثلاً جذام یا جنون وغیرہ بشرطیکہ عارض تدابیر سے کام نہ چلتا ہو یا وہ مضر ہوں۔

اغراضِ فاسدہ، غلط اور فاسد اغراض بھی کئی ہیں مثلاً:

(۱) معاشی پریشانی اور تنگی رزق کے پیش نظر عزل کرنا کہ بچے پیدا ہوں گے تو اتنے وسائل اور اسباب موجود نہیں وہ کھائیں گے کہاں سے؟

(۲) حسن و جمال کو باقی رکھنے کیلئے عزل کرنا یعنی اولاد پیدا ہو تو عورت کی خوبصورتی اور حسن و جمال میں کچھ فرق ضرور آتا ہے وہ چاہتی ہے کہ ایسا نہ ہو۔

(۳) اس نیت سے عزل کرنا کہ ہوسکتا ہے کہ بچی پیدا ہو جائے اور وہ شرمندگی اور ندامت کا ذریعہ اور سبب بن جائیگی۔

(۴) والدین موجود ہیں تعلیم و تربیت کا کوئی مسئلہ نہیں لیکن یہ احتمال پیش نظر ہے کہ بچوں کی عمر میں مناسب فاصلہ اور فرق نہیں اس بناء پر ان کی صحیح نشو ونما نہ ہو سکے گی، اسلئے عزل کرنا، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر واقعی صحیح معنی میں نشو ونما نہ ہوگی اور بچے ہمیشہ کیلئے لاغر اور بیمار ہوں گے اس کا یقین یا غالب گمان ہو تو پھر عزل غرض صحیح میں داخل ہے اور اگر صرف احتمال یا وہم یا شک ہے تو پھر یہ غرض فاسد ہے کیونکہ محض احتمال اور شک حجت نہیں ہے، اسکے علاوہ شریعت نے نہ بچوں کی عمروں کا تناسب طے کیا ہے اور نہ کسی اور نے اس کا معیار بیان کیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور اس کے احکام

مذکورہ تفصیل اس وقت ہے کہ عزل کوئی شخص انفرادی طور پر کرے لیکن اس زمانے میں اجتماعی طور پر ایک تحریک چل پڑی ہے جسے عربی میں ضبط التولید، تحدید النسل، اردو میں خاندانی منصوبہ بندی اور انگریزی میں برتھ کنٹرول کہا

جاتا ہے اس کے محرکین خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب دیتے ہیں چنانچہ چند ماہ پہلے یہاں پنجاب حکومت نے اعلان کیا تھا کہ جو جوڑا دو بچے پیدا ہونے کے بعد خاندانی منصوبہ بندی کرے گا اسے ماہانہ دو ہزار وظیفہ ملے گا اس کے علاوہ ان کی مہم بڑی تیزی سے چل رہی ہے اخباروں رسائل دیواروں وغیرہ پر یہ نعرے نظر آئیں گے'' بچے دو ہی اچھے'' اور'' چھوٹا خاندان زندگی آسان'' وغیرہ اس تحریک کے پیش نظر اولاد کنٹرول کرنے کی جملہ اقسام وانواع پر گفتگو ضروری ہے۔

(۱) عزل: اس کی وضاحت آچکی ہے۔

(۲) اختصاء: یعنی اپنے آپ کو خصی کر دینا اور انسانی فوطوں کی وہ گولیاں بالکل نکال دینا یا اندر ہی کوٹ کر خشک کر دینا جو جنسی صلاحیت اور شہوت کا اصل سرچشمہ ہیں۔ یہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے اس پر کئی نصوص موجود ہیں کئی صحابہ نے نبی علیہ السلام سے خصی ہونے کی اجازت لی تو نبی علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا۔

(۳) نس بندی: اس میں آپریشن کے ذریعہ مادہ تولید اور رحم کو بالکل نکال دیا جاتا ہے اور توالد وتناسل کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتا ہے، یہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے خواہ غرض صحیح ہو یا غلط کیونکہ غرض صحیح حاصل کرنے کیلئے اس کے علاوہ عارضی طریقے موجود ہیں انہیں استعمال کرنا چاہئے، بالکل مادہ تولید ختم کر دینا کونسی ضرورت ہے؟ اور اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اختصاء کے حکم میں ہے اور اختصاء بالاتفاق ناجائز ہے۔

جدت پسندوں کا قیاس اور اس کا جواب: جو لوگ نس بندی کو جائز کہتے ہیں وہ اسے عزل پر قیاس کرتے ہیں کہ ضرورت کے پیش نظر عزل جائز ہے تو نس بندی بھی جائز ہونی چاہئے لیکن یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے عزل اور نس بندی میں کئی وجوہِ فرق موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) عزل میں تیسرے کسی شخص سے نہ مدد لی جاتی ہے اور نہ لی جاسکتی ہے جبکہ نس بندی کیلئے کسی ماہر ڈاکٹر کی خدمات لینا ضروری ہے اس کے بغیر ممکن نہیں۔

(۲) عزل میں آپریشن اور عمل جراحی نہیں ہوتی اور نس بندی کیلئے آپریشن ضروری ہے۔

(۳) عزل میں کسی کے سامنے ستر نہیں کھولنا پڑتا جبکہ نس بندی میں ڈاکٹر کے سامنے ستر کھولنا ضروری ہے۔

(۴) عزل میں کوئی انسانی عضو معطل اور بیکار نہیں ہوتا اور نہ قوت جماع اور شہوت زائل ہوتی ہے جبکہ نس بندی میں یہ قوت ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتی ہے۔

(۵) عزل کا اثر اور نتیجہ محدود اور عارضی ہوتا ہے جبکہ نس بندی میں اثر دائمی ہوتا ہے ہمیشہ کیلئے اولاد سے محرومی

ہو جاتی ہے۔

(۶) ایک بار عزل کا عمل کرنے کی بعد انسان کو ہمیشہ کیلئے پورا اختیار رہتا ہے عزل کر بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے اور نس بندی کے بعد انسان ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتا ہے اس کی قوتِ تولید دائمی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے۔

(۷) عزل ایک جداگانہ عمل ہے اس سے جسم کی خدائی ساخت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ نس بندی سے جسم میں تغیر آتا ہے قرآن کریم کی اصطلاح میں اسے تغیر خلق اللہ کہا جاتا ہے۔

(۴) نرودھ اور لوپ کا استعمال: یہ بھی استقرار حمل سے بچاؤ کا ایک طریقہ ہے، یہ مخصوص قسم کے دور بر ہوتے ہیں، ان میں سے ایک باریک ربر وہ ہے جسے مرد اپنے عضو مخصوص پر پہنا لیتا ہے اسے نرودھ اور ساتھی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ ہے جسے عورت اپنے رحم کے منہ پر ڈال دیتی ہے تا کہ وہ منی کے اندر جانے سے رکاوٹ بنے اسے لوپ کہا جاتا ہے اس کا حکم عزل والا ہے کہ بوقتِ ضرورت اغراضِ صحیحہ کیلئے استعمال جائز ہے اور اغراضِ فاسد کیلئے حرام ہے۔

(۵) مانع حمل ادویہ کا استعمال: اس میں یہ ہوتا ہے کہ مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچ جاتا ہے لیکن عورت ایسی گولیاں کھا لیتی ہے کہ اس دوران استقرار حمل نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بھی عارضی حیلہ ہے اور عزل کی طرح ہے، بوقتِ ضرورت اغراضِ صحیحہ کیلئے استعمال درست ہے اور اغراضِ فاسدہ کی نیت سے جائز نہیں ہے۔

(۶) مانع حمل ٹیکوں کا حکم: مانع حمل ٹیکے بھی لگائے جاتے ہیں یہ مختلف مدتوں کیلئے لگائے جاتے ہیں، اس مدت کے دوران حمل نہیں ٹھہرتا، یہ حیلہ بھی عارضی ہے اور اس کا حکم بھی عزل اور مانع حمل ادویہ والا ہے۔

(۷) اسقاطِ حمل کا حکم: استقرار حمل ہو چکا ہے اس کے بعد حمل کو ضائع کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں روح اور آثار زندگی پیدا ہو جانے کے بعد اسقاط جائز نہیں، بالاتفاق حرام ہے کیونکہ روح آجانے کے بعد وہ ایک زندہ نفس ہے اور روح چار ماہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور جہاں تک روح پیدا ہونے سے پہلے اسقاط کا تعلق ہے تو عام حالات میں یہ بھی جائز نہیں اگر چہ اس کا گناہ قتل نفس سے کم ہے ہاں اگر کوئی شدید ضرورت ہو اور غرض بھی صحیح ہو تو گنجائش ہے۔

(۸) فطری ضبط تولید: فطری ضبط تولید کی عموماً دو صورتیں پیش آتی ہیں۔

(الف) طبی تحقیق کی روشنی میں بعض ایام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں عورت کو حمل نہیں ٹھہرتا مثلاً حیض ختم

ہونے کے بعد چند دن، اور بعض ایام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں حمل ٹھہرنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص استقرار حمل کے امکان والے ایام میں جنسی تعلق سے احتراز کرتا ہے اور جن ایام میں استقرار حمل عموماً نہیں ہوتا ان میں جنسی تعلق قائم کرتا ہے تو یہ جائز ہے؟ جبکہ یہاں فطری طور پر ضبط تولید ہے۔

(ب) بعض خواتین ایسی ہوتی ہیں کہ عام حالات میں ان کو حمل نہیں ٹھہرتا، استقرار حمل کیلئے رحم کی صفائی کروانی پڑتی ہے اور بعض کو استقرار حمل کے باقاعدہ ٹیکے لگوانے پڑتے ہیں اور گولیاں کھانی پڑتی ہیں، اگر وہ صفائی نہ کریں یا ٹیکے وغیرہ نہ لگائیں تو استقرار حمل نہ ہوگا، اور لازمی طور پر ضبط تولید کی صورت پیدا ہوگی، کیا یہ درست ہے؟

ان دونوں صورتوں کا محقق جواب یہ ہے کہ اغراضِ صحیحہ کی نیت سے جائز ہیں اور اغراضِ فاسدہ کی نیت سے جائز نہیں۔ پہلی صورت میں فطری طور پر یہ لازم آتا ہے کہ بیوی سے بعض ایام میں جماع کیا جائے اور بعض میں نہیں۔ اور شرعاً اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں زیادہ گہرائی میں جا کر یہ کہنا چاہئے کہ عمل اور صنع پر گناہ ہے ترک پر گناہ نہیں یہاں ترک ہے، یہی معاملہ دوسری صورت میں ہے کہ یہاں اولاد کو ختم کرنے کیلئے کوئی عمل نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اولاد پیدا کرنے کے عمل سے رکنا لازم آتا ہے جو کہ ترکِ فعل ہے اور یہ شرعاً جائز ہے بشرطیکہ نیت درست ہو۔

باب اتیان النساء من ای جهة کان

یہ باب عورتوں سے جماع کے بارے میں ہے جس جہت سے بھی ہو

حدیث نمبر ۲۱: ۲۷۷۔ حماد عن ابی حنیفة عن ابی الهیثم عن یوسف بن ماهک عن حفصةؓ زوج النبی ﷺ ان امرأةً اتتها فقالت ان زوجی یاتینی مجبیةً ومستقبلةً فکرهته فبلغ ذٰلک الی النبی ﷺ فقال لابأس اذا کان فی صمامٍ واحدٍ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی تو کہا کہ میرا شوہر میرے پاس پہلو اور سامنے کی جانب سے آتا ہے۔ پس مجھے اس کا فعل ناپسند ہے تو یہ بات نبی علیہ السلام تک پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ فعل ایک ہی سوراخ میں ہو

توضیح اللغات: مجنبة. جنب سے ہے بمعنی پہلو کیطرف سے۔ صمام. بکسر الصاد، سوراخ یا وہ چیز جس سے سوراخ کو بند کیا جائے مراد اس سے فرج ہے۔

مسئلہ: جماع کا طریقہ متعین نہیں پہلو آگے اور پیچھے ہر طرف سے جماع کرنا درست ہے البتہ شرط یہ ہے کہ عمل فرج

میں ہو،قرآن میں ہے فأتو احر ثکم انّی شأ تم .یعنی اپنی کھیتی میں آ ؤجس کیفیت سے چاہواور کھیتی فرج ہے جس سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسے موضع حرث کہتے ہیں۔

باب حرمة الوطی فی دبر المرأة

یہ باب عورت کے دبر میں وطی کی حرمت کے بارے ہے

حدیث نمبر۲۲: ۲۷۸۔حماد عن ابیه عن حمید الا عرج عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال اتیان النساء نحو المحاش حرام .

ترجمہ:ابوذر غفاریؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا عورتوں سے ادبار کیطرف سے جماع کرنا حرام ہے۔

توضیح اللغات:ابو ذر۔نام جندب بن جنادہ ہے۔المحاش. محشة کی جمع ہے بمعنی دبر۔

حدیث نمبر۲۳: ۲۷۹۔ابو حنیفه عن معن قال وجدت بخط ابی اعرفة عن عبد الله بن مسعودؓ قال نهینا ان نأتی النساء فی محا شهن.

ترجمہ:عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عورتوں کے ان کے ادبار میں وطی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر۲۴: ۲۸۰۔حماد عن ابیه عن ابی المنهال عن ابی القعقاع الجُشنی عن ابن مسعودؓ انه قال حرام ان تؤتی النساء فی المحاش.

ترجمہ:ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے دبروں میں وطی کرنا حرام ہے۔

مسئلہ:عورت سے وطی فی الدبر بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے البتہ بعض امامیہ روافض سے اس کا جواز منقول ہے اور انہوں نے اس بارے بعض سلف صالحین مثلاً عبداللہ بن عمرؓ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کی یہ بات غلط ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان سے وطی فی الدبر کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: وهل یفعل ذلک احد فی المسلمین یعنی کیا مسلمانوں میں سے کوئی شخص ایسا کرسکتا ہے ؟حضرت ابن عمرؓ کی جن روایات سے اس کے جواز کا شبہ پڑتا ہے ان روایات سے مراد وطی فی القبل من جانب الدبر ہے

یعنی وطی تو فرج میں ہی ہو البتہ دبر کیطرف سے جماع کیا جائے۔

باب النسب لصاحب الفراش

یہ باب صاحب فراش کیلئے ثبوت نسب کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: ۲۸۱۔ ابو حنیفه عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم عن الاسود عن عمر بن الخطابؓ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الولد للفراش و للعاهر الحجر.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بچہ بستر والے کیلئے ہے اور زانی کیلئے پتھر ہے۔

توضیح اللغات: الفراش۔ بستر، اس کا مضاف محذوف ہے یعنی صاحب الفراش، مراد خاوند ہے۔ العاهر۔ بمعنی زانی۔ وللعاهر الحجر۔ حجر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں (۱) خیبة و خسران یعنی بچہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا۔ زانی اگر دعوی کرے تو وہ اس میں ناکام اور خسارہ میں ہوگا (۲) رجم، یعنی زانی کو رجم اور سنگسار کیا جائیگا۔

اقسام فراش

احناف کے ہاں فراش کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فراش قوی (۲) فراش متوسط (۳) فراش ضعیف۔

(۱) فراش قوی: اس سے مراد منکوحہ عورت کا فراش ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں شوہر کے دعوی کے بغیر اس سے نسب ثابت ہوجاتا ہے اگر شوہر اس کا انکار کرے تو لعان کرنا پڑیگا۔

(۲) فراش متوسط: اسے مراد ام ولد کا فراش ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ام ولد کا دوسرا بچہ بغیر دعوی کے شوہر سے ثابت النسب ہوجاتا ہے اور شوہر اگر اس کا انکار کردے تو لعان کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ بچہ اس سے منتفی ہوجائیگا۔

(۳) فراش ضعیف: اس سے مراد عام باندیوں کا فراش ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں ثبوت نسب کیلئے مولی کا دعوی کرنا ضروری ہے اور شریعت کی رو سے مولی پر دیانۃً لازم ہے کہ اس کے نسب کا دعوی کرے۔

درس ترمذی (۴۵۵/۳) میں ہے۔

حدیثِ باب کی بناء پر کتب حنفیہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر شوہر مشرق میں ہو اور بیوی مغرب میں اور بیوی کی اولاد ہو جائے تب بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے خواہ کئی سال سے ملاقات ثابت نہ ہو کیونکہ یہ فراش قوی ہے" والولد للفراش" اس پر شافعیہ وغیرہ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ مسئلہ بالکل غیر معقول ہے اور الفاظ حدیث پہ غیر معمولی جمود ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ مسئلہ معقول ہے اس لئے کہ اگر بچہ فی الواقع شوہر کا نہ ہو تو شوہر پر لعان کرنا واجب ہے اور ترک لعان حرام ہے جب خود شوہر اس واجب پر عمل نہیں کر رہا تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی ملاقات ہوئی ہے اور وہ ملاقات ممکن بھی ہے خواہ کرامۃً ہی کیوں نہ ہو اور پھر ہمارے زمانے میں جبکہ تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو چکی ہیں اس میں زیادہ استبعاد بھی باقی نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ اگر حدیث باب کے الفاظ کو دقت نظر سے دیکھا جائے تو مسلک احناف کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے اس لئے کہ "الولد للفراش" کے بعد "وللعاهر الحجر" کا اضافہ اس بات کیطرف اشارہ کر رہا ہے کہ حدیث اس صورت سے بحث کر رہی ہے جب ظاہر حالات سے زنا کا ارتکاب نظر آتا ہو کہ اس صورت میں بھی ولد کی نسبت فراش ہی کیطرف ہوگی۔"فتبين ان الامر يدور مع الفراش لا مع حقيقة العلوق فان العلوق امر خفى لا سبيل الى القطع به"

حقیقت یہ ہے کہ شریعت نے ثبوت نسب کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور حتی الامکان انساب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ غیر ثابت النسب ہونے سے ایک شخص کی زندگی، اس کے جرم کے بغیر برباد ہو جاتی ہے، اگرچہ شریعت نے اپنے احکام میں ولد الزنا کے ساتھ کوئی خاص امتیاز نہیں برتا، لیکن یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ولد الزنا کو معاشرہ میں وہ مقام دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا جو ثابت النسب شخص کو حاصل ہے۔

دوسری طرف نفس الامری طور پر نسب کا ثبوت ایک ایسا معاملہ ہے جس کی تحقیق سوائے ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ باپ کو بھی نہیں اس لئے اس مسئلے کا مدار اس کی ظاہری علامت یعنی فراش کو بنایا گیا ہے اب جہاں فراش پایا جائے گا وہاں ثبوت نسب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ کوئی عقلی استحالہ یا شرعی محظور لازم نہ آئے اور زیر بحث صورت میں نہ عقلی استحالہ ہے اور نہ شرعی محظور، اس زمانے میں ٹیسٹ ٹیوب اور نلکی کے ذریعہ بھی حمل ٹھہر سکتا ہے اگر شوہر خود نہ آئے اور یہ عمل اختیار کر لے تو اس کے ثبوت نسب میں کیا شک ہے؟ نیز عورت کو ٹیکہ کے ذریعہ بھی حمل ٹھہر سکتا ہے پھر اسے زانیہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں یہ الگ مسئلہ ہے کہ شرعاً ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال کن حالات میں درست ہے اور کن میں ناجائز اور ٹیکہ کا استعمال درست ہے یا نہیں۔

کتاب الا ستبراء

یہ کتاب استبراء کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱:۲۸۲۔ ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمرؓ قال نهی رسو ل الله صلی الله علیه وسلم ان تو طا الحبالیٰ حتی یضعن ما فی بطو نهن.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ حاملہ عورتوں سے وطی کی جائے۔ یہاں تک کہ اس حمل کو وضع کر دیں جو ان کے پیٹوں میں ہے۔

توضیح اللغات: ان توطأ. مصدر کی تاویل میں ہو کر "نهی" فعل کا مفعول بہ ہے۔ حبالیٰ. حبلی کی جمع ہے بمعنی حاملہ عورت۔ استبراء کے لغوی معنی ہیں طلب البراء ۃ والطهارۃ یعنی برأت اور پاکیزگی طلب کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں: طلب برائة رحم جارية عن حمل بالا متناع عن الوطی الی مدة معینة. یعنی کچھ مدت جماع سے توقف کرنا تا کہ معلوم ہو جائے کہ باندی کا رحم حمل سے خالی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے باندی خریدی اور اس کا مالک بن گیا یا اسے ھبہ کی گئی یا اسے بطور میراث مل گئی یا وصیت میں مل گئی تو شرعاً نیا مالک اس سے وطی نہیں کر سکتا یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ باندی سابقہ مالک سے حاملہ نہیں ہے اور یہ علم تب ہوگا کہ اگر وہ قابل حیض باندی ہے تو اسے حیض آ جائے کیونکہ حاملہ کو حیض نہیں آتا اور اگر قابل حیض نہیں تو ایک ماہ توقف کرے۔ ایک ماہ کے دوران حمل کا علم ہو جاتا ہے اور اگر باندی حاملہ تھی یا استبراء کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے تو اس صورت میں جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے جماع جائز نہیں۔ استبراء کی حکمت احادیث میں یہ آتی ہے۔ فلا یسقی ماء ہ زرع غیرہ، یعنی تا کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے، مطلب یہ ہے کہ پہلے شوہر کے نطفہ سے حمل ٹھہرا ہے اگر دوسرے کو وطی کی اجازت دی جائے تو نطفوں کا اختلاط لازم آئے گا۔ اس کا اثر نسب پر پڑیگا

استبراء کے مزید مسائل: (۱) زانیہ حاملہ آزاد عورت سے اگر بعد میں خود زانی کا نکاح ہو جائے تو وہ اس سے وطی کر سکتا ہے کیونکہ اس میں غیر کی کھیتی کو پانی پلانا لازم نہیں آتا اور اگر اس سے غیر زانی کا نکاح ہو جائے تو نکاح درست ہے لیکن وضع حمل سے قبل اس سے وطی جائز نہیں۔ دوسرے کی کھیتی کو پلانا لازم آتا ہے۔

(۲) اپنی منکوحہ حاملہ عورت سے جماع درست ہے اور مدت کی کوئی قید نہیں جب تک کہ عورت راضی ہو اور اس کو تکلیف نہ ہوتی ہو۔

(۳) کچھ باندیاں دوران جہاد پکڑی گئیں پھر دارالاسلام لائی گئیں یا دارالحرب میں ہیں لیکن ان کے شوہروں نے قبول اسلام سے انکار کردیا۔ اس بناء پر ان کا نکاح ختم کردیا گیا تو ایسی باندیوں کا استبراءِ رحم بھی ضروری ہے۔

(۴) ایک حربی باندی مسلمان ہوئی اور ہجرت کر کے دارالاسلام آگئی اور حاملہ ہے تو وضع حمل اور استبراء سے قبل اس کا نہ کسی سے نکاح ہوسکتا ہے اور نہ اس سے وطی جائز ہے۔

کتاب الرضاع

یہ کتاب رضاع کے بارے میں ہے۔

الرضاع: بفتح الراء مشہور ہے اور راء کا کسرہ بھی درست ہے لغوی معنی ہیں مص الثدی یعنی چھاتی کا چوسنا اور اصطلاحی معنی ہیں: مص الصبی ثدی امرأة فی وقت مخصوص یعنی مخصوص وقت میں شیر خوار بچے کا کسی عورت کی چھاتی کو چوسنا اور دودھ پینا، دودھ پلانے والی عورت کو مرضعہ اور پینے والے بچے کو رضیع کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ا۔۲۸۳۔ابو حنیفة عن الحکم عن القاسم عن شریح عن علیؓ عن النبی ﷺ قال یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیله و کثیره.

ترجمہ: حضرت علیؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں رضاعت کم ہو یا زیادہ ہو۔

مسئلہ نمبر ا: اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں البتہ بعض رشتے اس سے مستثنیٰ ہیں جن کی تعداد اسی (۸۰) تک پہنچتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: اس میں فقہاء کا اختلاف ہوا ہے کہ رضاعت کی کتنی مقدار سے حرمت ثابت ہوتی ہے امام مالک اور احنافؒ کے ہاں رضاعت کی ہر مقدار سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کم ہو یا زیادہ، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ پانچ رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس سے کم سے نہیں۔

دلیل احناف: حدیث الباب ہے۔

دلیل الامام الشافعی: صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں دس رضعات کے محرّم ہونے کا حکم نازل ہوتھا تو پانچ منسوخ ہو گئے اور پانچ کو محرّم قرار دیا گیا اور نبی علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور مسئلہ یہی رہا۔

جواب: پانچ رضعات کا حکم بھی بعد میں منسوخ ہو گیا تھا جس کے کئی قرائن ہیں (۱) اب قرآن میں پانچ رضعات کا ذکر نہیں ہے۔(۲) حدیث الباب (۳) امام ابو بکر الجصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن (۱۲۵/۲) میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ کا اثر نقل فرمایا ہے کسی نے ان کے سامنے اس حدیث کا ذکر کیا: لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان یعنی ایک!

ر رضعات سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو انہوں نے فرمایا: قد کا ن ذلک فا ما الیو م فا لر ضعۃ الو ا حد ہ تحر م
یعنی یہ حکم پہلے تھا اب تو ایک رضعہ سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

باب لبن الفحل

یہ باب لبن الفحل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۔۲۸۴۔ابو حنیفۃ عن الحکم عن عراک بن ما لک عن عر و ۃ بن الزبیر عن عائشۃؓ قالت جاء افلح بن ابی القُعیس لیستأذ ن علی عا ئشۃ فا حتجبت منہ فقال تحجبین منی و انا عمک فقالت فکیف ذلک قال ار ضعتک امر اۃ اخی بلبن اخی قالت فذکر ت ذلک لرسو ل اللہ ﷺ فقا ل رسو ل اللہ ﷺ تر بت ید اک اماتعلمین انہ یحرم من الر ضاع ما یحر م من النسب.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ افلح بن ابی القعیس آئے تا کہ حضرت عائشہ پر اجازت لیکر آئیں تو عائشہ نے ان سے پردہ کر لیا تو انہوں نے کہا کیا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا چچا ہوں تو عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا میرے بھائی کی بیوی نے میرے بھائی سے آپ کو دودھ پلایا ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے اس کا ذکر نبی علیہ السلام سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے دونوں ہاتھ مٹی ہو جائیں کیا تجھے معلوم نہیں کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جونسب سے حرام ہوتے ہیں۔

لبن الفحل کے معنی اوراس کا حکم: اسپر اتفاق ہے کہ رضاعی والدہ کے واسطہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جونسب سے حرام ہوتے مثلا رضاعی والدہ کا بھائی رضاعی ماموں بن جاتا ہے اور بہن رضاعی خالہ بن جاتی ہے، لیکن رضاعی والد کے واسطے سے بھی اس طرح کی حرمت آتی ہے؟ اسی کو ''لبن الفحل'' کہا جاتا ہے مثلا ایک بچے نے ایک عورت کا دودھ پی لیا تو اس عورت کا شوہر اس بچے کا رضاعی والد ہے، رضاعی والد کا بھائی اس بچے کا رضاعی چچا اور اس کی بہن رضاعی پھوپھی اس کا باپ رضاعی دادا اور اس کی والدہ رضاعی دادی بن جائیں گے؟ اس میں ابتداء میں کچھ اختلاف رہا بعض صحابہ مثلا ابن عمر، ابن زبیر، رافع بن خدیج، وغیرہ اور بعض تابعین کا مذہب یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں

ہوتی، جمہور صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

دلائل جمہور: (۱) حدیث الباب، حضرت عائشہؓ نے افلح کے بھائی کی بیوی کا دودھ پیا تھا نبی علیہ السلام نے افلح کو عائشہؓ کا رضاعی چچا قرار دیدیا اور پردہ نہ کرنے کی اجازت دیدی۔

(۲) ترمذی میں روایت ہے ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کی دو لونڈیاں ہیں ایک لونڈی نے ایک لڑکی کو اور دوسری نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا کیا اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لا ، اللقاح واحد یعنی نہیں ہوسکتا کیونکہ دونوں عورتوں کا دودھ ایک شخص سے ہے۔

مسئلہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محرم رضاعی رشتہ دار سے پردہ ضروری نہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے لیکن اگر خوف فتنہ ہو تو پردہ ضروری ہے عموماً رضاعی رشتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا اور یہاں فتنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اسلئے پردہ کرنا چاہئے اور اگر فتنہ یقینی ہو تو پردہ ضروری ہے۔

تربت یداک ......الخ تمہارے ہاتھ مٹی ہو جائیں یہ جملہ اصل میں بددعائیہ ہے لیکن کلام عرب میں اس سے بددعاء مقصود نہیں ہوتی بلکہ زجر و توبیخ یا متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

کتاب الطلاق

یہ کتاب طلاق کے بارے میں ہے۔

طلاق کےلغوی معنی ہیں: الترک والا زالة یعنی چھوڑنا اورزائل کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں: ھو ازالة النکاح اونقص حله یعنی نکاح شرعی کو بالکل ختم کردینا یا اس کی وجہ سے جوحلت آتی ہے اس کو کم کردینا، اگر تین طلاقیں دیدیں تو نکاح شرعی بالکل ختم ہو جائیگا۔ اور اگر دو یا ایک رجعی طلاقیں دیں تو نکاح بالکل ختم نہیں ہوتا چناچہ رجوع کرسکتا ہے اگر رجوع کرلیتا ہے تو طلاقوں کا اختیار کم ہو جاتا ہے یعنی اگر ایک دی تھی دو طلاقوں کا اختیار رہیگا اور اگر دو دی تھیں تو ایک کا اختیار رہ جائے گا۔ اسی کو "نقص حلة" کہا جاتا ہے۔

باب الهزل فی الطلاق

یہ باب طلاق میں ہزل کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱: ۲۸۵۔ ابو حنیفه عن عطاء عن یوسف بن ماھک عن ابی ھریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال ثلثة جدھن جد وھزلھن جد الطلاق والنکاح و الرجعة.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں کہ جن کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور ان کا مذاق بھی حقیقت ہے طلاق اور نکاح اور رجوع کرنا۔

توضیح اللغات: جد. بکسر المیم سنجیدگی۔ لفظ بول کر اس کا اصل معنی مراد لینا خواہ حقیقی معنی ہو یا مجازی اور "ھزل" اس کی ضد ہے یعنی لفظ بولنا اور اس کا معنی مراد نہ لینا، مذاق واستہزاء کرنا

مسئلہ: نکاح طلاق اور رجوع تین ایسے معاملات ہیں کہ اگر انہیں حقیقۃً کیا جائے تو منعقد ہو جائیں گے لیکن اگر مذاق میں بھی کہے تو بھی منعقد ہو جائیں گے مثلاً دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے نے لڑکی کو کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا اس نے کہا قبول ہے تو حقیقت میں نکاح ہو جائیگا۔

باب عدة الطلاق

یہ باب طلاق کی عدت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲: ۲۸۶۔ ابو حنیفه عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان النبی ﷺ قال لسودة حین طلقها اعتدی.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے جس وقت حضرت سودہ کو طلاق دی تو اسے کہا عدت گزارو۔

حدیث نمبر۳: ۲۸۷۔ ابو حنیفه عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال لسودة حین طلقها اعتدی.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جس وقت حضرت سودہ کو طلاق دی تو اسے کہا کہ عدت گزارو۔

مسئلہ: حضرت سودہؓ کو طلاق ہوگئی تھی؟ اس بارے میں دو قسم کی روایات ہیں (۱) بعض میں ہے کہ طلاق ہوگئی تھی پھر حضرت سودہؓ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے شوہر کی ضرورت نہیں بوڑھی ہوں لیکن میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں اٹھائی جاؤں اس لئے مجھ سے رجوع کرلیں اور میں اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیتی ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے رجوع فرمالیا (۲) اکثر اور صحیح روایات میں ہے کہ آپ نے طلاق کا ارادہ فرمایا تھا، طلاق دی نہ تھی اس وقت حضرت سودہؓ نے درخواست پیش کی اور باری حضرت عائشہؓ کو دیدی ایسی روایات کے مطابق حدیث الباب میں ''طلقها'' کے معنی ''ارادطلاقها'' کے ہوں گے اور ''اعتدی'' کے معنی ہوں گے عدت کیلئے تیار ہوجاؤ۔

مسئلہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقہ مدخولہ عورت پر عدت ضروری ہے اگر حیض آتا ہو تو عدت تین حیض ہے اور تین حیض کم از کم انتالیس دن میں آسکتے ہیں اس سے کم میں نہیں اور اگر حیض نہ آتا ہو تو عدت تین ماہ ہے، ہمارے عائلی قوانین میں عدت بہرصورت تین ماہ قرار دی گئی ہے جو کہ غلط ہے۔

باب وقوع الطلاق فی الحیض

یہ باب حیض میں طلاق واقع ہو جانے کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر۴: ۲۸۸۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن رجل عن ابن عمرؓ انه طلق امرأته وهی حائض فعیب ذلک علیه فراجعها فلما طهرت من حیضها طلقهاواحتسب با لتطلیقه التی کان اوقع علیها و هی حائض.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حائضہ ہونے کی حالت میں طلاق دی تو اسے ان پر بڑا عیب گردانا گیا تو انہوں نے اس سے رجوع کرلیا پس جب وہ اپنے حیض سے پاک ہوئی تو آپ نے اسے طلاق دیدی اوراس طلاق کو بھی شمار کیا گیا جو اس پر حائضہ ہونے کی حالت میں واقع کی گئی تھی۔

مسئلہ: حالت حیض میں طلاق دینا گناہ ہے اورشوہر پرواجب ہے کہ رجوع کرلے جب پاک ہوجائے تو پھر طلاق دیدے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حیض کا زمانہ نفرت اور بے رغبتی کا زمانہ ہوتا ہے ہوسکتا ہے کہ اس بناء پر شوہر نے طلاق دی ہو اس لئے رجوع کا حکم دیا۔

مسئلہ: حالت حیض میں طلاق دینا اگرچہ ناجائز ہے لیکن ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ رجوع تب ممکن ہے کہ طلاق ہوئی ہو۔ عوام الناس میں مشہور ہے کہ حائضہ اور حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی، یہ غلط ہے۔

باب حرمة اللعب بالطلاق

یہ باب طلاق کے ساتھ کھیل کی حرمت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۵: ۲۸۹۔ ابو حنیفة عن ابی اسحاق عن ابی بردة عن ابیہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما بال اقوام یلعبون بحدود اللہ یقولون قد طلقتک قد راجعتک.

ترجمہ: ابو بردہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کی کیا حالت ہے جو اللہ کی حدود کے ساتھ کھیلتے ہیں کہتے ہیں میں نے تجھے طلاق دی میں نے تجھ سے رجوع کیا۔

توضیح اللغات: بال شان، حالت حدود حد کی جمع، یعنی اللہ کی قائم کردہ حدود شرعیہ،

زمانہ جاہلیت میں مردوں نے عورتوں کو یرغمال بنا رکھا تھا اور طلاق کو کھیل سمجھتے تھے چنانچہ طلاق دیتے پھر رجوع کرلیتے کبھی بے شمار طلاقیں دے کر رجوع کر لیتے، حدیث الباب میں اسی سے منع کیا گیا ہے۔

باب عدم وقوع طلاق المعتوہ

یہ باب معتوہ کے طلاق کے واقع نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶: ۲۹۰۔ ابو حنیفہ عن منصور عن الشعبی عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجوز للمعتوہ طلاق ولا بیع ولا شراء.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معتوہ کی طلاق اور بیع اور شراء جائز نہیں ہے۔

اس پر اتفاق ہے کہ مجنون اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، مجنون اور معتوہ دونوں کے معنی پاگل کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ مجنون مارتا پیٹتا اور گالی دیتا ہے جبکہ معتوہ ایسی حرکت نہیں کرتا، عرف میں ناسمجھ اور ناتجربہ کار کو بھی معتوہ کہا جاتا ہے وہ یہاں مراد نہیں کیونکہ اس کی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ مجنون کے ساتھ بیع وشراء صحیح نہیں، اگر بیع وشراء کی تو وہ مجنون کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گی۔

باب عدم وقوع الطلاق بمجرد التخییر

یہ باب محض اختیار دینے سے طلاق واقع نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۷: ۲۹۱۔ ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود عن عائشةؓ خیّرنا رسول اللہ ﷺ فاخترناہ فلم یعد ذلک طلاقا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اختیار دیا تو ہم نے آپ کو اختیار کیا تو اس کو طلاق نہیں شمار کیا گیا۔

مسئلہ: تخییر یہ ہے کہ شوہر بیوی کو کہہ دے "اختاری" یعنی تجھے اختیار حاصل ہے اگر چاہو تو میرے نکاح میں رہو اور اگر چاہو تو اپنے نفس کو اختیار کر و یعنی اپنے آپ کو طلاق دیدو، اختیار دینے کی صورت میں اگر بیوی شوہر کو اختیار کر لے تو تقریباً اتفاق ہے کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، حدیث الباب میں اسی کا بیان ہے قرآن کریم میں بھی ذکر آتا ہے اور احادیث میں بھی کہ نبی علیہ السلام نے بیویوں کے زیادہ نفقہ طلب کرنے پر اختیار دیا تھا لیکن سب نے آپ کو اختیار کر لیا اور اسے طلاق نہیں سمجھا گیا اور اگر عورت نے اپنے آپ کو اختیار کیا تو طلاق ہو جائیگی لیکن کونسی ہوگی اس میں اختلاف ہے؟ ہمارے ہاں بائن ہوگی، امام شافعیؒ کے ہاں رجعی ہوگی، واضح رہے کہ عورت کا اسی مجلس میں اختیار استعمال کرنا ضروری ہے؟ اگر مجلس برخاست ہوگئی تو اختیار ختم ہو جائیگا۔

مسئلہ: ہمارے ملک کے نکاح فارم کی شق نمبر ۱۸ میں عورت کو طلاق تفویض کرنے کا لکھا ہے، اگر شوہر نے طلاق تفویض کردی تو صحیح یہ ہے کہ وہ اختیار بھی مجلس پر منحصر ہوگا اور عورت ایک ہی طلاق واقع کر سکے گی۔ ہاں اگر طلاق تفویض کرتے وقت ایسے الفاظ لکھ لئے کہ میں بیوی کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ جب بھی چاہے اپنے اوپر تین طلاقیں واقع کر سکتی ہے تو اس صورت میں بیوی کے پاس ہمیشہ یہ اختیار آجائیگا ورنہ فارم کی عبارت ناقص ہے، اس سے مقصد حل نہیں ہوتا۔

باب خیار العتق

یہ باب خیار عتق کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۸: ۲۹۲۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الا سو د عن عائشةؓ انها اعتقت بر یرة ولها زوج مو لی لا ل ابی احمد فخیر ها رسو ل اللّٰہ ﷺ فاختارت نفسها ففر ق بینهما و کا ن زوجها حرا ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بریرہ کو آزاد کیا اس حال میں کہ اس کا شوہر تھا جو کہ ال ابی احمد کا آزاد کردہ غلام تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے خیار دیدیا تو اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو آپ نے ان کے درمیان تفریق کردی اس حال میں کہ آپ کا شوہر آزاد تھا۔

مسئلہ: اس حدیث کے بارے کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۳ میں کچھ وضاحت آچکی ہے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر غلام ہو تو لونڈی کو اختیار دیا جاتا ہے، اگر چاہے تو شوہر کے نکاح میں رہے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ کر دے اسے ''خیار عتق'' کہتے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اگر شوہر آزاد ہو تو لونڈی کو اختیار ملیگا یا نہیں؟ احناف کے ہاں اسے خیار عتق حاصل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں اسے خیار عتق حاصل نہیں، اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے بریرہؓ کو اختیار تو دیا ہے لیکن اس وقت بریرہؓ کا شوہر مغیثؓ غلام تھے یا آزاد؟ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد تھے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔ ایسی روایات احناف کا مستدل ہیں، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام تھے ایسی روایات ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہیں، احناف نے تطبیق یہ دی ہے کہ جن روایات میں آتا ہے کہ مغیث آزاد تھے وہ حقیقت پر محمول ہیں اور جن روایات میں ان کا غلام اور عبد ہونا مذکور ہے وہ مجاز پر محمول ہیں یعنی وہ کسی وقت غلام تھے۔

باب طلاق الامة وعدتها

یہ باب باندی کی طلاق اور اس کی عدت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹:۲۹۳۔ ابو حنیفة عن عطیة عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ طلاق الامة ثنتان وعدتها حیضتان۔

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باندی کی طلاق دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔

مسئلہ: شریعت کا اصول ہے "الرق منصف" یعنی رقیت اور غلامیت احکام کو نصف کر دیتی ہے مثلاً آزاد زانی کو سو کوڑے لگائے جاتے ہیں تو غلام کو پچاس لگائے جائیں لیکن اس اصول کی شرط یہ کہ وہ حکم ایسا ہو کہ تجزی کو قبول کرتا ہو یعنی آدھا یا کم وبیش ہو سکتا ہو، اگر تجزی کو قبول نہ کرتا ہو تو آزاد اور غلام کے احکام میں حتی الامکان فرق کی کوشش کیجائے گی لیکن من کل وجہ فرق نہیں ہوگا، چنانچہ اصول کے مطابق چونکہ آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جا سکتی ہیں باندی کو ڈیڑھ دینا چاہیے لیکن طلاق تجزی کو قبول نہیں کرتی، اس لئے اسے دو طلاقیں دی جائیں گی، اسی طرح باندی کی عدت بھی ڈیڑھ حیض ہونا چاہیے لیکن حیض تجزی کو قبول نہیں کرتا، اس لئے اس کی عدت دو حیض ہے۔

باب النفقة والسکنی للمبتوتة

یہ باب مبتوتہ کیلئے نفقہ اور سکنیٰ کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:۲۹۴۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود قال قال عمر بن الخطابؓ لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا ﷺ بقول امرأة لا ندری صدقت ام کذبت المطلقة ثلثا لها السکنی والنفقة۔

ترجمہ: عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک ایسی عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے خلاف واقعہ بات کی ہے یا موافق واقعہ، مطلقہ ثلاثہ کیلئے سکنی اور نفقہ ہے

مبتوتہ کیلئے نفقہ وسکنی کا حکم

پہلے یہ سمجھ لیں کہ مبتوتہ، بتۃ سے ہے اور بتۃ اور بت کے معنی ہیں کسی چیز کو قطع کر دینا اور طلاق بتہ اصطلاح میں یہ ہے کہ

بیوی کو ایسی طلاق دیدے جس سے نکاح کا تعلق ختم ہو جائے، ایسی عورت کو مبتوتہ کہتے ہیں مبتوتہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) المبتوتة بالطلاق البائن یعنی جس کو بائن طلاق دیکر نکاح ختم کر دیا ہو خواہ ایک طلاق بائن ہو یا دو ہوں

(۲) المبتوتة بالطلقات الثلاث یا بالطلاق المغلظ یعنی جس کو تین طلاقیں دیکر نکاح کا تعلق ختم کر دیا ہو۔

(۱) اسپر اتفاق ہے کہ مطلقہ رجعیہ عورت کیلئے عدت میں نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی، یعنی جب تک وہ عدت میں ہو شوہر اس کو خرچہ بھی دیگا اور رہائش کیلئے مکان بھی۔

(۲) اسپر بھی اتفاق ہے کہ مبتوتہ بالطلاق البائن کیلئے نفقہ اور سکنی دونوں واجب ہیں خواہ طلاق بائن ایک ہو یا دو ہوں۔

(۳) اسپر بھی اتفاق ہے کہ مبتوتہ بالطلاق المغلظ اگر حاملہ ہو تو اس کیلئے نفقہ وسکنی دونوں واجب ہیں۔

(۴) مبتوتہ بالطلاق المغلظ غیر حاملہ کیلئے نفقہ وسکنی میں اختلاف ہے، احنافؒ کے ہاں دونوں واجب ہیں، امام احمدؒ کے ہاں نہ نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی اور امام مالک اور شافعیؒ کے ہاں سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں۔

دلیل امام احمدؒ: مسلم ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت ہے کہ مجھے میرے شوہر نے نبی علیہ السلام کے زمانے میں تین طلاقیں دیں، نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا: لا سکنی لک و لا نفقة یعنی تجھے نہ سکنی ملیگا اور نہ نفقہ۔

دلیل امام شافعی و مالک: وہ فرماتے ہیں سکنی اس آیت کی وجہ سے واجب ہے۔ اسکنو ھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ اور نفقہ حدیث فاطمہ بنت قیس کی وجہ سے واجب نہیں، اس حدیث میں اگرچہ سکنی کی بھی نفی کی ہے لیکن وہ مذکورہ آیت کے منافی ہے لہذا قطعی آیت کا حکم لے لیا گیا اور اس بارے خبر واحد کو چھوڑ دیا۔

دلیل احناف: (۱) حدیث الباب (۲) اس کے علاوہ متعدد روایات ہیں مثلاً دار قطنی میں جابرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا المطلقة ثلاثا لھا السکنی و النفقة (۳) متعدد آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے مثلاً: اسکنو ھن من حیث سکنتم اور وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔

جواب: حدیث الباب میں حضرت عمرؓ سے فاطمہ بنت قیس کی روایت کا جواب منقول ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن وسنت سے مبتوتہ بالطلاق المغلظ کیلئے نفقہ وسکنی کا ثبوت موجود ہے لہذا اس بارے ایک عورت کا قول قبول نہیں کر سکتے شاید وہ بھول گئی ہوں یا نبی علیہ السلام نے کوئی خاص سبب سے فیصلہ کیا ہو اور انہوں نے اسے عام سمجھ لیا ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ نبی علیہ السلام نے فاطمہ بنت قیس کے لئے عدم نفقہ اور سکنی کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس کی مختلف توجیہات منقول ہیں مثلاً بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ شوہر کے ساتھ زبان درازی کیا کرتی تھی، عدت اگر شوہر کے ہاں گزارتی تو جھگڑے کا

خطرہ تھا اس لئے نبی علیہ السلام نے اسے چچازاد بھائی عبداللہ بن ام مکتومؓ کے ہاں عدت گزارنے کا حکم دیا اور اصول یہ ہے کہ معتدہ کیلئے اس وقت نفقہ ہے جب وہ شوہر کے گھر عدت گزارے، اگر وہ اپنی کوتاہی اور غلطی کی بناء پر شوہر کے گھر سے چلی جائے تو اس کیلئے نفقہ واجب نہیں، یہاں ایسا ہی تھا، وہ خود زبان دراز تھی، بعض نے یہ فرمایا ہے کہ دراصل ان کے شوہر نے کچھ خرچہ بھیجا تھا لیکن انہوں نے کہا یہ کم ہے اور قبول نہ کیا، نبی علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے لا نفقة اس کا مطلب یہ ہے کہ زائد مقدار کا کوئی حق نہیں، مطلقاً نفقہ کی نفی مقصود نہیں۔

صدقت ام كذبت ۔ یہاں کذب کا حقیقی معنی مراد نہیں غلط فہمی ناسمجھی یا بھولنا مراد ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں کذب بمعنی خطاً ہے۔

باب عدة المتوفى عنها زوجها

یہ باب متوفی عنہا زوجہا عورت کی عدت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: ۲۹۵ ۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان سبيعة بنت الحارث الاسلمية مات عنها زوجها وهي حامل مكثت خمسا وعشرين ليلة ثم وضعت فمر بها ابو السنابل من بعكك فقال تشوفت تريدين الباءة كلا والله انه لا بعد الاجلين فأتت النبي ﷺ فذكرت ذلك له فقال كذب اذا حضر فاذنيني .

ترجمہ: اسود سے روایت ہے کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہؓ کے شوہر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ وہ حاملہ تھی تو وہ پچیس راتیں ٹھہریں پھر وضع حمل ہو گیا تو ابوالسنابل بن بعکک ان کے پاس سے گزرے تو اسے کہا تو نے زینت اختیار کی ہے نکاح کا ارادہ رکھتی ہو ہرگز نہیں اللہ کی قسم یہ نکاح دو زمانوں میں سے زیادہ دور کے بعد ہو سکتا ہے تو وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی تو اس کا ذکر آپ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے غلطی ہوئی ہے جب وہ آئے تو مجھے اطلاع دیدینا۔

توضیح اللغات: تشوفت: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) تو نے زینت اختیار کرلی (۲) تو نکاح کیطرف مائل ہوگئی، الباءة: شہوت، عقد، جماع، یہاں نکاح مراد ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ۲۹۶ ۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد اللهؓ قال من شاء باهلته ان سورة النساء القصرى نزلت بعد الطولى وفي رواية عن عبد الله بن مسعودؓ عن النبي

ﷺقال نسخت سورة النساء القصرى كل عِدَد اولات احمال اجلهن ان يضعن حملهن .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرتا ہوں کہ چھوٹی سورۃ النساء طویل سورۃ النساء کے بعد نازل ہوئی ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت میں مروی ہے وہ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا چھوٹی سورۃ النساء نے تمام عدتوں کو منسوخ کردیا ہے یعنی اولات الا حمال اجلهن ان يضعن حملهن نے۔

توضیح اللغات: باهلته: مباہلہ کے لغوی معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی عقیدہ یا مسئلہ میں اختلاف ہو اور ہر فریق اپنی رائے کو حق سمجھے تو دونوں فریقوں کا جمع ہوکر یہ دعا کرنا کہ جو ناحق ہو اللہ اسے ہلاک وتباہ کردے۔ النساء القصرى سورۃ البقرہ اور سورۃ الطلاق دونوں کا نام سورۃ النساء بھی ہے کیونکہ ان میں عورتوں کا بیان اور ان کے احکام آتے ہیں فرق کیلئے سورۃ البقرہ کو طولی اور سورۃ الطلاق کو قصری کہتے ہیں۔ کیونکہ سورۃ البقرہ لمبی ہے اور سورۃ الطلاق چھوٹی ہے. كل عدد۔ عدة کی جمع، یہ مفعول ہے نسخت فعل کا. اولات الا حمال یہ سورة النساء القصرى سے بدل البعض ہے یا اس کا بیان ہے۔

مسئلہ: متوفی عنہا زوجہا اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر فوت ہو جائے، اس کی عدت کے بارے یہ تفصیل ہے کہ

(۱) غیر حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت بالاتفاق چار ماہ دس دن ہے، سورۃ البقرہ میں ہے قال تعالى: والذين يتوفون منكم و يذرون ازواجا يتربصن بانفسهم اربعة اشهر و عشرا .

(۲) حاملہ غیر متوفی عنہا زوجہا مثلاً اسے طلاق ملی ہے اور حاملہ ہے اس کی عدت بالاتفاق وضع حمل ہے سورۃ الطلاق میں ہے و اولات الا حمال اجلهن ان يضعن حملهن.

(۳) حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے آیات میں تعارض پایا جاتا ہے، سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو کیونکہ وہ متوفی عنہا زوجہا ہے۔ اور سورۃ الطلاق کی مذکورہ آیت کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہو کیونکہ وہ حاملہ ہے اس تعارض کے حل میں صحابہ کرام نے دو راستے اختیار کیے ہیں۔

(۱) حضرت علی اور ابن عباسؓ نے تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے، ان کے ہاں حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو وقت زیادہ ہو وہی اس کی عدت ہے مثلاً زید کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی زا ہدہ حاملہ ہے اگر ایک ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو گیا تو وضع حمل کی مدت چار ماہ سے کم ہوئی لہذا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی اور اگر پانچ یا چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو وضع حمل کی مدت زیادہ ہے لہذا اسے عدت قرار دیا جائیگا۔ اور چار ماہ دس دن

پرعدت ختم نہ ہوگی، اس کے مطابق دونوں آیات میں تطبیق بھی ہوگئی اور احتیاط بھی ہوگئی۔

(۲) جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے اور انہوں نے ترجیح اور نسخ کا راستہ اختیار کیا ہے یعنی سورۃ الطلاق کی آیت او لات الا حما ل اجلهن ان يضعن حملهن نے حاملہ متوفی عنہا زوجہا کے حق میں سورۃ البقرہ کی آیت: يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشر ا کا حکم منسوخ کر دیا ہے، حدیث الباب نمبر ا جمہور کی صریح دلیل ہے اور حدیث الباب نمبر ۲ میں اسی نسخ کا بیان ہے یہی قول راجح ہے اور حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ نے تطبیق کی راہ اختیار کر کے اس کی عدت ابعد الاجلین دو وجہ سے قرار دی (۱) حدیث الباب نمبر ا حدیث سبیعہ اسلمیہ ان کو نہ پہنچی تھی (۲) انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ مذکورہ متعارض آیت میں سے کونسی مقدم اور کونسی مؤخر ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ نے بعد میں مذکورہ روایت سننے کے بعد اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

باب مهر المفو ضة المتو فى عنها زو جها۔

یہ باب مفوضہ متوفی عنہا زوجہا کے مہر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: ۲۹۷۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابر اهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعودؓ في المرأة يو فى عنها زوجها و لم يفرض لها صداقا و لم يكن دخل بها صدقة نسائها و لها الميراث و عليها العد ة فقال معقل بن سنان الا شجعي اشهد ان رسول الله ﷺ قضى في بِرُوَع بنت واشق مثل ما قضيت .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے ایسی عورت کے بارے مروی ہے کہ جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہو اس حال میں کہ اس کیلئے مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اسے اس جیسی عورتوں کا مہر ملیگا اور اسے میراث ملے گی اور اس پر عدت ہے تو معقل بن سنان اشجعیؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے بروع بنت واشق کے بارے اسی طرح فیصلہ کیا تھا جو آپ نے کیا ہے۔

توضيح اللغات: صدقة ۔ بمعنی مہر، مفوضة متوفى عنها زوجها غير مد خول بها یعنی ایسی عورت جسکا مہر مقرر نہیں ہوا اس نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا شوہر نے دخول نہ کیا تھا کہ انتقال کر گیا تو حدیث الباب کی رو سے اس کے تین حکم ہیں (۱) اسے مہر مثل ملے گا۔ (۲) اسے شوہر سے میراث ملے گی۔ (۳) اس پر عدت وفات ہے اور اس پر تقریباً اتفاق ہے۔

باب الفیئی فی الایلاء

یہ باب ایلاء میں رجوع کے بارے میں ہے۔

ایلاء کے لغوی معنی ہیں قسم اٹھانا، قرآن میں ابوبکر صدیقؓ کے بارے آیا ہے: و لا یأتل اولو الفضل منکم الخ اور اصطلاحی معنی ہیں: منع النفس عن قربان المنکوحة اربعة اشهر فصاعدا منعا مؤکدا بالیمین یعنی اپنی منکوحہ سے چار ماہ یا اس سے زیادہ اپنے نفس کو روکنا جس میں قسم لیکر منع کو پختہ کر دیا ہو۔ ایلاء کرنے والے کو مولی کہتے ہیں، اس کا حکم ہے یہ کہ اگر چار ماہ سے قبل بیوی سے جماع کر لیا تو یہ رجوع ہے اور وہ حانث ہو جائیگا قسم ختم ہو جائیگی اور قسم کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار ماہ گزر گئے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی۔

حدیث نمبر ۱۴: ۲۹۸ ۔ حماد عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة قال فی المؤلی فیئه الجماع الا ان یکون له عذر ففیئه باللسان .

ترجمہ: علقمہ مؤلی کے بارے فرماتے ہیں کہ اس کا رجوع جماع کرنا ہے مگر یہ کہ اسے عذر ہو تو اس کا رجوع زبان سے ہے۔

توضیح اللغات: فیئی۔ رجوع۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مولی ایلاء سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو اسکا اصل طریقہ جماع ہے لیکن اگر عذر موجود ہو مثلاً میاں بیوی ایک دوسرے سے بہت دور ہیں یا کسی ایک کو مرض لاحق ہے تو شوہر زبان سے کہہ دے میں رجوع کرتا ہوں اس سے رجوع ہو جائے گا۔

باب الخلع

یہ باب خلع کے بارے میں ہے۔

خلع کے لغوی معنی ہیں اتارنا اور اصطلاحی معنی ہیں: ازالة ملک النکاح المتوقفة قبولها بلفظ الخلع او ما فی معناه کالمباراة یعنی لفظ خلع یا اس کے ہم معنی لفظ مثلاً مباراۃ بول کر ملک نکاح کو اس طرح زائل کرنا کہ زوال عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو، خلع کرنے والی عورت کو مختلعہ کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ۲۹۹ ۔ حماد عن ابیه عن ایوب السختیانی ان امراة ثابت بن قیسؓ أتت الی رسول اللّٰه ﷺ فقالت لا انا و لا ثابت فقال اتختلعین منه بحدیقته، فقالت نعم و ازید قال اما

الزیادۃ فلا.

ترجمہ: ایوب سختیانیؒ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی علیہ السلام کے پاس آئی تو کہا نہ میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اور نہ وہ تو آپ نے فرمایا کیا آپ اس سے اس کے باغ کے عوض خلع لینا چاہتی ہیں تو اس نے کہا ہاں اور میں زیادہ بھی دیتی ہوں آپ نے فرمایا کہ جہاں تک زیادتی کا تعلق ہے تو نہیں۔

لاانا ولا ثابت ۔اصل عبارت ہے:**لا انا اجتمع معه و لا ثابت یجتمع معی** ۔**حدیقة** ۔باغ جو اسے مہر میں دیا تھا۔ازیداس میں دو احتمال ہیں۔(۱)**الزیادۃ** سے مضارع واحد متکلم ہو۔(۲)اسم تفضیل ہو۔

مسئلہ:خلع یہ ہے کہ بیوی کسی وجہ سے شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہے تو شوہر کو کچھ لالچ دیکر اس سے نکاح ختم کرالے پھر خلع کے عوض میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زیادتی شوہر کیطرف سے ہو تو اس کیلئے بدل خلع لینا جائز نہیں خواہ وہ مہر کی مقدار ہو اور اگر زیادتی بیوی کیطرف سے ہو تو شوہر مہر کے بقدر بدل خلع بلا کراہت لے سکتا ہے اور اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے پھر جمہور کے ہاں خلع کی حیثیت طلاق بائن کی ہے اور امام احمدؒ کے ہاں فسخ نکاح ہے خلع کے بعد بالاتفاق دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے لیکن جمہور کے ہاں تجدید نکاح کی صورت میں شوہر کو دو طلاقوں کا اختیار رہیگا اور امام احمد کے ہاں تین طلاقوں کا۔

ایک جدید مسئلہ:ائمہ اربعہ اور جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خلع بیوی کا حق نہیں بلکہ اس میں شوہر کی رضا مندی ضروری ہے عصر حاضر کے اہل تجدد اور آزاد فکر لوگوں نے یہ قضیہ کھڑا کر دیا ہے کہ خلع بیوی کا حق ہے خواہ شوہر کی رضا نہ ہو، چنانچہ عدالت محض بیوی کے کہنے پر اسے خلع کی ڈگری دے سکتی ہے، پاکستان کی اعلی عدالت سپریم کورٹ نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے اور پاکستان کی تمام عدالتوں میں اس پر عمل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے دیار الافتاء اور عدالتوں میں محاذ آرائی سی بن گئی ہے اور بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا ہے عدالت والے عورت کے حق میں خلع کی ڈگری جاری کر دیتے ہیں اور اس میں شوہر کی رضا شامل نہیں ہوتی جب وہ فیصلہ کسی دارالافتاء یا مفتی کے پاس آتا ہے تو وہ اسے غلط قرار دیدیتا ہے، لیکن عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ بالکل غلط ہے۔قرآن وسنت کے خلاف ہے اور اجماع امت کے مزاحم ہے، آیت خلع میں تین الفاظ ایسے ہیں جو خلع کیلئے تراضی طرفین کو لازمی قرار دیتے ہیں **ولا یحل لکم ان تا خذو ا مما اتیتمو هن شیئا الا ان یخا فا الا یقیما حدود الله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به** اس میں سب سے پہلے **الا ان یخا فا الا یقیما حدود الله** کے الفاظ تراضی طرفین پر دلالت کرتے ہیں کہ گفتگو ہی اسی صورت میں ہو رہی ہے کہ میاں بیوی خلع کی ضرورت محسوس کریں اور اسپر راضی ہوں، دوسرے **فلا جناح علیهما** میں تثنیہ کی ضمیر لائی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ طرفین سے تراضی ضروری ہے، تیسرے **فیما افتدت به** میں فدیہ کا لفظ استعمال کیا گیا

ہے اور فدیہ اس رقم کو کہتے ہیں جو جنگی قیدیوں کی رہائی کیلئے دی جاتی ہے اور اس میں ظاہر ہے کہ تراضی طرفین ضروری ہے لہذا یہاں بھی ضروری ہوگی اور حدیث الباب سنن نسائی میں بھی مروی ہے اس میں ہے **فا رسل رسو ل اللہ** ﷺ **الی ثابت فقال لہ خذالذی لھا علیک وخل سبیلھا قال نعم** ،اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے،اگر اس کی رضامندی ضروری نہ ہوتی تو آپ ﷺ ثابتؓ سے نہ اجازت لیتے اور نہ پیغام بھیجتے بلکہ خود تفریق کر دیتے۔

كتاب النفقات

یہ کتاب نفقات کے بارے ہے

نفقات نفقه کی جمع ہے نفقہ کے لغوی معنی ہیں ما ينفقه الا نسان على عياله یعنی وہ چیز جو انسان اپنے عیال پر لگائے اور خرچ کرے اور اصطلاحی معنی امام محمد رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے هي الطعام و الكسوة و السكنى یعنی کھانا لباس اور رہائش فراہم کرنا پھر نفقہ کے بنیادی طور پر تین اسباب ہیں (۱) زوجیۃ چنانچہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے ۔(۲) قرابۃ چنانچہ نابالغ اولاد کا خرچہ والد پر لازم ہے، اسی طرح بعض شرائط کے ساتھ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ بھی لازم ہے (۳) ملکیت چنانچہ غلام اور باندی کا خرچہ مولی پر لازم ہے۔

حدیث نمبرا:۳۰۰۔ابو حنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا بات احدكم مغموما مهموما من سبب العيال كا ن افضل عند الله تعالى من الف ضربة بالسيف في سبيل الله .

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک عیال کے سبب غمزدگی اور پریشانی کی حالت میں رات گزارے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ کے راستے میں ہزار بار تلوار چلانے سے افضل ہے۔

توضیح اللغات: مغموم. غمزدہ۔مهموم پریشانی عیال وہ افراد کہ جن کا خرچہ اور تربیت انسان پر لازم ہو جیسے بیوی اور اولاد۔

حدیث نمبر۲:۳۰۱۔ابو حنيفة عن عطاء عن ابيه عن سعدؓ قال قال رسو ل الله ﷺ انک لن تنفق نفقة تريد بها وجه الله الا اجرت عليها حتى اللقمة تر فعها الى في امر أتک .

ترجمہ: حضرت سعدؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ آپ ہرگز کوئی خرچہ نہیں کریں گے جس سے آپ اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں مگر تمہیں اس پر اجر دیا جائیگا یہاں تک کہ وہ لقمہ جسے آپ اپنی بیوی کے منہ کیطرف اٹھائیں۔

توضیح اللغات: نفقة، موصوف تريد بها الخ اس کی صفت ہے۔في امر أتک :فی پر حالت جری ہے یہ فم میں ایک لغت ہے بمعنی منہ اور دہن۔

کتاب التدبیر

یہ کتاب مدبر بنانے کے بارے میں ہے۔

تدبیر کے لغوی معنی ہیں النظر الی عاقبۃ الا مور یعنی امور کے انجام پر نظر رکھنا اور اصطلاحی معنی ہیں ایجاب العتق الحاصل بعد المو ت بالفاظ تدل علیہ صریحا او دلالۃ یعنی مرنے کے بعد آزادی کو ایسے الفاظ کے ساتھ ثابت کرنا جو اس پر صراحۃً یا دلالۃً دلالت کرتے ہوں، مثلاً مولی نے غلام کو کہا اگر میں مر گیا تو تو آزاد ہوگا ایسے غلام کو مدبر کہا جاتا ہے، مولی کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

باب بیع المدبر

یہ باب مدبر کی بیع کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱:۳۰۲۔ ابو حنیفۃ عن عطاء عن جابر بن عبدا للّٰہؓ ان عبد ا کان لا براھیم بن نعیم النحّا م فدبر ہ ثم احتا ج الی ثمنہ فباعہ النبی ﷺ بثمان ما ئۃ درھم و فی روایۃ ان النبی ﷺ باع المد بر .

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم بن نعیم النحام کا ایک غلام تھا انہوں نے اسے مدبر بنا دیا پھر اس کے ثمن کی ضرورت پڑ گئی تو نبی علیہ السلام نے اسے آٹھ سو درہم کے عوض فروخت کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے مدبر کو فروخت کیا۔

بیع المدبر کا حکم: اپنے مدبر غلام کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے امام مالکؒ کے ہاں مدبر کو مطلقا فروخت کرنا جائز نہیں، امام شافعی اور احمدؒ کے ہاں اسے فروخت کرنا جائز ہے مطلقاً۔ احناف کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے، مدبر مطلق وہ مدبر ہے جسے بغیر کسی شرط اور قید کے کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے اور مقید وہ ہے جسے کسی شرط کے ساتھ مدبر بنایا ہو مثلاً کہا اگر میں اس مرض یا اس سفر میں مر گیا تو تو آزاد ہے۔

دلیل امام شافعیؒ: حدیث الباب۔

دلیل احناف: دار قطنی میں ابن عمر کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا المدبر لا یباع و لا یوھب و ھو حرفی ثلث المال یعنی مدبر کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور وہ مال کی ایک تہائی سے آزاد ہے۔

جواب (۱) حدیث الباب سے شافعیہ کا استدلال درست نہیں، ان کا استدلال تب درست ہوگا کہ وہ مدبر مطلق کی بیع روایت سے ثابت کریں اور حدیث الباب میں اس کی تصریح نہیں، یہ احتمال موجود ہے کہ وہ مدبر مقید ہو جس کی بیع ہمارے ہاں بھی جائز ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جواب (۲) اگر اسے مدبر مطلق تسلیم کیا جائے تو جواب یہ ہے کہ بیع سے حقیقی بیع مراد نہیں اجرت پر دینا مراد ہے اور بیع کا اطلاق اجارہ پر بھی ہوتا ہے، علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں بعض روایات میں تصریح نقل کی ہے کہ اسے آٹھ سو درہم پر اجارہ پر دیا تھا۔

باب ان الولاء لمن اعتق

یہ باب اس بارے میں ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کیلئے ہے۔

حدیث نمبر۲:۳۰۳۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشةؓ انھا ارادت ان تشتری بریرة لتعتقھا فقالت موالیھا لا نبیعھا الا ان نشترط الولاء لنا فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال الولاء لمن اعتق۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بریرہؓ کو خریدنے کا ارادہ کیا تا کہ اسے آزاد کریں تو اس کے مالکوں نے کہا ہم اسے نہیں بیچتے مگر یہ کہ ہم اس کے ولاء کی اپنے لئے شرط لگائیں گے تو عائشہؓ نے اس کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا ولاء اسی کو ملتا ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی کچھ وضاحت کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۳ اور کتاب الطلاق حدیث نمبر ۸ میں آچکی ہے مالکوں کی مذکورہ شرط مقتضی عقد کے خلاف تھی، اس لئے اس سے روک دیا گیا۔

باب النهی عن بیع الولاء

یہ باب بیع الولاء سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳۰۴:۳۔ ابو حنیفة عن عطاء بن یسار عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انه نهی عن بیع الولاء وھبته.

ترجمہ: ابن عمرؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ: ولاء محض حق مجرد ہے، اس لئے اس کی بیع بالاتفاق جائز نہیں۔

کتاب الا یمان

یہ کتاب قسموں کے بارے میں ہے۔

ایمان یمین کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں القوۃ یعنی قوت اور طاقت اور اصطلاحی معنی ہیں تقویۃ الحالف باحد طرفی الخبر من الفعل والترک بالمقسم به یعنی مقسم بہ ذات کی قسم کھا کر قسم کھانے والے کا خبر کی دو قسمو ں فعل یا ترک میں سے کسی ایک کو قوی اور پختہ کرنا۔ قسم اٹھانے والے کو حالف کہتے ہیں۔

باب النهي عن اليمين الفاجرة

یہ باب جھوٹی قسم سے نہی کے بارے میں ہے

حدیث نمبرا: ۳۰۵۔ ابو حنيفة عن نا صح بن عبد الله ويقال ابن عجلان يحيى بن يعلى ر اسحق بن السلولي و ابو عبد الله محمد بن علي بن نفيل عن يحيى بن ابي كثير عن ابي سلمة عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ليس مما يعصى الله تعالى به شئ اعجل عقوبة من البغي ومامن شئ اطيع الله تعالى به اسرع ثوابا من الصلة و اليمين الفاجرة تدع الديار بلا قع و في رواية ليس شئ اعجل ثوابا من صلة الرحم وليس شئ اعجل عقوبة من البغي و قطيعة الرحم واليمين الفاجرة تدع الديار بلا قع و في رواية مامن عمل اطيع الله تعالى فيه باعجل ثوابا من صلة الرحم ومامن عمل عصى الله تعالى به باعجل عقوبة من البغي و اليمين الفاجرة تدع الديار بلا قع و في رواية ما من عقوبة مما يعصى الله تعالى فيه با عجل من البغي .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جن کاموں سے اللہ تعالی کی معصیت کیجاتی ہے ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغاوت کی بنسبت جلدی عقوبت لاگو کرنے والی ہو اور جن چیزوں سے اللہ تعالی کی اطاعت کی جاتی ہے ان میں کوئی بھی صلہ رحمی سے بڑھ کر جلدی ثواب لانے والی نہیں اور جھوٹی قسم شہروں کو ویران کر کے چھوڑ دیتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ صلہ رحمی سے بڑھ کر کوئی چیز جلدی ثواب دلانے والی نہیں اور ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی چیز جلدی سزا لاگو کرنے والی نہیں اور جھوٹی قسم گھروں کو برباد اور ویراں کر کے چھوڑ دیتی ہے اور ایک روایت میں

ہے کہ کوئی بھی ایسا عمل جس سے اللہ کی اطاعت کیجاتی ہے وہ صلہ رحمی سے زیادہ جلدی ثواب دلانے والا نہیں اور کوئی بھی ایسی بد عملی جس سے اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے اس میں سے کوئی بھی ظلم سے زیادہ جلدی عقوبت کا سبب نہیں بنتی اور جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ظلم زیادتی سے بڑھ کر کوئی بھی اللہ کی نافرمانی عقوبت کو جلدی لانے والی نہیں۔

توضیح اللغات: البغی۔ ظلم اور زیادتی، عادل بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا۔ الفاجرة۔ بمعنی الکاذبة الدیار، دار کی جمع، گھر، علاقہ، شہر، ملک، بلاقع، بلقع کی جمع بمعنی صحراء، یہاں مراد ویرانگی اور تباہی ہے۔

باب نذر معصية وفيها الكفارة

یہ باب نذر معصیت کے بارے میں ہے اور اس میں کفارہ ہے۔

حدیث نمبر ۲:۳۰۶۔ ابو حنيفة عن محمد بن الزبير عن الحسن عن عمر انؓ قال قال رسول اللهﷺ من نذر ان يطيع الله فليطعه و من نذر ان يعصيه فلا يعصه و لا نذر في غضب ۔

ترجمہ: عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی معصیت کی نذر مانی تو اس کی نافرمانی نہ کرے اور غصہ میں نذر نہیں ہوتی۔

نذر اطاعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہا اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو دس دن روزہ رکھوں گا اور نذر معصیت یہ ہے کہ اگر فلاں کام ہوا تو میں نماز نہ پڑھوں گا، نذر کی کئی شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ معصیت کی نذر نہ ہو۔

تفصیل وشرائط: نذر کے معنی ہیں: التزام ما ليس بلازم یعنی جو چیز لازم نہ ہو اس کو اپنے اوپر لازم کرنا، نذر صحیح ہونے کی متعدد شرائط ہیں (۱) نذر طاعت کی ہو معصیت کی نذر باطل ہے۔ (۲) طاعت مقصودہ ہو غیر مقصودہ کی نذر مثلاً جیسے مثلاً وضو کی نذر مانی (۳) جس طاعت وعبادت کی نذر مانی ہے اس کی جنس شریعت میں واجب ہو مثلاً کہا کہ میں روزہ رکھوں گا تو نذر صحیح ہے کیونکہ اس کی جنس سے رمضان کے روزے واجب ہیں لیکن اگر کہا کہ میں مدرسہ بناؤں گا تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں اسکی جنس میں سے کچھ واجب نہیں (۴) جس کی نذر مانی ہے وہ پہلے سے واجب یا فرض نہ ہو، اگر کہا میں ظہر کی نماز ادا کروں گا تو نذر صحیح نہیں، اس کی ادائیگی پہلے سے ضروری ہے۔ (۵) صیغہ نذر زبان سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر صرف دل میں خیال آیا کہ فلاں کام کروں گا تو نذر منعقد نہ ہوگی۔

ولا نذر في غضب : غصہ میں بھی بالاتفاق نذر منعقد ہو جاتی ہے اور حدیث الباب کی کئی توجیہات منقول ہیں

(۱) یہاں غصہ کا انتہائی درجہ مراد ہے جس میں فہم وشعور ختم ہو جاتا ہے، اس میں نذر منعقد نہیں ہوتی۔ (۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ خود غصہ کرنے یا نہ کرنے کی نذر صحیح نہیں مثلاً کہا اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فلاں دشمن پر غصہ کروں گا یا فلاں دوست پر غصہ ہونا چھوڑ دوں گا اور یہ نذر اس لئے صحیح نہیں کہ اول تو غصہ غیر اختیاری فعل ہے، دوسرا یہ طاعت وعبادت نہیں ہے۔

باب کفارة نذر المعصية

یہ باب نذر معصیت کے کفارے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳: ۳۰۷۔ ابو حنيفة عن محمد بن الزبير الحنظلي عن الحسن عن عمران بن حصينؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا نذر في معصية اللّٰه تعالى وكفارته كفارة يمين.

ترجمہ: عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معصیت میں کوئی نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

مسئلہ: اس پر اتفاق ہے کہ نذر معصیت منعقد نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے کفارہ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کے ہاں اسپر کفارہ نہیں مطلقاً اور امام مالکؒ کے ہاں اس پر کفارہ یمین ہے مطلقاً احناف کے ہاں نذر معصیت کی دوصورتیں ہیں (۱) معصیت لعینہا کی نذر ہو جیسے قتل چوری اور زنا کی نذر۔ یہ نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ اس میں کفارہ ہے (۲) معصیت لغیرھا کی نذر مثلاً ایام عید یا ایام تشریق میں روزے کی نذر مانی، یہ نذر تو منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس کو پورا نہیں کیا جاتا اس کا کفارہ لازم ہے حدیث الباب احناف کی دلیل ہے اور اس میں کفارہ قسم واجب ہونے کی وجہ اور حکمت یہ ہے کہ نذر میں ایجاب المباح ہوتا ہے اور ایجاب المباح کو تحریم الحلال لازم ہے اور تحریم الحلال شریعت میں قسم ہے لہذا کفارہ قسم لازم ہے ایجاب المباح یہ ہے کہ مثلاً نفل پڑھنا مباح ہے اس نے نذر مان کر نفل النوافل کو لازم کر دیا اور ترک النوافل کو حرام کر دیا حالانکہ ترک النوافل پہلے حلال عمل تھا۔

باب يمين اللغو

یہ باب یمین لغو کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۴: ۳۰۸۔ ابو حنيفه عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ قالت سمعت في قول اللّٰه عز وجل لا يؤاخذكم اللّٰه باللغو في ايمانكم هو قول الرجل لا واللّٰه وبلى واللّٰه.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اللہ کے قول لا یو اخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کے بارے سنا ہے وہ آدمی کا قول ہے "نہیں اللہ کی قسم" اور کیوں نہیں اللہ کی قسم"

حدیث نمبر۵: ۳۰۹۔ حماد عن ابیہ عن حماد عن ابرھیم عن الاسود عن عائشۃؓ فی قول اللہ عز و جل لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم قالت ھو قول الرجل لا واللہ و بلی واللہ مما یصل بہ کلامہ مما لا یعقد علیہ قلبہ حدیثا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے اللہ کے قول لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کے بارے مروی ہے وہ فرماتی ہیں وہ آدمی کا قول ہے کہ "نہیں اللہ کی قسم" اور "کیوں نہیں اللہ کی قسم" یعنی ایسی بات کہ جس کے ساتھ اس کا کلام مل جائے جس میں اس کا دل قسم کا قصد نہ کرے۔

یعنی دل سے قسم کا ارادہ نہیں لیکن اس کا تکیہ اور وصل کلام بن چکا ہے پہلا مما، قول الرجل میں قول کا بیان ہے اور دوسرا مما پہلے مما کا بیان ہے۔ حدیثا بمعنی قسم اور یمین ہے یعقد بمعنی قصد وارادہ ہے۔

یمین کے اقسام واحکام

یمین کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین لغو، یمین غموس یہ ہے کہ ماضی میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائے اور اس میں جان بوجھ کر جھوٹ بولے مثلاً کہا اللہ کی قسم میں اسلام آباد نہیں گیا حالانکہ گیا تھا یا کہا اللہ کی قسم میں اسلام آباد گیا تھا حالانکہ نہیں گیا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے آدمی سخت گناہ گار ہوتا ہے توبہ واستغفار لازم ہے، غموس غمس سے ہے جس کے معنی ہیں ڈبو دینا، یہ شخص بھی گناہوں میں ڈوب جاتا ہے اور اگر کسی کا حق دبالیا تو اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے، یمین منعقدہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائے۔ مثلاً کہا اللہ کی قسم میں گالی نہیں دونگا یا اللہ کی قسم میں جہاد کے لئے جاؤں گا، اگر وہ قسم کو پورا نہ کرے تو گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی لازم ہے بالاتفاق، یمین لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے امام شافعی وغیرہ کے ہاں یمین لغو یہ ہے کہ کسی کو باتوں میں قسم کھانے کی عادت بن چکی ہے، بات بات پر بغیر قصد وارادہ کے قسم کھاتا ہے جیسا کہ احادیث الباب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، امام ابوحنیفہ کی ایک ضعیف روایت بھی اسی طرح ہے اور احادیث الباب اسی پر محمول ہیں۔ امام صاحب کے ہاں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ماضی کے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھانا اور اس کا خیال یہ ہے کہ میں سچا ہوں حقیقت میں وہ بات غلط ہے اس کی سادہ سی مثال یہ کہ۔ زید نے اپنی زمین میں درخت کاٹا بکر نے دعوی کیا یہ درخت میری زمین میں کاٹا ہے زید نے قسم کھائی کہ میں نے اپنی زمین سے اپنا درخت کاٹا ہے لیکن بعد میں جب تحقیق ہوئی تو درخت بکر کے حصہ زمین میں تھا ایسا واقعہ چند دن پہلے حقیقۃ پیش آیا تھا

اور بندہ کے پاس فیصلہ آیا تھا، یمین لغو میں نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ کیونکہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا البتہ اگر کسی کا حق مارا ہے تو اس کی تلافی ضروری ہے، چنانچہ مذکورہ صورت میں زید درخت کی قیمت دینے کا پابند ہوگا۔

باب الاستثنا ء فی الیمین

یہ باب قسم میں استثناء کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۶: ۳۱۰۔ابو حنیفة عن القاسم عن ابیه عن عبد اللّٰہؓ قال قا ل رسول اللّٰہ ﷺ من حلف علی یمین و استثنی فله ثنیاہ .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی چیز پر قسم کھائی اور استثناء کیا تو اس کی استثناء اس کو مفید ہے۔

حدیث نمبر۷: ۳۱۱۔ حماد عن ابیه عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیه عن ابن مسعودؓ قال من حلف علی یمین و قال ان شاء اللّٰہ فقد استثنیٰ.

ترجمہ: ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہا تو بلا شبہ اس نے استثناء کر دیا۔

مسئلہ: نحویوں کی اصطلاح میں استثناء کہتے ہیں حرف الا کے ذریعہ بعض کو کل سے نکالنا، حدیث وفقہ میں استثناء ان شاء اللہ کہنے کو کہا جاتا ہے استثناء کی دو قسمیں ہیں (۱) استثناء متصل؛ وہ یہ ہے کہ قسم کھا کر بغیر وقفہ کے ان شاء اللہ کہہ دے، اس سے قسم ختم ہو جائیگی مثلاً کہا واللّٰہ لاضربن زید ا ان شاء اللّٰہ اور اس سے قسم اس لئے باطل ہوتی ہے کہ اللہ کی مشیت کسی کو معلوم نہیں ۔(۲) استثناء منفصل؛ وہ یہ ہے کہ قسم کھا لے پھر وقفہ سے ان شاء اللہ کہہ دے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس سے قسم باطل نہ ہوگی۔

کتاب الحدود

یہ کتاب حدود کے بارے میں ہے۔

حدود حد کی جمع ہے حد کے لغوی معنی ہیں المنع ، یعنی روکنا منع کرنا دربان اور بواب کو حداداسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے اور اصطلاحی معنی ہیں عقوبة مقدرة تجب حقا لله تعالی یعنی ایسی سزا جو متعین ہوتی ہے، اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے۔ایسی سزا سے عموما لوگ اسباب معصیت کے ارتکاب سے منع ہو جاتے ہیں اس لئے اسے حد کہتے ہیں ۔اسلامی سزائیں دو قسمیں کی ہین ۔(۱) وہ سزائیں جن کی مقدار شریعت نے طے کردی ہے، انہیں ہی حدود کہا جاتا ہے، یہ اللہ کے حقوق میں سے ہیں ثابت ہونے کے بعد قاضی نہ انہیں ساقط کر سکتا ہے اور نہ کمی بیشی کرسکتا ہے (۲) وہ سزائیں جو شریعت نے مقرر نہیں کیں بلکہ امام وقت کی رائے پر چھوڑی ہیں، امام جہاں چاہے ضرورت کے مطابق جاری کرسکتا ہے، ان کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔

باب حرمة الخمر والقمار و غیر هما

یہ باب شراب اور جوئے وغیرہ کی حرمت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱: ۳۱۲۔ابو حنیفة عن مسلم عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال ان الله کره لکم الخمر والمیسر و المزمار والکوبة.

ترجمہ: ابن عباسؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ نے تمھارے لئے شراب اور جوئے اور بانسری اور شطرنج کو مکروہ قرار دیا ہے۔

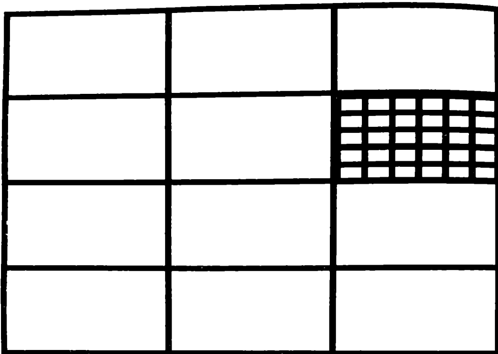
توضیح اللغات: الخمر۔شراب المیسر بانسری جمع مزامیر ، الکوبة بضم الکاف شطرنج، نرد، طبلہ، ڈگڈگی کرہ بمعنی حرّم ہے۔

شراب کے احکام کتاب الاشربہ میں آئیں گے۔

شطرنج اور نرد کی حقیقت اور حکم:

شطرنج اور نرد مشہور کھیل ہیں شطرنج سنسکرت لفظ چیزانگ کا معرّب ہے جمع شطر نجات اور نردشاہ ایران اردشیر بن بابک کا ایجاد کردہ کھیل ہے، ان دونوں کھیلوں کا حاصل یہ ہے کہ کاغذ وغیرہ پر سال کے بارہ مہینوں کے حساب سے بارہ خانے بنا دیئے جاتے ہیں پھر مہینے کے تیس دنوں کے حساب سے ہر ایک خانے کے تیس حصے بنا دیئے جاتے ہیں اور ان کے خطوط اور لکیروں کے ملنے کی جگہوں اور کناروں کو قضاء وقدر سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ان میں چھ قسم کے مہروں سے کھیلتے ہیں جو شاہ، فرزین، فیل، اسپ، رخ اور پھول کہلاتے ہیں دونوں کھیلوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات دو قسم کے ہیں (۱) غیر اختیاری واقعات جن میں انسانی تدبیر اور حیلہ نہیں چلتا جیسے آندھی طوفان زلزلہ وغیرہ، نرد کھیل میں اس قسم کے واقعات کی تمثیل پیش کی جاتی ہے (۲) وہ واقعات جو ایک حد تک اختیاری ہوتے ہیں ،انسانی تدبیر اور حیلہ ان میں کارآمد ہوسکتا ہے مثلاً حکومت اور بادشاہت کا ملنا یا ختم ہونا وغیرہ، شطرنج میں ایسے واقعات کی تمثیل پیش کی جاتی ہے اور ان کی تمرین اور مشق ہوتی ہے، نرد کھیل بالاتفاق حرام ہے، صریح صحیح احادیث میں اس سے نہیں آئی ہے اور شطرنج احناف کے ہاں ناجائز اور شافعیہ کے ہاں جائز ہے، وہ کہتے ہیں اس میں ذہن اور دماغ کی مشق اور ورزش ہوتی ہے احناف کہتے ہیں نرد کی طرح آدمی اس میں بھی غفلت کا شکار ہوجاتا ہے اور عبادات وفرائض بھی چھوٹ جاتے ہیں۔

شطرنج اور نرد کا نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔



باب حد الشرب

یہ باب شراب پینے کی حد کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲:۳۱۳ ۔ابو حنیفة عن یحی عن ابن مسعوڈ قال اتا ہ رجل بابن اخ له نشوان قد ذھب عقله فامر به فجلس حتی اذا صحا و افاق عن السکر دعا بالسوط فقُطع ثمر تُه ثم رقه و دعا جلّا دًا فقال اجلد ہ علی جلدہ و ارفع یدک فی جلدک و لا تبدأ ضبعیک قال و انشاء عبد اللہ یعد حتی اکمل ثما نین جلد ۃ خلی سبیله فقال الشیخ یا ابا عبد الر حمن و اللہ انه لابن اخی و ما لی ولد غیرہ فقال شر العم والی الیتیم انت کنت واللہ ما کنت احسنت ادبه صغیرا ولاسترته کبیر ا قال ثم انشأ یحدثنا فقال ان اول حد اقیم فی الا سلا م لسارق أتی به الی النبی ﷺفلما قامت علیه البینة قال انطلقو به فا قطعو ہ فلماانطلق به نظر الی وجه النبی ﷺ کانما سفّ علیه واللہ الرما د فقال بعض جلسائه یا رسول اللہ لکأنّ ھذا قد اشتد علیک فقال و ما یمنعنی ان یشتد علیّ ان تکو نو ا اعوان الشیاطین علی اخیکم قالو ا فلو لا خلیت سبیله قال افلا کا ن ھذا قبل ان تأ تو نی به

فان الامام اذا انتهى اليه حد فليس ينبغي له ان يعطله قال ثم تلا وليعفو ا وليصفحو ا و في رواية عن ابن مسعودؓ ان رجلااتي بابن اخ له سكران فقال ترتروه ومزمزوه واستنكهوه فوجدوامنه ريح شراب فامربحبسه فلماصحادعابه ودعابسوط فامربه فقطع ثمرته وذكرالحديث وفي روايةعن ابن مسعودؓ قال ان اول حد اقيم في الا سلام ان رسو ل الله ﷺأتى بسارق فامر به فقطعت يده فلما انطلق به نظر الى رسو ل الله ﷺ كا نما يسف في وجهه الرّ ماد قفال يا رسو ل الله ﷺ كا نه شق عليك فقال الا يشق عليّ ان تكو نو ا عوانا للشيطان على اخيكم قالوا فلا ندعه قال افلا كا ن هذا قبل ان يؤتى به و ان الامام اذا رفع اليه الحد فليس ينبغي له ان يدعه حتى يمضيه ثم تلا وليعفو ا و ليصفحوا الاية.

ترجمہ: یحیٰ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص اپنا بھتیجا لیکر آیا جو حالت نشہ میں تھا جس کی عقل چلی گئی تھی تو اس کے بارے حکم دیا گیا تو اسے قید کر دیا گیا یہاں تک کہ جب اسے ہوش آیا اور نشہ سے افاقہ ہوا تو ابن مسعودؓ نے کوڑا منگوایا اور اس کے سرے کی گرہ کو کاٹ ڈالا اور اسے نرم کر دیا اور جلاد کو بلایا پس فرمایا کہ اس کی کھال پر کوڑے لگاؤ اور مارنے میں اپنے ہاتھ کو اٹھاؤ اور اپنے بغلوں اور پہلوؤں کو ظاہر کرو۔ یحیٰ فرماتے ہیں عبد اللہ بن مسعود کوڑوں کو شمار کرنے لگے یہاں تک کہ اسی کوڑے پورے کئے تو اسکا راستہ چھوڑ دیا تو بوڑھے چچا نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم یہ میرا بھتیجا ہے اور میرا اس کے علاوہ کوئی بچہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تو بدترین چچا، یتیم کا بدتر ولی تھا ۔اللہ کی قسم نہ تو نے بچپن میں اسے اچھا ادب سکھایا اور نہ بڑے ہونے کی حالت میں اس کی ستر پوشی کی، راوی فرماتے ہیں پھر ہمیں بیان کرنے لگے تو فرمایا کہ اسلام میں سب سے پہلی جو حد لگائی گئی وہ چور کی حد تھی جسے نبی علیہ السلام کے پاس لایا گیا سو جب اس پر گواہی قائم ہو گئی آپ نے فرمایا اسے لیجاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو جب اسے لے جایا گیا تو نبی علیہ السلام کے چہرہ پر نظر ڈالی گئی تو اللہ کی قسم ایسا لگ رہا تھا کہ گویا کہ اس پر راکھ ڈالی گئی ہے تو آپ کے بعض ہم نشینوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ایسے لگ رہا ہے کہ گویا یہ آپ پر بڑا گراں گزرتا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا چیز اس بات سے روکتی ہے کہ تمہارے اپنے بھائی کے خلاف شیطانوں کا مددگار ہونا مجھ پر گراں گزرے۔ صحابہ نے کہا پھر آپ نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑا؟ آپ نے فرمایا یہ کام اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا گیا کیونکہ امام کے پاس جب حد آجائے تو اس کے لئے اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں پھر آپ نے لیعفو او لیصفحوا پڑھی اور عبداللہ بن مسعودؓ سے

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے نشائی بھتیجے کو لایا تو آپ نے فرمایا:۔اسے ہلاؤ اور اچھی طرح حرکت دو اور اس کے منہ کی بو سونگھو تو انہوں نے اس سے شراب کی بو پائی تو آپ نے اسے قید رکھنے کا حکم دیدیا پس جب وہ ہوش میں آیا تو اسے بلایا اور کوڑا منگوایا اور اس کے بارے حکم دیا تو اس کے سرے کی گرہ کو کاٹ دیا گیا اور حدیث ذکر کی اور ابن مسعودؓ سے ایک روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں پہلی وہ حد جو اسلام میں قائم کی گئی یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چور لایا گیا تو اس کے بارے حکم دیا گیا اور اس کے ہاتھ کاٹے گئے پس جب اسے لیجایا جانے لگا تو نبی علیہ السلام پر نظر ڈالی گئی تو ایسے لگ رہا تھا جیسے آپ کے چہرے میں راکھ ڈال دی گئی ہو تو کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ گویا آپ پر گراں گزرا ہے تو آپ نے فرمایا کیا مجھ پر یہ بات گراں نہ گزرے گی کہ تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار ہو رہے ہو انہوں نے کہا پس کیا ہم اسے چھوڑ نہ دیں؟ آپ نے فرمایا یہ کام اسے میرے پاس لائے جانے سے پہلے کیوں نہ کیا گیا کیونکہ امام کے پاس جو حد پہنچا دی جاتی ہے تو اس کے لئے اسے چھوڑنا جائز نہیں یہاں تک کہ اسے نافذ کر دے پھر آپ نے ولیعفوا ولیصفحوا آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

توضیح اللغات : نشوان . نشائی، نشہ میں مبتلا شخص۔ صحا ۔(ن) درست ہونا، ہوش میں آنا، افاقہ ہونا۔ السوط ۔کوڑا جمع سیاط ، اسواط ۔ثمرۃ کوڑے کے سرے کی گرہ، رقہ باریک اور نرم کرنا، اس کا مقصد یہ تھا کہ زیادہ زخمی نہ کرے فقال جلدوہ الخ عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ کے امیر یا قاضی تھے۔ ضبعیک، ضبع کا تثنیہ پہلو، بغل۔ سف مجہول، اڑانا، پھیلانا، بکھیرنا واللہ الرماد: واللہ جملہ قسمیہ معترضہ ہے اور الرماد، سف فعل مجہول کا نائب فاعل ہے الرماد بمعنی راکھ، خاکستر۔ ما یمنعنی الخ اس کے ترکیبی احتمالات دو ہیں (۱) ما موصولہ ہو یمنع کا فاعل ضمیر ہوگی جو کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہوگی، ضمیر واحد متکلم مفعول بہ اول اور ان یشتد الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر مفعول بہ ثانی ہوگا، ترجمہ اس کے مطابق ہوا ہے (۲) ما نافیہ ہو یمنع متعدی بیک مفعول ہوگا، ضمیر واحد متکلم مفعول بہ اور ان یشتد الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر یمنع کا فاعل ہے، دونوں صورتوں میں ان تکونوا الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر یشتد کا فاعل ہوگا، معنی ہوگا تمہارے اپنے بھائی کے خلاف شیاطین کے مددگار ہونے کا مجھ پر ناگوار گزرنا مجھ کو نہیں روک سکتا یعنی عن ارتکاب الحق ، یعطلہ چھٹی کرنا چھوڑنا، ولیعفوا الخ عفو اور صفح میں فرق یہ کہ دونوں میں معاف کیا جاتا ہے لیکن عفو کی صورت میں شکوہ زبان پر آتا ہے اور صفح کی صورت میں اس کا ذکر تک نہیں آتا، ترترہ باب فعللۃ ، مصدر الترترۃ ہے ہلانا، حرکت دینا، مزمزوہ: مزمزہ میخ کو نکالنے کے لئے ہلانا، حرکت دینا، استنکھوہ یہ نکھۃ سے ہے بمعنی منہ کی بو، استنکاہ کے معنی ہیں کسی کے منہ کی بو سونگھنا۔

حد شرب کی مقدار کیا ہے؟

حد شرب کی مقدار میں اختلاف ہے احناف اور مالکیہ کے ہاں شرب خمر کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے امام شافعیؒ کے ہاں اس کی حد چالیس (۴۰) کوڑے ہے۔

دلیل امام شافعیؒ: صحیح مسلم (۱/۷۱) میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اور ابو بکرؓ نے شرب خمر پر دو چھڑیوں سے چالیس کوڑے لگائے۔

دلائل احناف: (۱) حدیث الباب: حتی اکمل ثمانین جلدة خلی سبیله.

(۲) طحاوی اور مسند ابویعلی میں عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا من شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانین یعنی جس نے تھوڑی مقدار میں بھی شراب پی لی اسے اسی کوڑے لگاؤ۔

(۳) امام شافعیؒ کے مذکورہ متدل سے بھی ہماری دلیل بنتی ہے وہ اس طرح کہ نبی علیہ السلام نے دو چھڑیوں سے چالیس کوڑے لگائے تو دونوں کا مجموعہ اسی کوڑے ہوا۔ اس سے امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب بھی آ گیا۔

باب نصاب حد السرقة

یہ باب حد سرقہ کے نصاب کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۴۔ ابو حنیفة عن القاسم عن ابیه عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ قال کان یقطع الید علی عهد رسول اللّٰه ﷺ فی عشرة دراهم وفی روایة انما کان القطع فی عشرة دراهم.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دس دراہم کے بدلے میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ بلاشبہ قطع ید دس دراہم میں ہوتا تھا۔

مسئلہ: قطعِ ید کے لئے نصاب سرقہ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں اس کا نصاب دس درہم یا ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر کوئی چیز ہے، امام مالکؒ کے ہاں چاندی کے تین درہم یا سونے کا ربع درہم یا اس کی قیمت ہے، امام شافعیؒ کے ہاں ربع دینار یا اس کی قیمت ہے۔

دلیل امام شافعیؒ: بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا لاتقطع ید السارق

الا فی ربع دینا ر فصاعدا یعنی چور کا ہاتھ ربع دینار اور اس سے زیادہ میں ہی کاٹا جائے اس سے کم میں نہیں۔

دلائل احناف: (۱) حدیث الباب۔

(۲) امام زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں مختلف اسانید سے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث نقل فرمائی ہے **لا یقطع ید السارق فی دون ثمن المجن قال عبد اللّٰه و کا ن ثمن المجن عشرة دراهم** یعنی ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(۳) موطا امام محمدؒ میں حضرت عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک بھی یہی نقل فرمایا ہے کہ دس دراہم سے کم میں قطع ید نہیں۔

جواب وترجیح: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نصاب سرقہ کے بارے مختلف احادیث مروی ہیں اور امام شافعی کا مستدل بھی قوی ہے لیکن آگے حدیث آرہی ہے جس میں شبہات کی بناء پر حدود کو ساقط کرنے کا امر اور اس کی ترغیب ہے اس کا متقضیٰ یہ ہے کہ حدود کے بارے بہت احتیاط سے کام لیا جائے اور حتی الامکان حد جاری کرنے سے بچا جائے اور احتیاط دس دراہم کو نصاب قرار دینے میں ہے نہ کہ ربع دینار کو کیونکہ دس درہم کی مقدار زیادہ ہے، ربع دینار اڑھائی درہم کے برابر ہے۔

باب درأالحدود

یہ باب حدود کو ساقط کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۴: ۳۱۵۔ ابو حنیفة عن مقسم عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ ادرؤا الحدود بالشبهات .

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حدود کو شبہات کی بناء پر ساقط کیا کرو۔

توضیح اللغات: ادرؤا (ف) دفع کرنا، گرانا، ساقط کرنا، اس کی مثال یہ ہے کہ چور نے آدھا دینار چوری کیا تو امام شافعیؒ کے ہاں یہ نصاب ہے لہذا ہاتھ کاٹنا چاہئے اور ہمارے ہاں نصاب نہیں اس لئے کاٹنا جائز نہیں، شبہ پیدا ہوا، اس لئے حد نہیں جاری کرنا چاہئے۔

باب رجم الزانی المحصن

یہ باب محصن زانی کو سنگسار کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵۔۳۱۶۔ابو حنیفةعن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه ان ماعز بن مالکؓ اتی النبی ﷺفقال ان الأخِر قد زنی فاقم علیه الحد فرده رسول الله ﷺثم اتاه الثانیة فقال له مثل ذلک ثم اتاه الثالثة فقال له مثل ذلک ثم اتاه الرابعة فقال ان الاخر قد زنی فاقم علیه الحد فسأل عنه اصحابه هل تنکرون من عقله قالوا لا قال انطلقوا به فارجموه قال فانطلق به فرجم بالحجارة فلما ابطأ علیه القتل انصرف الی مکان کثیر الحجار فقام فیه فاتاه المسلمون فرجموه بالحجارة حتی قتلوه فبلغ ذلک النبی ﷺفقال هلا خلیتم سبیله فاختلف الناس فیه فقال قائل هذا ماعز اهلک نفسه وقال قائل انا ارجو ان یکون توبة فبلغ ذلک النبی ﷺفقال لقد تاب توبة لو تابها فئام من الناس لقبل منهم فلما بلغ ذلک قوما طمعوا فیه فسألوه ما یصنع بجسده قال اصنعوا به ما تصنعون بموتاکم من الکفن والصلوة علیه والدفن قال فانطلق به اصحابه فصلوا وفی روایة قال اتی ماعز بن مالکؓ رسول الله ﷺو اقر بالزنا فرده ثم عاد فاقر بالزنا فرده ثم عاد فاقربالزنا فرده ثم عاد فاقر بالزنا الرابعة فسأل النبی ﷺهل تنکرون من عقله شیئا قالوا لا قال فامر به ان یرجم فی موضع قلیل الحجارة قال فابطأ علیه الموت فانطلق یسعی الی موضع کثیر الحجارة و اتبعه الناس فرجموه حتی قتلوه ثم ذکروا شأنه لرسول الله ﷺقال لولا خلیتم سبیله قال فاستاذن قومه رسول الله ﷺفی دفنه والصلوة علیه فاذن لهم فی ذلک قال قال علیه السلام لقد تاب توبة لو تابها فئام من الناس قبل منهم و فی روایة قال لما امر النبی ﷺبماعز بن مالک ان یرجم قام فی موضع قلیل الحجارة فابطأ علیه القتل فذهب به مکانا کثیر الحجارة و اتبعه الناس حتی رجموه فبلغ ذلک النبی ﷺقال الا خلیتم سبیله وفی روایة لما هلک ماعز بن مالکؓ بالرجم اختلف الناس

یه فقال قائل ماعز ا هلک نفسه و قال قائل تاب فبلغ ذلک رسو ل اللّٰه ﷺقال لقد تاب تو بة لو تابها صاحب مکس لقبل منه او تابها فئا م من النا س لقبل منهم و فی روایة جاء ما عز بن مالکؓ الی رسول اللّٰه ﷺ وهو جالس فقال یا رسول اللّٰه انی زنیت فاقم الحد علیّ فاعرض عنه النبی ﷺقال ففعل ذلک اربع مرات کل ذلک یرده النبی ﷺویعرض عنه فقال فی الرابعة انکرتم من عقل هذا شیئا قالوا ما نعلم الا عاقلا و ما نعلم الا خیراقال فاذهبوا به فارجموه قال فذهبو ابه فی مکان قلیل الحجارة فلما اصا بته الحجارة جزع قال فخرج یشتد حتی اتی الحرة فثبت لهم قال فرموه بجلا میدها حتی سکت قال فقالوا یارسو ل اللّٰه ماعزحین اصابته الحجارة جز ع فخرج یشتد فقال النبی ﷺلو لا خلیتم سبیله قال فاختلف الناس فی امره فقالت طائفة هلک ماعز واهلک نفسه وقالت طائفة بل تاب الی اللّٰه توبة لو تابها فئام من الناس لقبل منهم قالوایا رسول اللّٰه فما نصنع به قال اصنعو به کما تصنعون بمو تاکم من الغسل والکفن والحنوط والصلوٰة علیه والدفن و قد روی الحدیث برو ایات مختلفة نحوما تقدم .

ترجمہ :ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ماعز بن مالکؓ نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو کہا پیچھے رہنے والے نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا اس پر حد قائم کریں تو نبی علیہ السلام نے اسے لوٹا دیا پھر وہ دوسری بار آیا تو آپ نے اسے اسی طرح فرمایا پھر آپ کے پاس تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے اسے اسی طرح فرمایا پھر وہ آپ کے ہاں چوتھی مرتبہ آیا اور کہا کہ پیچھے رہنے والے نے زنا کیا ہے اس لئے اس پر حد قائم کریں تو نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے اس کے بارے پوچھا کیا تم اس کی عقل میں اجنبیت محسوس کرتے ہو انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور سنگسار کردو۔ راوی فرماتے ہیں اسے لے جایا گیا پس اسے پتھروں سے رجم کیا گیا پس جب اس پر موت نے دیر کی تو وہ زیادہ پتھروں والی جگہ چلا گیا اور اس میں کھڑا ہو گیا تو مسلمان اس کے پاس آئے اور اسے پتھروں سے رجم کر دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا پھر اس کی خبر نبی علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کیوں تم نے اس کا راستہ خالی نہ کیا پس لوگوں کا اس کے بارے اختلاف ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا اس ماعز نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور ایک کہنے والے نے کہا مجھے امید ہے کہ یہ اس کی توبہ کہلائے گی تو یہ خبر نبی علیہ السلام کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کے بڑے بڑے گروہ

ایسی توبہ کر لیتے تو ان سے قبول کر لی جاتی تو جب یہ خبر صحابہ کو پہنچی تو انہیں اس کے بارے لالچ ہوئی اور نبی علیہ السلام سے پوچھا اس کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے آپ نے فرمایا اس کے ساتھ وہی عمل کرو جو تم اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو یعنی کفن اور اس پر نماز جنازہ تو اس کے ساتھی اسے لے گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور ایک روایت میں ہے کہ ماعز بن مالک ؓ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اس کی بات رد کر دی پھر وہ لوٹا اور زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اسے رد کر دیا پھر وہ آیا اور زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اسے رد کر دیا پھر وہ لوٹا اور چوتھی بار زنا کا اقرار کیا تو نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تم لوگ اس کی عقل میں کچھ خلل محسوس کرتے ہو انہوں نے کہا نہیں۔ راوی فرماتے ہیں پھر آپ نے اس کے بارے حکم دیا کہ اسے کم پتھروں والی جگہ میں سنگسار کیا جائے۔ راوی فرماتے ہیں پھر اس پر موت آنے میں دیر ہوئی تو وہ بھاگتے ہوئے زیادہ پتھروں والی جگہ گئے اور لوگ بھی آپ کے پیچھے گئے اور اسے سنگسار کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا پھر انہوں نے نبی علیہ السلام کے سامنے ان کا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑا! ۔ راوی فرماتے ہیں اس کی قوم والوں نے نبی علیہ السلام سے اس کے دفنانے اور اس پر نماز جنازہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اس کی اجازت دیدی۔ راوی فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا یقیناً اس نے ایک ایسی توبہ کی ہے اگر ایسی توبہ لوگوں کے گروہ کر لیتے تو ان سے قبول کر لی جاتی اور ایک روایت میں ہے جب نبی علیہ السلام نے ماعز بن مالک کو رجم کرنے کا حکم دیا تو وہ کم پتھروں والی جگہ میں کھڑے ہو گئے تو ان پر قتل میں دیر ہوگئی تو وہ اپنے آپ کو زیادہ پتھروں والی جگہ لے گیا اور لوگ ان کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ اسے رجم کر دیا پس یہ خبر نبی علیہ السلام کو پہنچی آپ نے فرمایا تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جب ماعز بن مالک رجم کے ساتھ ہلاک ہوئے تو لوگوں کا ان کے بارے اختلاف ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا ماعز نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور ایک کہنے والے نے کہا اس نے توبہ کر لی پس یہ خبر نبی علیہ السلام کو پہنچ گئی آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ٹیکس لینے والا ایسی توبہ کرتا تو اس سے قبول کر لی جاتی یا فرمایا ایسی توبہ لوگوں کے گروہ کرتے تو ان سے قبول کر لی جاتی اور ایک روایت میں ہے ماعز بن مالک نبی علیہ السلام کے پاس آئے اس حال میں کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول بلاشبہ میں نے زنا کیا ہے اس لئے مجھ پر حد قائم کیجئے تو نبی علیہ السلام نے اس سے منہ پھیر لیا۔ راوی فرماتے ہیں تو اس نے ایسا چار مرتبہ کیا ہر مرتبہ کو نبی علیہ السلام نے اسے رد کیا اور اس سے منہ پھیر لیا پھر چوتھی مرتبہ میں فرمایا کیا تم اس کی عقل میں کچھ تغیر پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نہیں سمجھتے مگر پوری عقل والا اور ہم نہیں جانتے مگر بھلائی آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔ راوی فرماتے پس وہ انہیں کم پتھروں والی جگہ لے گئے تو جب اسے پتھر لگے تو بے قرار ہو گئے ۔ راوی کہتے ہیں پھر انہوں نے اسے وہاں کی

چٹانوں سے مارا یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔ راوی کہتے ہیں انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ماعز کو جب پتھر لگے تو بے زار ہو گئے اور نکل کر بھاگے تو آپ نے فرمایا تم نے اس کا راستہ کیوں نہیں چھوڑا۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگوں کا ان کے معاملہ میں اختلاف ہوا ایک گروہ نے کہا ماعز ہلاک ہو گیا اور اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور ایک گروہ نے کہا بلکہ اس نے اللہ کے حضور ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کے بڑے گروہ ایسی توبہ کر لیں تو ان سے قبول کر لیجائے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول پھر ہم اسکے ساتھ کیا کریں آپ نے فرمایا اس کے ساتھ غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز اور دفنانے کا وہ عمل کرو جو تم اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو اور یہ حدیث مختلف روایات کیساتھ اس طرح مروی ہے جو پہلے آ چکی۔

توضیح اللغات :الاٰخر ۔ پیچھے رہنے والا، مراد نیکیوں سے پیچھے رہنے والا ہے. تنکرون بمعنی تغیر اور تبدیلی محسوس کرنا۔ فارجموہ (ن) سنگسار کرنا۔ ابطأست ہونا، تاخیر اور دیر کرنا۔ مکان کثیر الحجارۃ. مکان موصوف اور کثیر الحجارۃ اس کی صفت ہے کثیر الحجارۃ میں اضافت لفظیہ کی وجہ سے معرفت نہیں آئی۔ مکس: ٹیکس مراد ظالمانہ ٹیکس لینے والا ہے الحرۃ: بفتح الحاء وتشدید الراء، پتھریلی جگہ، جلامید. جلمود کی جمع بمعنی پتھر کی چٹان الحنوط ایک قسم کی خوشبو ہے۔

حد زنا: کوئی خود زنا کا اقرار کرلے یا بینہ سے اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اسے حد زنا لگائی جاتی ہے اور حد میں یہ تفصیل ہے کہ اگر غیر محصن ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے قرآن میں ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ اور اگر محصن ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

شرائط احصان: رجم کیلئے زانی کا محصن ہونا ضروری ہے اور محصن بننے کی چند شرائط ہیں

(۱) وہ مسلمان ہو (۲) آزاد ہو (۳) عاقل ہو (۴) بالغ ہو (۵) نکاح صحیح کیا ہو (۶) نکاح صحیح کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستر ہو چکا ہو۔

باب قتل المسلم بالذمی قصاصا

یہ باب مسلمان کو ذمی کے بدلے بطور قصاص قتل کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۔۳۱۷۔ ابو حنیفۃ عن ربیعۃ عن ابن البیلمانی قال قتل النبی ﷺ مسلما بمعاھد فقال انا احق من اوفی بذمتہ.

ترجمہ: ابن بیلمانی فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ میں اپنی ذمہ داری

پوری کرنے والوں میں سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

مسئلہ: مسلمان کو ذمی کے بدلے بطور قصاص قتل کیا جائے گا؟ اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے ہاں قتل نہیں کیا جائے گا اور احناف کے ہاں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: ابوداؤد و نسائی میں حضرت علیؓ اور ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا الا لا یقتل مسلم بکافر (مشکوۃ، ج ۲۔ ص ۳۰۱) یعنی سن لو مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

دلائل احناف: (۱) حدیث الباب (۲) دارقطنی میں ابن عمرؓ کی روایت ہے ان رسول اللّٰہ ﷺ قتل مسلما بمعاھد یعنی نبی علیہ السلام نے مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کیا تھا۔

(۳) علامہ عبداللہ بن یوسف زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں حضرت علیؓ سے مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کرنے کا فیصلہ نقل فرمایا ہے اور ساتھ ان کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا. یعنی جس کو ہمارا ذمہ حاصل ہو تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے۔

(۴) نصب الرایہ میں حضرت عمر کا فیصلہ بھی اسیطرح نقل کیا ہے۔

جواب: امام طحاویؒ نے امام شافعیؒ وغیرہ کے متدل کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں کافر سے حربی مراد ہے، ذمی نہیں اور اس تخصیص کی دلیل وہ روایات ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں۔

(۲): علامہ عینیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث عام نہیں بلکہ ایک مخصوص صورت کے ساتھ خاص ہے، نبی علیہ السلام مسلمان صحابہ کو فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے زمانہ جاہلیت میں کسی کافر کو قتل کیا ہو تو وہ معاف ہے، اب مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، پرانے معاملات ختم ہو گئے۔

كتاب الجهاد

یہ کتاب جہاد کے بارے میں ہے

جہاد کے مشتق منہ میں دو احتمال ہیں۔(۱) الجهد بفتح الجيم ہو اس کے لغوی معنی ہیں تھکاوٹ اور مشقت، شرعی جہاد میں بھی تھکاوٹ اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے (۲) الجهد بضم الجيم اس کے لغوی معنی ہیں طاقت، شرعی جہاد میں بھی ہر فریق دوسرے کے مقابلہ میں طاقت کا استعمال کرتا ہے۔

اصطلاحی معنی: اس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن سب کا مآل ایک ہے، علامہ قسطلانیؒ نے ارشاد الساری میں یہ تعریف کی ہے قتال الكفار لنصرة الاسلام و اعلاء كلمة الله۔ یعنی دو مقاصد کے لئے کفار سے قتال کرنا (۱) اسلام کی نصرت کے لئے (۲) کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لئے۔ علامہ کاسانی نے بدائع میں یوں تعریف کی ہے: في عرف الشرع يستعمل في بذل الوسع و الطاقة بالقتل في سبيل الله عز و جل بالنفس و المال و اللسان او غير ذلك یعنی اللہ کے راستہ میں قتل کرتے ہوئے وسعت اور طاقت کو خرچ کرنا نفس اور مال اور زبان وغیرہ کے ذریعہ سے، تمام تعریفات سے قدر مشترک بات یہ نکلتی ہے کہ جہاد قتال کے ساتھ خاص نہیں، اس کا اطلاق ہر اس محنت پر ہو سکتا ہے جو اللہ کے راستے میں اعلاء کلمۃ اللہ اور کفار کی طاقت اور زور توڑنے کے لئے کی جائے خواہ وہ ہتھیار کے ذریعہ ہو یا مال یا عمل یا قلم یا زبان کے ذریعہ لیکن نصوص میں جہاں کہیں جہاد کا لفظ آتا ہے عموماً اس سے قتال ہی مراد لیا جاتا ہے دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

مراحل جہاد: جہاد کا حکم بیک وقت ایک جیسا نہیں آیا بلکہ اس پر مختلف مراحل آئے ہیں کل چار مرحلے بنتے ہیں۔

(۱) ابتداء میں کفار کو اسلام کی دعوت کا حکم تھا اور ان کیطرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کا حکم تھا ان سے قتال منع تھا قرآن کریم میں ہے فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشركين۔

(۲) دوسرے درجہ میں قتال کو صرف جائز قرار دیا یا فرض نہیں کیا گیا سورۃ الحج میں ہے۔ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و ان الله على نصرهم لقدير۔

(۳) تیسرے درجے میں مسلمانوں پر صرف ان کافروں کے خلاف جہاد فرض کیا گیا جو پہلے قتال شروع کریں جو کافر قتال نہ کریں ابتداءً ان سے قتال کی اجازت نہ تھی، سورۃ البقرہ میں ہے قاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين۔

ارشاد الانام

بشرح

مسند الامام



مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل اردو شرح

تألیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی



الخلیل پبلشنگ ھاؤس

دوکان نمبر I-B فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی

Ph: 051-7112253, 0300-5034629

051-5553248

كتاب الجهاد

یہ کتاب جہاد کے بارے میں ہے

جہاد کے مشتق منہ میں دو احتمال ہیں۔(۱) الجهد بفتح الجيم ہو اس کے لغوی معنی ہیں تھکاوٹ اور مشقت، شرعی جہاد میں بھی تھکاوٹ اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے (۲) الجهد بضم الجيم اس کے لغوی معنی ہیں طاقت، شرعی جہاد میں بھی ہر فریق دوسرے کے مقابلہ میں طاقت کا استعمال کرتا ہے۔

اصطلاحی معنی: اس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن سب کا مآل ایک ہے، علامہ قسطلانیؒ نے ارشاد الساری میں یہ تعریف کی ہے قتال الكفار لنصرة الاسلام و اعلاء كلمة الله۔ یعنی دو مقاصد کے لئے کفار سے قتال کرنا (۱) اسلام کی نصرت کے لئے (۲) کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لئے۔ علامہ کاسانی نے بدائع میں یوں تعریف کی ہے: في عرف الشرع يستعمل في بذل الوسع و الطاقة بالقتل في سبيل الله عز وجل بالنفس و المال واللسان او غير ذلك یعنی اللہ کے راستہ میں قتل کرتے ہوئے وسعت اور طاقت کو خرچ کرنا نفس اور مال اور زبان وغیرہ کے ذریعہ سے، تمام تعریفات سے قدر مشترک بات یہ نکلتی ہے کہ جہاد قتال کے ساتھ خاص نہیں، اس کا اطلاق ہر اس محنت پر ہوسکتا ہے جو اللہ کے راستے میں اعلاء کلمۃ اللہ اور کفار کی طاقت اور زور توڑنے کے لئے کی جائے خواہ وہ ہتھیار کے ذریعہ ہو یا مال یا عمل یا قلم یا زبان کے ذریعہ لیکن نصوص میں جہاں کہیں جہاد کا لفظ آتا ہے عموماً اس سے قتال ہی مراد لیا جاتا ہے دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

مراحل جہاد: جہاد کا حکم بیک وقت ایک جیسا نہیں آیا بلکہ اس پر مختلف مراحل آئے ہیں کل چار مرحلے بنتے ہیں۔

(۱) ابتداء میں کفار کو اسلام کی دعوت کا حکم تھا اور ان کیطرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کا حکم تھا ان سے قتال منع تھا قرآن کریم میں ہے فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشركين.

(۲) دوسرے درجہ میں قتال کو صرف جائز قرار دیا یا فرض نہیں کیا گیا سورۃ الحج میں ہے۔ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و ان الله على نصرهم لقدير.

(۳) تیسرے درجے میں مسلمانوں پر صرف ان کافروں کے خلاف جہاد فرض کیا گیا جو پہلے قتال شروع کریں جو کافر قتال نہ کریں ابتداءً ان سے قتال کی اجازت نہ تھی، سورۃ البقرہ میں ہے قاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم و لا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين.

(۴) چوتھے درجہ میں مسلمانوں کو پہل کر کے تمام کفار کے خلاف قتال کی اجازت دیدی گئی، اس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اوران کا زور توڑنا ہے اوراس کا حکم اس وقت تک ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کر دیں یہ حکم ۲ھ کو نازل ہوا تھا اور جس حج میں ابوبکر صدیق کو امیر الحجاج بنایا گیا تھا اسی موقعہ پر حضرت علیؓ نے اس کا اعلان کیا تھا، سورۃ توبہ میں ہے فاذا انسخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم ......الخ

اقسام جہاد: جہاد کی دوقسمیں ہیں (۱) اقدامی (۲) دفاعی، اقدامی جہاد یہ ہے کہ مسلمان پہل کر کے کسی کافر ملک پر حملہ آور ہوں، اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہاں کے کافروں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تو پہلے اسلام کی دعوت دی جائے اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ لگایا جائے اگر یہ بھی قبول نہ کریں تو جہاد کیا جائے، صحیح قول کے مطابق اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے، اگر بعض مسلمان اسے کریں تو سب سے فریضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔ یہ فریضہ تقریباً چھوٹ چکا ہے اور تمام مسلمان اس اجتماعی گناہ میں مبتلیٰ ہیں، دفاعی جہاد یہ ہے کہ کافر پہل کر کے کسی مسلمان ملک پر حملہ آور ہوں اس کا دفاع وہاں کے مسلمانوں پر فرض عین ہے، اگر وہ ناکافی ہوں یا سستی سے کام لیں تو قریب کے مسلمانوں پر فرض ہو جائیگا، اسی طرح دنیا کے تمام مسلمانوں پر فرض ہوتا جائیگا۔

(ملخص از تکملہ فتح الملہم، ج۳، ص۱۰۳)

باب النهي عن خيانة نساء المجاهدين

یہ باب مجاہدین کی بیویوں سے خیانت سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ا: ۳۱۸ ۔ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدةؓ قال قال رسول الله ﷺ جعل الله حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم وما من رجل من القاعدين يخون احدا من المجاهدين فى اهله الا قيل له يوم القيمة اقتص فما ظنكم .

ترجمہ: ابن بریدہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے پیچھے رہنے والوں پر مجاہدین کی بیویوں کے احترام کو اس طرح لازم قرار دیا ہے جیسے ان کی اپنی ماؤں کا احترام ہوتا ہے اور پیچھے رہنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو مجاہدین میں سے کسی مجاہد سے اس کے اہل کے بارے خیانت کرے مگر قیامت کے دن اسے کہا جائیگا بدلہ لو پس تمہارا کیا گمان ہے؟

توضیح اللغات: حرمة ۔احترام،عزت۔القاعدين ۔بیٹھنے والے، جہاد سے پیچھے رہنے والے،اقتص

۔یہاں اقتصاص سے مراد یہ ہے کہ مجاہد کو کہا جائیگا کہ خیانت کرنے والے کے اعمال نامہ سے جتنی نیکیاں چاہے لے لے۔ چنانچہ دوسری روایت میں اقتص کی بجائے خذ من حسنا ته ما شئت کے الفاظ آئے ہیں فما ظنکم ؟ ۔یعنی تمہارا کیا خیال ہے جب اسے نیکیاں لینے کی اجازت دی جائیگی تو وہ نیکیاں لینے میں کتنی رغبت رکھے گا اور کتنی زیادہ نیکیاں لے گا۔امام قرطبیؒ نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا ہے کہ مجاہد کی بیوی سے خیانت ہر خیانت سے بڑا گناہ ہے یہاں ساری نیکیاں لینے کی اجازت دیدی جاتی ہے اور عام خیانت میں صرف بقدر خیانت لیجاتی ہیں۔تکملہ (۴۳۰/۳)

باب الوصية للبعث بالمهمات

یہ باب بھیجے جانے والے لشکر کو اہم باتوں کی وصیت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۔۳۱۹۔ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ اذا بعث جيشا او سرية اوصى امير هم فى خاصة نفسه بتقوى الله و اوصى فى من معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا بسم الله فى سبيل الله قاتلوا من كفر بالله لا تغلوا و لا تغدروا و لا تمثلوا و لا تقتلوا وليدا ولا شيخا كبيرا فاذا لقيتم عدو كم فادعوهم الى الاسلا م فان ابوا فادعوهم الى اعطاء الجزية فان ابوا فقاتلوهم فاذا حصرتم اهل حصن فارادوكم ان تنزلوا على حكم الله تعالى فلا تفعلوا فانكم لا تدرون ما حكم الله ولكن انزلو هم على حكمكم ثم احكموا فيه بما بد الكم فان ارادوكم ان تعطوهم ذمة الله فا عطو هم ذممكم وذمم ابا ئكم فانكم ان تخفروا بذممكم اهون من ان تخفروا بذمة الله فى رقبتكم و فى رواية فان ارادوكم ان تعطوهم ذمة الله وذمة رسوله فلا تعطوهم ذمة الله ولا ذمة رسوله و لكن اعطوهم ذممكم وذمم ابا ئكم فانكم ان تخفروا ذممكم

بڑے بوڑھے کو پس جب تم اپنے دشمنوں سے ملو تو انہیں اسلام کی دعوت دو پس اگر وہ انکار کر دیں تو تم انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو پس اگر وہ انکار کر دیں تو ان سے قتال کرو پس اگر تم کسی قلعے والوں کو محصور کر دو پھر وہ تم سے اللہ کے حکم پر نازل ہونا چاہیں تو یہ نہ کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ اللہ کا حکم اور فیصلہ کیا ہے اور لیکن ان کو اپنے فیصلے پر اتارو پھر اس بارے وہی فیصلہ کرو جو تمہارے لئے ظاہر ہو پس اگر وہ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ تم انہیں اللہ کا عہد دیدو تو تم انہیں اپنے اور اپنے اباء و اجداد کے عہد دیدیا کرو کیونکہ یہ بات کہ تم اپنے عہدوں کو توڑو یہ اس بات سے آسان ہے کہ تم اپنی گردن کے بارے اللہ کے عہد توڑو اور ایک روایت میں ہے پس اگر وہ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ دیدو تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ نہ دو البتہ ان کو اپنے اور اپنے اباء و اجداد کے ذمے دیدو کیونکہ تمہارا اپنے اور اپنے اباء و اجداد کے ذموں کو توڑنا آسان معاملہ ہے۔

توضیح اللغات: جیش۔ بڑا لشکر۔ سریہ۔ چھوٹا لشکر جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوں۔ لاتغلوا (ن) غلول سے ہے بمعنی مال غنیمت میں خیانت کرنا لا تغدروا (ض) دھوکہ دیکر عہد توڑنا، و لا تمثلوا، (ض) مثلہ بنانا، حصن قلعہ۔ ذمۃ، عہد، امان۔ ان تخفروا باب افعال: عہد کا توڑنا، بدعہدی کرنا عہد کو چاک چاک کرنا۔

باب النهي عن المثلة

یہ باب مثلہ سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۔۳۲۰۔ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه ان رسول الله ﷺ نهى عن المثلة.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مثلہ سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ: مثلہ کہتے ہیں التشويه بقطع الاعضاء للحی و المیت یعنی زندہ اور مردہ شخص کے اعضاء کاٹ کر اسے بدشکل بنا دینا، چہرہ بگاڑ دینا۔ شرعاً مثلہ بنانا حرام اور ناجائز ہے، کافر کا مثلہ بھی جائز نہیں ہے۔

باب قتل الكبار وسبى الصغار

یہ باب بڑوں کو قتل کرنے اور چھوٹوں کو قیدی بنانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۴۔۳۲۱۔ابو حنيفة عن اسماعيل بن حماد و ابيه والقاسم بن معن و عبد الملك عن عطية القرظیؓ قال عرضنا على رسو ل الله ﷺيو م قريظة قام فأمربقتل كبار هم وسبى اصغارهم فمن انبت قتل ومن لم ينبت استحيى وفي رواية قال عرضت على النبى ﷺفقال انظروافان كان انبت فا ضربوا عنقه فوجدونى لم انبت فخلى سبيلى و فى رواية قال كنت من سبى قريظة فعر ضت على النبى ﷺفنظرو ا فى عانتى فوجدونى لم انبت فالحقو نى بالسبى

ترجمہ: عطیہ قرظیؓ فرماتے ہیں ہم بنوقریظہ کے دن نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیے گئے نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے آپ نے بنوقریظہ کے بالغ افراد کو قتل کرنے اور نابالغ بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا تو جس کے زیر ناف بال اگ چکے تھے انہیں قتل کیا گیا اور جن کے بال نہ اگے تھے انہیں زندہ رکھا گیا اور ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں مجھے نبی علیہ السلام پر پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم دیکھو اگر اس کے بال اگ گئے ہیں تو اس کی گردن ماردو تو انہوں نے مجھے پایا کہ میرے بال نہ اگے تھے تو میرا راستہ چھوڑ دیا گیا اور ایک روایت میں فرماتے ہیں میں بنوقریظہ کے قیدیوں میں سے تھا تو مجھے نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے میرے زیر ناف میں نظر ڈالی تو مجھے پایا کہ میرے بال نہیں اگے پس انہوں نے مجھے قیدیوں کے ساتھ ملا دیا۔

توضیح اللغات: عرضنا ۔پیش کرنا (ض،ن)۔سبی ۔قید کرنا (ض)۔عانتی ۔عانة زیر ناف مقام

مسئلہ اولیٰ: حالت جہاد میں جو کافر پکڑے جائیں ان میں سے بڑوں کو قتل کرنا اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنا درست ہے، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جائز نہیں، عورتوں کو اس لئے قید کیا جاتا ہے کہ وہ لڑنے آئی ہیں اور بچوں کو بھی اسی وجہ سے نیز بہت چھوٹے بچے بھی قید کیے جائیں گے کیونکہ وہ والدین کے بغیر رہ نہیں سکتے۔

مسئلہ ثانیہ: انبات علامت بلوغ ہے یا نہیں؟

اس پر اتفاق ہے کہ زیر ناف بال کی روئیں سی جو اگ جاتی ہیں وہ کسی کے ہاں بالغ ہونے کی علامت نہیں لیکن بڑے اور واضح بال علامت بلوغ ہیں؟۔اس میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں علامت بلوغ ہیں اور ہمارے ہاں علامت

بلوغ نہیں حیض احتلام، حبل اور احبال بالاتفاق علامات بلوغ میں سے ہیں۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: حدیث الباب۔

دلیل احناف: احناف کہتے ہیں کہ حیض احتلام حبل اور احبال کے علاوہ کسی چیز کا بطور قاعدہ کلیہ کے علامت بلوغ ہونا ثابت نہیں لہذا زیر ناف بال اگنا بھی علامت بلوغ نہیں۔

جواب: امام سرخسیؒ نے حدیث الباب کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ بنو قریظہ کے لوگوں کے زیر ناف بال بلوغت کے وقت اگتے ہیں لہذا بلوغت کا مدار زیر ناف بالوں کو نہیں ٹھہرایا اور اسے علامت ٹھہرانا اس لئے بھی درست نہیں کہ اس میں لوگوں کی طبیعتیں اور حالات مختلف ہیں، ہندوؤں کے بال جلدی اگتے ہیں اور ترکیوں کے دیر سے وغیرہ۔

جواب ۲: وہاں اصل فیصلہ تو عام علامات بلوغ پر کرنا تھا لیکن علامات بلوغ حیض حمل احتلام اور عمر کا صحیح اندازہ مشکل تھا اس لئے ضرورت کی بناء پر انبات کو علامت قرار دیدیا اسے بطور قاعدہ کلیہ کے علامت قرار نہیں دیا۔

مسئلہ ثالثہ: فنظروا فی عانتی، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت ستر کھولنا اور غیر کا اسے دیکھنا جائز ہے چنانچہ آپریشن یا علاج کے لئے ڈاکٹر کے سامنے ستر کھولنا درست ہے۔

باب النهي عن اخذ الا جرة علی جيفة الكافر

یہ باب کافر کی لاش پر اجرت لینے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵۔۳۲۲۔ ابو حنيفة و ابن ابي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباسؓ ان رجلا من المشركين يوم الخندق قتل في الخندق فاعطى المشركون بجيفته مالا فنهاهم رسول الله ﷺ عن ذلك.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خندق کے دن مشرکین میں سے ایک شخص خندق میں قتل ہوا تو مشرکین نے اس کی لاش کے عوض مال دینا چاہا تو نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا۔

توضیح اللغات: جيفة۔ لاش جمع جیف آتی ہے۔ لاش خواہ کافر کی ہو یا مسلمان کی، یہ چونکہ مال نہیں اس لئے اسے بیچنا اور اس کے عوض مال لینا جائز نہیں۔

باب النهى عن بيع الخمس قبل التقسيم

یہ باب تقسیم سے قبل خمس کی بیع سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۔۳۲۳ ۔ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال نهى رسول الله ﷺ يوم خيبر ان يباع الخمس حتى يقسم ۔

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے خیبر کے دن خمس کو بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ وہ تقسیم ہو جائے۔
خمس پانچویں حصے کو کہتے ہیں مال غنیمت کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ فقراء مساکین اور نبی علیہ السلام کے رشتہ داروں کو دینے کا حکم ہے کما قال الله تعالى: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه الخ اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے ہیں، اصول یہ بیان فرمایا کہ تقسیم سے پہلے مال مشترک ہوتا ہے لہذا اس کی خرید وفروخت منع ہے۔

حدیث نمبر ۷۔۳۲۴ ۔ابو حنيفة عن مقسم عن ابن عباسؓ ان النبى ﷺ لم يقسم شيئا من غنائم بدر الا بعد مقدمه بالمدينة .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بدر کے مال غنیمت میں سے کچھ بھی تقسیم نہ فرمایا مگر آپ کے مدینہ آنے کے بعد۔

کتاب البیوع

یہ کتاب بیوع کے بارے میں ہے۔

بیع اور شراء لغت اضداد میں سے ہیں ہر ایک کے معنی بیچنے کے بھی آتے ہیں اور خریدنے کے بھی۔ اور بیع کے اصطلاحی معنی ہیں مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنی آپس کی رضامندی سے مال کا مال سے تبادلہ کرنا، بیچنے والے کو بائع خریدنے والے کو مشتری، دونوں کو متعاقدین اور جو چیز فروخت کی جائے اسے مبیع اور جو اس کا عوض ہوا سے ثمن کہا جاتا ہے۔

باب التقوی عن الشبهات

یہ باب شبہات سے بچنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبرا۔۳۲۵۔ابو حنیفة عن الحسن عن الشعبی قال سمعت النعمانؓ یقول علی المنبر سمعت رسو ال اللہ ﷺ یقول الحلال بین و الحرام بین وبین ذلک مشتبها ت لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبها ت استبر اء لدینه و عرضه .

ترجمہ: شعبیؒ فرماتے ہیں میں نے نعمان بن بشیرؓ سے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور اس کے درمیان مشتبہ امور ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شخص بھی شبہات سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا

توضیح اللغات: بین واضح ۔ظاہر. مشتبهات وہ چیزیں جن کا حلال وحرام ہونا واضح نہ ہو استبراء بمعنی برائت طلب کرنا، عرضه بکسر العین عزت آبرو۔

باب اللعنة علی الخمر ومتعلقاتها

یہ باب شراب اوراس کے متعلقات پر لعنت کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۔۳۲۶۔ابو حنیفة عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عمرؓ قال لعنت الخمر وعاصرها وساقیها و شاربها و بائعها و مشتریها .

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں شراب اوراس کے نچوڑنے والے اوراس کو پلانے والے اوراس کو پینے والے اوراس کو بیچنے والے اوراس کو خریدنے والے پر لعنت کی گئی ہے

توضیح اللغات :لعنت:اس میں دو احتمال ہیں(۱)واحد متکلم ماضی معروف کا صیغہ ہو(۲)واحد مؤنث غائب ماضی کا صیغہ ہو اور لفظ خمر چونکہ مؤنث سماعی ہے اس لئے صیغہ مؤنث لایا گیا ہے،یہی احتمال راجح ہے اور ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

لعنت کا حکم اور معنی: تفصیل ملاحظہ ہو کتاب القدر حدیث نمبر۱۹: ۲۰ صفحہ نمبر ۷۰

حدیث نمبر۳۔۳۲۷۔حماد عن ابیه عن محمد بن قیس قال سالت ابن عمرؓ او سأله ابو کثیر عن بیع الخمر فقال قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم فحرموا اکلها واستحلوا بیعها واکلوا اثمانها وان الذی حرم الخمر حرم بیعها واکل ثمنها .

ترجمہ: ابن قیس فرماتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے شراب فروخت کرنے کے بارے پوچھا،یا ابو کثیر نے آپ سے پوچھا،تو آپ نے فرمایا اللہ تعالی یہود پر لعنت کرے ان پر چربیوں کو حرام کردیا گیا تو انہوں نے اس کے کھانے کو حرام سمجھا اوراس کی بیع کو حلال قرار دیا اوراس کا ثمن کھا گئے اور بلاشبہ جس ذات نے شراب کو حرام کیا ہے اس کی بیع اوراس کے ثمن کے کھانے کو بھی حرام کیا ہے۔

توضیح اللغات :قاتل۔بمعنی ہلاکت یا لعنت ہے۔الشحوم۔شحم کی جمع چربی،مراد اونٹ اور گائے کی چربی ہے۔حضرت ابن عمر کا مقصد یہ ہے کہ کسی امت پر جو چیز حرام ہوتی ہے تو جس طرح اس کا عین حرام ہوتا ہے اس کی قیمت بھی حرام ہوتی ہے جب شراب حرام ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے لہذا اس کی بیع صحیح نہیں۔یہودیوں نے خبث باطن سے یہ تاویل کی کہ خود چربی تو حرام ہے لیکن اس کا ثمن حرام نہیں اس لئے اس کا ثمن کھانا شروع کردیا۔

باب اللعنة على اکل الربوا و موکله

یہ باب سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۴۔۳۲۸۔ ابو حنیفة عن ابی اسحق عن الحارث عن علیؓ قال لعن رسول اللہ ﷺ اکل الربوا و موکله .

ترجمہ: حضرت علی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے

باب الربوا فی النسیئة

یہ باب ادھار میں سود کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۵۔۳۲۹۔ ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ عن اسامة بن زیدؓ قال انماالربوا فی النسیئة وما کان یدا بید فلابأس .

ترجمہ: اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ سود تو صرف ادھار میں ہے اور جو معاملہ ہاتھ در ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: اس میں رباء الحدیث کی صرف ایک صورت بیان فرمائی ہے ورنہ سود کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔

باب ان الربوا فی الاشیاء الستة بالفضل

یہ باب اس بارے میں ہے کہ چھ اشیاء میں سود زیادتی کے ساتھ ہے۔

حدیث نمبر۶۔۳۳۰۔ ابو حنیفة عن عطیة عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال الذهب بالذهب مثلا بمثل والفضل ربوا والفضة بالفضة وزنا بوزن والفضل ربوا والتمر بالتمر والفضل ربوا والشعیر بالشعیر مثلا بمثل والفضل ربوا والملح بالملح مثلا بمثل والفضل ربوا وفی روایة الذهب بالذهب وزنا بوزن ید ابید والفضل ربوا والحنطة بالحنطة کیلا بکیل ید ا بید والفضل ربوا والتمر بالتمر والملح بالملح کیلا بکیل والفضل ربو ا .

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے برابر برابر بیچو اور زیادتی سود ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ برابر برابر وزن کے ساتھ بیچو اور زیادتی سود ہے اور کھجور کھجور کے بدلے برابر

برابر بیچو اور زیادتی سود ہے اور جو جو کے بدلے برابر برابر بیچو اور زیادتی سود ہے اور نمک نمک کے بدلے برابر سرا برابر بیچو اور زیادتی سود ہے اور ایک روایت میں ہے سونا سونے کے بدلے برابر سرا برابر وزن کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ بیچو اور زیادتی سود ہے اور گندم گندم کے عوض برابر کیل کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ بیچو اور زیادتی سود ہے اور کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر سرا برابر کیل کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ فروخت کرو اور زیادتی سود ہے۔

توضیح اللغات: الذهب بالذهب . یہ اور اس طرح کے آگے آنے والے کلمات مرفوع بھی مروی ہیں اور منصوب بھی، مرفوع ہونے کی صورت میں الذهب مبتداء ہوگا اور اس کی خبر محذوف ہوگی یعنی الذهب یباع بالذهب فعل مجہول کا نائب فاعل ہوگا یعنی یباع الذهب بالذهب اور منصوب ہونے کی صورت میں فعل محذوف کے لئے مفعول ہوگا ای بیعوا الذهب بالذهب، مثلا بمثل ،بمثل: مثلا کے متعلق ہے اور مثلا: الذهب سے حال ہے۔

ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنی: ربا کے لغوی معنی ہیں الزیادة مطلقا یعنی مطلق زیادتی اور اصطلاحی معنی ہیں هو عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال یعنی مال کی وہ زیادتی کہ مال کے بدلے مال کا معاوضہ ہو رہا ہو اور اس زیادتی کا عوض موجود نہ ہو۔

اقسام الربا: ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا القرض اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو ایک خاص مدت تک قرض دیتا ہے مثلاً سو روپے دے دیتا ہے اور طے کرتا ہے کہ وقت آنے پر قرض کے ساتھ مزید رقم بھی ساتھ دیگا مثلاً ایک سو دس دیگا۔ اگر متعین مدت میں سود اور اصل رقم واپس نہ کی تو سود اور بڑھ جائیگا اور قرض خواہ مقروض کو مزید مہلت دیدیگا۔ اس قسم کو ربا الجاہلیۃ اور ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں سود کی یہی قسم رائج تھی اور قرآن نے اسی کو حرام کیا ہے آجکل بنکوں بیمہ کمپنیوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں سود کی یہی قسم رائج ہے۔

(۲) دوسری قسم ربا المعاملات ہے۔ جس کا بیان حدیث الباب میں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ چھ اشیاء ہیں۔ (۱) سونا (۲) چاندی (۳) گندم (۴) جو (۵) کھجور (۶) نمک، ان کے بارے اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے جس چیز کی بیع اپنی جنس سے ہو رہی ہو مثلاً گندم کی بیع گندم کے ساتھ ہو رہی ہو تو دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) دونوں طرف سے بدلین برابر ہوں۔ زیادتی نہ ہو، زیادتی کو فضل یا تفاضل کہتے ہیں۔ (۲) معاملہ نقد ہو۔ ادھار اور نسیہ نہ ہو، اس قسم کو ربا الحدیث، ربا الفضل اور ربا النسیہ کہا جاتا ہے

ربا کی علت: اس پر تو اتفاق ہے کہ ان چھ اشیاء میں سود لازم آتا ہے لیکن سود کا یہ حکم دوسری اشیاء کی طرف متعدی ہوگا یا انہی اشیاء میں منحصر ہے؟ اس میں اختلاف ہے اہل ظاہر کے ہاں یہ حکم انہی اشیاء میں منحصر ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور کا

اتفاق ہے کہ یہ حکم معلول بالعلۃ ہے اور قابل تعدیہ ہے لیکن علت کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، احنافؒ کے ہاں اس کی علت قدر مع الجنس ہے قدر سے مراد اس کا مکیلی یا موزونی ہونا ہے لہذا علت کے دو وصف ہوئے (۱) مکیلی یا موزونی ہونا، (۲) جنس ایک ہونا پھر اگر دونوں وصف موجود ہوں تو تقابض فی المجلس بھی ضروری ہے اور مساوات اور برابری بھی اور اگر ایک وصف موجود ہو تو مساوات ضروری نہیں لیکن تقابض فی المجلس پھر بھی ضروری ہے یہ کل چار صورتیں ہوئی ۔(۱) معاملہ میں قدر بھی ہو اور جنس بھی ہو مثلاً گندم کو گندم کے عوض فروخت کیا جارہا ہے تو تفاضل اور ادھار دونوں حرام ہیں (۲) نہ قدر ہو اور نہ جنس مثلاً قلم کو کاپی کے عوض فروخت کیا جارہا ہو تو تفاضل بھی درست ہے اور ادھار بھی ۔(۳) قدر ہو اور جنس نہ ہو مثلاً گندم کو جو کے عوض فروخت کیا جارہا ہے (۴) جنس ہو اور قدر نہ ہو مثلاً انڈوں کو انڈوں کے عوض فروخت کیا جارہا ہے تو ان دو صورتوں میں تفاضل جائز نہیں ۔مام شافعیؒ کے ہاں اس کی علت طعم اور ثمنیت ہے سونا چاندی میں ثمنیت اور باقی میں طعم ہے یعنی کھانے کی اشیاء ہونا اور امام مالکؒ کے ہاں اس کی علت طعم اور ادخار ہے، امام احمد احناف کے ساتھ ہیں۔

فائدہ: پڑوس میں ایک دوسرے کو جو آٹا چینی وغیرہ قرض دی جاتی ہے یہ سود میں داخل نہیں کیونکہ یہ قرض ہے بیع اور معاملہ نہیں اور اموال ربویہ میں استقراض جائز ہے نیز اموال ربویہ میں بھی ربا کے لئے معیار مقرر ہے اور وہ کم از کم نصف صاع ہے جس کا موجودہ وزن پونے دو کلو اور ایک قول کے مطابق سوا دو کلو بنتا ہے، اگر اس سے کم کم چیز لی جائے تو وہ سرے سے سود کے معیار میں ہی داخل نہیں۔

باب اشتراء العبدين بعبد

یہ باب دو غلاموں کو ایک غلام کے بدلے خریدنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۔۳۳۱۔ ابو حنيفة عن ابی الزبير عن جابرؓ ان رسول الله ﷺ اشترى عبدين بعبد .

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام کے بدلے دو غلام خریدے۔

مسئلہ: احنافؒ کے ہاں ربا کی علت قدر مع الجنس ہے اور غلام کو دو غلاموں کے عوض فروخت کرنے میں جنس تو ہے

لیکن قدر نہیں اس لئے ایک وصف پایا گیالہذا تفاضل جائز ہے۔لیکن ادھار جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے ہاں ادھار اور نقد دونوں طرح جائز ہے کیونکہ ربا کی علت طعم اور ثمنیت ہے اور یہاں کوئی بھی موجود نہیں۔یہی حکم بیع الحیوان بالحیوان اور بیع الحیوان بالحیوانین کا ہے۔

باب النهی عن البیع قبل الا ستیفاء

یہ باب وصولیابی سے پہلے بیع سے نہی کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۸۔۳۳۲۔ابو حنیفة عن عمرو بن دینار عن طاوسؒ عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال من اشتری طعاما فلا یبعه حتی یستوفیه.

ترجمہ:ابن عباسؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جس نے طعام خریدا تو اسے فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اسے وصول کر لے۔

توضیح اللغات: یستوفی ۔وصول کرنا،قبضہ کرنا،صحیحین میں ابن عباس کا قول ہے و لا احسب کل شیء الا مثله یعنی میرے خیال میں ہر چیز طعام کیطرح ہے۔

مسئلہ:اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ مشتری نے جو چیز خریدی ہے جب تک اس کو اپنے قبضہ میں نہ لے آئے آگے فروخت کرنا جائز نہیں،اس کی حکمت یہ ہے کہ نفع کمانا اتنا آسان نہیں،تجارت میں خسارہ بھی مول لینا پڑتا ہے،مشتری اگر قبضہ میں لے لے تو اس کے ضمان میں داخل ہو جائیگی بالفرض اگر وہ ہلاک ہوگئی تو مشتری کی ہلاک ہوگی اور اگر ہلاک نہ ہو تو نفع کمالے گا اسے ربح ما یضمن کہا جاتا ہے اور اگر مشتری اپنے قبضہ میں نہ لے تو اس کی ضمان میں داخل نہ ہوگی،اگر اس دوران ہلاک ہو تو مشتری کا خسارہ ہوگا ہی نہیں،ابھی قبضہ نہ تھا کہ مشتری نے آگے فروخت کر دی تو درست نہیں یہ ربح مالم یضمن ہے آگے روایت آرہی ہے نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

بنکوں سے گاڑی خریدنا:موجودہ سودی بنکوں سے قسطوں پر گاڑی خریدنا جائز نہیں اس کی دو بڑی وجوہ ہیں

(۱)بینک گاڑی کو قبضہ میں نہیں لیتا بلکہ کمپنی کو بتا دیتا ہے کہ فلاں گاڑی اتنے پر فلاں کو دیدیں، پیسے ہم ادا کریں گے،یہاں دو معاملات ہوئے تھے(۱) کمپنی اور بنک کے درمیان (۲) بنک اور گاہک کے درمیان ،ضروری تھا کہ بنک پہلے گاڑی اپنے قبضہ میں لاتا پھر آگے فروخت کرتا لیکن وہ اپنے قبضہ میں نہیں لیتا اس لئے یہ ربح ما لم یضمن ہوا۔

(۲) اگر کسی وجہ سے قسطیں شارٹ ہو جائیں تو اس پر سود لگتا ہے جو کہ جائز نہیں۔ اب بعض بنکوں نے گاڑی کو اپنے قبضہ میں لینا شروع کر دیا ہے لیکن قسط بروقت نہ دینے پر سود سب لگاتے ہیں۔

باب مانهی عن بیع الغرر

یہ باب بیع الغرر سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹۔۳۳۳ ۔ابو حنیفة عن نا فع عن ابن عمرؓ قال نهی رسو ل الله ﷺ عن بیع الغرر.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیع الغرر سے منع فرمایا ہے۔

بیع الغرر کی صورتیں: بیــع الــغـــرر کا لفظ انتہائی جامع ہے اور اس میں بہت سی بیوع داخل ہیں (۱) بیع الحبل: بائع کہتا ہے میری بکری کا جو حمل ہے وہ ایک سو پر خرید لو۔ (۲) مچھلی کی بیع سمندر میں کرنا (۳) فضاء میں اڑانے والے پرندے کی بیع کرنا۔ (۴) ہر معدوم چیز کی بیع کرنا، (۵) ہر اس چیز کی بیع کرنا جس کے تسلیم پر قادر نہ ہو (۶) ہر اس چیز کی بیع کرنا جس کا مستقبل مخدوش ہو یہ تمام بیوع باطل ہیں۔

باب النهی عن المزابنة والمحاقلة

یہ باب مزابنہ اور محاقلہ سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۔۳۳۴ ۔ابو حنیفةعن ابی الزبیر عن جابر بن عبد الله الانصاریؓ عن النبی ﷺ انه نهی عن المزا بنة والمحاقلة .

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

بیــع الـمـز ابنة: بیع المزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اترے ہوئے پھلوں کے بدلے میں اندازے سے بیچے، یہ بیع اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں سود کا احتمال ہے وہ اس طرح کہ یہاں علت کے دونوں وصف قدر اور جنس موجود ہیں اور ہو سکتا ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل اترے ہوئے پھلوں سے زیادہ ہوں یا کم ہوں اس

سے تفاضل لازم آئیگا جو کہ سود ہے۔ شریعت نے ربوا کے معاملہ میں زیادتی کے محض شبہ کا اعتبار کیا ہے اور اسے بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

بیع المحاقلة: بیع المحاقلہ یہ ہے کہ کھڑی ہوئی کھیتی میں جو غلہ ہے اس کو اسی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے ساتھ اندازہ سے بیچے مثلاً گندم کی کھیتی کھڑی ہے تو اس میں جو گندم ہے اسے نکلی ہوئی گندم کے عوض بیچنا، یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں بھی سود کا احتمال ہے۔

باب النهي عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها

یہ باب پھلوں کی بیع سے نہی کے بارے میں ہے یہاں تک کہ ان کا صلاح ظاہر ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۔۳۳۵۔ ابو حنيفة عن ابى الزبير عن جابرؓ ان النبی ﷺ نهى ان يشترى ثمرة حتى يشقح.

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے پھل کے خریدنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ رنگ پکڑ لے۔

توضیح اللغات: یشقح باب افعال، پھل کا رنگ پکڑ لینا۔

حدیث نمبر ۱۲۔۳۳۶۔ ابو حنيفة عن جبلة عن ابن عمرؓ نهى رسول الله ﷺ عن السلم فى النحل حتى يبدو صلاحه .

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں میں بیع سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ اس کی درستگی ظاہر ہو جائے۔

توضیح اللغات: صلاح درستگی۔ یبدو (ن) ظاہر ہونا، بدا یبدأ مہموز اللام بھی آیا ہے بمعنی شروع ہونا۔ السلم: بمعنی مطلق بیع ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۔۳۳۷۔ ابو حنيفة عن عطاء عن ابى هريرةؓ عن النبی ﷺ قال اذا اطلع النجم رفعت العاهات يعنى الثريا .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تارہ طلوع ہو جائے تو آفتیں اٹھالی جاتی ہیں، تارے سے مراد ثریا ہے۔

مطلب: ثریا چند ستاروں کا مجموعہ ہے، ارض حجاز میں گرمیوں کے موسم میں ایک وقت ہوتا ہے جس میں ثریا کا ظہور ہوتا ہے اس وقت تک پھل عموماً پک جاتے ہیں اور آفات سے محفوظ ہوجاتے ہیں، اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے صرف ارض حجاز میں بدو صلاح کی ایک علامت بیان کی ہے، قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا۔

بدو صلاح کے معنی: بدو صلاح کی تفسیر میں اختلاف ہے، احناف کے ہاں بدو صلاح یہ ہے کہ پھل اس قابل ہو جائیں کہ عاہت آفات اور آندھیوں سے محفوظ ہو جائیں، شافعیہ کے ہاں بدو صلاح یہ ہے کہ پھل پکنا شروع ہو جائیں جسے **ظہور النضج** سے تعبیر کرتے ہیں حدیث الباب میں **رفعت العاھات** کا لفظ احناف کی تفسیر کی تاکید کرتا ہے نیز صحیح مسلم میں ابن عمر کی روایت میں تصریح ہے **حتی یبیض ویامن العاھة** یعنی جب تک پھل آفت سے مامون ومحفوظ نہ ہوں ان کی بیع نہ کی جائے۔

پھلوں کی بیع کی صورتیں: پھلوں کی بیع کی ابتداءً دو صورتیں ہیں (۱) بیع قبل بدو الصلاح (۲) بیع بعد بدو الصلاح پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین صورتیں ہیں۔

(۱) بیع بشرط القطع یعنی بائع نے شرط لگادی کہ مشتری اپنے پھلوں کو فوراً کاٹ دیگا۔ (۲) بیع بشرط الترک یعنی مشتری نے یہ شرط لگائی کہ خریدنے کے بعد بھی پھل درختوں پر رہیں گے۔ (۳) بیع بالاطلاق یعنی عقد کے وقت نہ کاٹنے کی شرط لگائی گئی اور نہ درختوں پر چھوڑنے کی۔ اس طرح کل چھ صورتیں ہوگئیں۔

(۱) البیع قبل بدو الصلاح بشرط الترک (۲) البیع بعد بدو الصلاح بشرط الترک (۳) البیع قبل بدو الصلاح بشرط القطع (۴) البیع بعد بدو الصلاح بشرط القطع (۵) البیع قبل بدو الصلاح بلاشرط (۶) البیع بعد بدو الصلاح بلاشرط۔

احکام: احناف کے ہاں بیع بشرط الترک کی دونوں صورتیں ناجائز ہیں قبل بدو الصلاح بھی اور بعد بدو الصلاح بھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ درختوں پر چھوڑنے کی شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے اور بشرط القطع کی دونوں صورتیں جائز ہیں قبل بدو الصلاح بھی اور بعد بدو الصلاح بھی کیونکہ یہاں کوئی شرط مقتضی عقد کے خلاف نہیں اور اطلاق کی دونوں صورتیں بھی جائز ہیں قبل بدو صلاح بھی اور بعد بدو صلاح بھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد اگرچہ مطلق ہے لیکن بائع کو اختیار ہے وہ جب بھی چاہے مشتری سے قطع کا مطالبہ کرسکتا ہے لہذا معنوی اعتبار سے یہ صورت بھی شرط القطع کی طرف راجع ہے۔

باب الا شتراط من المشتری

یہ باب مشتری کیطرف سے شرط لگانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۔۳۳۸ ۔ابو حنیفة عن ابی الزبیرعن جابر بن عبد اللّٰہ الا نصاریؓ عن النبی ﷺ قال من با ع نخلا مؤ برا اوعبد ا وله ما ل فثمر ته والمال للبا ئع الا ان یشترط المشتری و فی روایة من با ع عبد ا وله مال فا لما ل للبائع الا ان یشترط المبتا ع ومن با ع نخلا مؤبرا فثمر ته للبائع الا ان یشترط المبتا ع ۔

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے پیوند شدہ کھجور فروخت کیا یا غلام فروخت کیا اس حال میں کہ اس کا مال ہے تو اس کا پھل اور مال بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط لگادے اور ایک روایت میں ہے جس نے غلام فروخت کیا اس حال میں کہ اس کا مال ہو تو مال بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط لگادے اور جس نے کھجور کا پھلدار درخت فروخت کیا تو اس کا پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط لگادے۔

توضیح اللغات: مؤ برا ۔تابیر کے معنی ہیں کھجوروں کی پیوند کاری کرنا، اہل عرب کے ہاں رواج تھا کہ مؤنث کھجور کو چیر کر مذکر کھجور کی ٹہنی اس میں پیوند کردیتے تھے، ان کا تجربہ یہ تھا کہ اس سے کھجوریں زیادہ ہوتی ہیں۔یہاں مؤبر ہمارے ہاں پھلدار کے معنی میں ہے۔

مسئلہ: اگر پھلدار درخت کی بیع ہو تو پھل بائع کے ہوں گے یا مشتری کے؟ اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) تابیر کے بعد پھل آئیں اور انہیں فروخت کیا جائے۔(۲) تابیر نہیں ہوئی اس سے پہلے بیع ہوئی ہو، پہلی صورت میں اتفاق ہے کہ پھل بائع ہی کو ملیں گے، کیونکہ بیع سے پہلے بائع پھل اور درخت دونوں کا مالک تھا اور اب بیع صرف درخت کی ہوئی ہے تو پھل بدستور بائع کے رہے، ہاں اگر مشتری نے شرط لگادی کہ پھل مجھے ملیں گے تو درست ہے اور پھل اسے ملیں گے اور دوسری صورت میں اختلاف ہے ہمارے ہاں بائع کے ہیں البتہ اگر مشتری نے اپنے لیے شرط لگادی تو معتبر ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں پھل مشتری کے ہیں، وہ حدیث الباب کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں بعد التابیر کی صورت میں پھل بائع کے قرار دیئے ہیں، معلوم ہوا کہ قبل التابیر کی صورت میں مشتری کو ملیں گے۔احناف کی دلیل آچکی کہ عقد سے پہلے بائع پھل اور درخت دونوں کا مالک تھا اور بیع درخت کی ہوئی ہے پھلوں کی نہیں لہذا پھل بائع کے ہیں اور ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں تابیر کی قید احترازی نہیں اتفاقی ہے اور یہ پوری تفصیل اس وقت ہے کہ

عقد کے وقت کوئی بات طے نہ ہوئی ہو اور اگر کوئی بات طے ہو گئی ہو تو بالاتفاق اس کے مطابق عمل کیا جائیگا۔

باب النهي عن السوم على سوم اخيه

یہ باب اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ طے کرنے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۴۹۔۱۵۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عمن لا اتهم عن ابي سعيد الخدريؓ وابي هريرةؓ عن النبي ﷺ انه قال لا يستام الرجل على سوم اخيه و لا ينكح على خطبة اخيه ولا تنكح المرأة على عمتها ولا خالتها ولا تسأل المرأة طلاق اختها لتكفئ ما في صحفتها فان الله هو رازقها ولا تبايعوا بالقاء الحجر واذا استاجرت اجيرا فاعلمه اجره ۔

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ طے نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجے اور کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے اور نہ اس کی خالہ پر اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق نہ مانگے تا کہ وہ چیز الٹ دے جو اس کے برتن میں ہے کیونکہ اللہ ہی اس کو رزق دینے والا ہے اور تم ایک دوسرے سے القاء الحجر کی بیع نہ کرو اور جب تو مزدور کو مزدوری پر لے تو اس کو اس کی اجرت بتا دے۔

توضیح اللغات: لا يستام الرجل: استیام کے معنی ہیں بھاؤ طے کرنا، ایک مشتری مالک کے ساتھ مبیع خریدنے کیلئے بھاؤ طے کر رہا ہے تو جب تک ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہو جائے تیسرے شخص کیلئے مالک سے بھاؤ طے کرنا درست نہیں ہے مکروہ ہے، اس میں خریدار کی حق تلفی ہے۔ اس سے حدیث الباب میں منع کیا گیا ہے۔

نیلام کا حکم: البتہ نیلام اور بولی درست ہے، اگر چہ اس میں بھی بظاہر اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ طے کیا جاتا ہے، جواز کی وجہ یہ ہے کہ نیلام اور بولی کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہر شخص دوسرے کے بھاؤ پر بول سکے اور اس میں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا حق تلف ہو گیا۔

ولا ينكح الخ ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا ہے تو جب تک اس کا نفی یا اثبات میں جواب نہ مل جائے اس وقت تک اسی عورت کو پیغام نکاح بھیجنا درست نہیں۔

ولا تنکح المراۃ . ملاحظہ ہو کتاب النکاح حدیث نمبر ۱۲اور نمبر ۱۳

ولا تسأل المراۃ الخ لا تسأل ۔ نہی کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور فعل مضارع منفی بھی ۔ اختہا اس سے حقیقی بہن بھی مراد ہوسکتی ہے اور عام مسلمان عورت بھی ۔ لتکفئی ۔ باب افعال، برتن الٹ دینا، پلٹ دینا، برتن میں جو کچھ ہے گرا دینا، صحفۃ ۔ برتن، مطلب یہ ہے کہ عورت دوسری عورت کو طلاق دلوا کر خود اس کے شوہر سے نکاح کرے، یہ صحیح نہیں یہ اس کی روزی کو ختم کرنا ہے، بلکہ اللہ سے روزی کا سوال کرے ۔ اللہ نے جیسے اس کو رزق دیا ہے اس کا بھی بندوبست کر دیگا۔

البیع بالقاء الحجر : بیع بالقاء الحجر یہ ہے کہ بائع اور مشتری بھاؤ طے کر رہے ہیں اتنے میں مشتری پتھر مبیع پر پھینک دے اور کہہ دے میں اتنے کے عوض اسے خریدتا ہوں اور اس سے بیع لازم ہوجائے خواہ بائع راضی نہ ہو ۔ یہ بیع جاہلیت میں رائج تھی، نبی علیہ السلام نے اس سے منع کر دیا ہے ۔ اور یہ بیع بالاتفاق باطل ہے کیونکہ بیع میں تراضی ضروری ہے اور یہاں بائع راضی نہیں۔

واذا استاجرت الخ جب بھی عقد اجارہ کرنا ہو تو اجیر کو اسکی اجرت شروع سے بتانا شرط ہے ورنہ اجارہ فاسد ہوجائیگا مستاجر جیسے اجرت بتانے کا پابند ہے اجیر پر بھی لازم ہے کہ پہلے اجرت طے کرلے، آج کل اس کا خیال نہیں رکھا جاتا، آپ کسی ٹیکسی والے سے کہیں فلاں جگہ جانا ہے تو وہ بلا سوچے سمجھے کہے گا "بیٹھیں" اجرت طے نہیں کرتا، یہ غلط طریقہ ہے اس چیز کا احساس ہونا چاہئے۔

باب التوکل علی اللہ فی الاشتراء .

یہ باب خریداری میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۔۳۴۰ ۔ ابو حنیفۃ عن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعودؓ عن النبی ﷺ انہ قال اشتروا علی اللہ قالوا وکیف ذلک یا رسول اللہ قال تقولون بعنا الی مقاسمنا ومغانمنا

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے خریدو، صحابہ کرام نے فرمایا یہ کیسے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا تم کہتے ہو ہم نے اپنی تقسیموں اور اپنی غنیمتوں تک خریدا۔

توضیح اللغات :اشتروا علی اللہ ۔ اصل میں ہے اشتروا متوکلین علی اللہ . بعنا بمعنی اشترینا پہلے آچکا ہے کہ بیع اور شراء لغت اضداد میں سے ہیں ۔ مقاسم : مقسمۃ مصدر میمی کی جمع ہے مغانم . مغنم کی

جمع ہے، مقاسمنا کا مضاف محذوف ہے یعنی وقت مقاسمنا الخ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نقد معاملہ کیا کرو، اگر ادھار بھی کرنا ہو تو بھی اللہ پر بھروسہ ہونا چاہئے، یہ جو تم کہتے ہو کہ جب مال غنیمت تقسیم ہوگا یا مشترکہ غلہ تقسیم ہوگا اس وقت ثمن دیں گے، اس میں تم اسباب ظاہرہ پر بھروسہ کرتے ہو، یہ درست نہیں، ایک تو اس میں اللہ کی بجائے اسباب پر بھروسہ ہوا، دوسرے ثمن حوالہ کرنے کی مدت بھی مجہول ہے۔

باب الرخصة فی ثمن کلب الصید

یہ باب شکاری کتے کے ثمن کی اجازت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۷۱ : ۳۴۱. ابو حنیفة عن الهیثم عن عکرمة عن ابن عباس قال رخص رسول الله ﷺ فی ثمن کلب الصید.

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے کتے کے ثمن کے بارے رخصت دی ہے۔

ثمن الکلب کا حکم: ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں ہر قسم کے کتے کا ثمن حرام اور ناجائز ہے، احناف کا مذہب یہ ہے کہ جو کتا پالنا اور رکھنا جائز ہے اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے اور اس کا ثمن حلال ہے اور جو کتا پالنا اور رکھنا جائز نہیں اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں اور اس کا ثمن حرام ہے۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: صحیح مسلم میں رافع بن حدیج کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ثمن الکلب خبیث یعنی کتے کا ثمن خبیث اور حرام ہے، یہ حکم مطلق ہے، ہر کتے کو شامل ہے۔

دلائل احناف: (۱) حدیث الباب، اس میں تصریح ہے کہ شکاری کتے کے ثمن کی اجازت ہے۔

(۲) سنن نسائی میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ان رسول اللہ ﷺ نهی عن ثمن الکلب والسنور الا کلب صید یعنی آپ نے کتے اور بلی کے ثمن سے منع فرمایا ہے مگر شکاری کتے کا ثمن۔

جواب (۱) ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مطلق ثمن کلب سے ممانعت کا حکم اس وقت کا ہے جبکہ کتوں سے ہر قسم کی منفعت ناجائز اور حرام تھی، بعد میں بعض کتوں کے منفعت کی اجازت دیدی گئی لہٰذا ان کا ثمن بھی حلال ہوگا۔

جواب (۲)۔ حدیث میں خبیث کا لفظ آیا ہے اس کے معنی حرام نہیں، اس کے معنی ہیں ناپسندیدہ اور مطلب یہ ہے کہ کتے کا ثمن تو درست ہے لیکن اس کو پیشہ بنانا اچھا نہیں، اس کا قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ پچھنے

لگانے والے کی اجرت خبیث ہے اور یہاں خبیث سے مراد بالاتفاق ناپسندیدہ ہے، مراد اس کو پیشہ بنانا ناپسندیدہ ہے ورنہ نبی علیہ السلام نے خود حجامت کی اجرت دی ہے۔

مسئلہ: شوقیہ کتا پالنا ناجائز اور حرام ہے چند قسم کے کتے پالنا جائز ہیں۔(۱) کلب الصید یعنی شکاری کتا (۲) کلب الماشیة یعنی جانوروں کی حفاظت کیلئے کتا پالنا (۳) کلب الحراسة ،یعنی گھر وغیرہ کی حفاظت کیلئے پالنا۔

باب النهي عن شرطين في بيع

یہ باب بیع میں دو شرطیں لگانے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۔۳۴۲ ۔ابو حنيفة عن ابي يعفور عمن حدثه عن عبد الله بن عمرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم بعث عتّاب بن اُسَيد الى اهل مكة فقال انههم عن شرطين في بيع وعن بيع وسلف وعن ربح ما لم يضمن وعن بيع ما لم يقبض .

ترجمہ:عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ السلا سے روایت کرتے ہیں آپ نے عتاب بن اسید کو اہل مکہ کے پاس بھیجا تو اس سے فرمایا ان کو بیع میں دو شرطوں سے اور بیع اور قرض سے اور اس چیز کے نفع سے جو ضمان میں نہیں آتی اور اس چیز کی بیع سے منع کر دیں جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو۔

توضیح اللغات:انههم: انه، النهي سے امر حاضر ہے اور هم ضمیر جمع منصوب ہے سلف قرض۔

اس حدیث میں چار چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

(۱)شرطين في بيع : بیع میں دو شرطیں لگانا، دو کی قید اتفاقی ہے ایک شرط کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ وہ مقتضی عقد کے خلاف ہو مثلاً بائع کہتا ہے یہ گھر ایک لاکھ پر آپ کا ہوا لیکن شرط یہ ہے کہ ایک ماہ تک میں اس میں رہوں گا۔

(۲)بيع وسلف : بیع میں قرض کی شرط لگانا مثلا بائع کہتا ہے کہ مبیع ایک لاکھ پر لے لو لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے ایک لاکھ روپیہ اس کے علاوہ قرض بھی دو گے، بیع وسلف بیع وشرط کی ایک صورت ہے۔

(۳)ربح مالم يضمن (۴)بيع مالم يقبض:ان دونوں کی وضاحت آ چکی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: ۳۴۳ ۔ابو حنيفة عن عبدالملك عن قزعة عن ابي سعيد الخدريؓ قال قال النبي ﷺ لا يبتاع احد كم عبدا ولا امة فيه شرط فانه عقد في الرق.

ترجمہ:ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا غلام یا لونڈی نہ خریدے جس میں

علامت ہو کیونکہ وہ رقیت میں گرہ باندھ چکا ہے۔

یہ حدیث مجمل ومبہم ہے، اس کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں۔

(۱) شرط: بفتح الشین و الراء ہے بمعنی علامت اور نشانی، علامت سے مراد استیلاد اور تدبیر ہے اور عقد بمعنی معاملہ ہے اور الرق کا مضاف محذوف ہے یعنی اثبات الرق، مطلب یہ ہے کہ جو غلام مدبر بنا دیا گیا ہو یا کوئی باندی ام ولد بنا دی گئی ہو تو اسے نہ خریدو کیونکہ یہ اس کی غلامی ثابت کرنا ہے یعنی اس نے آزاد ہونا تھا آپ کے خریدنے سے یہ بات ختم ہو جائیگی۔

(۲) ایک غلام میں غلامی کی جو نشانی ہے مثلاً مولی کی خدمت کے دوران اس پر زخم کا نشان رہ گیا تو اسے نہ خریدا جائے کیونکہ اگر اسے آزاد بھی کر دیا جائے تو بھی نشانی باقی رہے گی فانہ عقد فی الرق کے معنی ہونگے کیونکہ وہ غلامی کی گرہ لگا چکا ہے۔ عقد کے معنی گرہ لگانے کے بھی آتے ہیں۔

(۳) شرط: بفتح الشین وسکون الراء ہو، مشہور معنی مراد ہوا اور مطلب یہ ہوگا کہ بیع میں کوئی شرط لگا کر غلام یا باندی نہ خریدو مثلاً بائع نے کہا میں اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اسے آزاد کرو گے، یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں دو عقد ہو جائیں گے ایک بیع کا اور دوسرا عتق کا اور ایک کو دوسرے کیلئے شرط بنایا ہے جو کہ صحیح نہیں، اس صورت میں عقد بمعنی معاملہ ہوگا فانہ عقد فی الرق یعنی یہ شراء، ازالۂ رق اور اعتاق کا معاملہ بھی ہوا۔

(۴) لا یبتاع بمعنی لا یبیع ہو، مطلب یہ ہوگا کہ جو غلام مدبر بنا لیا ہے اسے فروخت نہ کرو کیونکہ اس میں تدبیر کی نشانی لگ گئی ہے اور وہ ازالۂ رق کو گرہ لگا چکا ہے، اس صورت میں یہ حدیث بیع المدبر کے عدم جواز کے سلسلے میں احناف کی دلیل ہوگی۔

باب فضيلة الانظار عن المعسر

یہ باب تنگدست کو مہلت دینے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۰: ۳۴۴ ۔ حماد عن ابيه عن ابى مالك الا شجعى قال حدثنى ربعى بن خراش عن حذيفةؓ قال يؤتى بعبد الى الله تعالى يوم القيمة فيقول اى رب ماعملت الا خيرا ماأردت به الالقائك فكنت اوسع على الموسر وانظر عن المعسر فيقول الله تعالى انا احق بذلك منك فتجاوزوا عن عبدى فقال ابو مسعود الانصاريؓ واشهد على رسول اللهﷺ انه سمعه منه.

ترجمہ: حذیفہؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں ایک شخص لایا جائیگا تو وہ کہے گا اے میرے رب میں نے کوئی عمل نہیں کیا مگر بھلائی کا اور بھلائی سے ارادہ نہیں کیا مگر آپ کی ملاقات کا، چنانچہ میں مالدار شخص پر وسعت کیا کرتا تھا اور تنگدست سے قرض معاف کرتا تھا تو اللہ تعالی فرمائیں گے میں اس معافی کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں لہذا میرے بندے کو معاف کردو، تو ابو مسعود انصاریؓ نے فرمایا میں نبی علیہ السلا کے بارے گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہے۔

توضیح اللغات: لقائک حقیقی ملاقات یا خوشنودی۔ اوسع ۔ وسعت کرنا، یعنی قرض وصول کرنے کی مہلت بڑھانا۔ انظر ۔ باب افعال، ادائیگی قرض کیلئے مہلت دینا، بالکل معاف کرنا، ساقط کرنا، المعسر تنگدست سمعہ: سمع کی ضمیر فاعل میں دو احتمال ہیں (۱) حذیفہ کی طرف راجع ہو (۲) ابو مسعود انصاری کی طرف راجع ہو۔

حدیث نمبر ۲۱ ـ ۳۴۵ ـ ابو حنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانیؓ قالت قال رسول الله ﷺ من شدد علی امتی بالتقاضی اذا کان معسرا شدد الله تعالی فی قبره.

ترجمہ: ام ہانیؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قرض مانگنے میں میری امت کے کسی فرد پر سختی کی جبکہ وہ تنگدست ہو تو اللہ تعالی اس کی قبر میں سختی کریگا۔

توضیح اللغات: التقاضی: قرض مانگنا، علی امتی اصل ہے علی احد من امتی.

باب النهی عن الغش فی البیع والشراء

یہ باب بیع اور شراء میں دھوکہ دہی سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۲ ـ ۳۴۶ ـ ابو حنیفة عن عبد الله عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انه قال لیس منا من غش فی البیع والشراء.

ترجمہ: ابن عمرؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بیع اور شراء میں دھوکہ دے۔

توضیح اللغات: غش (ن) دھوکہ دینا، خیانت کرنا۔ فلیس منا۔ یعنی کامل مسلمان نہیں

حدیث نمبر ۲۳ ـ ۳۴۷ ـ حماد عن ابیه عن حماد بن ابی سلمان قال اول من ضرب الدینار تُبع وهو اسعد ابو کرب واول من ضرب الدراهم تبع الاصغر واول من ضرب الفلوس وادارها فی

ایدی الناس نمرود بن کنعان.

ترجمہ: حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ تبع پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے دینار کو ڈھالا اور وہ اسعد ابو کرب ہے اور تبع اصغر وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے درہم کو ڈھالا اور پہلا وہ شخص جس نے پیسے ڈھالے اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں گھومایا اور گردش کرائی وہ نمرود بن کنعان ہے۔

توضیح اللغات: ضرب ڈھالنا فلوس: فلس کی جمع، پیسہ ادارھا گھومانا، گردش کرانا۔

اس حدیث کی کتاب البیوع سے دو اعتبار سے مناسبت ہے (۱) اس کا تعلق بیع الصرف سے ہے (۲) اس میں ثمن کا بیان ہے۔

کتاب الرھن

یہ کتاب رہن کے بارے میں ہے۔

رہن کے لغوی معنی ہیں حبس الشئی یعنی کسی چیز کو روک لینا خواہ وہ مال ہو یا غیر مال اور اصطلاحی معنی ہیں۔ھو عبارة عن عقد وثیقة بمال یعنی وہ ایسا عقد وثیقہ ہے جو مال کے ساتھ ہو، بمال کی قید سے حوالہ اور کفالہ کو نکال دیا کیونکہ یہ عقد وثیقہ ہیں لیکن ذمہ کے ساتھ نہ کہ مال کے ساتھ، عقد رہن کا مقصد یہ ہے کہ اگر مدیون بروقت ادائیگی نہ کرے تو مرتہن مرہونہ چیز کو فروخت کر کے اپنا قرض لے لیگا، جو شخص رہن رکھتا ہے اسے راہن، جس کے پاس رکھا جائے اسے مرتہن اور اس چیز کو مرہونہ کہتے ہیں، رہن کا اطلاق مرہونہ پر بھی ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ا۔۳۴۸۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشةؓ عن رسول اللهﷺ اشتری من یهودی طعاما ورهنه درعا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک یہودی سے اناج خریدے اور اس کے پاس ذرع رہن رکھی۔

اس یہودی کو ابوشحم کہا جاتا تھا، صحیح بخاری وغیرہ میں ہے آپﷺ نے اس سے تیس صاع جو خریدے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ رہن رکھنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے نفع نہیں اٹھا سکتا، اگرچہ راہن نے اجازت دی ہو کیونکہ یہ سود میں آتا ہے اور سود اللہ کا حق ہے، بندے کی اجازت سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

كتاب الشفعة

یہ کتاب شفعہ کے بارے میں ہے۔

شفعة: شفع سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی ہیں الضم یعنی ملانا اور اصطلاحی تعریفیں مختلف کی گئی ہیں، مشہور تعریف یہ ہے: هي تملك البقعة جبرا على المشترى بماقام عليه یعنی مشتری نے جو جائیداد خریدی ہے اتنا ثمن دیکر جبراً اس کا مالک بن جانا۔ شفعہ کرنے والے کو شفیع اور جس چیز پر شفعہ کیا جائے اسے مشفوعہ کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ ۳۴۹ ۔ ابو محمد كتب الى ابن سعيد بن جعفر عن سليمان قال قال رسول الله ﷺ عليه وسلم الجار احق بشفعته.

ترجمہ: ابومحمد فرماتے ہیں میری طرف ابن سعید بن جعفرؒ نے سلیمانؒ کے حوالے سے لکھا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

حدیث نمبر ۲۔ ۳۵۰ ۔ ابو حنيفة عن عبد الكريم عن المسور بن مخرمة قال اراد سعد بيع داره فقال لجاره خذها بسبع مائة فاني قد اعطيت بها ثمان مائة درهم ولكن اعطيتكها لاني سمعت رسول الله ﷺ يقول الجار احق بشفعته وفي رواية عن المسور عن رافع بن خديجؓ قال عرض عليّ سعد بيتا فقال له خذه اما اني قد اعطيت به اكثر مما تعطيني ولكنك احق به فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول الجار احق بشفعته و في رواية عن المسور عن رافع مولى سعد انه قال لرجل يعني سعدا خذ هذا البيت باربعة مائة فيقول اما اني اعطيت ثمان مائة درهم ولكني اعطيتكه لحديث سمعته من رسول الله ﷺ يقول الجار احق بشفعته وفي رواية عن سعد بن مالك انه عرض بيتا له على جاره باربعمائة وقال قد اعطيت ثمان مائة ولكن سمعت رسو ل الله ﷺ يقول الجار احق

بن خدیج سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت سعدؓ نے مجھ پر گھر پیش کیا تو ان سے کہا اسے لے لو، سن لو بلاشبہ اس کے عوض مجھے اس سے زیادہ دیا جا رہا ہے جو آپ مجھے دیں گے لیکن آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے اور ایک روایت میں مسور سعد کے مولی رافع سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی سعد نے ایک شخص سے کہا یہ گھر چار سو کے عوض لے لو پس فرمایا سن لو بلاشبہ مجھے آٹھ سو درہم دیئے گئے لیکن میں نے اسے تجھے دیدیا اس حدیث کی وجہ سے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنی کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے اور سعد بن مالکؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک گھر چار سو درہم کے عوض اپنے پڑوسی پر پیش کیا اور فرمایا کہ مجھے آٹھ سو دیئے گئے لیکن میں نے نبی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

توضیح اللغات: عرض پیش کرنا۔ رافع مولی سعد۔ یہ یا تو سہو ہے کیونکہ رافع نبی علیہ السلام کے مولیٰ تھے۔ سعد کے نہ تھے یا مولیٰ بمعنی دوست ہے۔ یعنی سعدا یہ انه کی ضمیر کا بیان ہے رجل کا بیان نہیں۔

اقسام شفعہ

احناف کے ہاں تین قسم کے لوگوں کو شفعہ کا حق ملتا ہے۔

(۱) شریک فی نفس المبیع یعنی جو شخص مبیع کی ذات میں شریک ہو۔ (۲) شریک فی حق المبیع یعنی جو شخص مبیع کے حقوق راستہ پانی وغیرہ میں شریک ہو۔ (۳) الجار یعنی مبیع چیز کے پڑوس میں رہنے والا۔

پھر احناف کے ہاں یہ ترتیب ہے کہ سب سے زیادہ حقدار شریک فی نفس المبیع ہے، اگر وہ نہ ہو یا اپنا حق چھوڑ دے تو شفعہ کا حق شریک فی حق المبیع کو حاصل ہے، اگر وہ نہ ہو یا اپنا حق چھوڑ دے تو پڑوسی کو حق حاصل ہے، اس پر اتفاق ہے کہ شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حقوق المبیع کو حق شفعہ حاصل ہے لیکن جار کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں اس کو حق شفعہ حاصل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں اس کو کوئی حق شفعہ حاصل نہیں۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: صحیح بخاری میں حضرت جابر کی روایت ہے: قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة یعنی آپ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ دیا جو تقسیم نہ ہوئی ہو پس جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو شفعہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مبیع تقسیم ہو جائے اور بائع اور مشتری کی شرکت ختم ہو جائے تو شفعہ نہیں خواہ پڑوسی ہی ہو۔

دلائل احناف: (۱) احادیث الباب۔ (۲) قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہو کیونکہ شفعہ کی علت ایذاء اور تکلیف ہے یعنی شفیع کو شفعہ کا حق اس لئے دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نئے خریدار سے اس کو ایذاء اور تکلیف ہو اب جیسے شریک کو تکلیف ہوسکتی ہے پڑوسی کو بھی ہوسکتی ہے۔

جواب: اس حدیث میں مطلق شفعہ کی نفی مقصود نہیں بلکہ شفعہ کی ایک خاص قسم کی نفی مقصود ہے اور وہ پہلی قسم ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث کے ابتدائی حصے میں شرکت فی نفس المبیع کا بیان ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ تقسیم کے بعد شرکۃ فی نفس المبیع کی وجہ سے شفعہ کا حق نہ رہے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری وجہ سے شفعہ کا حق حاصل نہ ہو چنانچہ شرکت فی حق المبیع کی وجہ سے بالاتفاق شفعہ کا حق حاصل ہے۔

باب وضع الخشبة فی الحائط

یہ باب دیوار میں لکڑی لگانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۱۔ ابو حنیفة عن علی بن الاقمر عن مسروق عن عائشةؓ قالت قال النبی ﷺ اذا اراد احدکم ان یضع خشبته فی حائطه فلا یمنعه.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک اپنی لکڑی اپنی دیوار میں لگانے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو نہ روکے۔

توضیح اللغات: حائطه بمعنی دیوار، اس حدیث کے دو مطلب ہوسکتے ہیں (۱) حائطه کی ضمیر احد کی طرف راجع ہو یعنی وہ شخص اپنی ذاتی دیوار میں لکڑی وغیرہ لگانا چاہے تو اس کو منع کرنا جائز نہیں۔ فلا یمنعه میں حکم وجوب کیلئے ہوگا۔ کیونکہ اس میں دوسرے کا کوئی نقصان نہیں (۲) ضمیر کا مرجع الجار ہو یعنی وہ پڑوسی کی دیوار میں لگانا چاہتا ہے تو پڑوسی منع نہ کرے، اس صورت میں جمہور کے ہاں یہ حکم استحباب کیلئے ہے۔ امام مالکؒ کے ہاں وجوب کیلئے ہے اور امام احمدؒ وغیرہ حضرات سے منقول ہے کہ اگر پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو تو حکم استحباب کیلئے ہے اور اگر ضرر نہ پہنچتا ہو تو وجوب کیلئے ہے، صحیح یہ ہے کہ مطلقاً استحباب کیلئے ہے۔

كتاب المزارعة

یہ کتاب مزارعت کے بارے میں ہے۔

مزارعة کے لغوی معنی بعض نے بیان کیے ہیں القاء الحب ونحوه فی الارض یعنی دانہ وغیرہ زمین مین ڈالنا اور بعض نے اس کے معنی بیان کئے ہیں زمین کا اگانا اور اسے بڑھانا اور اصطلاحی معنی ہیں عقد علی فعل الذرع ببعض الخارج یعنی بعض پیداوار کے عوض زمین کاشت کرنے کا عقد کرنا، مزارعة کو مخابرة اور محاقلة بھی کہا جاتا ہے اور مساقات کہتے ہیں اپنا باغ کسی کو دیکھ بھال کیلئے دینا اور شرط یہ ہو کہ اسی کی پیداوار سے کچھ حصہ ملے گا۔

حدیث نمبر ۱ : ۳۵۲ . ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال نهی رسول الله ﷺ عن المخابرة۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۲: ۳۵۳۔ ابو حنیفة عن ابی حصین عن رافع بن خدیجؓ عن النبی ﷺ انه مر بحائط فاعجبه فقال لمن هذا فقلت لی فقال من این هو لک قلت استأجرته قال فلا تستأجره بشئ منه وفی روایة ان النبی ﷺ مر بحائط فقال لمن هذا فقلت لی وقد استاجرته فقال فلا تستاجره.

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک باغ کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کو اچھا لگا تو فرمایا یہ کس کا ہے؟ میں نے کہا میرا ہے تو آپ نے فرمایا یہ آپ کو کہاں سے ملا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسے اجرت پر لیا ہے آپ نے فرمایا اسے اس کی کسی چیز کے ساتھ اجرت پر نہ لو اور ایک روایت میں ہے نبی علیہ السلام ایک باغ کے پاس سے گزرے تو فرمایا یہ کس کا ہے تو میں نے کہا میرا اور میں نے اسے اجرت پر لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ بس اسے اجرت پر نہ لو۔

مزارعت کا حکم: مزارعت کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) کراء الارض بالنقد یعنی نقد روپیہ دیکر زمین کاشتکاری کے لیے لینا، جسے ٹھیکہ پر زمین لینا کہا جاتا ہے، یہ صورت بالاجماع جائز ہے (۲) کراء الارض ببعض الخارج مع الشرط الفاسد، یعنی بعض پیداوار کے عوض زمین کرایہ پر لینا لیکن اس میں کوئی فاسد شرط ہو یہ بالاتفاق ناجائز ہے مثلاً مالک نے کہا ایک من پیداوار میں لونگا باقی آدھو آدھ تقسیم کریں گے یا کسی ایک نے کہا کہ زمین کا جو حصہ زیادہ آباد ہے یا جو ندی دریا کے قریب ہے وہاں کی پیداوار میں

لونگا اور باقی آپ لے لیں۔

(۳) کراء الارض ببعض الخارج یعنی پیداوار کے بدلے زمین کرایہ پر لینا اور اس میں شرط فاسد بھی نہ ہو، مثلاً طے ہوا کہ آدھی پیداوار مالک لیگا اور آدھی کاشت کار، اس میں اختلاف ہے۔ صاحبین اور امام احمد کے ہاں مطلقاً جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مکرہ ہے امام شافعیؒ کے ہاں مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے لیکن بالذات جائز نہیں فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ جن حضرات کے ہاں مزارعت ناجائز یا مکروہ ہے وہ احادیث الباب سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا جواب یہ ہے کہ ایسی تمام روایات دوسری صورت پر محمول ہیں جس کا قرینہ صحیحین میں حضرت رافع بن خدیج کی یہ روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی زمین کو کرایہ پر دیتا تو کہتا کہ اس حصہ زمین کی پیداوار میری ہے اور اس حصہ کی آپ کی، کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ میں پیداوار ہوتی اور ایک میں نہ ہوتی، اس سے نبی علیہ السلام نے منع کر دیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منع صرف دوسری صورت سے وارد ہے۔

باب فضائل النبی ﷺ

یہ باب نبی علیہ السلام کے فضائل کے بارے ہے

حدیث نمبر ۱۔۳۵۴۔ ابو حنیفة عن الھیثم وربیعة عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ قبض وھو ابن ثلث وستین وقبض ابو بکر وھو ابن ثلث وستین وقبض عمر وھو ابن ثلث وستین .

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبض کیے گئے اس حال میں کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور ابو بکر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور حضرت عمر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

حدیث نمبر ۲۔۳۵۵۔ ابو حنیفة عن یحیی بن سعید عن انسؓ قال بعث رسول اللہ ﷺ علی راس اربعین سنة فاقام بمکة عشرا وبالمدینة عشرا وتوفی رسول اللہ ﷺ ومافی لحیته وراسه عشرون شعرة بیضاء.

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر پر مبعوث ہوئے پس آپ مکہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے اور نبی علیہ السلام کا انتقال ہوا اس حال میں کہ آپ کی داڑھی اور سر میں بیس سفید بال نہ تھے۔

اعتراض: ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے پہلی روایت کے مطابق آپ علیہ السلام کی عمر تریسٹھ سال ہے اور دوسری کے مطابق ساٹھ سال بنتی ہے نیز مکہ میں کتنے سال رہے حدیث الباب میں دس سال کا ذکر ہے لیکن دیگر روایات میں تیرہ سال کا ذکر ہے۔

جواب نمبر (۱) صحیح یہ ہے کہ نبی علیہ السلا کی عمر تریسٹھ سال تھی اور تیرہ سال مکہ میں مقیم رہے جن روایات میں ساٹھ سال عمر کا ذکر ہے یا دس سال مکہ میں رہنے کا ذکر ہے ایسی روایات حذف کسر پر محمول ہیں حذف کسر اور جبر کسر کلام عرب میں شائع وذائع ہے ،حذف کسر میں کسی عدد کو حذف کر دیا جاتا ہے اور جبر کسر میں بعض کا اضافہ

کر دیا جاتا ہے مثلاً تریسٹھ کو ساٹھ کہہ دیا یہ حذف کسر ہے اور ساٹھ کو تریسٹھ کہدیا یہ جبر کسر ہے۔

جواب نمبر (۲)۔

جن روایات میں عمر ساٹھ سال اور اقامت مکہ دس سال مروی ہے ان میں فترۃ الوحی کے تین سالوں کو شمار نہیں کیا گیا، تین سال ایسے بھی مکہ میں گزرے ہیں جن میں نبی علیہ السلام پر وحی بند ہوئی تھی۔ بعض نے فرمایا کہ فترۃ الوحی کی مدت اڑھائی سال تھی اور چھ ماہ خواب کے تھے جن میں آپ کو سچے خواب آیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۔۳۵۶۔ ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال کان النبی ﷺ یعرف بریح الطیب اذا اقبل من اللیل.

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں نبی علیہ السلام جب رات کو (اندھیرے میں) سامنے آتے تو آپ خوشبو کی مہک سے پہچانے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۔۳۵۷۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعودؓ ان رسول الله ﷺ کان یعرف باللیل اذا اقبل الی المسجد بریح الطیب.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام رات کو جب مسجد کی طرف آتے تو خوشبو کی مہک سے پہچانے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۵۔۳۵۸۔ ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ قال کان لی علی النبی ﷺ دین فقضانی وزادنی۔

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں کہ میرا نبی علیہ السلام پر قرض تھا تو آپ نے مجھے ادا کیا اور زیادہ دیا۔

مسئلہ: کسی کو قرض حسن دیا جائے اس میں زیادتی کی کوئی شرط نہ ہو پھر اگر مدیون کچھ زیادہ دے تو جائز بلکہ مستحسن ہے یہ سود نہیں، سود میں زیادتی مشروط ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۶۔۳۵۹۔ ابو حنیفة عن ابراهیم عن انس بن مالکؓ قال ما مسست بیدی خزا ولا حریرا الین من کف رسول الله ﷺ وفی روایة ما رأی رسول الله ﷺ مادا رکبتیه بین جلیس له قط.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ ریشم کے کسی کپڑے کو چھوا ہے نہ ریشم کو اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام کو کبھی بھی اپنے ہمنشین کے سامنے اپنی ٹانگوں کو پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

توضیح اللغات: خز۔ ریشمی کپڑا، حریر، ریشم۔ الین، نرم ونازک۔ مادا، (ن) کھینچنے والا، پھیلانے والا

حدیث نمبر ۷۔۳۶۰۔ ابو حنیفة عن ابراهیم عن ابیه عن مسروق انه سأل عائشة عن خلق رسول الله ﷺ فقالت اما تقرأ القراٰن.

ترجمہ: مسروقؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نبی علیہ السلام کے اخلاق کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟۔

اس میں اللہ کے قول وانک لعلی خلق عظیم کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم میں جن اعمال واخلاق اپنانے کا حکم ہے، نبی علیہ السلام نے انہیں نہ صرف اپنایا ہے بلکہ آپ کی طبیعت اور جبلت اسی کے مطابق تھی۔

حدیث نمبر ۸۔۳۶۱۔ ابو حنیفة عن مسلم عن انسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یجیب دعوة المملوک ویعود المریض ویرکب الحمار.

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ غلام کی دعوت قبول فرماتے اور مریض کی بیمار پرسی کرتے اور گدھے پر سواری کرتے تھے

یہ آپ علیہ السلام کے انتہائی تواضع اور انکساری کی علامت ہے، متکبرین ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

حدیث نمبر ۹۔۳۶۲۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت کانی انظر الی بیاض قدمی رسول الله ﷺ حیث اتی الصلوة فی مرضه.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں کی سفیدی کو دیکھ رہی ہوں جب وہ اپنے مرض میں نماز کو آتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۔۳۶۳۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ ان النبی ﷺ لما مرض المرض الذی قبض فیه استحل ان یکون فی بیتی فاحللن له قالت فلما

سمعت ذلک قمت مسرعة فکنست بیتی ولیس لی خادم وفرشت له فراشا حشوُمرفقته الاذخرُ فاتی رسول اللہ ﷺ یهادیٰ بین رجلین حتی وضع علی فراشی .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی علیہ السلام اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا تو انہوں نے میرے کمرے میں رہنے کی اجازت طلب کی تو ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دیدی حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب میں نے یہ بات سنی تو میں جلدی سے اٹھی اور میں نے اپنے کمرے میں جھاڑو مارا اور میرا خادم کوئی نہ تھا اور میں نے آپ کے لیے ایک بستر ہ بچھایا جس کے تکیہ کی بھرائی اذخرگاس تھی تو نبی علیہ السلام تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کو دو مردوں کے درمیان لڑکھڑاتے ہوئے لایا جارہا تھا یہاں تک کہ میرے بستر پر پڑ گئے۔

توضیح اللغات: استحل۔حلت طلب کرنا،حلال طلب کرنا،اجازت چاہنا،کنست۔جھاڑو دینا ،صاف کرنا،گندکودور کرنافراش۔بسترہ،بچھونا،حشو بھرائی،مرفقته چھوٹا تکیہ،الاذخر ایک قسم کی گھاس جوعموماً گھر کے چھت میں استعمال ہوتی تھی یهادی باب مفاعلہ کسی کالڑکھڑاتے ہوئے چلنا۔رجلین مراد عباس اور حضرت علیؓ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۔۳۶۴

ابو حنیفة عن یزید عن انسؓ ان ابا بکررأی عن رسول اللہ ﷺ خفة فاستأذنه الی امراته بنت خارجة وکانت فی حوائط الانصار وکان ذلک راحةالموت ولا یشعر فاذن ثم توفی رسو ل اللہ ﷺ تلک اللیلة فاصبح فجعل الناس یترامون فامرابو بکرغلاما یستمع ثم یخبره فقال اسمعهم یقولون مات محمد ﷺ فاشتد ابو بکروهویقول واقطع ظهراه فمابلغ ابو بکرالمسجدحتی ظنوانه لم یبلغ وارجف المنافقون فقالوا لو کان محمد نبیالم یمت فقال عمر لا اسمع رجلا یقول مات محمد ﷺ الا ضربته بالسیف فکفوا لذلک فلما جاء ابوبکروالنبی ﷺ مسجّی کشف الثوب عن وجهه ثم جعل یلثمه فقال ما کان اللہ لیذیقک الموت مرتین انت اکرم علی اللہ من ذلک ثم خرج ابوبکرفقال یا ایها الناس من کان یعبدمحمدا فان محمدا قد مات و من کان یعبد رب محمد فان رب محمد لا یموت ثم قرأوما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات

او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰہ شیئا وسیجزی اللّٰہ الشاکرین قال فقال عمر لکأنا لم نقرأھا قبلھا قط فقال الناس مثل مقالۃ ابی بکر من کلامہ وقراء تہ ومات لیلۃ الاثنین فمکث لیلتین ویومین ودفن یوم الثلثاء وکان اُسامۃ بن زیدواوس بن خولی یصبان وعلی والفضل یغسلانہ ﷺ

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے نبی علیہ السلام سے افاقہ دیکھا تو ان سے اپنی بیوی بنت خارجہ کے ہاں جانے کی اجازت چاہی اور وہ انصار کے منازل میں تھی حالانکہ یہ موت کی راحت تھی اور انہیں احساس نہ ہوا تو آپ نے اجازت دیدی پھر اسی رات نبی علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو صبح ہوئی تو لوگوں نے آپ کے ہاں آنا شروع کردیا پس ابو بکر نے غلام کو حکم دیا کہ وہ سنیں پھر انہیں خبر دیں تو غلام نے کہا میں ان سے یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ محمد ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے تو ابوبکر پر سختی طاری ہوگئی اور کہہ رہے تھے افسوس کمر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ پس ابوبکر مسجد نہیں پہنچے تو صحابہ کو خیال ہوا کہ آپ کو خبر نہیں پہنچی اور منافقین نے من گھڑت باتیں شروع کردیں تو کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو نہ مرتا پس عمر نے کہا میں کسی سے یہ کہتے ہوئے نہ سنوں کہ محمد ﷺ انتقال کر گئے ہیں مگر میں اس پر تلوار سے وار کرونگا تو منافقین اس وجہ سے باز آ گئے پس جب ابوبکر آئے اس حال میں کہ نبی علیہ السلام ڈھانپے ہوئے تھے آپ نے ان کے چہرے سے کپڑا دور کیا پھر آپ کے آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے لگے پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے کہ آپ کو دوبار موت کا ذائقہ چکھائیں آپ اللہ کے ہاں اس سے زیادہ معزز ومکرم ہیں پھر ابوبکر باہر نکلے اور کہا اے لوگو جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ آپ کا انتقال ہوگیا ہے اور جو شخص محمد کے رب کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ محمد کا رب نہیں مریگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **وما محمد** ......الخ اور محمد نہیں مگر ایک رسول ہیں یقیناً آپ سے پہلے بھی پیغمبر چلے گئے ہیں پس اگر وہ مرجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو کیا تم اپنے ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے اور جو شخص بھی اپنی ایڑیوں پر لوٹے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے، حضرت انس فرماتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا ایسے لگ رہا تھا گویا کہ ہم نے اس آیت کو اس سے پہلے پڑھا ہی نہیں تھا تو لوگوں نے بھی ابوبکر کے کلام کے مانند کلام اور ان کی قرأت کی طرح قرائت کی اور آپ کا انتقال سوموار کی رات کو ہوا تو دو راتیں اور دو دن آپ ٹھہرے رہے اور بدھ کی رات آپ کو دفنایا گیا اور اسامہ بن زید اور اوس بن خولی پانی ڈال رہے تھے اور حضرت علی اور فضل بن عباس آپ کو غسل دے رہے تھے۔

توضیح اللغات: خفۃ۔ ہلکا ہونا، افاقہ ہونا۔ حوائط۔ حائط کی جمع بمعنی باغ، منزل گھر، یتر امون

۔رمی سے ہے مراد چلنا اور جمع ہونا ہے بعض نسخوں میں یتــــر امســـون ہے جس کے معنی ہوں گے وہ آپس میں خفیہ باتیں کرتے تھے، ارجف زلزلہ آنا، مضطرب ہونا، بے سند باتیں کرنا، مسجّی . تستجیة سے اسم مفعول، ڈھانپے گئے یلثمه (ض) منہ یا چہرے یا آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا ماکان اللہ ......الخ یہ بات حضرت عمرؓ کے اس قول کی تردید کیلئے ہی تھی کہ آپ ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے خلت۔ بمعنی مضت یعنی گزر گئے، فوت ہو گئے، اعقاب، عقب کی جمع ایڑی اوس بن خولی بعض میں خولہ ہے جو کہ زیادہ صحیح ہے۔

نبی علیہ السلام کے جنازہ اور تجہیز و تکفین میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ جنازہ پڑھانا خلیفہ اور امیر وقت کا کام ہوتا ہے اور اس وقت کوئی خلیفہ نہیں تھا اس لئے تمام حضرات نے علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھی، جس کی صورت یہ تھی کہ ایک ایک حجرہ میں آتا اور کھڑا ہو کر درود پڑھتا جاتا۔

باب فضائل الشیخین

یہ باب شیخینؓ کے فضائل کے بارے میں ہے

حدیث نمبر ۱۲۔ ۳۶۵ ۔ابو حنیفة عن سلمة عن ابی الزعراء عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا باللذین من بعدی ابوبکرؓ و عمرؓ .

ترجمہ: حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ ان دو خلفاء کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکر و عمر۔

حدیث نمبر ۱۳۔ ۳۶۶ ۔ابو حنیفة عن عبد الملک عن ربعی عن حذیفة بن الیمانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما و اھتدوا بھدی عمار و تمسکوا بعھد ابن ام عبد .

ترجمہ: حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اقتداء کرو ان دو خلفاء کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکر و عمر کی اور عمار بن یاسر کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرو اور ابن ام عبد کی وصیت کو مضبوطی سے پکڑو۔

توضیح اللغات :ھدی: بفتح الھاء و سکون الدال ،۔سیرت و کردار ابن ام عبد ۔عبداللہ بن مسعود کی کنیت ہے۔

باب فضائل عثمان

یہ باب حضرت عثمانؓ کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۔۳۶۷ ۔ابو حنیفة عن الهیثم عن موسی بن ابی کثیر ان عمر مر بعثمان و هو حزین قال ما یحزنک قال الا احزن وقد انقطع الصهر بینی وبین رسو ل الله ﷺ وذلک حدثان ماتت بنت رسو ل الله ﷺ و کانت تحته فقال له عمرا زوجک حفصة ابنتی فقال حتی استأمر رسو ل الله ﷺ فاتاه فقال له رسو ل الله ﷺ هل لک ان ادلک علی صهر هو خیرلک من عثمان وادل عثمان علی صهر هو خیر له منک فقال نعم فقال زوجنی حفصة وازوج عثمان ابنتی فقال نعم ففعل رسو ل الله ﷺ.

ترجمہ: موسیٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے ہاں سے گزرے اس حال میں کہ آپ غمگین تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا چیز آپ کو غمگین کر رہی ہے انہوں نے فرمایا کیا میں غمزدہ نہ ہوں حالانکہ میرے اور نبی علیہ السلام کے درمیان سسرالی کا رشتہ ختم ہو گیا اور وہ نبی علیہ السلام کی بیٹی کے انتقال کے وقت سے ختم ہوا ہے اس حال میں کہ وہ حضرت عثمان کے نکاح میں تھی تو عمر نے انہیں کہا میں تجھ سے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح کرا دیتا ہوں پھر کہا نہیں یہاں تک کہ میں نبی علیہ السلام سے مشورہ لے لوں تو وہ آپ کے پاس آئے تو نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا کیا تمہیں اس بارے رغبت ہے کہ میں تمہیں ایسا داماد بتلاؤں جو تمھارے لئے عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کو ایسا سسرال بتلاؤں جوان کے لئے تجھ سے بہتر ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے فرمایا مجھ سے حفصہ کی شادی کرادو اور عثمان سے اپنی بیٹی کا نکاح کرادوں گا تو انہوں نے کہا ہاں پھر نبی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

توضیح اللغات: حزین غمگین، پریشان الصهر سسرالی رشتہ، سسر، داماد حدثان: بفتح الکاف والدال ونصب النون پہلا وقت، وقت، هل لک ان ادلک اصل میں ہے هل لک رغبة فی ان ادلک جیسے قرآن میں ہے فقل هل لک الی ان تزکی۔

باب فضائل علی

علی کرم اللہ وجھہ قال سمعت علیایقول انی اول من اسلم.

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعض شاگردوں سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں۔

کرم اللہ وجھہ ۔یہ جملہ حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ کیوں بولا جاتا ہے؟اس کے بارے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ (۳۲۸/۴) میں لکھتے ہیں: بعض علماء سے سنا ہے کہ خوارج نے آپ کے نام مبارک کے بعد سوّد اللہ وجھہ بڑھایا تھا،اس کے جواب کے لئے کرم اللہ وجھہ عادت ٹھرائی گئی،اور ایک بزرگ سے یہ سنا تھا کہ چونکہ آپ عہد طفلی میں اسلام لے آئے تھے،آپ کا وجہ (چہرہ) مبارک بت کے سامنے نہیں جھکا۔اس لئے یہ کہا جاتا ہے۔

سب سے پہلے کون مسلمان ہوا؟:اس بارے روایات میں تعارض پایا جاتا ہے جن میں تطبیق یہ دی گئی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا اور آزاد بالغ مردوں میں ابو بکرؓ نے اور بچوں میں حضرت علیؓ نے اور غلاموں میں بلالؓ نے اور موالی یعنی آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ نے۔

حدیث نمبر۱۶۔۳۶۹ ۔ابو حنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام ھانیؓ ان رسول اللہ ﷺ نظر الی علی کرم اللہ وجھہ ذات یوم فراہ جائعا فقال یا علی ما اجاعک قال یا رسو ل اللہ ﷺ انی لم اشبع منذ کذا کذا فقال النبی ﷺ ابشر بالجنة

ترجمہ: ام ہانی سے روایت ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو دیکھا تو آپ کو بھوکا محسوس کیا تو فرمایا اے علی کس چیز نے آپ کو بھوکا کر دیا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اتنے اتنے دن سے سیر نہیں ہوا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔

توضیح اللغات: جائع (ن) بھوکا ہونا لم اشبع (س،ف) سیر ہونا، پیٹ بھر کر کھانا۔

باب فضائل حمزة بن عبد المطلب

یہ باب حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۱۷۔۳۷۰ ۔ابو حنیفة عن عکرمة عن ابن عباسؓ قال قال رسو ل اللہ ﷺ سید

الشهداء يوم القيامة حمزة بن عبد المطلب و رجل دخل الى امام جائر يامره ونهاه وفي رواية سيدالشهداء يوم القيامة حمزة بن عبدالمطلب ورجل قام الى امام جائرفامره و نهاه.

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہوں گے۔ پھر وہ شخص جو جابر حکمران کے پاس آئے اور اسے حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن سید الشہداء حضرت حمزہ ہوں گے اور وہ شخص جو ظالم حکمران کے پاس جاتا ہے پس اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے (پھر وہ اسے قتل کردے)۔

باب فضائل الزبير بن العوام

یہ باب حضرت زبیر بن عوام کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۸-۳۷۱ - ابو حنيفة عن محمد بن المنكدر عن جابرؓ قال قال رسو ل الله ﷺ من يأ تينا بالخبر ليلة الا حزاب فينطلق الزبير فياتيه بالخبر كان ثلث مرات فقال النبى ﷺ لكل نبى حوارى وحواريى الزبير.

ترجمہ حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کی رات ارشاد فرمایا کہ ہمیں کون خبر لا کر دیگا تو زبیر چل پڑے اور آپ کے ہاں خبر لائے تین مرتبہ خبر لائے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری حضرت زبیر ہیں۔

توضيح اللغات: حوارى یا پر تشدید اور تخفیف دونوں درست ہیں اور حالت نصب میں یا کے بعد الف بھی درست ہے اور الف کے بغیر بھی جیسے رأيت حوارى وحواريا، بمعنی اخص الخواص، بہترین دوست، با اعتماد مددگار وناصر، اس کا مادہ حور ہے جس کے معنی سفیدی کے آتے ہیں حُور اسی سے ہے حواری بھی دل کا صاف وشفاف ہوتا ہے۔

باب فضائل ابن مسعود

یہ باب عبداللہ بن مسعود کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۹-۲-۳۷ ۔ابو حنیفة عن الهیثم عن رجل عن عبد الله بن مسعودؓ ان ابا بکر وعمر سمرا عند رسو ل الله ﷺ ذات لیلة قال فخرجا وخرج معهما فمروابابن مسعود وهو یقرأ فقال النبی ﷺ من سره ان یقرأ القران کما انزل فلیقرأه علی قراء ة ابن ام عبد وجعل یقول له سل تعطه فاتاه ابوبکروعمر یبشرانه فسبق ابو بکرعمرالیه فبشره واخبره ان النبی ﷺ قد امره بالدعاء فقال اللهم انی اسألک ایمانا دائما لا یزول ونعیما لا ینفدومرافقة نبیک فی جنة الخلد و فی روایة عن الهیثم عن عبد الله ان ابا بکر وعمر سمرا عند النبی ﷺ فخرجا وخرج معهما فمروابابن مسعود وهو یقرأ فی الصلوة فقال النبی ﷺ من احب ان یقرأ القران غضا کما انزل فلیقرأه علی قراء ة ابن ام عبد وجعل یقول سل تعطه وذکرتمام الاول .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات کو بات چیت کر رہے تھے ابن مسعود فرماتے ہیں پس وہ دونوں نکلے اور نبی علیہ السلام بھی ان کے ساتھ نکلے تو وہ ابن مسعود کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ قرآن پڑھ رہے تھے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ ایسے قرآن پڑھے جیسے نازل کیا گیا ہے تو چاہیے کہ اسے ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق پڑھے اور آپ سے کہنے لگے کہ مانگیں آپ کو وہ دی جائیگی تو ابوبکر وعمر آئے کہ ابن مسعود کو خوشخبری دیں تو ابوبکر عمر سے ان کی طرف سبقت کر گئے پس انہیں خوشخبری دی اور یہ خبر دی کہ نبی علیہ السلام نے انہیں دعا کا حکم دیا ہے تو انہوں نے کہا اے اللہ میں آپ سے ایسا دائمی ایمان چاہتا ہوں جو زائل نہ ہو اور ایسی نعمت جو ختم نہ ہو اور ہمیشگی کی جنت میں آپ کے نبی کی رفاقت چاہتا ہوں اور ہیثم سے ایک روایت میں ہے وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر وعمر نبی علیہ السلام کے ہاں رات کو بات چیت کرتے رہے پھر وہ نکلے اور نبی علیہ السلام بھی ان کے ساتھ نکلے تو وہ ابن مسعود کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے ہی تر وتازہ قرآن پڑھے جیسے وہ نازل ہوا ہے تو چاہئے کہ ابن ام عبد کی قراءت کی طرح پڑھے اور کہنے لگے مانگو تمہیں دیا جائیگا اور ہیثم نے پہلی حدیث مکمل ذکر کی۔

توضیح اللغات: سمرا (س) رات کو باتیں کرنا سره (ن) خوش کرنا سل سوال سے امر حاضر واحد

کا صیغہ تعطه ھا میں دو احتمال ہیں (۱) ضمیر ہو اور اس کا مرجع مسئول یعنی مانگی چیز ہے (۲) ہا سکتہ ہے، لا ینفد (س،ض) فنا ہونا، ختم ہونا غضًا تروتازہ ج غضاض۔

حدیث نمبر ۲۰۔۳۷۳۔ ابو حنیفة عن عون عن ابیه عن عبد الله انه کان اذا دخل رسول الله ﷺ بیته ارسل والدته ام عبد تنظر الی هدی النبی ﷺ ودله و سمته فتخبره بذلک فیتشبه به .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو وہ (ابن مسعود) اپنی والدہ ام عبد کو بھیجتے وہ نبی علیہ السلام کے کردار اور ان کی سیرت اور ان کی ہئیت کو دیکھتی پس آپ کو اس بارے خبر دیتی تو آپ اس کے ساتھ تشبہ اختیار کرتے۔

توضیح اللغات: ھدی: بکسر الدال، کردار سیرت، وقار سکینہ دل: بفتح الدال وتشدیداللام، سیرت سمته اچھی ہیئت۔

حدیث نمبر ۲۱۔۳۷۴۔ ابو حنیفة عن عون عن ابیه عن عبد اللهؓ انه کان صاحب حصیر رسول الله ﷺ و فی روایة کان صاحب عصارسول الله ﷺ وفی روایة کان صاحب رداء رسول الله ﷺ و فی روایة کان صاحب الراحلة لرسول الله ﷺ و فی روایة کان صاحب سواک رسول الله ﷺ و صاحب المیضاة و صاحب النعلین .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے سجادے والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے عصا والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نبی علیہ السلام کی چادر والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نبی علیہ السلام کی سواری والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی مسواک والے اور وضوء کے برتن والے اور جوتیوں والے تھے۔

یعنی ان چیزوں کے سنبھالنے اور بروقت حاضر کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ حصیر چٹائی، سجادہ، جائے نماز، مصلی، عصا۔ لاٹھی، میضاة وضو کا برتن۔

حدیث نمبر ۲۲۔۳۷۵۔ ابو حنیفة عن معن عن ابن مسعودؓ قال ماکذبت منذ اسلمت الا

کذبة واحدة کنت ارحل للنبی ﷺ فأتی رحال من الطائف فسألنی ای الراحلة احب الی رسول اللّٰه ﷺ فقلت الطائفیة المکیة وکان یکرهها رسول اللّٰه ﷺ فلما اتی بها قال من رحل لنا هذه قالوا رحالک قال مروا ابن ام عبد فلیرحل لنا فاعیدت الیّ الراحلة وفی روایة قال عبد اللّٰه ان النبی ﷺ جئی برجل من اهل الطائف قال فجاء نی الطائفی فقال ای الراحلة احب الیه قلت الطائفیة المکیة فخرج فقال من صاحب هذه الراحلة قیل الطائفی قال لا حاجة لنا بها.

ترجمہ: ابن مسعود فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں جھوٹ نہیں بولا مگر ایک ہی جھوٹ، میں نبی علیہ السلام کے لئے کجاوہ تیار کیا کرتا تھا تو طائف سے ایک کجاوہ بنانے والا شخص آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے ہاں کون سا کجاوہ زیادہ پسندیدہ ہے تو میں نے کہا طائف اور مکہ کا تیار کردہ حالانکہ نبی علیہ السلام اسے ناپسند کرتے تھے پس جب اسے لایا گیا تو آپ نے فرمایا ہمارے لئے یہ کجاوہ کس نے تیار کیا ہے صحابہ نے فرمایا آپ کے کجاوہ تیار کرنے والے نے، آپ نے فرمایا کہ ابن ام عبد کو حکم دو کہ وہ ہمارے لئے کجاوہ تیار کرے تو کجاوہ میری طرف لوٹا دیا گیا اور ایک روایت میں ہے عبداللہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کے ہاں اہل طائف میں سے ایک شخص لایا گیا عبداللہ فرماتے ہیں پس طائفی شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ کونسا کجاوہ نبی علیہ السلام کو زیادہ پسندیدہ ہے میں نے کہا طائف مکہ کا بنا ہوا تو نبی علیہ السلام آئے پس فرمایا اس کجاوے والا کون ہے؟ کہا گیا طائفی آپ نے فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

توضیح اللغات: رحال کجاوہ بنانے والا الطائفیة المکیة طائف مکہ کے قریب ہے اس لئے گویا دونوں [illegible] فاعیدت الی الراحلة یعنی کجاوہ تیار کرانے کی ذمہ داری دوبارہ میرے سپرد کر دی گئی۔

نبی علیہ [illegible] کو مدینہ کا بنا ہوا کجاوہ پسند تھا اور یہ خدمت عبداللہ بن مسعود کے سپرد تھی اور عبداللہ بن مسعود چاہتے تھے کہ یہ سعادت مجھ [illegible] چھننے نہ پائے اس لئے نئے آنے والے رحال کے سامنے خلاف حقیقت بات کہ دی، جس جذبے سے عبداللہ بن مسعود نے مذکورہ حیلہ کیا ہے یہ ان کے رفع درجات کا ذریعہ بنے گا۔

حدیث نمبر ۲۳ ۔ ۶۷۳ ۔ ابو حنیفة عن الهیثم عن الشعبی عن مسروق عن عبد اللّٰه قال ما کذبت منذ اسلمت الا واحدة کنت ارحل لرسول اللّٰه ﷺ فاتی رحال من الطائف فقال ای الراحلة احب الی رسول اللّٰه ﷺ قلت الطائفیة المکیة قال وکان یکرهها فلما رحل لرسول اللّٰه ﷺ اتی بها قال من رحل لنا هذه الراحلة قال رحالک التی اُتِیتَ به من الطائف فقال ردالراحلة

لابن مسعود.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے جھوٹ نہیں بولا مگر ایک ہی، میں نبی علیہ السلام کے لئے کجاوہ تیار کرتا تھا تو طائف سے ایک کجاوہ تیار کرنے والا آیا تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کو کون سا کجاوہ پسندیدہ ہے میں نے کہا طائف مکہ کا بنا ہوا ابن مسعود فرماتے ہیں حالانکہ آپ اسے ناپسند کرتے تھے پس جب اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کجاوہ تیار کیا تو اسے لایا آپ نے فرمایا ہمارے لئے یہ کجاوہ کس نے تیار کیا ہے انہوں نے کہا آپ کے اس کجاوہ بنانے والے نے جو آپ کے ہاں طائف سے لایا گیا ہے فرماتے ہیں کجاوہ ابن مسعود کو لوٹا دیا گیا۔

نبی علیہ السلام کو اپنے شہر مدینہ کا بنا ہوا کجاوہ پسند تھا اور یہ ایک فطری بات ہے ہر شخص کو اپنے شہر علاقہ اور وہاں کی چیزوں سے لگاؤ اور محبت ہونا چاہیئے ، اگر سچا عشق اور واقعی محبت ہو تو محب کو اپنے محبوب کے در و دیوار بھی اچھے لگتے ہیں، ایک شاعر کہتا ہے۔

امر علی الدیارد یار لیلی اقبل ذاالجدار وذا ا لجدا ر

وماحب الدیار شغفن قلبی و لکن حب من سکن الدیار

یعنی میں لیلیٰ کے در و دیوار پر گذرتا ہوں کبھی اِس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو اور در دیوار کی محبت نے میرے دل میں جگہ اصلا نہیں بنائی بلکہ جو وہاں رہتا ہے اس کی محبت نے میرا دل جیت لیا ہے۔

اس زمانہ میں ہم مسلمان بہت زیادہ احساس کہتری میں مبتلی ہیں اور مغربی کلچر کے دلدادہ بن چکے ہیں نہ اپنے ملک کے وفادار ہیں اور نہ ملکی مصنوعات کی کوئی قدر کرتے ہیں بس جس چیز پر made in japan یا made in korea لکھا ہو، اسے آنکھیں بند کر کے خرید لیتے ہیں، ایکسپورٹ شدہ مصنوعات کو بہت ترجیح دی جاتی ہے، اگرچہ معیار کے اعتبار سے وہ ناقص ہوں اور قیمت زیادہ ہو، یہ ملکی معیشت کیلئے تباہی کا ذریعہ اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

باب فضائل خزیمة بن ثابت

یہ باب خزیمہ بن ثابت کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: ۳۷۷۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن ابی عبد الله الجدلی عن خزیمةؓ انه مر علی رسو ل الله ﷺ ومع رسول الله ﷺ اعرابی یجحد بیعه فقال خزیمة اشهد لقد

بعته فقال رسول اللّٰہ ﷺ من این علمته قال تجیئنا بالوحی من السماء فنصدقک قال فجعل رسو ل اللّٰہ ﷺ شهادته بشهادة رجلین وفی روایة انه مر باعرابی وهو مع رسو ل اللّٰہ ﷺ وهو یجحد بیعا قد عقده مع رسول اللّٰہ ﷺ فقال خزیمة اشهد انک قد بعته فقال رسول اللّٰہ ﷺ من این علمت ذلک فقال تجیئنا بالوحی من السماء فنصدقک قال فجعل رسو ل اللّٰہ ﷺ شهادته بشهادة رجلین وفی روایة اجاز شهادته بشهادة رجلین حتی مات .

ترجمہ: خزیمہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک دیہاتی تھا جو آپ کے ہاتھ بیع سے انکاری تھا تو خزیمہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تو نے ان سے بیع کی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے اس کا علم کہاں سے ہوا اس نے کہا آپ ہمارے پاس آسمان سے وحی لاتے ہیں تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں خزیمہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی علیہ السلام نے ان کی گواہی دو شخصوں کی گواہی کے برابر قرار دیدی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک اعرابی کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ نبی علیہ السلام کے ساتھ تھا اور وہ اس بیع کا انکار کر رہا تھا جو اس نے نبی علیہ السلام سے کی تھی تو خزیمہ نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے ان سے بیع کی ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا تجھے اس کا علم کہاں سے ہوا تو اس نے کہا آپ ہمارے پاس آسمان سے وحی لاتے ہیں تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں خزیمہ کہتے ہیں پھر نبی علیہ السلام نے ان کی گواہی دو کی گواہی کے برابر قرار دیدی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیدی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

تفصیل: نبی علیہ السلام نے اس اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا تھا، ابھی نبی علیہ السلام نے ثمن ادا کر کے گھوڑے پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ کسی نے اس اعرابی کو زیادہ ثمن کی پیشکش کر دی تو اس نے نبی علیہ السلام کو گھوڑا دینے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں نے آپ پر گھوڑا فروخت ہی نہیں کیا، اسی دوران حضرت خزیمہ تشریف لائے اور یہ جھگڑا سنا تو فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے نبی علیہ السلام پر یہ گھوڑا فروخت کیا ہے، جب کہ خزیمہ اس معاملہ کے وقت موجود نہ تھے، نبی علیہ السلام نے پوچھا آپ موجود نہ تھے تو گواہی کیسے دے رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم آپ کو اللہ کا سچا رسول مانتے ہیں اور وحی کے بارے آپ کی تصدیق کرتے ہیں، پھر آپ دنیاوی معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟ اس اظہار حقیقت پر نبی علیہ السلام نے اس کی گواہی کو دو شخصوں کی گواہی کے برابر قرار دیدیا اور یہ ان کی تاحیات خصوصیت بن گئی۔

باب فضائل خديجةؓ

یہ باب حضرت خدیجہؓ کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۔۸۔۳۷ ۔ابو حنيفة عن يحيى بن سعيد عن انس بن مالكؓ بشرت خديجة بيت في الجنة لاصخب فيها ولا نصب.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے حضرت خدیجہ کو جنت میں ایک گھر کی خوشخبری دی گئی جس میں نہ شور و شغب ہوتا ہے اور نہ تھکاوٹ۔

توضیح اللغات: في الجنة ،بيت کی صفت ہے لاصخب فيها الخ جنت سے حال ہے صخب شور و شغب نصب تھکاوٹ، ملال، اکتاہٹ۔

باب فضائل عائشةؓ

یہ باب حضرت عائشہؓ کے فضائل میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۔۹۔۳۷ ۔ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم النخعي عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ انه ليهون على الموت انى رايتك زوجتى في الجنة وفي رواية انى رايتك زوجتى فى الجنة ثم التفت و قال هون على الموت لانى رايت عائشة فى الجنة .

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شان یہ ہے کہ مجھ پر موت آسان ہو جائیگی میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی دیکھا ہے۔اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی دیکھا ہے پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا موت مجھ پر آسان ہوگی اس لئے کہ میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا ہے۔

ترکیب: انه ليهون علىّ الموت انى الخ انه کی ضمیر ضمیر شان ہے اور باقی جملہ میں ترکیبی احتمالات دو ہیں ۔(۱) یھون مجرد لازم ہو، الموت اس کا فاعل ہوگا اور انی اصل میں لانی تھا جو کہ ماقبل کے لیے بمنزلہ علت کے ہے (۲) لیھوّن مزید متعدی ہو از باب تفعیل ،الموت مفعول بہ ہوگا اور انی مصدر کی تاویل میں ہو کر یھون فعل کا فاعل ہوگا پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا: شان یہ ہے کہ مجھ پر موت آسان ہو جائیگی کیونکہ میں نے الخ، دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا: شان یہ ہے کہ اس بات نے مجھ پر موت آسان کردی کہ میں نے تجھ کو الخ، یہ انتقال کے وقت کی بات ہے، جب موت

کے وقت احباب اور پسندیدہ اشخاص موجود ہوں تو موت میں آسانی ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۔۳۸۰۔ابو حنیفة عن الشعبی عن عائشةؓ قالت لقد کن لی خلال سبع لم یکن لاحد من ازواج النبی ﷺ کنت احبهن الیه ابا و احبهن الیه نفسا و تزوجنی بکرا وما تزوجنی حتی اتاه جبرئیل بصورتی ولقد رایت جبرئیل وماراه احد من النساء غیری وکان یاتیه جبرئیل وانا معه فی شعاره ولقدنزل فی عذر کادان یهلک فئام من الناس ولقدقبض رسول الله ﷺ فی بیتی ولیلتی ویومی وبین سحری ونحری .

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں بلاشبہ مجھے سات خصوصیات حاصل ہیں جو نبی علیہ السلام کی ازواج میں سے کسی کو حاصل نہیں میں تمام بیویوں سے نبی علیہ السلام کے ہاں والد کے اعتبار سے پسندیدہ تھی اور ذات کے اعتبار سے بھی اور آپ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح کیا اور آپ نے مجھ سے نکاح نہیں کیا یہاں تک کہ جبرئیل ان کے پاس میری تصویر لائے اور یقیناً میں نے جبرئیل کو دیکھا ہے اور عورتوں میں سے میرے علاوہ کسی نے اسے نہیں دیکھا اور آپ کے پاس جبرئیل آتے اس حال میں کہ میں آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتی اور بلاشبہ میرے بارے عذر نازل ہوا قریب تھا کہ لوگوں کے کئی گروہ ہلاک ہو جاتے اور بلاشبہ نبی علیہ السلام میرے گھر میں اور میری باری کی رات اور دن میں اور میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان قبض کیے گئے۔

توضیح اللغات:خلال . خُلة کی جمع،خصال،عادات،مراد خصوصیات شعار لحاف،اصل میں شعار وہ لباس کہلاتا ہے جو پہننے والے کے بدن سے مس ہو۔فئام لوگوں کی جماعت،اس کا واحد نہیں آتا،جمع الجمع فئوم آتی ہے۔سحر پھیپھڑا،سینہ ،نحر سینہ کا بالائی حصہ،پسلی کی ہڈی،ج نحور ،کہا جاتا ہے مات فلان بین سحری ونحری یعنی وہ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوا۔کن لی خلال سبع یہ ترکیب اکلونی البراغیث کے قبیل سے ہے۔غیری احد کی صفت ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۔۳۸۱۔ابو حنیفة عن عون عن عامر الشعبی عن عائشةؓ قالت فیّ سبع خصال لیست فی واحدة من ازواج رسول الله ﷺ تزوجنی وانا بکر ولم یتزوج احدا من نسائه بکرا غیری ونزل جبرئیل بصورتی قبل ان یتزوجنی ولم ینزل بصورة واحدة من نسائه غیری

وارانی جبرئیل ولم یُرِہ احد امن ازواجه غیری و کنت من احبهن الیه نفسا و اباونزلت فیّ ایات من القران کادان یهلک فئام من الناس ومات فی لیلتی ویو می وتوفی بین سحری ونحری وفی روایة انها قالت ان فیّ سبع خصال ما هن فی واحدة من ازواجه تزوجنی بکرا ولم یتزوج بکرا غیری واتاه جبرئیل بصورتی قبل ان یتزوجنی ولم یاته جبرئیل بصورة احد من ازواجه غیری و کنت احبهن الیه نفسا وابا وانزل فیّ عذر کاد ان یهلک فئام من الناس ومات فی یومی ولیلتی وبین سحری ونحری وارانی جبرئیل ولم یره احد من ازواجه غیری ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھ میں سات خصوصیات ہیں جو نبی علیہ السلام کی ازواج میں سے کسی میں نہیں، آپ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح کیا اور اپنی بیویوں میں سے میرے علاوہ کسی سے باکرہ ہونیکی حالت میں شادی نہیں کی اور مجھ سے شادی سے پہلے جبرئیل میری تصویر کے ساتھ نازل ہوئے اور میرے علاوہ آپ کی بیویوں میں سے کسی کی تصویر لیکر نازل نہیں ہوئے اور آپ نے مجھے جبرئیل دکھائے اور میرے علاوہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو وہ نہیں دکھائے اور میں ان سب کی بنسبت آپ کے ہاں والد کے اعتبار سے محبوب ترین تھی اور اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور قرآن کی کچھ آیات میرے بارے نازل ہوئیں قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جائیں اور آپ کا انتقال میری باری کی رات اور دن میں ہوا اور آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور ان سے ایک روایت میں ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھ میں سات خصوصیات ہیں جو آپ کی بیویوں میں سے کسی ایک میں نہیں تھیں۔ آپ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح کیا اور میرے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور مجھ سے شادی کرنے سے پہلے جبرئیل میری تصویر لیکر آپ کے پاس آئے اور میرے علاوہ آپ کی بیویوں میں سے کسی کی تصویر آپ کے پاس نہیں لائے اور میں آپ کے ہاں ان سب کی بنسبت والد کے لحاظ سے اور اپنی ذات کے لحاظ سے محبوب ترین تھی اور میرے بارے عذر نازل ہوا قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جاتیں اور آپ میری باری کے دن اور رات اور میرے سینہ اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے اور آپ نے مجھے جبرئیل امین دکھایا اور میرے علاوہ آپ کی بیویوں میں سے کسی نے ان کو نہیں دیکھا

حدیث نمبر ۲۹_۳۸۲ ـ ابو حنیفة عن ابراهیم عن ابیه عن مسروق انه کان اذا حدث عن عائشةؓ قال حدثتنی الصدیقة بنت الصدیق المبراۃ حبیبة رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: مسروقؒ سے روایت ہے کہ جب وہ حضرت عائشہؓ سے حدیث بیان کرتے تو کہتے مجھے صدیقہ بنت صدیق نے حدیث بیان کی جو کہ تہمت سے بالکل بری ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۰۔۳۸۳: ابو حنيفة عن الهيثم عن عكرمة عن ابن عباسؓ انه استاذن على عائشةؓ ليعودها في مرضها فارسلت اليه اني اجد غما وكربا فانصرف فقال للرسول ما انا بالذي ينصرف حتى ادخل فرجع الرسول فاخبرها بذلك فاذنت له فقالت اني اجد غما وكربا وانا مشفقة مما اخاف ان اهجم عليه فقال لها ابن عباس ابشري فوالله سمعت رسول الله ﷺ يقول عائشةؓ في الجنة وكان رسول الله ﷺ اكرم على الله ان يزوجه جمرة من جمر جهنم فقالت فرجت فرج الله تعالى عنك .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ان کی بیماری میں اجازت چاہی تاکہ ان کی عیادت کریں تو انہوں نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میں غم اور پریشانی محسوس کرتی ہوں اس لئے آپ واپس ہو جائیں تو ابن عباسؓ نے پیامبر کو کہا میں تو لوٹنے والا نہیں ہوں حتی کہ میں داخل ہونگا تو قاصد لوٹا اور عائشہ کو اس بارے خبر دی تو عائشہ نے آپ کو اجازت دیدی پس کہا کہ بلاشبہ میں غم اور پریشانی پاتی ہوں اور جس کا مجھے علم اور یقین ہے مجھے اندیشہ اور خوف ہے کہ میں اس پر اچانک چلی جاؤں تو ابن عباس نے انہیں کہا آپ کو خوشخبری ہو کیونکہ اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے عائشہ جنت میں ہوگی اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے ہاں اس بات سے معزز ومکرم تھے کہ ان کا نکاح جہنم کے انگاروں میں سے کسی انگارے سے کرائیں تو عائشہؓ نے فرمایا آپ نے مجھ سے غم کو دور کردیا اللہ آپ سے غموں کو دور فرمائے۔

توضیح اللغات: کربا غم، پریشانی، یہاں موت کا غم مراد ہے۔ مشفقه ڈرنے والی۔ اخاف: اعلم اور اتیقن کے معنی میں ہے خوف کو علم لازم ہے، اگر علم نہ ہو تو خوف ممکن نہیں، اس لئے یہاں ملزوم بول کر لازم مراد لیا ہے۔ اهجم عليه (ن) بغیر اطلاع اور اجازت کے آنا، اچانک چلے جانا جمرہ انگار، وانا مشفقة الخ مطلب یہ ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں انتقال کر جاؤں۔ وكان رسول الله الخ یعنی اللہ کے ہاں نبی علیہ السلام کا بڑا درجہ تھا آپ کا ان سے نکاح ہونا جنتی ہونے کی علامت ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ جہنمی ہوں اور اللہ نے آپ کا نکاح نبی علیہ السلام سے مقدر فرمایا ہو۔

باب فضائل الشعبیؒ

یہ باب امام شعبیؒ کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۔ ۳۸۴۔ ابو حنیفة عن الهیثم عن عامر الشعبیؒ قال کان یحدث عن المغازی وابن عمر یسمعه قال حین یسمع حدیثه انه یحدث کا نه شهد القوم .

ترجمہ: عامر شعبیؒ فرماتے ہیں وہ مغازی بیان کرتے اس حال میں کہ عبداللہ بن عمرؓ ان سے سنتے جس وقت ان کی حدیث سنتے تو فرماتے وہ ایسے بیان کرتے ہیں گویا کہ وہ صحابہ کے ساتھ حاضر تھے۔

حدیث نمبر ۳۲۔ ۳۸۵۔ ابو حنیفة عن داؤد بن ابی هند عن عامرؒ انه کان یحدث عن مغازی رسول اللّٰه ﷺ فی حلقة فیها ابن عمر فقال انه لیحدث حدیثا کان یشهد .

ترجمہ: عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے مغازی ایسے حلقہ میں بیان فرماتے جس میں ابن عمر موجود ہوتے تو آپ فرماتے یہ ایسے حدیث بیان فرماتے ہیں گویا کہ اس میں حاضر تھے۔

عامر بن شراحیل الشعبی جلیل القدر تابعی اور مغازی کے ماہر محدث ہیں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانیہ ۱۰۵ھ یا ۱۰۴ھ میں بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ ایک سو پچاس صحابہ کرام سے روایات نقل کرتے ہیں۔

باب فضائل ابراهیم و علقمة

یہ باب ابراہیم نخعی اور علقمہ کے فضائل کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۔ ۳۸۶۔ زفر قال سمعت اباحنیفةیقول سمعت حمادا یقول کنت اذا نظرت الی ابراهیم فکل من رای هدیه یقول کان هدیه هدی علقمة و یقول من رای علقمة یقول کان هدیه هدی عبد اللّٰه ویقول من رای هدی عبد اللّٰه کان هدیه هدی رسول اللّٰه ﷺ .

ترجمہ: امام زفر فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حماد سے سنا وہ فرمارہے تھے جب میں ابراہیم نخعی کو دیکھتا تو جو شخص بھی آپ کی سیرت کو دیکھتا تو کہتا کہ آپ کی سیرت علقمہ کی سیرت ہے اور جس نے علقمہ کو دیکھا ہوتا وہ کہتا کہ ان کی سیرت عبداللہ بن مسعود کی سیرت ہے اور جس نے عبداللہ بن مسعود کو دیکھا ہوتا وہ کہتا کہ آپ کی سیرت نبی علیہ السلام کی سیرت ہے۔

توضیح اللغات: اذا نظرت الی ابراھیم جملہ شرطیہ ہے اور اس کی جزا محذوف ہے یعنی قلت ھدیہ ھدی علقمۃ اور فکل من رای میں فاء تعلیلیہ ہے یعنی فان من الخ

ابراہیم نخعی: سلسلہ نسب ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود النخعی ہے کوفہ سے تعلق ہے ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں حجاج کے انتقال کے چار ماہ بعد انتقال ہوا۔

علقمہ: سلسلہ نسب علقمہ بن ابی قیس بن عبداللہ النخعی ہے کوفہ سے تعلق ہے نبی علیہ السلام کی زندگی میں پیدا ہوئے تھے لیکن ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا البتہ بڑے اور کبار تابعین میں شمار ہوتا ہے حضرت عمر، عثمان، علی، سعد، حذیفہ، ابوالدرداء، ابوموسی اشعری، ابن مسعود اور عائشہ وغیرہ حضرات سے روایت کرتے ہیں۔ ۶۱ یا ۶۲ یا ۶۵ھ میں انتقال ہوا ہے۔

حماد: حماد بن ابی سلیمان الکوفی الاشعری، امام صاحبؒ کے استاذ ہیں، ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال ہوا، بعض نے آپ کو مرجی لکھا ہے جو کہ غلط اور تعصب پر مبنی ہے، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ دنیاوی بات دفعۃً نہیں کرتے تھے بلکہ درمیان میں اللہ کا ذکر ضرور کرتے اور فرماتے مجھے حیاء آتی ہے کہ میں اپنے نامہ اعمال میں کوئی ایسی بات پاؤں کہ جس میں تسبیح یا ذکر اللہ نہ ہو۔

باب فضائل ابی حنیفة

یہ باب امام ابوحنیفہؒ کے فضائل کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۴۴۔ ۳۸۷ ۔ابو حمزة الانصاری قال سمعت عبد اللّٰہ بن داود یقول لابی حنیفة من ادرکت من الکبراء قال القاسم وسالما وطاوسا وعکرمة و مکحولا وعبد اللّٰہ بن دینار والحسن البصری وعمرو بن دینار وابا الزبیر وعطاء وقتادة وابراھیم والشعبی ونافعا وامثالھم

ترجمہ: ابوحمزہ انصاری فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن داود سے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے بڑوں میں سے کس کو پایا ہے انہوں نے فرمایا قاسم اور سالم اور طاوس اور عکرمہ اور مکحول اور عبداللہ بن دینار اور حسن بصری اور عمرو بن دینار اور ابوالزبیر اور عطاء اور قتادہ اور ابراہیم اور شعبی اور نافع اور ان جیسے حضرات کو۔

من ادرکت من الکبراء سے مراد فقط تابعین ہیں چونکہ سوال صرف تابعین کے بارے ہوا تھا اس لئے جواب

اس کے مطابق دیا گیا ورنہ امام ابوحنیفہ خود تابعی ہیں اور کئی صحابہ کو دیکھا ہے، اس کی تفصیل اور امام صاحب کے حالات مقدمہ میں ملاحظہ ہوں۔ **قال القاسم الخ القاسم** اپنے تمام معطوفات سمیت ادرکتُ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے اس لئے منصوب ہے۔



کتاب فضل امته صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب نبی علیہ السلام کی امت کی فضلیت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبرا۔۳۸۸۔ابو حنیفة عن ابی بردة عن ابیه قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمة یدعون الی السجود فلا یستطیعون ان یسجدوا سجدت امتی مرتین قبل الامم طویلا قال فیقال ارفعوا رؤسکم فقد جعلت عدوکم الیهود والنصاری فداء کم من النار .

ترجمہ: ابو بردہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو کفار کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے میری امت تمام امتوں سے کافی زمانہ پہلے دو سجدے کرلے گی نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر کہا جائیگا اپنے سروں کو اٹھاؤ کیونکہ بلاشبہ میں نے تمہارے دشمن یہود ونصاری کو جہنم سے تمہارا فدیہ بنادیا ہے۔

حدیث نمبر۲۔۳۸۹۔ابو حنیفة عن ابی بردة عن ابیه قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمة یعطی کل رجل من المسلمین رجلا من الیهود والنصاری فیقال هذافداؤک من النار وفی روایة اذا کان یوم القیمة اعطی اللّٰه تعالی کل رجل من هذه الامة رجلا من الکفار فیقال هذافداؤک من النار وفی روایة اذا کان یوم القیمة دفع الی کل رجل من هذه الامة رجل من اهل الکتاب فقیل له هذا فداؤک من النار وفی روایة ان هذه الامة امة مرحومة عذابها بایدیها.

ترجمہ: ابو بردہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو مسلمانوں میں سے ہر شخص کو یہود اور نصاری میں سے ایک شخص دیا جائیگا پس کہا جائیگا یہ تمہارا آگ سے فدیہ ہے اور ایک روایت میں ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی اس امت میں سے ہر شخص کو کفار میں سے ایک آدمی دیگا اور فرمائیں گے یہ جہنم سے تمہارا فدیہ ہے اور ایک روایت میں ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اس امت کے ہر شخص کو اہل کتاب میں آدمی دیا جائیگا پس کہا جائیگا یہ جہنم سے تیرا فدیہ ہے اور ایک روایت میں ہے یہ امت قابل رحم امت ہے اس کا عذاب اس کے قبضہ میں ہے۔

حدیث نمبر۳_۳۹۰ _ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ یوما لاصحابه اترضون ان تکونوا ربع اهل الجنة قالوا نعم قال اترضون ان تکونوا ثلث اهل الجنة قالوا نعم قال اترضون ان تکونوا نصف اهل الجنة قالوا نعم قال ابشروا فان اهل الجنة عشرون ومائة صف امتی من ذلک ثمانون صفا.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ایک دن نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی ان میں سے میری امت کی اسی صفیں ہونگی۔

حدیث نمبر۴_۳۹۱ _ابو حنیفة عن ابی بردة قال قال رسول الله ﷺ ان امتی امة مرحومة عذابها بایدیها فی الدنیا وزاد فی روایة بالقتل.

ترجمہ: ابو بردہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت مرحومہ امت ہے دنیا میں اس کا عذاب اس کے قبضہ میں ہے اور ایک روایت میں زیادتی فرمائی کہ قتل کے ساتھ (عذاب)۔

حدیث نمبر۵_۳۹۲ _ابو حنیفة عن زیاد عن یزید بن الحارث عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول الله ﷺ فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یارسول الله الطعن عرفناه فماالطاعون قال وخزاعدائکم من الجن وفی کلٍ شهادة وفی روایة وفی کلٍ شهداء.

ترجمہ: ابوموسی اشعری فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کی فنائیت نیزہ بازی اور طاعون سے ہوگی کہا گیا اے اللہ کے رسول نیزہ بازی کو ہم جانتے ہیں پس طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا تمہارے دشمنوں یعنی جنوں کا نیزہ چبھونا ہے اور ہر ایک میں شہادت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر ایک میں شہداء ہوں گے۔

توضیح اللغات: طعن اور وخز، میں فرق یہ ہے کہ طعن وہ نیزہ بازی ہے جس میں نیزہ جسم سے آر پار ہو جائے اور وخز میں نیزہ آر پار نہیں ہوتا البتہ آدمی عموماً اس سے مرجاتا ہے۔

حدیث نمبر۶_۳۹۳ _ابو حنیفة عن خالد بن علقمة عن عبدالله بن الحارث عن ابی موسیٰؓ

عن النبی ﷺ قال فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یارسول اللّٰہ ھذاالطعن قد علمنا ہ فماالطاعون قال وخزا عدائکم من الجن وفی کل شھادۃ .

ترجمہ: ابوموسی اشعریؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا میری امت طعن اور طاعون سے ہلاک ہو گی تو کہا گیا اے اللہ کے رسول یہ طعن ایسی چیز ہے کہ ہم اسے جانتے ہیں پس طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا تمہارے جن دشمنوں کا نیزہ چبھونا اور ہر ایک میں شہادت ہے۔

یعنی جو مسلمان طعن یا طاعون سے فوت ہوگا شہید کہلائے گا۔

کتاب الاطعمة والاشربة والضحایا والصید والذبائح

یہ کتاب کھانے پینے کی اشیاء اور قربانیوں اور شکار اور ذبیحوں کے بیان میں ہے۔

حدیث نمبر۱۔۳۹۴۔ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ نھی عن کل ذی ناب من السباع .

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کل قسم کے کچلی والے درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

توضیح اللغات: السباع، سبع کی جمع بمعنی درندے۔نھی عن کل ذی الخ اصل میں ہے نھی عن اکل کل ذی الخ ناب کچلی، داڑھ، ج انیاب ،نیوب ،انیب جمع الجمع ،انا ییب، مطلب یہ ہے کہ جو درندے کچلی اور داڑھوں سے چیر پھاڑ کرتے ہیں وہ سب حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، ہاتھی، ریچھ، بندر، بھیڑیا، بجو، لومڑی وغیرہ۔

باب النھی عن کل ذی مخلب من الطیر

یہ باب ہر پنجے والے پرندے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۔۳۹۵۔ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ نھی یوم خیبر عن اکل کل ذی مخلب من الطیر .

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے خیبر کے دن ہر قسم کے پنجہ دار پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

توضیح اللغات: مخلب بکسر المیم ،ناخن، پنجہ، جو پرندے اپنے پنجوں سے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے باز، شاہین، شکرا، گدھ وغیرہ۔

باب النھی عن اکل لحوم الحمر الاھلیة

یہ باب گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳۔۳۹۶۔ابو حنیفة عن ابی اسحق عن البراءؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن

اکل لحوم الحمر الاھلیۃ .

ترجمہ: براء بن عازبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اقسام حمار اور احکام: حمار دو قسم کے ہیں (۱) حمار وحشی جس کو نیل گائے بھی کہتے ہیں (۲) حمار اہلیہ: گھریلو گدھے، پالتو گدھے، نیل گائے بالاتفاق حلال ہے اور پالتو گدھے کے بارے کچھ اختلاف ہے ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے حضرت عائشہ، ابن عباسؓ اور شعبیؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ پالتو گدھا حلال ہے لیکن ان کی صحیح روایت جمہور کے ساتھ ہے، حدیث الباب اس کی صریح دلیل ہے، اس کے علاوہ کئی احادیث صحیحہ کثیرہ سے پالتو گدھے کی حرمت ثابت ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احادیثِ حرمت متواتر ہیں۔

باب النھی عن خشاش الارض

یہ باب زمین کے حشرات سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۴۔ ۳۹۷۔ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال نھینا عن خشاش الارض.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں ہمیں حشرات الارض سے منع کیا گیا ہے۔

توضیح اللغات: خشاش خاء پر ضمہ فتحہ اور کسرہ تینوں درست ہیں بمعنی زمین کے حشرات اور کیڑے مکوڑے۔

حشرات الارض کا حکم: جمہور کا اتفاق ہے کہ تمام حشرات اور زمین کے ہر قسم کے کیڑے مکوڑے حرام ہیں، حدیث الباب اس کی دلیل ہے، امام مالکؒ کے ہاں حلال ہیں، ان کی دلیل قرآن کی آیت ہے۔ قل لا اجد فیما احی الی محرما علی طاعم یطعمه الخ اس میں حشرات الارض کا ذکر نہیں، معلوم ہوا کہ وہ حلال ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مخصوص عنہ البعض ہے۔ چنانچہ ہاتھی کتوں اور گدھوں کا گوشت بالاتفاق حرام ہے اور اس آیت سے مستثنیٰ ہیں حالانکہ یہاں ان کا ذکر نہیں۔ جب یہ ظنی اور مخصوص عنہ البعض ہے تو خبر واحد سے اس میں مزید تخصیص درست ہوگی، اس لئے ہم نے حدیث الباب سے اس کی تخصیص کی اور حشرات الارض کو حرام قرار دیا۔

باب النهي عن قتل الضفدع

یہ باب مینڈک کے قتل سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵۔۳۹۸۔ابو حنیفة عن ابی الزبیر المکی عن جابر بن عبد اللّٰہؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قتل ضفدعا فعلیه شاة محرما کان او حلالا.

ترجمہ: جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مینڈک قتل کیا تو اسپر ایک بکری واجب ہے وہ محرم ہو یا حلال۔

توضیح اللغات: ضفدع اس میں کئی اعراب درست ہیں،زبرج ،جعفر ،جندب،درھم سب کے اوزان پر پڑھنا درست ہے بمعنی مینڈک۔

مسئلہ نمبر۱:

مینڈک بالاتفاق حرام ہے اوراس کی حرمت حدیث الباب سے معلوم ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ احادیث کا اسلوب بتلاتا ہے کہ نبی علیہ السلام جس چیز کے قتل سے منع کرتے ہیں اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں (۱)احترام (۲)حرمت ۔احترام کی مثال انسان ہے کہ اسے احترام کی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں، یہاں احترام کے معنی موجودنہیں،اس لئے لازمی طور پراس کے قتل سے منع کرنے کی وجہ اس کا حرام ہونا ہے یعنی جب وہ حرام ہے تو اسے قتل اور شکار کرنا صحیح نہیں،اس کے شکار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے،فضول اس کی جان لے کر ضائع کرنا ہے۔

مسئلہ نمبر۲:

مینڈک قتل کرنے پر بکری دینا محرم پرواجب ہے اور حلال شخص کے لئے مستحب ہے،حلال شخص کے بارے حدیث الباب کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

باب النهی عن اکل الضب

یہ باب گوہ کے کھانے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۶۔۳۹۹۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ انه اهدی لها ضب فسألت رسول اللّٰه ﷺ فنهاها عن اکله فجاء سائل فامرت له به فقال رسول اللّٰه

ﷺ اتطعمین مالا تاکلین.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کو گوہ ہدیہ میں دی گئی تو انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے ان کو اس کے کھانے سے منع فرمادیا تو ایک بھکاری آیا پس حضرت عائشہؓ نے اس کیلئے گوہ دینے کا حکم دیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ ایسی چیز کھلانا چاہتی ہیں جسے آپ نہیں کھاتیں۔

توضیح اللغات :ضب ایک خشکی کا جانور ہے جسے فارسی میں سوسمار، اردو میں گوہ اور پشتو میں سمرہ کہتے ہیں، اس کے بارے مشہور ہے کہ اس کی عمر سات سوسال سے زیادہ ہوتی ہے اتنی عمر میں یہ نہ پانی پیتی ہے اور نہ اس کے دانت گرتے ہیں، ہر چالیس دن میں ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے۔

گوہ کا حکم :ائمہ ثلاثہ اور ظواہر کے ہاں گوہ حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے اور احنافؒ کے ہاں مکروہ ہے پھر مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اس کی تخریج میں اختلاف ہے، امام طحاوی کے ہاں مکروہ تنزیہی ہے، صحیح یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔

دلائل ائمہ ثلاثہ (۱) صحیحین میں ابن عمرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا **الضب لست اکلہ ولا احرمہ** یعنی گوہ کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں، اس میں حرام نہ ہونے کی تصریح ہے، باقی آپ کا اسے نہ کھانا اپنی طبیعت کیوجہ سے ہے کہ آپ کو پسند نہ ہوگی۔

(۲) صحیحین میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے گوہ پیش کی گئی تو آپ نے کھانے سے انکار کردیا، خالد بن ولید کے پوچھنے پر فرمایا کہ حرام نہیں پھر خالد بن ولید نے آپ کے سامنے اسے کھایا آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

دلائل احناف (۱) حدیث الباب۔

(۲) ابوداؤد میں عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی روایت ہے **ان النبی ﷺ نھی عن اکل لحم الضب** یعنی آپ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

تطبیق وترجیح :احناف کے دوقول ہیں مکروہ تنزیہی کا اور مکروہ تحریمی کا، تنزیہی پر تطبیق اس طرح ہوگی کہ مکروہ تنزیہی اور حلت دونوں جمع ہو سکتے ہیں لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں اور مکروہ تحریمی والے قول کے مطابق ترجیح کا راستہ اختیار کرنا ہوگا احنافؒ کا قول کئی اعتبار سے راجح ہے۔

(۱) احنافؒ کے مستدلات محرم ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے مستدلات مبیح ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں تعارض ہوتو

زیج محرم کو ہوتی ہے اس لئے گوہ حرام ہے۔

(۲) محرم روایات کی تائید قیاس سے بھی ہوتی ہے کیونکہ گوہ حشرات الارض میں سے ہے اور حشرات الارض حرام ہیں۔

(۳) محرم روایات کی تائید نبی علیہ السلام کے عمل سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے گوہ کھانے سے باقاعدہ انکار کیا ہے۔

وضاحت: اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ گوہ کی حلت وحرمت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور حضرت عائشہ اس کے حلت کی قائل تھیں لیکن نبی علیہ السلام کی طبیعت اسے پسند نہ کرتی تھی اور حدیث الباب میں حضرت عائشہ کو بھی اس کے کھانے سے منع کر دیا اس لئے حضرت عائشہؓ نے خود کھانے سے احتراز کیا لیکن وہ اسے حلال خیال کرتی تھیں اس لئے فقیر کو دینے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک چیز اگر فی نفسہ جائز اور حلال ہو لیکن کسی عورت کا شوہر اسے پسند نہ کرتا ہو تو بیوی کو بھی اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے، خاص طور پر اگر شوہر اسے اس کے کھانے سے روک بھی دے۔

باب صيد الكلاب المعلمة

یہ باب تعلیم دیئے گئے کتوں کے شکار کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۔ ۴۰۰ ۔ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن همام عن عدى بن حاتم قال سألت رسول الله ﷺ فقلت يارسول الله انا نبعث الكلاب المعلمة فناكل مما امسكن علينا فقال اذاذكرت اسم الله عليها مالم يشركها كلب غيرها قلت وان قتل قال وان قتل قلت يا رسول الله احدنا يرمى بالمعراض قال اذا رميت فسميت فخرق فكل وان اصاب بعرضه فلا تأكل.

ترجمہ: عدی بن حاتم فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول بلاشبہ ہم تعلیم یافتہ کتوں کو بھیجتے ہیں پس ہم اس شکار میں سے کھا لیتے ہیں جسے وہ ہمارے لئے روک لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا شرط یہ ہے کہ تم ان پر اللہ کا نام ذکر کرو جبکہ ان کے علاوہ کتا ان کے ساتھ شریک نہ ہو، میں نے کہا اگر چہ وہ قتل ہو جائے آپ نے فرمایا اگر چہ قتل ہو جائے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں سے ایک آدمی بے پروالا تیر پھینکتا ہے آپ نے فرمایا جب تم پھینکو اور بسم اللہ پڑھ لو اور وہ اس کو پھاڑ دے تو اسے کھاؤ اور اگر وہ اسے اپنی چوڑائی سے لگے تو اسے نہ کھاؤ۔

توضیح اللغات: الکلاب المعلمۃ تعلیم یافتہ کتے۔ کتے کی تعلیم یہ ہے کہ جب مالک اسے شکار پر چھوڑے تو وہ حملہ آور ہو اور اسے روکے تو وہ رک جائے اور شکار کر کے خود نہ کھائے بلکہ مالک کے پاس سالم لائے جب

تین بار وہ اس طرح کریگا تو شکاری تعلیم یافتہ شمار ہوگا۔ المعراض ۔ بے پر تیر، سہم اور معراض میں فرق یہ ہے کہ سہم نوکدار اور پروالا ہوتا ہے جبکہ معراض نہ نوکدار ہوتا ہے اور نہ اس کے پر ہوتے ہیں بلکہ وہ سیدھا اور چپٹا ہوتا ہے بعض فرماتے ہیں کہ معراض کے آگے نوک کے بجائے طول میں ایک دھار ہوتی ہے۔ خرق بمعنی جرح ہے، لغوی معنی چیرنے اور پھاڑنے کے آتے ہیں، بعض نے اس کے معنی ''آر پار ہونے'' کے کئے ہیں۔ عرضہ ۔ بضم العین ، طرف ، جانب، کنارہ۔ بفتح العین ہو تو بمعنی چوڑائی، یہاں دونوں معانی درست ہیں۔

تشریح مسائل: اس حدیث میں آلہ اصطیاد کی دو اقسام اور ان کے شکار کرنے کی شرائط بیان فرمائی ہیں، آلہ اصطیاد دو ہیں (۱) حیوانیہ (۲) جمادیہ

آلہ حیوانیہ اور اس کی شرائط: شکاری کتا آلہ حیوانیہ میں شامل ہے اس سے شکار کرنیکی تین شرائط بیان فرمائی ہیں۔

(۱) وہ کتا تعلیم یافتہ اور سدھارا ہو، الکلاب المعلمة۔

(۲) بھیجتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھی جائے۔ اذا ذکرت اسم اللہ علیھا۔

(۳) تعلیم یافتہ کتا ہی اسے شکار کرے، غیر تعلیم یافتہ اس کے ساتھ شریک نہ ہو، مالم یشر کھا ......الخ۔

واذقتل الخ. مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شرائط موجود ہوں تو اگر جانور کو زندہ نہ پایا تب بھی وہ حلال ہے۔ اگر زندہ پالیا تو اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔

آلہ جمادیہ اور اس کی شرائط: تیر آلہ جمادیہ میں شامل ہے اس سے شکار کرنے کی دو شرائط بیان فرمائی ہیں ۔(۱) پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھنا فسمّیت (۲) وہ جانور کو زخمی کردے۔ فخرق۔

و ان اصابہ بعرضعہ الخ مطلب یہ ہے کہ جانور اگر زخمی نہ ہو سکے، تیر کے ثقل اور دباؤ کی وجہ سے ہلاک ہو تو وہ حلال نہیں، ہاں اگر زندہ پالیا اور خود ذبح کر دیا تو درست ہے۔

بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور کا حکم:

رائفل اور بندوق کی گولیاں دو قسم کی ہوتی ہیں (۱) نوکدار (۲) غیر نوکدار ، جو گولیاں نوکدار ہیں ان کا کیا ہوا کیا ہوا شکار بالاتفاق حلال ہے لیکن غیر نوکدار گولی کا کیا ہوا شکار حلال ہے یا حرام؟ اس میں علماء عصر کا اختلاف رہا ہے کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کا شکار حلال ہے اور حلال ہونے کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) بعض نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ گولی جانور میں آر پار ہو جاتی ہے اور ایک قول کے مطابق حدیث الباب میں ''خرق'' کے معنی یہی ہیں کہ

تیر شکار سے آر پار ہو جائے ،اس لئے حلال ہے (۲) بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شکار، گولی کے ساتھ آگ ہوتی ہے اس سے ہلاک ہوتا ہے اور اصول یہ ہے کہ محرق یعنی جلانے والی چیز محدّد یعنی تیز اور دھار یدار کے معنی میں ہے۔یعنی محرق اور محدد دونوں کے ذریعہ کیا گیا شکار حلال ہوتا ہے، اس لئے اس گولی سے کیا گیا شکار حلال ہے،علماء دیوبند کا موقف یہ ہے کہ بندوق کا شکار حلال نہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''خرق'' کے معنی ''جرح'' راجح ہے اور گولی سے جانور زخمی نہیں ہوتا بلکہ وہ تیزی میں جا کر لگتی ہے تو اس کے ثقل اور دباء سے جانور مر جاتا ہے اس لئے یہ وان اصابعه بعرضه فلا تاکل میں اخل ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ گولی محرق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی گولی محرق نہیں ہوتی ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے کہ روئی کا ایک گالہ سامنے رکھا اور اس پر گولی چلائی تو وہ گولی دوسری طرف نکل گئی اور روئی کو آگ نہیں لگی ، اگر گولی محرق ہوتی تو یقیناً روئی کو آگ لگتی۔

غلیل کے شکار کا حکم:

غلیل کے ذریعہ جو پتھر یا غلہ پھینکا جاتا ہے وہ تیز اور دھاری دار نہیں ہوتا،اس لئے اس کا شکار حلال نہ ہوگا اور یہ پوری تفصیل ذبح ضطراری کے بارے میں ہے،اگر جانور کو زندہ پکڑ کر ذبح کر لیا تو وہ بہرصورت بالاتفاق حلال ہے۔

باب اکل ماجزر عنه الماء

یہ باب اس جانور کے کھانے کے بارے میں ہے جس سے پانی پیچھے ہٹ گیا ہو

حدیث نمبر ۸۔۴۰۱۔ابو حنیفة عن عطية عن ابی سعیدؓ قال قال رسول الله ﷺ ما جزر عنه الماء فكل.

ترجمہ:ابوسعید خدری فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ مچھلی جس سے پانی پیچھے ہو گیا تو اسے کھاؤ۔

توضیح اللغات: جزر (ن) کسی جگہ سے پانی کا خشک یا کم ہو کر پیچھے ہو جانا۔مطلب یہ ہے کہ ایک جگہ سے پانی پیچھے چلا گیا اور اس جگہ مچھلی مری پڑی ہے تو اسے کھانا جائز ہے بشرطیکہ خراب اور بدبودار نہ ہوئی ہو۔اسے مسا القاہ البحر کہا جاتا ہے اور اگر مچھلی پانی کے اندر ہی مر جائے اور پانی کے سر پر تیرنے لگے تو اسے سمک طافی کہتے ہیں احناف کے ہاں وہ حرام ہے شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں حلال ہے۔

باب حکم اکل الجراد

یہ باب ٹڈی کے کھانے کے حکم کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۹۔۴۰۲۔

ابو حنیفة قال سمعت عائشة بنت عجرد تقول قال رسول اللّٰہ ﷺ اکثر جند اللّٰہ فی الارض الجراد لا اکله ولا احرمه.

ترجمہ: عائشہ بنت عجرد فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین میں اللہ کے لشکروں میں سب سے زیادہ ٹڈیاں ہیں میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام کہتا ہوں۔

اس پر تقریبا اتفاق ہے کہ ٹڈی حلال ہے حدیث الباب پہلے کی ہے، بعد میں خود نبی علیہ السلام سے ٹڈی کھانا ثابت ہے عبد اللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام کے ساتھ سات غزوات کئے ہیں جن میں آپ ہمارے ساتھ ٹڈیاں کھاتے رہے اسی بناء پر امام نووی نے اس کی حلت پر اجماع نقل کیا ہے۔

اکثر: ہوسکتا ہے کہ ٹڈی واقعی سب سے زیادہ ہوں، ساری مخلوق اور اس کی صحیح تعداد کس کو معلوم ہے؟ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی ایک خاص علاقے کی مخلوقات کے اعتبار سے اکثریت مراد ہو۔

باب الرمی بالسهم الی النادّ

یہ باب بھگوڑے جانور کو تیر مارنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۔۴۰۳۔ابو حنیفة عن سعید عن عبایة بن رفاعة عن رافع بن خدیج ان بعیرا من ابل الصدقة ندفطلبوه فلما اعیاهم ان یاخذوه رماه رجل بسهم فاصاب فقتله فسألوا النبی ﷺ فامر باکله وقال ان لها اوابد کاوابد الوحوش فاذا خشیتم منها فاصنعوا امثل ما صنعتم بهذا البعیر ثم کلوه وفی روایة ان بعیرا من ابل الصدقة ند فرماه رجل بسهم فقتله فسئل النبی ﷺ عن اکله فقال کلوه فان لها اوابد کاوابد الوحش.

ترجمہ: رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو صحابہ نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی پس جب اس نے انہیں اس بات سے تھکا دیا کہ وہ اسے پکڑیں تو ایک شخص نے اسے تیر مارا تو وہ

درست لگااور اسے قتل کر دیا پھر انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے اس کے کھانے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ ان کو بھی نفرت حاصل ہے جیسے وحشی جانوروں کی نفرت ہوتی ہے پس جب تمہیں ان سے اندیشہ ہو تو ایسا ہی عمل کیا کرو جو تم نے اس اونٹ کے ساتھ کیا ہے پھر اسے کھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو آپ نے فرمایا اسے کھاؤ کیونکہ انہیں بھی وحشی جانوروں کی وحشت کیطرح وحشت ہوتی ہے۔

توضیح اللغات: ند۔(ض) اونٹ کا بدک کر بھاگنا۔اعیاھم باب افعال، تھکانہ، اکتانا۔اوابد، ابدۃ کی جمع ہے بمعنی وحشی لیکن یہاں مصدر کے معنی میں ہے، وحشت نفرت۔

اقسام ذبح: ذبح کی دو قسمیں ہیں (۱) ذبح اختیاری (۲) ذبح اضطراری۔

ذبح اختیاری یہ ہے کہ جو جانور اپنے قبضہ میں ہے اس کے حلق میں چند رگیں ہیں ان کو کاٹ دیا جائے، گھریلو جانوروں میں اصل یہی ذبح ہے اور ذبح اضطراری یہ ہے کہ جو جانور وحشی ہیں انسان کے قبضہ میں نہیں ہوتے دور سے ان پر تیر وغیرہ پھینک دیا جائے، جب وہ اسے زخمی کر دے خواہ جسم کے کسی حصے پر لگ جائے تو یہ حلال ہے۔مذکورہ حدیث میں قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ جو گھریلو اور پالتو جانور بدک کر بھاگ جاتا ہے تو اس کا اضطراری ذبح بھی درست ہے۔

باب النهي عن المجثمة

یہ باب مجثمہ سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱:۴۰۴۔ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن المجثمة.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجثمہ سے منع فرمایا ہے۔

توضیح اللغات: تجثیم کہتے ہیں کسی جاندار کو سامنے باندھ کر اسے نشانہ بنایا جائے اور اس پر تیر بازی اور نشانہ بازی کی جائے، حدیث الباب میں مجثمہ میں دو احتمال ہیں (۱) یہ مصدر میمی ہو مطلب یہ ہوگا کہ نبی علیہ السلام نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جانور کو نشانہ بنا کر اس پر نشانہ بازی کی جائے، یہ عمل بالاتفاق حرام ہے۔

(۲) اسم مفعول کا صیغہ ہو اس صورت میں اس کا مضاف ہوگا ای اکل المجثمة یعنی ایسے جانور کے کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ جب اسے مسلسل مارا جائیگا تو وہ لازمی طور پر مردار ہو جائیگا اس لئے حرام ہوگا، تاہم اگر اسے مردار نہ ہونے دیا گیا بروقت ذبح کر دیا تو وہ حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے۔

باب الذبح بالمروة

یہ باب دھاری دار سفید پتھر کے ساتھ ذبح کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۔۴۰۵۔ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ ان کعب بن مالکؓ اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰہ ان غُنَیمة کانت لھا راعیة فخافت علی شاة منھا الموت فذبحتھا بمروة فامرھا النبی ﷺ باکلھا .

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کعب بن مالکؓ نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو کہا اے اللہ کے رسول کچھ بکریاں ہیں جنہیں ایک عورت چراتی تھی تو اسے ان میں سے ایک بکری پر موت کا اندیشہ ہوا تو اسے سفید دھاری دار پتھر کے ساتھ ذبح کر دیا تو نبی علیہ السلام نے اسے اس کے کھانے کا حکم دیدیا۔

توضیح اللغات: غنیمة۔ تصغیر ہے بمعنی بکریوں کا چھوٹا ریوڑ، راعیة۔ بکریاں چرانے والی، مروة سفید دھاری دار پتھر۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے (۱) عورت کا ذبیحہ بھی درست ہے جس کے بارے آگے مستقل باب بھی آ رہا ہے۔ (۲) ہر تیز دھاری دار چیز سے ذبح درست ہے۔

باب اکل الأرنب

یہ باب خرگوش کے کھانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: ۴۰۶۔ ابو حنیفة عن الھیثم عن الشعبی عن جابر بن عبد اللّٰہؓ قال خرج غلام من الانصار قبل احد فمر فی طریقه فاصطاد ارنبا فلم یجد ما یذبحھا فذبحھا بحجر فجاء بھا الی رسول اللّٰہ ﷺ قد علقھا بیده فامره باکلھا وفی روایة ان رجلا اصاب ارنبین فذبحھما بمروة یعنی الحجر فامره النبی ﷺ باکلھا وفی روایة اصاب رجل من بنی سلمة ارنبا باحد فلم یجد سکینا فذبحھا بحجر فامره النبی ﷺ باکلھا .

ترجمہ: جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں انصار میں ایک لڑکا احد پہاڑ کیطرف نکلا، احد کے راستہ پر جاتے ہوئے اس نے خرگوش شکار کر لیا تو اسے ذبح کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائی پس اسے پتھر کے ساتھ ذبح کر لیا پھر اسے نبی علیہ السلام کے

پاس لایا اس حال میں کہ اسے اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھا تو نبی علیہ السلام نے اسے اس کے کھانے کا حکم دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے دو خرگوش شکار کیے تو انہیں مروۃ یعنی پتھر کے ساتھ ذبح کیا تو نبی علیہ السلام نے اس کو اس کے کھانے کا حکم دیا اور ایک روایت میں ہے بنو سلمہ کے ایک شخص نے احد پہاڑ میں خرگوش شکار کیا پس اس نے چھری نہ پائی تو اسے پتھر سے ذبح کر دیا تو نبی علیہ السلام نے اس کو اس کے کھانے کا حکم دیا۔

توضیح اللغات: اصطاد شکار کرنا، ارنب، خرگوش ج ارانب، سکین چھری۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(۱) تیز دھاری دار پتھر وغیرہ سے ذبح درست ہے۔

(۲) خرگوش حلال ہے نیز ملاحظہ ہو کتاب الصوم حدیث نمبر ۴، ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق ہے کہ خرگوش حلال ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اور ابن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ خرگوش مکروہ ہے، اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کو حیض آتا ہے اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ خرگوش بگڑی ہوئی عورت کی صورت ہے، ایک عورت تھی جو حیض کے بعد غسل نہیں کیا کرتی تھی تو اس کی صورت مسخ ہو کر خرگوش بن گئی، جمہور کیطرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی روایت ثابت ہی نہیں اور محض خون یا حیض آنا حرمت کی دلیل نہیں

با ب الاکل من ذبیحة المرأة

یہ باب عورت کے ذبیحہ کو کھانے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۔۴۰۷ ۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن علقمة عن ابن مسعودؓ قال ان رسول اللہ ﷺ اکل من ذبیحة امراة ونهى عن قتل المراة.

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں یقیناً نبی علیہ السلام نے عورت کے ذبیحہ سے کھایا ہے اور عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث سے دو مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) عورت کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ دوسری شرائط موجود ہوں، اس زمانہ میں بہت سے لوگوں اور خواتین کا خیال ہے کہ عورت کا ذبیحہ ٹھیک نہیں، یہ خیال غلط ہے۔

(۲) جہاد میں عورت کو قتل کرنا منع ہے بشرطیکہ وہ خود لڑائی میں شریک نہ ہو اور شان وشوکت والی نہ ہو ورنہ اسے بھی قتل کرنا درست ہے۔

باب فضل عشرة ایام الاضحی

یہ باب اضحیٰ کے دس دنوں کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۔۴۰۸۔ابو حنیفة عن مخول بن راشد عن مسلم البطین عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من ایام افضل عند اللہ من ایام عشر الاضحی فاکثروا فیھن من ذکر اللہ تعالی۔

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے ہاں اضحیٰ کے دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن افضل نہیں ہیں لہذا ان میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔

مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں، انکی بڑی فضیلت ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان کی ہر ایک رات کا قیام لیلة القدر کے قیام کے برابر ہے۔

باب ذبح النبی ﷺ کبشین املحین

یہ باب نبی علیہ السلام کے دو چت کبرے مینڈھوں کو ذبح کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۔۴۰۹۔ابو حنیفة عن الھیثم عن عبد الرحمن بن سابط عن جابر بن عبداللہ ان النبی ﷺ ضحی بکبشین اشعرین املحین احدھما عن نفسه والاخر عمن شھدان لاالہ الا اللہ من امته و فی روایة نحوہ ولم یذکر جابر بن عبد اللہ۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو زیادہ بالوں والے چت کبرے مینڈھوں کی قربانی کی ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا آپ کی امت میں سے ان حضرات کے لئے جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں اور ایک روایت میں اسی طرح ہے اور جابر بن عبداللہ کا ذکر نہیں۔

توضیح اللغات: ضحی باب تفعیل، قربانی کرنا کبشین دو مینڈھے اشعرین زیادہ بالوں والے املحین چت کبرے جن کا اصل رنگ سیاہ ہو لیکن ساتھ سفیدی بھی ہو بعض نے اس کے معنی خالص سفیدی کے کئے ہیں۔
من امته امت کی دو قسمیں ہیں، امت اجابت اور امت دعوت، امت اجابت نبی علیہ السلام کی وہ امت ہے جس نے آپ پر ایمان لایا ہے یعنی مسلمان اور امت دعوت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی دعوت دیجا سکتی ہے جیسے کفار، اس

بناء پر حدیث الباب میں عمن شهد کی قید لگائی ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کیطرف سے نفلی قربانی کرنا اوراس کا ثواب پہنچانا درست ہے۔

باب الاضحية قبل الصلوة

یہ باب نماز عید سے قبل قربانی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۱۰ ۔۴ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم والشعبى عن ابى بردة بن دينار انه ذبح شاة قبل الصلوة فذكر ذلك للنبى ﷺ فقال تجزى عنك ولا تجزى عن احدبعدك .

ترجمہ: ابو بردہ بن دینارؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز سے پہلے بکری ذبح کی تو اس کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تمہاری طرف سے کافی ہوگئی اور آپ کے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگی۔

توضیح اللغات: تجزئی باب افعال، کافی ہونا۔

مسئلہ: دیہاتی لوگ جن پر نماز عید واجب نہیں وہ نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر سکتے ہیں اور شہری جن پر نماز عید واجب ہے ان کے لئے نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔اگر کسی نے پہلے قربانی کرلی تو وہ نہ ہوگی دوبارہ قربانی ضروری ہے چنانچہ بخاری و مسلم میں جندب بن عبداللہؓ کی روایت ہے جس میں ہے کہ ایک بار نبی علیہ السلام نے نماز عید پڑھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے قربانی کردی ہے اور گوشت پڑا ہے آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کریں، ہاں اگر شہری اپنا جانور دیہات بھیج دے اور وہ وہاں نماز عید سے پہلے ذبح کرلیا جائے تو جائز ہے۔اس سلسلے میں ذبحِ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے۔

مسئلہ: اس زمانے میں بیرون ممالک میں ملازمت وغیرہ کے سلسلے میں اقامت پذیر ہونے کا عام رواج ہے وہاں مقیم حضرات پاکستان میں مقیم اپنے کسی رشتہ دار کو اپنی طرف سے قربانی کا وکیل بنا دیتے ہیں ان کا وکیل صبح فجر کے بعد ان کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں قربانی کی جاتی ہے اس جگہ کا اعتبار ہے اس لئے ان کی قربانی بہر صورت ہوجاتی ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے، اس بارے یہ تفصیل ہے کہ جن جن ممالک کا وقت پاکستانی وقت کے برابر یا اس سے آگے ہے ان لوگوں کی قربانی تو ہوجاتی ہے لیکن جن جن ممالک کا وقت پاکستانی وقت کے بعد ہے مثلاً پانچ گھنٹے کا فرق ہے تو ایسے لوگوں کی قربانی نہ ہوگی کیونکہ جس وقت پاکستان میں صبح صادق ہوتی ہے اس وقت وہاں رات ہوتی ہے اس اعتبار سے وہاں کے حضرات پر قربانی کا نفس وجوب بھی نہیں ہوتا۔موضع اضحیہ کا بے شک اعتبار ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ قربانی کرنے والے پر نفس وجوب تو ہوا ہو۔

باب النهي عن امساک لحوم الاضحية فوق ثلاثة ايام

یہ باب تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت روک کر رکھنے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۔۴۱۱۔ ابو حنيفة عن علقمة بن مرثد وحماد انهما حدثاه عن عبد الله بن بريدة عن ابيه عن النبی ﷺ انه قال انما نهيتكم عن لحوم الاضاحی فوق ثلثة ايام ليوسع موسعكم علی فقيركم.

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں تین دنوں سے اوپر قربانیوں کے گوشتوں سے محض اس لئے منع کیا تھا تاکہ تمہارا مالدار شخص تمہارے فقیر پر وسعت پیدا کردے۔

ابتداء میں نبی علیہ السلام نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا، جس کی حکمت یہ تھی کہ مالدار لوگ غرباء اور فقراء کو گوشت دیں، اس وقت تنگی زیادہ تھی، بعد میں جب وسعت آگئی تو تین دن سے زیادہ تک بھی گوشت رکھنے کی اجازت دیدی۔

باب النهي عن التكلف

یہ باب تکلف سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۔۴۱۲۔ ابو حنيفة ومسعر عن محارب بن دثار عن جابرؓ انه دخل عليه وقرب اليه خبزا وخلا ثم قال ان رسول الله ﷺ نهانا عن التكلف ولو لا ذلک لتكلفت لكم وانی سمعت رسول الله ﷺ يقول نعم الادام الخل.

ترجمہ: محارب بن دثارؒ سے روایت ہے کہ وہ حضرت جابرؓ کے پاس گئے اور انہوں نے روٹی اور سرکہ ان کے قریب کیا پھر فرمایا کہ بلاشبہ نبی علیہ السلام نے ہمیں تکلف سے منع کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں تکلف کرتا اور بلاشبہ میں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔

توضیح اللغات: الادام سالن الخل سرکہ، تکلف کے معنی یہ ہیں کہ مہمان کے لئے اپنی طاقت اور وسعت سے زیادہ خرچ کر کے کھانا وغیرہ تیار کرائے۔

باب فضل الخل

یہ باب سرکہ کی فضیلت کے بارے میں ہے

حدیث نمبر۲۰۔۴۱۳۔ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعم الادام الخل.

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔

باب النهی عن الاکل بالحرص

یہ باب حرص ولالچ کے ساتھ کھانے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۱۔۴۱۴۔ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الکافر یاکل فی سبعة امعاء والمومن یاکل فی مِعیً واحد.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

توضیح اللغات: امعاء معیً کی جمع آنتیں، یہاں حقیقی معنی مراد نہیں، کنایہ اور استعارہ ہے۔اس حدیث کا مقصد زیادہ کھانے کی مذمت نہیں ہے کیونکہ مومن بھی زیادہ کھا سکتا ہے بلکہ متاخرین صوفیہ بھی اس کی اجازت دیتے ہیں، اس حدیث کا مقصد لالچ اور حرص کی مذمت ہے کہ کافر کو لالچ ہوتی ہے اور اس کی لالچ تب پوری ہوتی ہے جب پیٹ بھر جائے اور مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ جتنی مرضی کھائے لیکن لالچ اور حرص نہ ہونا چاہئے، نہ اسے مقصد زندگی بنائے۔

باب النهی عن الاکل متکئا

یہ باب ٹیک لگا کر کھانے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۲۔۴۱۵۔ابو حنیفة عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفةؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اما انا فلا اکل متکئا اکل کما یاکل العبد واشرب کما یشرب العبد واعبد ربی حتی یاتینی

الیقین .

ترجمہ: ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سن لو کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور میں ایسے پیتا ہوں جیسے غلام پیتا ہے اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

توضیح اللغات: متکئا ۔ ٹیک لگانے والا، سہارا لینے والا الیقین موت کیونکہ اس کا آنا بھی یقینی ہے۔

باب النهی عن الاکل و الشرب فی آنیة الذهب و الفضة

یہ باب سونا اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۳۔ ۴۱۶ ۔ ابو حنیفة عن حماد عن حذیفةؓ قال نهانا رسول اللہ ﷺ ان نشرب فی انیة الذهب والفضة وان ناکل فیها وان نلبس الحریر والدیباج قال وهی للمشرکین فی الدنیا ولکم فی الاخری .

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں پینے اور اس میں کھانے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے کہ ہم ریشم اور دیباج پہنیں۔ آپ نے فرمایا یہ دنیا میں کافروں کیلئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔

توضیح اللغات: انیة برتن ج اوانی ،الحریر ریشم، ریشم کا بنا ہوا کپڑا، الدیباج وہ کپڑا جس کا تانا بانا ریشم کا ہو، یہ خود دیباجة کی جمع ہے اور جمع الجمع دبابج اور دبابیج آتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے سونا چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا بالاتفاق حرام ہے اور ریشم کے بارے تفصیل کتاب اللباس میں آئے گی۔

حدیث نمبر ۲۴۔ ۴۱۷ ۔ ابو حنیفة عن مسلم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ قال نزلنا مع حذیفةؓ علی دهقان بالمدائن فاتی بطعام فطعمنا ثم دعا حذیفةؓ بشراب فاتی بشراب فی اناء فضة فضرب به وجهه فسَاءَ نا ماصنع فقال اتدرون لماصنعت به هذافقلنا لا فقال انی نزلت علیه فی العام الماضی فدعوت بشراب فاتانی بشراب فیه فاخبرته ان رسول اللہ ﷺ نهانا ان ناکل فی انیة الذهب والفضة وان نشرب فیها وان نلبس الحریر والدیباج فانهاللمشرکین فی الدنیاوهی لنافی الاخرة.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں ہم حضرت حذیفہؓ کے ساتھ مدائن شہر میں ایک نمبردار کے پاس مہمان بنے تو وہ کھانا لایا تو ہم نے کھانا کھایا پھر حضرت حذیفہؓ نے پانی طلب فرمایا تو وہ چاندی کے برتن میں پانی لایا تو حذیفہؓ نے اسے اس کے چہرے پر دے مارا تو ان کا عمل ہمیں ناگوار گزرا، تو انہوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے میں نے اس کے ساتھ یہ کام کیوں کیا؟ تو ہم نے کہا نہیں پس آپ نے فرمایا کہ بلا شبہ پچھلے سال میں اس کے پاس آیا تھا تو میں نے پانی منگوایا تو یہ میرے لئے اسی میں پانی لایا تو میں نے اسے خبر دی کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں سونا اور چاندی کے برتن میں کھانے اور اس میں پینے سے اور ریشم اور دیباج پہننے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور یہ ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔

توضیح اللغات: نزلنا اترنا، مہمان بنا۔ دھقان دال کا کسرہ اور ضمہ دونوں درست ہیں نمبردار، چوہدری، سردار، زمیندار، خان، نواب ج دھاقنة و دھاقین آتی ہے۔ فساء نا، سوء سے ہے برا لگنا، ما صنع ما مصدر یہ ہے یا موصولہ، دونوں صورتوں میں ساء کا فاعل ہے۔ نا ضمیر منصوب مفعول بہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۔۴۱۸۔ حماد عن ابیه عن ابی فروة عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ قال استسقی حذیفة بن الیمان من دهقان فاتی بشراب فی اناء فضة فاخذ الاناء فضرب به وجهه وقال ان رسو ل الله ﷺ نهی ان نشرب فی انیة الفضة۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں حذیفہ بن الیمانؓ نے ایک چوہدری سے پانی طلب کیا تو وہ چاندی کے ایک برتن میں پانی لایا تو آپ نے برتن لیا اور اس کے چہرے پر دے مارا اور فرمایا نبی علیہ السلام نے ہمیں چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۔۴۱۹۔ ابو حنیفة عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰؒ قال کنا مع حذیفةؓ بالمدائن فاستسقی دهقانا فاتاه به فی جام فضة فرمی به ثم قال ان رسول الله ﷺ نهی عن انیة الذهب والفضة و قال هی لهم فی الدنیا ولکم فی الاخرة ۔

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ہم مدائن میں حذیفہؓ کے ساتھ تھے تو آپ نے نمبردار سے پانی طلب کیا تو وہ آپ کے پاس چاندی کے برتن میں اسے لایا تو آپ نے اسے پھینک دیا پھر فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے سونا اور چاندی کے برتن سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ یہ دنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔

باب النهي عن الدباء والحنتم

یہ باب دباء اور حنتم سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۔۴۲۰۔ ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ ان النبي ﷺ نهى عن الدباء والحنتم.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے دباء اور حنتم سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۔۴۲۱۔ ابو حنيفة عن علقمة عن سليمان بن بريدة عن ابيه عن النبي ﷺ قال نهينا كم عن زيارة القبور فقد اذن لمحمد ﷺ في زيادة قبر امه فزوروها ولا تقولوا هجرا وعن لحوم الاضاحي ان تمسكوا فوق ثلثة ايام وانا نهيناكم ليوسع موسركم على فقيركم والأن قد وسع الله عليكم فكلوا وتزودوا وعن الشرب في الحنتم والمزفت وفي رواية عن النقير والدباء فاشربوا في كل ظرف شئتم فان الظرف لا يحل شيئا ولا يحرمه ولا تشربوا مسكرا وفي رواية قال انا نهينا كم عن ثلث زيارة القبور فزوروها ونهينا كم ان تمسكوا لحوم الاضاحي فوق ثلثة ايام فامسكوها وتزودوها فانما نهينا كم ليوسع غنيكم على فقيركم ونهينا كم ان تشربوا في الدباء والمزفت فاشربوا فيما بدالكم فان الظرف لا يحل شيئا ولا يحرمه ولا تشربوا مسكرا وفي رواية نحوه و فيه عن النبيذ في الدباء والحنتم والمزفت فاشربوا في كل ظرف ولا تشربوا مسكرا.

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ نبی علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا ہم نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس بلاشبہ محمد ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دیدی گئی لہذا تم ان کی زیارت کر لیا کرو اور بیہودہ بات نہ کرو اور قربانیوں کے گوشت کے بارے اس سے منع کیا تھا کہ تم تین دن سے زیادہ رکھو اور بلاشبہ ہم نے تمہیں اس لئے روکا تھا تا کہ تمھارا مالدار تمھارے تنگدست پر وسعت کرے اور اب اللہ تعالی نے تم پر وسعت کر دی ہے لہذا کھاؤ اور توشہ بناؤ اور حنتم اور مزفت میں پینے سے۔ اور ایک روایت میں ہے نقیر اور دباء سے منع کیا تھا پس تم جس برتن میں چاہو پیو کیونکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ اُسے حرام کرتا ہے اور تم نشہ آور چیز نہ پیو اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا یقینا ہم نے تمہیں تین اشیاء سے منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے پس تم ان کی زیارت

کرلیا کرو اور ہم نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا پس انہیں روکو اور توشہ بناؤ کیونکہ ہم نے تمہیں محض اس لئے منع کیا تھا تا کہ تمہارا غنی تمہارے فقیر پر وسعت کرے اور ہم نے تمہیں دباء اور مزفت میں پینے سے منع کیا تھا پس جو برتن تمہیں مناسب لگے اس میں پی لیا کرو اس لئے کہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ حرام کرتا ہے اور نشہ آور چیز نہ پیو اور ایک روایت میں اسی طرح ہے اور اس میں ہے دباء اور حنتم اور مزفت میں نبیذ سے منع کیا تھا پس تم ہر برتن میں پیو اور نشہ آور چیز نہ پیو۔

حدیث نمبر ۲۹_۴۲۲۔ ابو حنیفة عن علقمة و حماد حدثاه عن عبد اللہ بن بریدة عن ابیه عن النبی ﷺ انه قال اشربوا فی کل ظرف فان الظرف لا یحل شیئا و لا یحرمه .

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم ہر برتن میں پیا کرو کیونکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ حرام کرتا ہے۔

توضیح اللغات: ہجرا. بضم الھاء نامناسب کلام، بدگوئی، بیہودہ بات۔ مسکر نشہ آور چیز الحنتم ۔روغنی مرتبان یا رنگ دار گھڑا خواہ کسی بھی رنگ کا ہو، بعض نے کہا ہے خاص طور پر سبز رنگ ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ رنگ کی کوئی قید نہیں، اس زمانہ میں عموما سبز رنگ استعمال کیا کرتے تھے اس لئے اس کی تخصیص کردی گئی۔ المزفت وہ برتن جس پر روغن زفت یا روغن قار لگا یا گیا ہو، روغن زفت کو اس زمانہ میں تارکول کہا جاتا ہے، اسے کشتیوں پر ملا جاتا تھا ،زمانہ جاہلیت میں شراب کے برتنوں پر بھی ملتے تھے۔ بعض روایات میں اسے مقیّر کہا گیا ہے یہ قار سے بنا ہے۔ الدباء تونبی، کدو کو اندر سے کرید کر جو برتن بنایا جاتا ہے اسے تونبی کہتے ہیں۔ النقیر: النقر کے معنی ہیں کریدنا، نقیر منقور کے معنی میں ہے نقیر وہ برتن ہے جو کھجور کو اندر سے کرید کر بنایا گیا ہو۔

ظروف اربعہ سے نہی کا مطلب: ابتداء میں نبی علیہ السلام نے ان چار برتنوں کے استعمال سے منع کیا تھا، کس اعتبار سے منع کیا تھا اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۱) بعض فرماتے ہیں ان کے استعمال سے مطلقا منع کیا تھا خواہ ان میں نبیذ بنایا جائے یا کوئی اور چیز ہو۔

نہی کی حکمت: ان علماء نے اس نہی کی کئی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) زمانہ جاہلیت میں لوگ ان برتنوں میں شراب پیا کرتے تھے اب ان کے استعمال میں شاربین خمر کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے۔ (۲) ان برتنوں میں چونکہ شراب بنائی جاتی تھی اس کے کچھ اثرات ان میں سرایت کر گئے تھے اس لئے استعمال سے منع فرمایا (۳) نہی سے مقصود لوگو

ں کے ذہن میں شراب سے نفرت بٹھانا تھی کہ شراب خود حرام ہے ہی جن برتنوں میں اسے بنایا جاتا تھا ان کو بھی استعمال نہ کیا جائے۔

(۲) اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ان برتنوں کے عام استعمال سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ان میں صرف نبیذ بنانے سے منع کیا گیا ہے اور اس نہی کی حکمت یہ ہے کہ ان برتنوں میں سوراخ اور مسام نہ ہوتے تھے نیز ان میں شراب کے اثرات موجود تھے نبیذ کے شراب بننے کا خطرہ تھا اور شراب حرام ہوگئی تھی اس لئے ان میں نبیذ بنانے سے منع کر دیا گیا۔

فزوروھا ولا تقولوا ھجرا الخ زیارت قبور سے متعلق بحث کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الصلوۃ حدیث نمبر ۱۱۶:۱۹۶ صفحہ نمبر ۴۵۳

باب شرب النبیذ

یہ باب نبیذ پینے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۰ - ۴۲۳ ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن علقمة قال رایت عبد اللہ بن مسعود وھو یا کل طعاما ثم دعا بنبیذ فشرب فقلت رحمک اللہ تشرب النبیذ والامة تقتدی بک فقال ابن مسعود رایت رسول اللہ ﷺ یشرب النبیذ ولولا انی رایته یشرب ماشربته ۔

ترجمہ: علقمہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مسعود کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے پھر آپ نے نبیذ منگوائی اور نوش فرمائی تو میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے آپ نبیذ پیتے ہیں حالانکہ امت آپ کی پیروی کرتی ہے تو ابن مسعود نے فرمایا میں نے نبی علیہ السلام کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا ہے اور اگر میں نے آپ کو اسے پیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں اسے نہ پیتا۔

نبیذ اور نقیع کی حقیقت اور ان کا حکم: نبیذ یہ ہے کہ کشمش یا کھجور پانی میں ڈال کر اتنی دیر تک رکھی جائیں کہ ان کی حلاوت اور مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے یہ پانی شربت سا بن جاتا ہے انتہائی لذیذ خوش ذائقہ اور مقوی ہوتا ہے اور نقیع یہ ہے کہ کشمش یا کھجوریں تھوڑی دیر کے لئے پانی میں رکھی جائیں، اور مٹھاس بھی پانی میں کم آئے، نقیع اور نبیذ کشمش اور کھجوروں کے علاوہ شہد، جو، گندم، انجیر وغیرہ سے بھی تیار کی جاتی ہے مذکورہ نبیذ اور نقیع بالاتفاق حلال اور جائز ہے حدیث الباب اس کی دلیل ہے اور اگر جوش تو دیا لیکن نشہ سے کم ہے تو اس کے استعمال کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اتنی مقدار میں استعمال کرتا ہے کہ نشہ پیدا ہوتا ہے تو یہ بالاتفاق حرام ہے (۲) کم مقدار میں استعمال کرتا ہے نشہ پیدا نہیں ہوتا تو بھی امام محمد اور ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں حرام ہے اور شیخین کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ لہو ولعب اور مستی

کے لئے پیتا ہے پھر تو حرام ہے لیکن اگر قوت حاصل کرنے یا ہاضمہ کی درستگی کے لئے پیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ خاص طور پر اگر یہ نیت ہو کہ قوت حاصل کر کے عبادت میں مشغول ہوگا، فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۔۴۲۴ ۔ابو حنیفة ومسعر عن عطاء عن جابرؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن نبيذ الزبيب والتمر والبسر والثمر .

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے کشمش اور کھجور اور گدر اور پھل کی نبیذ سے منع فرمایا ہے۔

توضیح اللغات: البسر گدر کھجور۔

مطلب یہ ہے کہ ان چاروں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، اگر ہر ایک سے الگ الگ نبیذ بنائی جائے تو منع نہیں ۔اس منع کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) ان کئی اشیاء کو ملا کر جو نبیذ بنائی جاتی ہے مواد زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ جلدی مسکر ہو جاتی ہے، اس مطلب پر نہی ارشادی اور تنزیہی ہے اور یہ نہی اب بھی باقی ہے (۲) اس وقت معاشی طور پر حالات اچھے نہ تھے زیادہ اشیاء ملا کر نبیذ بنانے میں خوراک زیادہ استعمال ہوتی ہے اور خرچہ کافی تھا، اس لئے منع کیا چونکہ اس وقت یہ اسراف تھا لہذا نہی تحریمی تھی لیکن اب یہ منسوخ ہے کیونکہ بعد میں حالات ٹھیک ہو گئے

باب حرمة الخمر

یہ باب شراب کی حرمت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۔۴۲۵ ۔ابو حنیفة عن علقمة بن مرثد وحماد بن ابی سلیمان عن عبد الله بن بريدة عن ابيه عن النبی ﷺ قال لا تشربوا مسكرا.

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نشہ آور چیز نہ پیو۔

حدیث نمبر ۳۳۔۴۲۶ ۔ابو حنیفة عن ابی عون محمد الثقفی عن عبد الله بن شداد عن ابن عباسؓ انه قال حرمت الخمر قليلها وكثيرها والسكر من كل شراب وفی رواية عن ابن عباسؓ قال حرمت الخمر قليلها وكثيرها والسكر من كل شراب.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں شراب حرام کر دی گئی ہے کم شراب بھی اور زیادہ بھی اور ہر قسم کی

شراب میں سے نشہ اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں شراب کم اور زیادہ سب حرام کردی گئی ہے اور ہر قسم کی شراب سے نشہ حرام کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۴۔۴۲۷ ـ ابو حنيفة عن محمد بن قيس الهمداني عن ابي عامر الثقفي انه كان يهدى للنبي ﷺ في كل عام راوية من خمر وفي رواية ان رجلا من ثقيف يكنى ابا عامر كان يهدى للنبي ﷺ كل عام راوية من خمر فاهدى في العام الذى حرمت فيه الخمر راوية كماكان يهدى له فقال رسول الله ﷺ يا ابا عامر ان الله تعالى قد حرم الخمر فلا حاجة لنا في خمرك قال خذها فبعها فاستعن بثمنها على حاجتك فقال يا ابا عامر ان الله تعالى قد حرم شربها وبيعها واكل ثمنها .

ترجمہ: ابو عامر ثقفیؒ سے روایت ہے کہ وہ ہر سال نبی علیہ السلام کو شراب کی ایک مشک ہدیہ میں دیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بنو ثقیف میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابو عامر تھی، ہر سال نبی علیہ السلام کو شراب کی مشک دیا کرتے تھے تو جیسے پہلے آپ کو ہدیہ دیا کرتے تھے اس سال بھی شراب کی مشک ہدیہ میں دی جس سال شراب حرام ہوئی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابو عامر بلاشبہ اللہ نے شراب کو حرام کردیا ہے اس لئے ہمیں آپ کی شراب کی ضرورت نہ رہی اس نے کہا اسے لے لیں پس اسے فروخت کردیں پھر اس کے ثمن سے اپنی حاجت روائی پر مدد حاصل کریں تو آپ نے فرمایا اے ابو عامر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے پینے اور اس کی بیع اور اس کا ثمن کھانے کو حرام کردیا ہے۔

شراب کے اقسام واحکام: شراب کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) الخمر: اس کی حقیقت یہ ہے کہ انگور کا کچا شیرہ اتنی مدت رکھا جائے کہ وہ سخت ہو جائے اور جوش مارے اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اس کا جھاگ پھینکنا بھی ضروری ہے امام ابو یوسفؒ کے ہاں جھاگ پھینکنا شرط نہیں صرف اشتداد اور غلیان کافی ہے۔

(۲) الطلاء: اس کی حقیقت یہ ہے کہ انگور کے شیرہ کو پکایا جائے یہاں تک کہ اس کے دو حصوں سے کم کم ختم اور خشک ہو جائے، اگر دو حصے یا زیادہ ختم ہو گئے تو وہ نبیذ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

(۳) نقیع التمر: کھجور کا کچا شیرہ اسے اتنی دیر تک رکھا جائے کہ تین اوصاف اس میں پیدا ہو جائیں (۱) اشتداد یعنی سخت ہو جائے۔(۲) غلیان یعنی جوش مارے۔(۳) قذف بالزبد یعنی جھاگ پھینکے۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں پہلے دونوں وصف کافی ہیں۔

(۴) نقیع الزبیب: کشمش کا وہ پانی جو اتنی دیر تک رہے کہ امام صاحبؒ کے ہاں مذکورہ تین اوصاف اس میں پیدا ہو جائیں اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں پہلے دو وصف کافی ہیں، نقیع التمر اور نقیع الزبیب کو اگر تھوڑی دیر رکھا، پانی میں صرف مٹھاس آئی اور مذکورہ تین اوصاف نہیں آتے تو وہ نبیذ کی قسم ہے جس کا حکم پہلے آچکا ہے۔

احکام: پہلی قسم بالاتفاق حقیقی خمر ہے اس کا پینا حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اور اس کی حرمت قطعی ہے اس کا مستحل یعنی حلال سمجھنے والا کافر ہے اور حرام سمجھ کر پینے والا فاسق وفاجر ہے اسے کوڑے لگائے جائیں گے اگر چہ ایک قطرہ پیا ہو اور یہ بالاتفاق نجس العین ہے، اس کی بیع شراء حرام وناجائز ہے اس کا ثمن حرام ہے۔

اقسام ثلاثہ کا حکم:

جمہور اور امام محمدؒ کے ہاں ان اقسام ثلاثہ اور خمر میں کوئی فرق نہیں ان کے بھی وہی احکام ہیں جو خمر کے ہیں اور ان تینوں اقسام کو حقیقۃً خمر کہا جائے گا شیخین کے ہاں صحیح قول کے مطابق اقسام ثلاثہ کو بھی خمر کہا جاسکتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ قسم اول کو حقیقۃً خمر کہا جاتا ہے اور ان اقسا کو مجازاً اور توسعاً، نیز قسم اول کا خمر ہونا قطعی ہے اور اقسام ثلاثہ کا خمر ہونا ظنی ہے، اس لئے اقسام ثلاثہ ایک اعتبار سے خمر کے مشابہ ہیں اور ایک اعتبار سے نبیذ کے مشابہ ہیں خمر کے ساتھ مشابہت کی بناء پر اس کے احکام یہ ہیں (۱) ان کا پینا حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ (۲) یہ نجس ہیں اور نبیذ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے احکام یہ ہیں (۱) امام صاحبؒ کے ہاں ان کی بیع جائز ہے (۲) جب تک پینے والے کو نشہ نہ ہو اس پر حد نہیں اگر چہ پینا حرام ہے۔ دلائل دونوں فریقین کے پاس موجود ہیں۔ اور احناف نے فتوی میں یہ تفصیل فرمائی ہے کہ حرمت کے حق میں جمہور کے قول پر فتوی ہے، حد کے متعلق امام صاحبؒ کے قول پر فتوی ہے اور جہاں تک ان کی خرید وفروخت کا تعلق ہے تو بھی امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ ہے لیکن اگر کوئی غلط مقصد کے لئے لیتا ہے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اور جو صحیح غرض کے لئے لیتا ہے مثلاً دواء وغیرہ کیلئے تو بلا کراہت جائز ہے۔

واضح رہے کہ نبیذ کی جملہ اقسام شیخین کے ہاں پاک ہیں نجس نہیں اور قلیل مقدار میں پینا بھی جائز ہے۔

الکحل کا حکم:

اس زمانہ میں الکحل (AL COHAL) کا رواج زیادہ ہو گیا ہے۔ اسے مختلف اشیاء میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً ادویہ خوشبو وغیرہ مرکبات میں، کیا یہ چیزیں حرا ہوں گی یا حلال؟ اس بارے حکم یہ ہے کہ اگر الکحل کو کھجور یا انگور سے تیار کیا گیا ہو تو وہ خمر کے حکم میں ہے بالاتفاق نجس ہے، جن مرکبات میں اسے شامل کیا ہے وہ حرام ہونگی اور اگر ان دو کے

علاوہ کسی چیز سے بنایا جاتا ہو تو شیخین کے ہاں حلال ہے بشرطیکہ نشہ کی حد تک نوبت نہ جائے اور یقیناً یہاں تک نوبت نہیں آتی، اس لئے انہیں علاج اور ہر جائز مقصد کے لئے استعمال کرنا درست ہے، یہ نفس مسئلہ تھا اور نہ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ الکحل کھجور اور انگور کے علاوہ چیزوں سے ہی تیار کیا جاتا ہے جیسے پٹرول، اناج، چھلکے وغیرہ، کھجور اور انگور سے بنایا ہوا الکحل بہت قیمتی پڑتا ہے۔ اس لئے ان کا حکم نبیذ والا ہوا اور وہ امام صاحب اور امام ابو یوسف کے ہاں جائز اور حلال ہے، اس بارے فتویٰ بھی ان کے قول پر ہے۔ ماخذہ: تکملہ فتح الملھم (۳/۶۰۸)

كتاب اللباس والزينة

یہ کتاب لباس اور زینت کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبرا۔۴۲۸۔ابو حنيفة عن عطاء عن ابى هريرةؓ قال كان لرسول الله ﷺ قلنسوة شامية وفى رواية عن عطاء عن ابى هريرةؓ كان لرسول الله ﷺ قلنسوة بيضاء شامية.

ترجمہ:ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس شام کی بنائی ہوئی ٹوپی تھی اور ابو ہریرہؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس سفید شامی ٹوپی تھی۔

توضيح اللغات:قلنسوۃ ٹوپی،ٹوپی نما کوٹ جس کی ٹوپی بارش میں سر پر ڈال دی جاتی ہے

مسئلہ:اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی بنی ہوئی مصنوعات،ملبوسات مسلمانوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہوں اور عدم جواز کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔شام اس وقت کافر ملک تھا یہ ٹوپی یا کوٹ وہاں کا بنا ہوا تھا۔

باب النهي عن السدل

یہ باب سدل سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۲۔۴۲۹۔ابو حنيفة عن على بن الاقمر عن ابى جحيفةؓ ان النبى ﷺ مر برجل سادل ثوبه فاعطفه عليه وفى رواية عن على بن الاقمر عن النبى ﷺ منقطعا.

ترجمہ:ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے کپڑے سے سدل کئے ہوئے تھا تو آپ نے اسے اس پر موڑ دیا اور ایک روایت میں عن على بن الاقمر عن النبى ﷺ ہے جو مرسل ہے۔

توضيح اللغات:سدل یہ ہے کہ رومال یا کپڑا سر پر اس طرح ڈالا جائے کہ اس کے دونوں کنارے دائیں اور بائیں لٹک رہے ہوں،انہیں کندھے پر موڑا نہ گیا ہو،اس کے ساتھ نماز ممنوع اور مکروہ ہے۔نماز سے باہر بھی پسندیدہ نہیں یہ تکلف پر مبنی ہوتا ہے اور اچھا بھی نہیں لگتا۔فاعطفه عليه یعنی کپڑے کے کناروں کو اس کے کندھوں پر موڑ دیا اور سدل کی ہیئت ختم کر دی۔منقطعا:بمعنی مرسل ہے۔

باب النهي عن لبس الحرير والديباج

یہ باب ریشم اور ریشمی کپڑے کو پہننے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر۳۔۴۳۰۔ابو حنیفة عن الحكم عن ابن ابی لیلی عن حذیفةؓ ان رسول اللهﷺ نهی عن لبس الحربر والدیباج وقال انما یفعل ذلک من لاخلاق له .

ترجمہ: حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ریشم اور دیباج پہننے سے منع کیا ہے اور فرمایا یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کا آخرت میں حصہ نہ ہو

توضیح اللغات: خلاق، حصہ، اس حدیث کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں (۱) جنت میں داخل ہوگا۔اور جنت کی دوسری نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا لیکن ریشم کی نعمت استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔(۲) ابتداءً جنت میں داخل ہوکر ریشم استعمال نہ کرسکے گا بلکہ سزا بھگت کر جائیگا اور استعمال کر سکے گا (۳) جنت میں ہی داخل نہ ہوگا، یہ اس صورت میں ہے کہ ریشم پہننے کے ساتھ کوئی کفریہ عمل کیا ہو یا ریشم کی جو اقسام بالاتفاق حرام ہیں ان کو حلال سمجھتا رہا ہو۔

ریشم کی اقسام واحکام:

ریشم کی تین اقسام ہیں (۱) خالص ریشم یعنی جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کے ہوں (۲) جس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا کسی اور چیز کا ہو (۳) جس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا کسی اور چیز کا ہو۔فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مذکورہ تمام اقسام عورتوں کے لئے جائز ہیں اور پہلی دو اقسام بالاتفاق مردوں کے لئے جائز نہیں اور تیسری قسم جائز ہے۔اگر کپڑا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط بنایا گیا ہو تو اس صورت میں بانے کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جن ملبوسات کا تانا بانا نہ ہو مثلاً سویٹر ہیں تو ان میں اکثریت کا اعتبار کیا جائیگا۔اگر ریشم زیادہ ہے تو وہ حرام ہے اور اگر ریشم کم ہے تو وہ جائز ہے۔

عذر کی وجہ سے ریشم پہننا:

مردوں کیلئے شرعی عذر کی وجہ سے ریشم پہننا بالاتفاق جائز ہے پھر جمہور کے ہاں ہر قسم جائز ہے اور امام صاحبؒ کے ہاں باقی اقسام جائز ہیں لیکن قسم اول یعنی حریر خالص جائز نہیں، عذر یہ ہے کہ مثلاً خارش کی بیماری ہے اور ریشم پہننے کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں یا جہاد میں پہنتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تلوار کی وار روک سکے۔

باب ان الملائكة لاتدخل بيتافيه كلب ولاتصاوير

یہ باب اس بارے ہے کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

حدیث نمبر۴۔۱۴۳۱۔ابو حنيفة عن ابی اسحق عن عاصم بن حمزة عن علی كرم الله وجهه انه كان علق فی بيت رسول الله ﷺ سترا فيه تماثيل فابطأجبرئيل ثم اتاه فقال له ماابطأک عنی قال انا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا تماثيل فابسط الستر ولا تعلقه واقطع روس التماثيل واخرج هذاالجرو.

ترجمہ:حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے گھر میں ایک پردہ لٹکایا جس میں تصویریں تھیں تو جبرئیل نے تاخیر کی پھر آپ کے پاس آئے تو آپ نے اسے فرمایا کس چیز نے آپ کی ہم سے دیر کرائی؟ تو اس نے کہا بلاشبہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویریں ہوں پس آپ پردے کو بچھادیں اور اسے لٹکائیں مت اور مورتیوں کے سروں کو کاٹ دیں اور کتے کے اس بچے کو نکال دیں۔

توضیح اللغات:تماثیل، تمثال کی جمع تصویر،مورتی ابطاء دیر کرنا،تاخیر کرنا بیتا موصوف فيه كلب الخ اس کی صفت ہے،الجرو۔جیم کا کسرہ اور راء کا سکون، کتے کا بچہ،شیر کا بچہ۔

اقسام تصاویر اور ان کا حکم:

تصویر کی بہت سی اقسام ہیں،بعض بالاتفاق جائز ہیں اور بعض بالاتفاق ناجائز اور بعض میں اختلاف ہے

جائز تصاویر:(۱)غیر جاندار چیز کی تصویر خواہ وہ کسی قسم کی ہو مجسد ہو یا غیر مجسد ،مجسد کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اپنا جسم اور وجود ہو کسی چیز پر منقش نہ ہو۔

(۲)جاندار کی وہ تصویر جس کا چہرہ اور سر نہ ہو۔

(۳)بہت چھوٹی تصویر، چھوٹی اور بڑی ہونے کی پہچان یہ ہے کہ تصویر زمین پر رکھ کر انسان کھڑا ہو کر دیکھے، اگر اس کے اعضاء واضح طور پر نظر نہ آئیں تو وہ چھوٹی تصویر ہے اور اگر اس کے اعضاء واضح نظر آئیں تو وہ بڑی ہے اتنی چھوٹی تصویر رکھنا جائز ہے، بنانا پھر بھی جائز نہیں۔

(۴)جو تصویر موضع اہانت میں ہو مثلاً زمین کے فرش پر بنائی گئی ہے اور اسے روندا جاتا ہے جیسا کہ حدیث الباب میں تصویر والے پردے کو زمین پر بچھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

ناجائز تصویر: جاندار چیز کی مجسد تصویر جبکہ اس کے تمام اعضاء مکمل ہوں، یہ بالاتفاق حرام ہے مجسد کو سایہ دار تصویر بھی کہتے ہیں۔

مختلف فیہ تصاویر: (۱) وہ تصویر کہ جس کا سر تو موجود ہے لیکن ایسا عضو مفقود ہے جس پر زندگی کا مدار ہے مثلاً پیٹ نہیں ہے یا سینہ نہیں ہے تو ان کے بغیر جاندار چیز رہ نہیں سکتی، اس کے حکم میں اختلاف ہے، احناف کے ہاں یہ تصویر ہے، احناف کے ہاں تصویر بننے کے لئے چہرہ ضروری ہے اور وہ یہاں موجود ہے اور حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں یہ تصویر نہیں ہے، ان کے ہاں تصویر بننے کا مدار ایسے اعضاء کے موجود ہونے یا نہ ہونے پر ہے کہ جن پر زندگی کا مدار ہے، اگر ان میں سے کوئی عضو مفقود ہو گیا تو وہ تصویر نہ رہے گی، یہاں ایسا ہی ہے۔

(۲) عارضی اور ناپائیدار تصویر مثلاً گارے سے بنائی گئی تصویر یا تربوز کے چھلکے سے بنائی گئی تصویر یا حلوہ سے بنائی گئی تصویر، ایسی تصویریں عارضی ہوتی ہیں اسی وقت ختم ہو جاتی ہیں، اس بارے اختلاف ہے بعض نے اسے جائز اور بعض نے ناجائز کہا ہے۔

(۳) بچوں کی کھیل والی گڑیاں: اسپر اتفاق ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک دو موقعہ پر ان کی اجازت دی ہے لیکن یہ اجازت منسوخ ہے یا اب بھی باقی ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کے ہاں یہ اس دور کا واقعہ ہے جس دور میں تصویر حلال تھی، بعد میں حرام ہو چکی لہذا ایسی گڑیاں بھی حرام ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ اجازت اب بھی باقی ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس سے بچیوں کی تربیت ہوتی ہے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے ان میں بچے سنبھالنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(۴) غیر سایہ دار تصویر کا حکم:

مجسد تصویر کے مقابلہ میں غیر سایہ دار اور منقش تصویر آتی ہے مثلاً ایک پردہ ہے اس پر جاندار کی تصویر ہے تو وہ مجسد نہیں کیونکہ اس کا اپنا وجود نہیں کپڑے کے تابع ہے اور اس کا سایہ بھی نہیں، جمہور فقہاء احناف شافیہ اور حنابلہ کا اس کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہے اور مالکیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

جدید مسائل تصویر

کیمرے کے ذریعہ بنائی گئی تصویر اور فوٹو:

اس بارے کچھ اختلاف ہے، برصغیر کے تقریباً تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ بھی تصویر ہے اور حرام و ناجائز ہے، بعض علماء عرب کا بھی یہی قول ہے، اکثر علماء عرب کا مذہب یہ ہے کہ یہ تصویر نہیں ہے، اس بارے فیصلہ کن اور صحیح یہی ہے کہ یہ

تصویر ہے اوراس کا رکھنا اوراستعمال کرنا جائز نہیں ہے البتہ اس کے بنانے کو اللہ کی صفت خالقیت کے ساتھ مشابہت کہہ سکتے ہیں؟ اس بارے صحیح یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالی کی صفت خالقیت کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔ یہ حقیقت میں عکس ہے جیسے شیشے اور صاف پانی میں عکس نظر آتا ہے، کیمرے کے ذریعہ اسی عکس کو محفوظ کیا جاتا ہے، اس لئے اس فعل کو اللہ کی صفت خالقیت کے ساتھ مشابہت کی بنیاد پر حرام نہیں کہا جاسکتا۔

شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے تصویر بنانا:

بعض صورتوں میں تصویر بنانا اوراسے رکھنا مجبوری بن جاتی ہے مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ، اسلحہ لائسنس، ڈرائیونگ لائسنس، بعض ڈگریاں اور اسی طرح دوسری دستاویزات نیز کرنسیوں پر جو تصاویر ہوتی ہیں، ان تمام صورتوں میں تصویر بنانا اور رکھنا جائز ہے البتہ ایسی قانون سازی کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کے مقاصد پر نظر ڈالی جائے تو ایسے قانون سازی کی بھی اجازت معلوم ہوتی ہے، مذکورہ اکثر اشیاء کے لئے واقعی تصویر ضروری ہے، اس کے بغیر گزارہ نہیں چلتا، اس لئے قانون سازی بھی درست ہے۔ خصوصاً ایسی تصاویر اختلافی تصاویر ہیں، ان کی حرمت متفق علیہ نہیں کیونکہ یہ غیر سایہ دار تصاویر ہوتی ہیں، کیمرے سے بنائی جاتی ہیں اور اعضاء بھی مکمل نہیں ہوتے، بسا اوقات پیٹ بھی مفقود ہوتا ہے اس کے علاوہ شریعت کا اصول ہے کہ جن ناجائز امور میں عموم بلوی ہو جائے تو حرمت میں تخفیف ہو جاتی ہے یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

اخبارات ورسائل کی تصاویر کا حکم:

اخبارات ورسائل زندگی کا اہم جزء ہیں اس کے پیش نظر ان کی تصاویر دیکھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی اخبار یا رسالہ خبروں کے لئے لیتا اور پڑھتا ہے تو خریدنا بھی جائز ہے اور پڑھنا بھی، اس میں اگر بالتبع تصویروں پر نظر پڑ جائے تو اس کی گنجائش ہے اور اگر وہ تصاویر ہی کے لئے اخبار یا رسالہ خریدتا ہے اور تصاویر ہی کو بالذات دیکھتا ہے تو ناجائز اور حرام ہے۔

سی ڈی اور ویڈیو کیسٹ کا حکم: اس بارے علماء عصر کا اختلاف ہے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی تصویر نہیں ہے تصویر ایک پائیدار چیز ہوتی ہے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ شعاعوں کو کیمرے میں محفوظ کرلیا جاتا ہے پھر انہی کو سکرین پر لایا جائے تو صورت سامنے آتی ہے اس کو قرار حاصل نہیں ہوتا اس لئے یہ تصویر نہیں، تکملہ فتح الملہم (۱۶۴/۴)

باب الخضاب بالحناء و الکتم

یہ باب مہندی اور نیل سے خضاب کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۵ ـ ۴۳۲ ـ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اخضبوا شعرکم بالحناء و خالفوا اھل الکتاب.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا تم مہندی سے اپنے بالوں کا خضاب کیا کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

حدیث نمبر ۶ ـ ۴۳۳ ـ ابو حنیفة عن یحیی بن عبد اللہ الکندی عن ابی الاسود عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال ان احسن ماغیرتم به الشیب الحناءُ والکتمُ وفی روایة قال احسن ماغیرتم به الشعر الحناء والکتم و فی روایة من احسن ما غیرتم به الشیب الحناء والکتم.

ترجمہ: ابوذرؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بلاشبہ بہترین وہ چیز جس سے تم سفیدی کو بدل سکتے ہو مہندی اور کتم ہے اور ایک روایت میں ہے مہندی اور کتم وہ بہترین چیز ہے جن سے تم بالوں کو بدل سکتے ہو اور ایک روایت میں ہے جن چیزوں سے تم سفیدی کا رنگ بدلتے ہو ان میں بہترین چیز مہندی اور کتم ہے۔

توضیح اللغات: الحناء: بکسر الحاء وتشدید النون مہندی، حناء ۃ کی جمع ہے، الکتم۔ نیل، وسمہ، وہ بوٹی جسے وسمہ کے ساتھ ملا دیا جائے پھر بالوں کا خضاب کرا دیا جائے تو بال سیاہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، دور سے سیاہ لگتے ہیں لیکن قریب سے دیکھیں تو سرخ سے نظر آئیں گے۔ الشیب سفیدی، ابو ذر، نام جندب بن جنادہ ہے

سرخ اور سیاہی مائل خضاب کا حکم:

یہ بالاتفاق مستحب اور افضل ہے، اس میں اہل کتاب کی مخالفت بھی ہے کہ وہ خضاب نہیں کیا کرتے تھے۔

سیاہ خضاب کا حکم:

عورت کے لئے بہر صورت درست ہے عمر کم ہو یا زیادہ کیونکہ اسے شوہر کے سامنے زیب و زینت اختیار کرنے کا حکم ہے اور مرد کے لئے یہ تفصیل ہے کہ اگر بال کم عمری میں سفید ہو گئے جس میں عموماً بال سفید نہیں ہوتے تو سیاہ خضاب لگانا درست ہے کیونکہ اس میں تغریر اور دھوکہ نہیں اور اگر وہ عمر رسیدہ ہے بروقت بال سفید ہوئے ہیں تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) مجاہد خضاب کرتا ہے تاکہ دشمن پر رعب طاری ہو اور وہ اسے جوان سمجھے یہ بالاتفاق جائز ہے (۲) بیوی جوان ہے اسے خوش کرنے

کے لئے کرتا ہے امام ابو یوسفؒ کے ہاں یہ درست ہے طرفینؒ کے ہاں جائز نہیں (۳) اس لئے خضاب کرتا ہے تا کہ لوگ اسے جوان سمجھیں یہ ناجائز اور حرام ہے تغریر اور دھوکہ ہے۔

خضابی کنگھی کا حکم:

عصر حاضر میں جو خضابی کنگھی ایجاد ہوئی ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو خضاب کا ہے یعنی سرخ اور کتم خضابی کنگھی کا استعمال سب کیلئے درست ہے اور سیاہ خضابی کنگھی عورت کیلئے مطلقا درست ہے اور مرد کیلئے مذکورہ بالا تفصیل ہوگی۔

پینٹ اور رنگ کا حکم: عورتوں کیلئے اپنے ہاتھ پاؤں، ہونٹ، رخسار وغیرہ پر ہر قسم کے رنگین کریم پینٹ اور رنگ کا استعمال درست ہے بشرطیکہ اس سے تہہ نہ جمتی ہو اور مردوں کے لئے جائز نہیں۔

باب الاخذ بنواحی اللحية

یہ باب داڑھی کے اطراف کو لینے کے بارے میں ہے

حدیث نمبر ۷۔۴۳۴ ـ ابو حنيفة عن الهيثم عن رجل ان ابا قحافة اتى النبى ﷺ ولحيته قد انتشرت قال فقال لو اخذتم واشار الى نواحى لحيته .

ترجمہ: ایک شخص سے روایت ہے کہ ابو قحافہؓ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اس حال میں کہ آپ کی داڑھی منتشر اور پھیلی ہوئی تھی، راوی کہتے ہیں پس آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اگر تم کٹوا دیتے اور آپ نے داڑھی کے اطراف کیطرف اشارہ فرمایا۔

توضیح اللغات: ابو قحافة ـ ابو بکر صدیق کے والد ہیں، ابو بکر کا نام عبداللہ اور والد کا نام عثمان ہے۔ لو اخذتم، لو میں دو احتمال ہیں (۱) تمنی کیلئے ہو جیسے ربمايود الذين كفروا لو كانوا مسلمين (۲) شرطیہ ہو، جزاء محذوف ہوگی لكان احسن. نواحى، ناحية کی جمع، طرف، کنارہ، کونا۔

حدیث نمبر ۸۔۴۳۵ ـ ابو حنيفة عن الهيثم عن ام ثور عن ابن عباسؓ انه قال لا بأس ان تصل المرأة شعرها بالصوف انما هى بالشعر وفى رواية لا باس بالوصل اذا لم يكن شعر بالراس .

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے بال اون کے ساتھ ملائے، جو منع کیا گیا ہے وہ انسانی بالوں سے ہے اور ایک روایت میں ہے ملانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سر میں بال نہ ہوں۔

بال لگوانے کی صورتیں اوران کا حکم:

خواتین اپنے بالوں میں جو مزید بال لگواتی ہیں شرعا اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) ایسے بال لگوائیں جو شرعا نجس اور ناپاک ہوں جیسے خنزیر کے بال، بعض حضرات کے ہاں کتے اور دیگر جانورں کے بال بھی ناپاک ہیں۔(۲) بال لگانے کا مقصد ہی تغریر اور دھوکہ ہو مثلا ایک عورت کے بال بڑھاپے کی وجہ سے گر گئے ہیں اسے پیغام نکاح ملا ہے تو وہ متوقع شوہر کو دھوکہ دینے کیلئے بال لگاتی ہے کہ میں جوان ہوں تا کہ وہ راغب ہو جائے ، یہ دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔

(۳) دھاگے وغیرہ سے بنایا گیا پروندہ لگائے جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ بالوں کی مینڈیاں آسانی سے بن سکیں ، یہ جائز اور صحیح ہے۔

(۴) تغریر اور دھوکہ مقصود نہیں اور بال بھی فی نفسہ پاک ہیں، محض زیب وزینت کے لئے لگاتی ہے تو احناف کا مذہب اس بارے یہ ہے کہ وہ مصنوعی بال، دھاگے، اون وغیرہ ہوں تو جائز ہے،اسی طرح اگر اپنے بال ہوں تو بھی جائز ہے اور اگر دوسرے انسان کے بال ہوں تو ان کا لگانا جائز نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں انسانی جزء کا استعمال لازم آتا ہے جو کہ ابتذال ہے اور انسان کی احترامیت واکرام کے خلاف ہے۔

مصنوعی بالوں کا وضو اور غسل پر اثر:

اگر خنزیر وغیرہ کے ناپاک بال لگوائے ہیں تو ان کے ساتھ نماز ہی نہ ہوگی۔اور وضو وغسل درست ہوگا ؟۔نیز جو بال پاک لگائے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ بال دو طرح لگ سکتے ہیں (۱) جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ سر میں اسی طرح پیوست کردیئے جائیں جیسا کہ اصل بال ہوتے ہیں اور انہیں سخت تکلیف اور درد کے بغیر اتارا نہیں جاسکتا،ان کا حکم اصل بالوں والا ہوگا۔ان کے چوتھائی حصہ پر مسح کر لینا کافی ہوگا، نیچے سر کی کھال پر مسح ضروری نہیں (۲) دوسرے بالوں کے ساتھ یا الگ سے لگائے گئے ہیں لیکن عارضی ہیں جنہیں بآسانی نکالا جاسکتا ہے،ان کا حکم یہ ہے کہ یہ خارج اور زائد چیز شمار ہونگے، غسل میں ویسے بھی مینڈیوں کو کھولنا اور بال دھونا ضروری نہیں،صرف جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے اور وضو میں اگر ان کے ساتھ اصل بالوں کی کم از کم ایک چوتھائی پر مسح کرلیا تو وضو ہو جائیگا اور اگر صرف انہی عارضی بالوں پر مسح کیا اور اصل بالوں پر مسح نہ کیا یا ایک چوتھائی سے کم پر کیا تو وضو نہ ہوگا اور وضو صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نماز بھی نہ ہوگی۔

كتاب الطب وفضل المرض والرقى والدعوات

یہ باب علاج اور مرض کی فضیلت اور جاڑ پھونک اور دعاؤں کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ ۴۳۶۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ عن رسول الله ﷺ قال ان الله ليكتب للانسان الدرجة العليا في الجنة ولا يكون له من العمل ما يبلغها فلا يزال يبتليه الله حتى يبلغها.

ترجمہ: حضرت عائشہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالی انسان کے لئے جنت میں بلند درجہ لکھدیتے ہیں اور اس کے پاس ایسا عمل نہیں ہوتا کہ وہ اس درجہ تک پہنچ جائے تو اللہ تعالی اسے مسلسل آزمائش میں ڈالدیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس تک پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۔ ۴۳۷۔ ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ اذا مرض العبد وهو على طائفة من الخير قال الله تبارك وتعالى لملائكته اكتبوا لعبدى مثل اجر ما كان يعمل و هو صحيح زاد في رواية مع اجر البلاء وفي رواية اكتبوا لعبدى ما كان يعمل وهو صحيح وفي رواية اذا مرض العبد وهو على عمل من الطاعة فان الله تبارك وتعالى يقول لحفظته اكتبوا لعبدى اجر ما كان يعمل وهو صحيح .

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے اس حال میں کہ وہ نیکی کے بڑے کام کیا کرتا تھا تو اللہ تبارک وتعالی اپنے فرشتوں کو کہتے ہیں میرے بندے کے لیے اسی طرح اعمال لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا، ایک روایت میں اضافہ ہے مرض کے اجر کے ساتھ لکھو، اور ایک روایت میں ہے میرے بندے کے لئے وہ اعمال لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا اور ایک روایت میں ہے جب بندہ بیمار ہوتا ہے اس حال میں کہ وہ طاعت کے اعمال کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اس کے محافظ فرشتوں کو فرماتے ہیں میرے بندے کیلئے ان اعمال کا ثواب لکھتے رہو جو وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا۔

حدیث نمبر ۳۔ ۴۳۸ ابو حنيفة ومقاتل بن سليمان عن ابى الزبير عن جابرؓ ان النبى ﷺ قال لكل داء جعل الله تعالى دواء فاذا اصاب الداءَ دواؤه برئ باذن الله .

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی نے ہر بیماری کے لئے علاج بنایا ہے پس

جب بیماری کواس کی دوائی پہنچ جائے تو وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتا ہے۔

توضیح اللغات: داء بیماری، واقعۃً ہر بیماری کی دوائی اور علاج موجود ہے البتہ دوائی اور علاج دریافت کرنا انسان کا کام ہے۔

حدیث نمبر ۴۔۴۳۹۔ حماد عن ابیہ عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ ان اللّٰہ لم یضع داء الا وضع لہ دواء الاالسام والھرم فعلیکم بالبان البقرفانھا تخلط من کل شجر.

ترجمہ: ابن مسعودؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کے لیے دوائی پیدا کی ہے مگر موت اور بڑھاپا پس تم اپنے اوپر گائے کے دودھ کو لازم کرلو کیونکہ وہ ہر قسم کے درختوں سے مخلوط ہوتے ہیں۔

توضیح اللغات: السام موت جمع ہے سامۃ کی، الھرم مصدر اور اسم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے بوڑھا ہونا یا بڑھاپا یا بہت بوڑھا شخص البان، لبن کی جمع دودھ۔

حدیث نمبر ۵۔۴۴۰۔ ابو حنیفۃ عن قیس عن طارق عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لم ینزل اللّٰہ داء الا وانزل معہ الدواء الا الھرم فعلیکم بالبان البقرفانھا ترم من الشجر وفی روایۃ ان اللّٰہ تعالی لم یجعل فی الارض داء الا جعل لہ دواء الا الھر م والسام فعلیکم بالبان البقر فانھا تخلط من کل شجر وفی روایۃ ما انزل اللّٰہ من داء الا انزل معہ دواء الاالسام والھرم فعلیکم بالبان البقر فانھا تخلط من کل الشجر وفی روایۃ ان اللّٰہ تعالی لم یضع فی الارض داء الا وضع لہ شفاء اودواء فعلیکم بالبان البقر فانھا تخلط من کل الشجر علیکم بالبان البقر فانھا ترم من کل شجرۃ وفیھا شفاء من کل داء .

ترجمہ۔ ابن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کے ساتھ دواء نازل فرمائی ہے مگر بڑھاپا لہٰذا تم گائے کے دودھ کو لازمی پیا کرو کیونکہ وہ درختوں سے چرتی ہیں اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کی دوائی بھی پیدا کردی ہے مگر بڑھاپا اور موت لہٰذا تم گائے کے دودھ کو لازم کرلو کیونکہ وہ ہر قسم کے درختوں سے ملاتی ہیں اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں نازل فرمائی مگر اس کے ساتھ علاج بھی نازل فرمایا ہے مگر موت اور بڑھاپا پس تم گائے کے دودھ کو لازم پکڑو کیونکہ وہ ہر قسم کے

درختوں کے پتے ملا کر کھاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا میں کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کیلئے شفا اتاری ہے یا فرمایا کہ علاج اتارا ہے پس تم گائے کے دودھ کو لازم کرو کیونکہ اسے ہر قسم کے درختوں سے ملایا جاتا ہے اپنے اوپر گائے کے دودھ کو لازم کرلو کیونکہ وہ ہر درخت سے چرتے ہیں اور اس میں ہر قسم کی بیماری سے شفاء ہے

توضیح اللغات: ترم (ض، ن) از ہفت اقسام مضاعف، چرنا، چارہ کھانا، اسے معروف بھی پڑھ سکتے ہیں اور مجہول بھی، معروف کی صورت میں اس کا فاعل البقر ہوگا اور مجہول کی صورت میں اس کا نائب فاعل البان ہوگا، یہی دونوں احتمال تخلط میں بھی ہیں۔

اللہ تعالی نے تمام سبزوں، جڑی بوٹیوں، درختوں کے پتوں اور گھاسوں میں کچھ نہ کچھ تأثیر رکھی ہے، کوئی کس مرض کا علاج ہے تو کوئی کس کا، جانور ہر قسم کے پتے اور سبزے کھاتے ہیں اس لئے ان کے دودھ میں مختلف قسم کی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے، طب جدید اس کی مکمل تصدیق کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۶ _ ۴۴۱ _ ابو حنیفة عن عبد الله عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ جعل الشفاء في الحبة السوداء والحجامة والعسل وماء السماء.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شفاء کالے دانے اور پچھنے لگوانے اور شہد اور آسمان کے پانی میں رکھی گئی ہے۔

توضیح اللغات: الحبة السوداء کالا دانہ جسے کلونجی کہتے ہیں، یہ زیرہ سیاہ ہے اس بنا پر اسے زیرہ بھی کہا جاتا ہے، فارسی میں اسے شونیز کہتے ہیں۔ حضرت حسن سے منقول ہے کہ یہ رائی کا دانہ ہے اور ہروی سے منقول ہے کہ یہ بن کا سبز رنگ کا پھل ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ کلونجی کو الحبۃ السوداء کہا جاتا ہے اور حدیث کا مصداق بھی یہی ہے۔

کلونجی کے فوائد جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں:

کلونجی کا مزاج اصطلاحاتِ طب کے مطابق تیسرے درجے میں گرم خشک ہے، اس کے استعمال سے اپھارہ ختم ہوجاتا ہے کدو دانے اس سے نکلتے ہیں، برص اور میعادی بخار کیلئے نافع ہے، اسی طرح بلغمی بخار کیلئے نفع بخش ہے، سدے کھول دیتا ہے، تحلیل ریاح کرتا ہے، رطوبات معدہ کو خشک کرتا ہے، اگر اس کو پیس کر شہد کے ساتھ معجون بنالیا جائے اور گرم پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو گردے اور مثانہ کی پتھری کو گلا کر نکال دیتا ہے، اگر اس کا چند دن مسلسل استعمال کیا جائے تو پیشاب اور حیض لاتا ہے اور دودھ زیادہ پیدا کرتا ہے اور اگر اس کو سرکہ کے ساتھ گرم کر کے شکم پر ضماد کیا جائے

تو کدو دانے کو مارتا ہے اور اگر تازہ اندرائن کے رس کے ساتھ معجون یا جوشاندہ کے طور پر استعمال کریں تو پیٹ کے کیڑوں کے نکالنے میں زیادہ نفع بخش ہے، معدہ کو جلاء دیتا ہے، کیڑوں کی پیدائش کو روکتا ہے، اور اگر اس کو باریک پیس کر کسی باریک کپڑے میں چھان لیں اور اس کو برابر سونگھیں تو نزلہ بارد کو ختم کر دے گا، اس کا تیل بالخورہ کے لئے نفع بخش ہے، مسوں اور بدن کے تل کی افزائش کو روکتا ہے اور اگر ۲۴ را گرام پانی کے ساتھ اس کو پی لیں تو دمہ اور ضیق النفس سے نجات مل جائے گی، اور اس کا ضماد بارد سر درد کے لئے مفید ہے۔

پچھنے لگوانے کے فوائد طب جدید کی روشنی میں:

پچھنے لگانے کو عربی میں الحجامة کہتے ہیں، اس میں انسان کا خون نکالا جاتا ہے اس کی پہلے زمانے میں عموماً دو صورتیں رائج تھیں (۱) سینگ یا نل کے ذریعے: اس کی صورت یہ ہوتی کہ بیمار کے جسم کا کوئی حصہ معمولی سا زخم کر دیا جاتا پھر کوئی نلکی یا سینگ اس زخم میں ڈال کر دوسرا شخص منہ میں لے کر اس کا خون کھینچتا (۲) جونک کے ذریعہ: اس کی صورت یہ تھی کہ جونک کیڑے کو زخم پر چھوڑ دیا جاتا وہ انسان کا خون چوس لیتا، آج کل اس مقصد کے لئے سرنج کا استعمال کیا جاتا ہے یہ بہت سستا اور انتہائی مفید طریقہ علاج ہے اس کے ذریعہ فاسد خون نکل جاتا ہے، جدید طبی تحقیق بھی یہی ہے، تمام ڈاکٹر کا اس کے مفید ہونے پر اتفاق ہے، مناسب وقفہ کے بعد خون نکالنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کے بے شمار فوائد بیان کئے جاتے ہیں مثلاً اس سے بدن کا سطحی حصہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے، ظاہری جسم کو نقی اور صفی بنا دیتا ہے، اس سے جلد کے اطراف کا خون نکل جاتا ہے، اگر گدی پر پچھنے لگوائے جائیں تو اس کے ذریعہ آنکھوں کا ڈھیلا باہر نکل آتا ہے آنکھوں کی پتلیوں میں جو بھار پیدا ہو جاتا ہے اس کو دفع کرتا ہے اسی طرح آنکھوں کے بیشتر امراض کو اس سے نفع ہوتا ہے، پپوٹوں اور بھوؤں کی گرانی کو ختم کرتا ہے اور ٹھوڑی کے نیچے پچھنے لگانے سے دانت چہرے اور حلقوم کا درد جاتا رہتا ہے اس سے سر اور جبڑے کے مواد ردیہ کی صفائی ہو جاتی ہے پچھنے لگانا انقطاع حیض میں بھی مفید ہے خصیتین کی خارش کا اس سے ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور سینے کے زیریں حصہ میں پچھنے لگانے سے ان میں دنبل والے خارش کے نکلنے سے نجات ہو جاتی ہے، اسی طرح نقرس (چھوٹے جوڑوں کا درد) بواسیر، فیل پا، پیٹھ کی خارش سے بھی کلیۃً نجات مل جاتی ہے۔

ملخص از الطب النبوی للحافظ ابن القیم. ص ۶۰ فصل ۱۵

شہد کے طبی فوائد طب جدید کی روشنی میں:

شہد غیر معمولی فوائد ومنافع کا حامل ہے، قرآن کریم میں بھی اسے لوگوں کے لئے شفاء قرار دیا گیا ہے یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (النحل:۶۹) اس کے چند فوائد یہ ہیں: معدہ عروق اور آنتوں میں پیدا ہونے والی گندگیوں کو صاف کرتا ہے، رطوبات کے لئے محلل ہے، اس میں بھر پور غذائیت ہے، پاخانہ کو نرم کرتا ہے، جگر اور سینہ کر صاف کرتا اور اسے نکھارتا ہے، پیشاب لاتا ہے اور بلغمی کھانسی کو درست کرتا ہے، اگر تازہ گوشت شہد میں ڈبو کر رکھ دیا جائے تو تین مہینے تک اس میں تعفن پیدا نہ ہوگا، اگر کھیرا، ککڑی، کدو، بینگن اور دوسرے تازہ پھل اس میں رکھ دئے جائیں تو چھ ماہ تک عمدہ حالت میں رہیں گے، بالوں پر لگانے سے جوں اور لیکھ کو مار ڈالتا ہے اور بالوں کو بڑھاتا اور زیب دیتا ہے، ان میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتا ہے، آنکھوں میں لگانے سے دھندلا پن ختم ہوتا ہے، دانتوں پر لگانے سے دانتوں کو چمک دار اور سفید بنا دیتا ہے، دانتوں کو قوی اور مسوڑھوں کو مظبوط کرتا ہے، رگوں کا منہ کھولتا ہے، ایام کا خون جاری کرتا ہے، نہار منہ چاٹنے سے بلغم ختم ہو جاتا ہے۔ حوالہ بالہ ص ۸۰ فصل ۴

بارش کے پانی کے فوائد جدید طب کی روشنی میں:

زمین کے آباد کاروں کی آسائش کے لئے اللہ تعالی نے جو چیزیں تخلیق کی ہیں ان میں بارش ایک عجیب وغریب سہولت ہے، بادل آتے ہیں بجلی چمکتی ہے اور مینہ برسنے لگتا ہے، ندی نالے بھر کر بہنے لگتے ہیں، کھیتوں میں ہریانی آتی ہے، انسانوں حیوانوں اور نباتات کے لئے غذا کا بندوبست ہو جاتا ہے، اگر بارش نہ ہو تو درخت مرجھا جاتے ہیں، فصلیں سوکھ جاتی ہیں، جنگلی جانور بھوک اور پیاس سے مرنے لگتے ہیں، زمینیں پیداوار اگانے سے عاجز آ جاتی ہیں اور قحط کا باعث بن جاتی ہیں، درندے اور پرندے میدانوں میں تڑپ تڑپ کر مرنے لگتے ہیں، ہر طرف تعفن اور بدبو پھیل جاتی ہے، گرد وغبار چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے مختلف قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، جب بارش ہوتی ہے تو گرد وغبار بیٹھ جاتے ہیں، پہاڑ، راستے اور عمارتیں دھل جاتی ہیں، مٹی دھل جاتی ہے اور پہاڑوں کی زرخیز مٹی دریاؤں میں بہ کر میدانی علاقوں میں آ جاتی ہے، اس کا اثر انسانوں اور جانوروں کی صحت اور غذا پر پڑتا ہے، اس کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے اس کے علاوہ بارش کا پانی آج کل مختلف قسم کی ادویہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور مریضوں کو لگائے جانے والے ٹیکوں میں بھی ملایا جاتا ہے، بارش کا پانی ویسے پینا بھی شفاء کا ذریعہ ہے۔

حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ بیمار ہوئے تو اپنے بیٹے کو کہا کہ کسی کے گھر سے بارش کا پانی تلاش کر کے لاؤ، وجہ پوچھنے پر فرمایا: وانزل من السماء ماء مبارکا پھر فرمایا کہ اب شہد لاؤ اور یہ آیت پڑھی فیه شفاء للناس (النحل:۶۹) جب شہد لایا گیا تو فرمایا کہ زیتون لے آؤ اور یہ آیت پڑھی من شجرة مبارکة زیتونة (النور:۳۵) جب تینوں چیزیں آ گئیں تو ان کو ملا کر پی گئے اور دو تین دن میں ایک خطرناک بیماری سے شفاء یاب ہو گئے، ابن کثیرؒ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارے میں نقل فرمایا ہے کہ وہ شفاء کے لئے بیماروں کو ہدایت فرماتے کہ قرآن کریم کی کوئی سی آیت لکھ کر اس کو بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی میں شہد ملا کر پی لیں ان شاء اللہ شفاء یاب ہونگے۔

بارش کا پانی نہانے کے لئے بھی بہت مفید ہے جسم کو ملائم بناتا ہے، سر دھونے کے لئے زیادہ موزوں ہے، اس کے پانی کی جھاگ بڑی ملائم ہوتی ہے، اس کا پانی بالوں کی جڑوں سے خشکی اور چکنائی دور پھینکتا ہے، اگر اس سے کپڑے دھوئے جائیں تو صفائی کرنے اور میل کے ازالہ میں لاجواب ہے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے البتہ اگر بارش کا پانی پینا مقصود ہو یا ادویہ میں ڈالنا ہو تو مینہ برسنے کے شروع والا پانی نہ لیا جائے کیونکہ فضاء میں دھواں کیمیاوی عناصر اور آلودگی ہوتی ہے، ابتدائی بارش انہیں دھو کر زمین پر لاتی ہے، اس لئے اس کے استعمال سے بچے، اس کے بعد کی بارش ہر طرح صاف اور پاک ہوتی ہے۔

مأخذہ: طب نبوی اور جدید سائنس۔

حدیث نمبر ۔۴۴۲ ۔ابو حنیفة عن عبد الملک عن عمر و الجرشی عن سعید بن زید عن رسول اللہ ﷺ قال ان من المن الکماة وماؤھا شفاء للعین.

ترجمہ: سعید بن زیدؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا بلاشبہ کھنمی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفاء ہے۔

توضیح اللغات: من۔ وہ خوراک ہے جو بنی اسرائیل پر آسمان سے اتاری گئی تھی۔ الکمأة کھنمی جسے سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں، یہ برساتی پیداوار ہے، اس میں پتے اور ڈنٹھل نہیں ہوتے، بارش کے موسم میں خوب اگتی ہے اسے من کے ساتھ تشبیہ بھی اس لئے دی گئی ہے کہ جس طرح من خوراک مفت ملتی تھی یہ بھی مفت ملتی ہے، اسے زمین کی چیچک بھی کہتے ہیں، کماۃ کی جمع کما آتی ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کمأۃ واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اقسام بھی مختلف ہیں۔

کھمبی کے طبی فوائد

کھمبی کا پانی آشوب چشم کے لئے بہت مفید ہے، اگراس کے پانی میں اثمد گوندھ کراس کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو یہ آنکھ کی تمام دواؤں میں سب سے بہترین دوا ہے پلکوں کو قوت دیتا ہے روح باصرہ کو قوی اور بیدار کرتا ہے، اورنزلہ کے لئے دفاع کا کام دیتا ہے۔مأخذہ: الطب النبوی لابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ

حدیث نمبر ۸۔۴۴۳۔ابو حنیفة عن الهیثم عن ابی صالح عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال من قال حین یصبح اعوذ بکلمات اللّٰه التامة ثلث مرات لم یضره عقرب حتی یمسی ومن قال حین یمسی لم یضره عقرب حتی یصبح وفی روایة من قال اعوذبکلمات اللّٰه التامات حین یصبح قبل طلوع الشمس ثلث مرات لم یضره عقرب یومئذ واذاقالها حین یمسی لم یضره عقرب لیلته .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جوشخص صبح کے وقت تین بار یہ کہے کہ میں اللہ کے کامل ومکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں تو بچھواس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ شام ہو جائے اور جوشخص شام کے وقت کہے گا تو صبح ہونے تک بچھو اسے ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور ایک روایت میں ہے جس نے صبح کے وقت سورج طلوع ہونے سے پہلے تین بار اعوذ بکلمات اللّٰه التامات کہا تو اس دن بچھواس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اگر انہیں شام کے وقت کہا تو اس رات بچھواس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

حدیث نمبر ۹۔۴۴۴۔ابو حنیفة عن مسلم عن ابراهیم عن مسروق عن عائشةؓ قالت لقد کان رسول اللّٰه ﷺ اذا اتی بمریض یدعو له یقول اذهب البأس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الاشفائک لایغادرسقما.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس کوئی مریض دعا کیلئے لایا جاتا تو آپ فرماتے، اے لوگوں کے رب تکالیف کو ختم کردیں، شفاء دیدیں آپ ہی شفاء دینے والے ہیں کوئی شفاء نہیں مگر آپ کی شفاء، ایسی شفاء دیں کہ جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

توضیح اللغات: البأس تکالیف، مرض لایغادر بمعنی چھوڑنا سقم سین اور قاف دونوں پر فتح بھی درست ہے اور سین پر ضمہ اور قاف پر سکون بھی، بیماری۔

حدیث نمبر ۱۰۔۴۴۵۔ابو حنیفة عن عبد اللّٰه بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ لیس للمومن ان یذل نفسه قیل یارسول ﷺ و کیف یذل نفسه قال یتعرض من البلاء مالا یطیق .

ترجمہ: عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے کہا گیا اے اللہ کے رسول وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کریگا آپ نے فرمایا ایسی بیماری اور مصیبت کے درپے ہوتا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

حدیث نمبر ۱۱۔۴۴۶۔ابو حنیفة عن جابر بن عبد اللّٰهؓ قال جاء رجل من الانصار الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰه ما رزقت ولدا قط ولا ولدلی قال النبی ﷺ فاین انت من کثرة الاستغفار وکثرة الصدقة ترزق بهما فکان الرجل یکثر الصدقة ویکثر الاستغفار قال جابر فولد له تسعة ذکور

ترجمہ: جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں انصار میں سے ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا پس کہا اے اللہ کے رسول مجھے کبھی اولاد نہیں دی گئی اور نہ میری اولاد ہوسکی، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر تم استغفار کی کثرت اور صدقہ کی زیادتی سے کہاں دور ہوگئے ہو؟ تجھے ان کی وجہ سے اولاد مل جائیگی تو وہ آدمی کثرت سے استغفار کرتا اور کثرت سے صدقہ کرتا، جابر فرماتے ہیں پھر اس کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔

فاین انت الخ سورۃ نوح کی آیت فقلت استغفروا الخ کیطرف اشارہ ہے۔اس آیت میں استغفار کرنے پر بہت سے انعامات ملنے کا ذکر ہے،ان میں ایک اولاد ملنا بھی ہے۔یمدد کم باموال وبنین الآیة.

حدیث نمبر ۱۲۔۴۴۷۔ابو حنیفة عن اسمعیل عن ابی صالح عن ام هانئ قالت قال رسول اللّٰه ﷺ من علم ان اللّٰه یغفرله فهو مغفور له .

ترجمہ: ام ہانی کہتی ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا جو یہ یقین کرتا ہے کہ اللہ اس کی مغفرت کردیگا تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۔۴۴۸۔ابو حنیفة عن حماد عن ابی وائل عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اللّٰه هو السلام ومنه السلام .

ترجمہ: ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے اور اس کیطرف سے سلامتی ہے۔

توضیح اللغات :هو السلام یعنی سلام اللہ کا نام ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں تغیرات اور نقص سے سالم اور محفوظ ہے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ سلامتی دیتے ہیں و منه السلام یعنی اللہ ہی سے سلامتی کی دعا کرنا چاہیے یا وہی سلامتی بھیجتے ہیں۔

کتاب الادب

یہ کتاب ادب کے بارے میں ہے۔

باب ان مال الولدلابیه

یہ باب اس بارے ہے کہ بیٹے کا مال اس کے والد کا ہے

حدیث نمبرا۔۴۴۹ ۔ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن جابرؓ قال قال رسول اللهﷺ انت ومالک لابیک.

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا آپ اور آپ کا مال آپ کے والد کیلئے ہیں۔

توضیح اللغات : مالک میں دواحتمال ہیں(۱)بضم اللام بمعنی تمہارامال(۲)بفتح اللام، ما موصولہ اور لک جارمجرور اس کا صلہ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہارے باپ کا ہے،اس حدیث کا شان ورود یہ ہے کہ ابن ماجہ وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اورعرض کیا کہ میرے پاس اپنامال ہے اور میری اولاد بھی موجود ہے اور میرا والد میرا مال لینا چاہتا ہے وہ اس کا محتاج ہے،تو آپ نے فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے اور تمہاری اولاد تمہاری بہترین پاکیزہ کمائی ہے لہذا تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔اس روایت سے حدیث الباب کا مطلب بھی معلوم ہو گیا کہ اگر والد محتاج ہو تو اس کا نان ونفقہ بیٹے پر واجب ہے،اگر بیٹا غائب ہو تو والد اس کی عدم موجودگی میں بقدر ضرورت اس کا مال لیکر خرچ کرسکتا ہے حدیث کا یہی مطلب حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمایا ہے کذا فی اعلاء السنن۔

حدیث نمبر۲۔۴۵۰ ۔ابو حنیفة عن عطاء عن ابیه عن ابن عمرؓ قال اتی النبیﷺ رجل یرید الجهاد فقال احی والدک قال نعم قال ففیهما فجاهد.

ترجمہ:ابن عمر فرماتے ہیں ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کا جہاد کا ارادہ تھا تو آپ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھران کے حق میں جہاد کرو۔

توضیح اللغات :رجل یرید۔یہ آپس میں حال ذوالحال بھی بن سکتے ہیں اور موصوف صفت بھی۔ایک روایت کے مطابق یہ شخص جاہمہ بن عباس بن مرداس تھے اور ایک روایت کے مطابق معاویہ بن جاہمہ تھے۔ ففیهما

فجاهد ۔یعنی ان کی خدمت کرو، یہی آپ کا جہاد ہے۔اقدامی جہاد میں جانے کیلئے والدین سے اجازت لیناضروری ہے، خاص طور پر اگر وہ بوڑھے ہوں اور خدمت کی ضرورت ہو کیونکہ ان کی خدمت فرض عین اور اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے البتہ دفاعی جہاد کیلئے ان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

حدیث نمبر۳۔۴۵۱۔ابو حنیفة عن زیاد یرفعه الی النبی ﷺ انه امر بالنصح لکل مسلم .

ترجمہ:زیاد سے روایت ہے وہ نبی علیہ السلام سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہر مسلمان کیلئے خیرخواہی کا حکم دیا ہے۔

حدیث نمبر۴۔۴۵۲۔حماد عن ابیه عن عطاء بن السائب عن ابی مسلم الاغر صاحب ابی هریرةؓ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال قال اللّٰه تعالی الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما القیته فی جهنم .

ترجمہ:ابو ہریرہؓ کے شاگرد ابو مسلم الاغر ابو ہریرہؓ سے، وہ نبی علیہ لاسلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتے ہیں بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے پس جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے کھینچے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

توضیح اللغات:نازعنی بمعنی کھینچا تانی یا جنگ، جھگڑا قال اللّٰه تعالی یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے جس میں نبی علیہ السلام تصریح فرمائیں کہ اللہ اس طرح فرماتے ہیں، حدیث قدسی اور وحی قرآنی میں کئی وجوہ سے فرق ہے مثلاً (۱) وحی قرآنی کے الفاظ اللہ کیطرف سے متعین ہیں اور حدیث قدسی میں مفہوم اللہ کیطرف سے ہوتا ہے لیکن الفاظ نبی علیہ السلام کے ہوتے ہیں (۲) قرآن متواتر ہے حدیث قدسی خبر واحد بھی ہوسکتی ہے (۳) قرآن وحی متلو ہے نماز میں اس کی تلاوت ہوتی ہے اور حدیث قدسی وحی متلو نہیں۔ رداء چادر، جمع اردیه ،ازار ،تہبند۔

حدیث نمبر۵۔۴۵۳۔حماد عن ابیه عن ابراهیم عن محمد بن المنکدر انه بلغه ان المتکبر رأسه بین رجلیه حیث کان یرتفع برأسه فی تابوت من نار مقفل علیه ولا یخرج ابدا من النار.

ترجمہ:محمد بن المنکدرؒ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تکبر کرنے والے کا سر اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان ہوگا کیونکہ وہ اپنے سر کے ساتھ بڑائی کرتا تھا وہ جہنم کے ایک تابوت میں ہوگا اس پر تالہ لگا دیا جائیگا اور وہ کبھی جہنم

سے نہیں نکل سکے گا۔

توضیح اللغات: المتکبر مبتداء، رأسہ الخ خبر اول، حیث الخ ماقبل کی علت ہے، فی تابوت الخ خبر ثانی، مقفل الخ اپنے معطوف سمیت خبر ثالث ہے۔

باب الرفق و الخلق

یہ باب نرم برتاؤ اور اچھے اخلاق کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۶۔۴۵۴ ۔ابو حنیفة عن زیاد عن اسامة بن شریکؓ قال شهدت رسول الله ﷺ والاعراب یسألونه قالو ایا رسول الله ما خیرما اعطی العبدقال خلق حسن .

ترجمہ: اسامہ بن شریک فرماتے ہیں میں نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ دیہاتی آپ سے سوال کر رہے تھے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ بہتر چیز کیا ہے جو انسان کو دی گئی ہے آپ نے فرمایا اچھے اخلاق۔

حدیث نمبر ۷۔۴۵۵ ۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ لو ان الرفق وحسن الخلق یری لمارئی من خلق الله تعالی احسن منه و لو ان الخرق خلق یری لما رئی من خلق الله تعالی اقبح منه .

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر نرمی اور خوش خلقی دکھائی دیتی تو اللہ کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق بھی اس سے زیادہ خوش نمانہ دکھائی دیتی اور اگر بد خلقی دکھائی دینے والی مخلوق ہوتی تو اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے بدنمانہ دکھائی دیتی۔

توضیح اللغات: خلق بضم الخاء، اخلاق، عادت الخلق بفتح الخاء مخلوق کو کہتے ہیں الخرق: خُرق یا خَرَق، سختی، بداخلاقی۔

حدیث نمبر ۸۔۴۵۶ ۔ابو حنیفة عن ابراهیم عن انسؓ قال ما اخرج رسول الله ﷺ رکبتیه بین جلیس له قط بل یقعد مساویا لهم ولا تناول احدیدَه فیتر کها قط حتی یکون هو یدعها وما جلس الی رسول الله ﷺ احد قط فقام حتی یقوم قبله وماوجدت شیئاقط اطیب من ریح رسول الله ﷺ و فی روایة قال ماقام الی رسول الله ﷺ رجل فی حاجة فانصرف عنه قبله حتی یکون

ھو المنصرف وفی روایة کان رسول اللهﷺ اذا صافح احدا لایترک یده الا ان یکون ھو الذی یترک.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے کبھی بھی اپنے ہمنشین کے سامنے اپنی ٹانگیں نہیں نکالیں بلکہ آپ ان سب کے سامنے برابر بیٹھتے تھے اور کسی نے آپ کا ہاتھ نہیں پکڑا کہ کبھی آپ نے اسے کھینچا ہو یہاں تک کہ وہ خود اسے چھوڑ دیتا اور کبھی بھی کوئی شخص آپ کے پاس نہیں بیٹھا کہ آپ کھڑے ہو گئے ہوں یہاں تک کہ وہ خود آپ سے پہلے کھڑا ہو جاتا اور میں نے کبھی بھی کوئی چیز نبی علیہ السلام کے پسینے سے زیادہ خوشبودار نہیں پائی اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں کوئی شخص بھی نبی علیہ السلام کے پاس کسی حاجت سے نہیں بیٹھا کہ آپ اس سے پہلے چل پڑے ہوں یہاں تک کہ وہ شخص خود چلا جاتا اور ایک روایت میں ہے نبی علیہ السلام جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مگر یہ کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا۔

حدیث نمبر ۹۔ ۴۵۷۔ ابو حنیفة عن عبد اللّٰه عن ابن عمرؓ ان رجلا نادی رسول اللّٰه ﷺ فی منزله فقال لبیک قد اجبتک فخرج الیه.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام کو آپ کے گھر میں ندا دی تو آپ نے فرمایا میں حاضر ہوں تمھاری بات سن لی پھر اس کیطرف نکل گئے۔

توضیح اللغات: اجبت ۔ میں نے تیری بات کو قبول کیا، بات سن لی، تجھے جواب دیا۔

حدیث نمبر ۱۰۔ ۴۵۸۔ ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن امیمة بنت رقیقةؓ قالت اتیت رسول اللّٰه ﷺ لأُبایعه فقال انی لست اصافح النساء.

ترجمہ: امیمہؓ بنت رقیقہ فرماتی ہیں میں نبی علیہ السلام کے پاس گئی تا کہ آپ سے بیعت کروں تو آپ نے فرمایا بلاشبہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

اقسام بیعت: بیعت کی چار اقسام ہیں (۱) بیعت اسلام یعنی کوئی کافر کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے، (۲) بیعت جہاد یعنی امیر وقت کے ہاتھ پر کفار کیخلاف جہاد کیواسطے بیعت کرنا (۳) بیعت خلافت یعنی جو خلیفہ بن رہا ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اس کی تابعداری کا عزم کرنا (۴) بیعت طریقت وتصوف، کسی مسلمان کا کسی عالم مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا، پہلی تین اقسام بالاتفاق ثابت ہیں ان کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا، بیعت طریقت بھی بلاشبہ درست اور صحیح ہے، نبی علیہ السلام سے ثابت ہے حدیث

الباب اس کی دلیل ہے کیونکہ اس میں نہ بیعت اسلام کا ذکر ہے اور نہ جہاد کا موقعہ تھا اور خلافت کی بیعت خلیفہ کے ہاتھ ہوتی ہے جیسے ابوبکرؓ نے بیعت لی، نبی علیہ السلام پیغمبر تھے لہذا یہ بیعت طریقت ہی ہے، اسی کو تصوف کہا جاتا ہے اس کے مختلف سلسلے ہیں البتہ چار زیادہ مشہور ہیں،(۱) چشتیہ (۲) قادریہ (۳) سہروردیہ (۴) نقشبندیہ۔ غیر مقلدین نے بیعت طریقت کا انکار کیا ہے جو حقیقت میں احادیث کثیرہ صحیحہ کا انکار ہے۔

خواتین سے سلام اور مصافحہ کا حکم:

اجنبی عورت سے معانقہ اور مصافحہ بالاتفاق جائز نہیں اور نہ ہاتھ لیکر بیعت کرنا جائز ہے البتہ اجنبی عورت کو سلام کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے جمہور کے ہاں جائز ہے اور احنافؒ کے ہاں صحیح نہیں ہے، کتب فقہ میں یہی لکھا ہے۔ تکملہ (۱۱۵۹/۵) میں ہے کہ اس ممانعت کی کوئی حدیث مجھے نہیں ملی اور منع کرنے کی وجہ صرف خوف فتنہ ہے، اس لئے ممانعت کو خوف فتنہ کے ساتھ مقید کرنا چاہئے ورنہ ظاہر احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱-۴۵۹ ـ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول اللّٰه ﷺ من لم یقبل عذر مسلم یعتذر الیه فوزره کوزر صاحب مکس فقیل یا رسول اللّٰه ﷺ وما صاحب مکس قال عشار.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد بریدہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نے معذرت کرنے والے مسلمان کی معذرت قبول نہ کی تو اس کا گناہ ٹیکس لینے والے کے گناہ کی طرح ہے تو کہا گیا اے اللہ کے رسول ٹیکس والا کون ہے آپ نے فرمایا زیادہ عشر لینے والا۔

توضیح اللغات: مکس ٹیکس، چنگی جمع مکوس، عشار زیادہ عشر وصول کرنے والا، ظالم، وزر گناہ، بوجھ۔

حدیث نمبر ۱۲-۴۶۰ ـ ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ من اعتذر الیه اخوه المسلم فلم یقبل عذره فوزره کوزر صاحب مکس یعنی عشارا.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا جس سے اس کا مسلمان بھائی معذرت کرے پس وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس کا گناہ ٹیکس لینے والے کے گناہ کیطرح ہے یعنی جو عشر لینے میں ظلم کرتا ہے

مسئلہ: یہ ہے کہ اگر معذرت کرنے والے سے غلطی سے تکلیف پہنچی ہے تو اسے قبول کرنا ضروری ہے، قبول نہ کرنا گناہ

ہے حدیث الباب اسی پر محمول ہے اور اگر اس نے عمداً تکلیف پہنچائی تھی یا کوئی اور نقصان کیا تھا تو اس کی معذرت قبول کرنا اچھی بات ہے لیکن ضروری نہیں، نہ قبول کرنے پر گناہ بھی نہیں۔ مثلاً اسے مالی نقصان پہنچایا ہے اور مالی نقصان کی تلافی کئے بغیر معذرت کرتا ہے تو اسے معاف کرنا ضروری نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۔ ۴۶۱ ۔ ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان النبی ﷺ قال اذا اتی احدکم بطیب فلیصب منه .

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے ایک کو خوشبو دی جائے تو چاہئے کہ وہ اس سے لگائے۔

تفصیل : ایک روایت میں ہے کہ اسے قبول کرے اور ایک روایت میں ہے کہ تکیہ، خوشبو، دودھ اور تیل رد نہ کرے۔ احادیث میں خوشبو قبول کرنے کی دو وجہیں آئی ہیں (۱) ضعیف المحمل ہونا یعنی زیادہ قیمتی چیز نہیں، دینے والا خوشی سے ہی دیتا ہوگا یا کم بوجھل ہے لیکر اسے سنبھالنا آسان ہے (۲) فانه خرج من الجنة یعنی خوشبو کی جنس جنت سے آئی ہے۔

باب النهی عن النظر فی النجوم

یہ باب ستاروں میں نظر کرنے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۔ ۴۶۲ ۔ ابو حنیفة عن عطاء عن ابی هریرةؓ قال نهی رسول الله ﷺ عن النظر فی النجوم.

ترجمہ: ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ستاروں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علم نجوم کی اقسام واحکام:

علامہ شامی رحمہ اللہ نے مقدمہ رد المحتار (۱/۴۳) میں علم نجوم کی یوں تعریف کی ہے۔ هو علم یعرف به الاستدلال بالتشکلات الفلکیة علی الحوادث السفلیة . یعنی یہ ایسا علم ہے جس میں فلکی تشکلات سے سفلی، زمینی اور دنیاوی واقعات وحوادث پر استدلال کا طریقہ معلوم کیا جاتا ہے پھر صاحب ہدایہ کی کتاب "مختار النوازل" سے نقل فرمایا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے، برا اور مذموم علم نہیں کیونکہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) حسابی، یہ صحیح اور حق علم ہے قرآن کریم

میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللّٰہ تعالی الشمس والقمر بحسبان ای سیرھما بحساب (۲) استدلالی، اس میں ستاروں کی گردش اور افلاک کی حرکت سے ان حوادث وواقعات پر استدلال کیا جاتا ہے جو اللہ تعالی کے قضاء وقدر سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ بھی فی نفسہ جائز ہے جیسے ڈاکٹر نبض دیکھ کر صحت اور مرض کا پتہ لگاتے ہیں پھر اس کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ وہ افلاک کی حرکت سے حوادث پر استدلال کرتا ہے اور اسے ہی مؤثر سمجھتا ہے اللہ کی تقدیر کا منکر ہے یا تقدیر کا منکر تو نہیں لیکن علم غیب کا دعوی کرتا ہے تو یہ کفر ہے اور اگر نہ تقدیر کا منکر ہو اور نہ علم غیب کا دعوی کرتا ہو تو کفر نہیں اور سیکھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اتنی مقدار سیکھنا کہ جس کی مدد سے نماز کے اوقات اور سمت قبلہ جان سکے درست ہے بلکہ بہتر اور افضل ہے اور اس سے زیادہ سیکھنا صحیح نہیں، صاحب درمختار نے اسے حرام کہا ہے اور حدیث الباب سے بھی یہی صورت مراد ہے البتہ پہلی قسم بہرصورت جائز ہے حدیث الباب میں علم نجوم سے منع کیا ہے علامہ شامیؒ نے اس کی تین وجوہ لکھی ہیں۔(۱) علم نجوم اکثر لوگوں کے حق میں مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ جب ان کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ فلاں واقعہ اور نتیجہ اس ستارے کے آنے یا جانے یا روشن ہونے کے بعد ہوا ہے تو وہ سمجھیں گے کہ یہی موثر حقیقی ہے۔

(۲) علم نجوم اور اس کے احکام محض تخمینی اور اوراٹکل ہیں، یہ علم حضرت ادریس علیہ السلام کو بطور معجزہ دیا گیا تھا لیکن اب اس کے اصول واحکام کسی کو معلوم نہیں۔

(۳) اس کا عملی فائدہ بھی نہیں کیونکہ تقدیر میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس نے لامحالہ ہونا ہے اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پریشانی کی بات ہو تو پیشگی پریشانی شروع ہو جائے گی، اس لئے اس کے سیکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۔۴۶۳ ۔ابو حنیفة عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یحل لرجل یومن باللّٰہ والیوم الاخر ان یدخل الحمام الابمیزر ومن لم یستر عورته من الناس کان فی لعنة اللّٰہ والملئکة والخلق اجمعین .

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ حمام میں داخل ہو مگر ازار کے ساتھ اور جو شخص لوگوں سے اپنا ستر نہیں چھپاتا وہ اللہ تعالی اور فرشتوں اور تمام مخلوق کی لعنت میں ہوتا ہے۔

توضیح اللغات: رجل موصوف یومن الخ اس کی صفت ہے۔ لایحل فعل، ان یدخل الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر فاعل ہے میزر ازار، پاجامہ۔

حدیث الباب میں اس زمانے کے حمام مراد نہیں، پرانے حمام مراد ہیں جو گھروں سے باہر ہوتے تھے جہاں

مرد اور عورتیں جا کر بے حجابانہ نہاتے، وہاں پردہ کا بالکل خیال نہ ہوتا تھا۔

اس زمانہ میں سوئمنگ پول حمام کی قریب تر مثال بنتی ہے، اور غسل کے لئے فی نفسہ سوئمنگ پول جانا جائز ہے البتہ اس سے احتراز افضل ہے کیونکہ اس زمانے میں جو سوئمنگ پول ہیں ان میں فساق وفجار کی اکثریت ہوتی ہے اور یہ ان ہی لوگوں کا وطیرہ اور طریقہ ہے' دوسرے بعض پولوں میں ستر کا مسئلہ بھی درپیش ہوتا ہے' غسل کیلئے عموماً جو لباس استعمال ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہوتا، گھٹنے کھلے ہوتے ہیں' نیز اس میں جسم کی حکایت بھی ہوتی ہے' خود تو انسان مکمل لباس اپنا سکتا ہے لیکن دوسرے کی ستر پر نظر پڑ ہی جاتی ہے، خواتین کو اس سے اور بھی زیادہ احتراز کرنا چاہئے، شریعت میں صالحہ خاتون کو فاسق وفاجر عورت سے بھی پردہ کرنے کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۔۴۶۴ ۔ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال کان احب الاسماء الی رسول اللہ ﷺ عبد اللہ وعبد الرحمن.

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو تمام ناموں میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام زیادہ پسند تھے۔

ان دو ناموں کے پسندیدہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس کے دو اجزاء ہیں، ایک جزء اللہ کی الوہیت اور اس کی رحمانیت کا مظہر ہے اور ایک جزء مسمّی کے وصف عبدیت کا مظہر ہے۔ ان کے بعد وہ نام بہتر ہیں جن میں انسان کی عبدیت کی اضافت اللہ کے کسی اور وصف کی طرف کی گئی ہو مثلاً عبدالرحیم، عبدالقادر، عبدالکریم وغیرہ۔

حدیث نمبر ۱۷۔۴۶۵ ۔ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ البر لایبلی والاثم لاینسی .

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی ضائع نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔

توضیح اللغات :لا یبلی (س) مجہول، پرانا کرنا، یہاں لایضیع کے معنی میں ہے لاینسی (س، افعال) بھولنا، بھلانا۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کا بدلہ ضرور ملے گا، نیکی ضائع نہ ہوگی اور گناہ کی سزا ضرور ملے گی، گناہ بھلایا نہیں جائیگا، یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۔۴۶۶ ۔ابو حنیفة عن سماک عن جابر بن سمرةؓ قال کنا اذا اتینا النبی ﷺ قعدنا حیث انتہی المجلس .

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب ہم نبی علیہ السلام کے پاس آتے تو وہیں بیٹھتے جہاں مجلس کا اختتام ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۹۔۴۶۷ ۔ابو حنیفة عن عطیة عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ

ﷺ لا يشكر الله من لا يشكر الناس .

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جولوگوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کرسکتا۔

توضیح اللغات: من موصولہ لا یشکر کا فاعل ہے لفظ اللہ مفعول بہ ہے۔

حدیث نمبر۲۰۔۴۶۸۔ابو حنيفة عن عطاء عن محارب بن دثار عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ اياک والظلم فان الظلم ظلمات يوم القيمة .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب بنے گا۔

توضیح اللغات: ایاک اسم فعل بمعنی اتق ہے۔

حدیث نمبر۲۱۔۴۶۹۔ابو حنيفة عن عاصم عن ابی ذرؓ ان النبی ﷺ زار قوما من الانصار فی ديارهم فذبحوا له شاة وصنعوا له منها طعاما فاخذ من اللحم شيئا فلاكه فمضغه ساعة لا يسيغه فقال ما شان هذا اللحم فقالوا شاة لفلان ذبحناها حتى يجئى فنرضيه من ثمنها قال فقال رسول الله ﷺ اطعموها الاسارى وفی رواية عن عاصم بن كليب عن ابيه ان رجلا من اصحاب محمد صنع طعاما فدعاه فقام اليه النبی ﷺ و قمنا معه فلما وضع الطعام تناول النبی ﷺ بضعة من ذلك اللحم فلا كها فی فيه طويلا فجعل لايستطيع ان ياكلها فالقاه من فيه وامسک عن الطعام فقال اخبرنی عن لحمک هذا من اين هو قال يارسول الله شاة كانت لصاحب لنا فلم يكن عندنا فنشتر يهامنه وعجلنا بها وذبحناها ووضعنا ها لک حتى يجئى فنعطى ثمنها فامر النبی ﷺ برفع هذا الطعام وامر ان يطعمه الاسارى قال عبد الواحد قلت لابی حنيفة من اين اخذت هذا، الرجل يعمل فی مال الرجل بغير اذنه ليتصدق بالربح قال اخذته من حديث عاصم.

ترجمہ: ابو بردہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلہ سے ان کے محلہ میں ملاقات کی تو انہوں نے آپ کیلئے ایک بکری ذبح کی اور آپ کیلئے اس سے کھانا تیار کیا تو آپ نے کچھ گوشت لیا پس اسے آہستہ چبایا پھر اسے سختی سے کافی وقت چبایا، آپ اسے نگل نہ سکے تو آپ نے فرمایا اس گوشت کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ فلاں آدمی کی

بکری تھی، ہم نے اسے ذبح کر دیا یہاں تک کہ وہ آئے تو ہم اسے اس کے ثمن سے راضی کر دیں گے، راوی فرماتے ہیں پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے قیدیوں کو کھلا دو اور ایک روایت میں عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کھانا تیار کیا تو آپ کو دعوت دی تو نبی علیہ السلام کھڑے ہو کر اس کی طرف چل پڑے اور ہم ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے پس جب کھانا رکھا تو نبی علیہ السلام نے اس گوشت کا ایک ٹکڑا تناول فرمایا تو آپ اسے کافی دیر تک چباتے رہے تو آپ اسے کھانے سے قاصر رہے پس آپ نے اسے اپنے منہ مبارک سے ہٹا دیا اور کھانے سے رک گئے پھر فرمایا کہ مجھے اپنے اس گوشت کے بارے خبر دو یہ کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ ہمارے ایک دوست کی بکری تھی تو وہ ہمارے ہاں موجود نہ تھا کہ ہم اسے خریدتے اور ہم نے اس بارے جلدی کی اور اسے ذبح کر دیا اور ہم نے اسے آپ کے سامنے رکھ دیا یہاں تک کہ وہ آئیگا تو ہم اس کا ثمن دے دیں گے تو نبی علیہ السلام نے اس کھانے کو اٹھانے کا حکم دیدیا اور امر فرمایا کہ وہ اسے قیدیوں کو کھلا دے، عبدالواحد کہتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے مستنبط کیا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کام کرے تو نفع صدقہ کر دے؟ امام صاحب نے فرمایا میں نے اسے حدیث عاصم سے مستنبط کیا ہے۔

توضیح اللغات: زار (ن) ملاقات کرنا، زیارت کرنا **لاکہ** (ن) لاک یلوک۔ کسی چیز کو ہلکا چبانا، مضغ سختی سے چبانا **لایسیغہ**: اساغة، نگلنا، حلق سے اتارنا، قرآن میں ہے **لا یکاد یسیغہ**۔ قال عبدالواحد الخ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ مال حرام کا فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۔۴۷۰۔ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ الدال علی الخیر کفاعله.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کیطرح ہے۔

حدیث نمبر ۲۳۔۴۷۱۔ ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه عن النبی ﷺ قال جاءه رجل فاستحمله فقال ما عندی ما احملک علیه ولکن سادلک علی من یحملک انطلق الی مقبرة بنی فلان فان فیها شابا من الانصار یترامی مع اصحاب له ومعه بعیر له فاستحمله فانه سیحملک فانطلق الرجل فاذا به یترامی مع اصحاب له فقص علیه الرجل قول النبی ﷺ فاستحلفه بالله لقد قال هذا رسول الله ﷺ فحلف له مرتین او ثلاثا ثم حمله فمر به علی

النبی ﷺ فقال فاخبره الخبر فقال النبی ﷺ انطلق فان الدال علی الخیر کفاعله وفی روایة ان رجلا جائه یستحمله فقال واللّٰه ما عندی من شئ احملک علیه ولکن انطلق فی مقبرة بنی فلان فانک ستجد ثمه شابا من الانصار یترامی مع اصحاب له فاستحمله فانه سیحملک فانطلق الرجل حتی اتی المقبرة قال له رسول اللّٰه ﷺ فقص علیه القصة فاستحلفه فقال اللّٰه الذی لااله الا هوان رسول اللّٰه ﷺ ارسلنی الیک فاعطاه بعیرا له فانطلق به الرجل فاتی النبی ﷺ فقال له ﷺ انطلق فان الدال علی الخیر کفاعله .

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا تو آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں جس پر میں تجھے اٹھاؤں لیکن میں عنقریب آپ کی اس شخص کی طرف رہنمائی کروں گا جو آپ کو سواری دیگا فلاں قبیلہ کے مقبرہ جاؤ کیونکہ اس میں انصار کا ایک جوان ہے جو اپنے دوستوں کے ساتھ تیراندازی کررہا ہے پس آدمی نے اس کے سامنے نبی علیہ السلام کا قول بیان کیا تو اس جوان نے اس سے قسم طلب کی کہ یہ بات نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے تو اس نے اس کے سامنے دو یا تین بار قسم کھائی پھر اسے سواری دیدی تو وہ سواری لیکر نبی علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو راوی کہتے ہیں پھر اس نے آپ کو خبر سنائی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا چل پڑو بلاشبہ نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس سواری طلب کرنے کی غرض سے آیا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر میں تجھے سوار کروں لیکن تم فلاں قبیلہ کے مقبرہ میں جاؤ کیونکہ عنقریب تم وہاں انصار کا ایک جوان پاؤ گے جو اپنے دوستوں کے ہمراہ تیر اندازی کررہا ہوگا تو اس سے سواری طلب کرلے عنقریب وہ تجھے سواری دیدیگا پس آدمی چل پڑا یہاں تک کہ اس مقبرے تک پہنچ گیا جو نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا تو اس کے سامنے قصہ بیان کیا پس اس سے قسم لی تو اس نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بلاشبہ مجھے نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو اس نے اسے اپنا اونٹ دیدیا پس آدمی اسے لیکر چل پڑا پھر نبی علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے اسے فرمایا چلو بلاشبہ نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

حدیث نمبر ۲۴۔۲۔۴۷۔ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه ان رسول اللّٰه ﷺ قال افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر .

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

توضیح اللغات: کلمة حق . میں ترکیبی احتمالات دو ہیں (۱) اظہار کلمہ حق ،یعنی مضاف محذوف ہے (۲) کلمة، تکلم کے معنی میں ہو اور مرکب توصیفی ہو یعنی حق بات کرنا اور کہنا، ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کو افضل جہاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عام جہاد تب ہوتا ہے کہ کافر کمزور اور ضعیف ہوں اور مسلمان طاقتور اور شوکت وغلبہ والے ہوں لہذا مخالف کمزور ہوا اور یہاں حق کہنے والا کمزور اور ضعیف ہے اور مخالف انتہائی طاقتور اور شان وشوکت والا ہے۔

حدیث نمبر ۲۵-۴۷۳ - ابو حنيفة عن شيبان عن عبد الملك عمن حدثه عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من استشارک فاشره بالرشد فان لم تفعل فقد خنته

ترجمہ: ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تجھ سے مشورہ طلب کرے تو اسے اچھا اور بھلا مشورہ دو پس اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو بلاشبہ تم نے اس سے خیانت کی۔

توضیح اللغات: استشارة، مشورہ چاہنا، طلب کرنا اشارة مشورہ دینا، خنته خيانة (ن) سے واحد مذکر حاضر فعل ماضی معروف۔

حدیث نمبر ۲۶-۴۷۴ - ابو حنيفة عن الحسن عن الشعبی قال سمعت النعمانؓ يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول مثل المؤمنين فی توادّهم وترا حمهم كمثل جسد واحد اذا اشتكى الراس تداعى له سائره بالسهر والحمى .

ترجمہ: امام شعبیؒ فرماتے ہیں میں نے نعمان بن بشیرؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تمام مسلمان آپس میں محبت رکھنے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک جسم کے مانند ہیں جب سر کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کا پورا جسم جاگنے اور بخار کیساتھ متاثر ہو جاتا ہے۔

توضیح اللغات: توادّ۔ ایک دوسرے سے محبت کرنا۔ تراحم ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ اشتکی شکایت ہونا۔ تکلیف ہونا، تداعی بمعنی موافقت کرنا، ایک دوسرے کو پکارنا، متاثر ہونا السهر نہ سونا، شب بیداری، جاگنا ،الحمی بخار۔

حدیث نمبر ۲۷-۴۷۵ - حماد عن ابيه عن عبد الرحمن بن حزم عن انسؓ قال قال رسول

اللّٰہ ﷺ مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه یورثه ومازال جبرئیل یوصینی بقیام اللیل حتی ظننت ان خیار امتی لاینامون الا قلیلا ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل مجھے پڑوسی کے بارے مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ وہ اسے وارث ٹھہرادیں گے اور جبرئیل مجھے رات کے قیام کے بارے مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ میری امت کے بہترین افراد نہیں سوئیں گے مگر بہت کم۔

حدیث نمبر ۲۸-۶ ۷ ۴ - ابو حنیفة عن انسؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ان اللّٰہ یحب اغاثة اللهفان.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی امداد کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

توضیح اللغات: اللهفان ۔ لاهف کی جمع مظلوم، فریادی، افسوس کرنے والا، مضطر، غمگین، اغاثة، مدد کرنا۔

باب النهی عن سب الدهر

یہ باب زمانہ کو برا بھلا کہنے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۹-۷ ۷ ۴ - ابو حنیفة عن عبدالعزیز عن ابی قتادةؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تسبوا الدهر فان اللّٰہ هو الدهر ۔

ترجمہ: ابوقتادہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دھر کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اللہ ہی دھر ہے۔

توضیح اللغات: لاتسبوا (ن) گالی دینا، برا بھلا کہنا۔ اس حدیث میں کئی ترکیبی احتمالات اور مطالب ہیں:

(۱) اہل عرب کا رواج تھا کہ جب کوئی مصیبت یا حادثہ پیش آتا تو وہ زمانے کو گالی دیتے کہ زمانہ ایسا ایسا ہے، یہ زمانہ ایسے مصائب لاتا ہے، گویا وہ زمانے کو مصائب کا فاعل سمجھتے تھے، اس بناء پر گالی دیتے تھے حالانکہ فاعل حقیقی تو اللہ ہے مصائب وہ نازل کرتا ہے، لہٰذا یہ حقیقت میں اللہ کو برا بھلا کہنا ہوا، اس لئے نبی علیہ السلام نے منع فرمادیا۔ اس صورت میں الدهر مرفوع ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے یعنی ان اللّٰہ هو صاحب الدهر ۔

(۲) امام نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ الدھر منصوب ہے اصل عبارت یہ ہے ان اللّٰہ ھو یقلب اللیل والنھار مدۃ الدھر یا ان اللّٰہ ھو موجود مدۃ الدھر۔

(۳) امام راغب فرماتے ہیں یہاں دوسرا لفظ دھر پہلے لفظ دھر سے مختلف ہے، پہلے کا معنی ہے زمانہ اور دوسرے کا معنی ہے: المدبر المصرف، تکملہ فتح الملھم (۴/۴۱۰)۔

(۴) بعض نے فرمایا کہ الدھر واقعۃً اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

حدیث نمبر ۳۰۔۴۷۸۔ ابو حنیفۃ ولدتُ سنۃ ثمانین وقدم عبد اللّٰہ بن انیس صاحب رسول اللّٰہ ﷺ الکوفۃ سنۃ اربع وتسعین ورأیتہ وسمعت منہ وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول حبک الشیء یعمی ویصم۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۴ھ میں نبی علیہ السلام کے صحابی عبداللہ بن انیسؓ کوفہ تشریف لائے اور میں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے سنا اس حال میں کہ میں چودہ سال کا تھا، آپ فرما رہے تھے میں نے نبی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارا کسی چیز سے محبت کرنا تمہیں اندھا اور بہرہ کردیتا ہے۔

توضیح اللغات: یعمی (افعال) اندھا اور نابینا بنانا، یصم (افعال) بہرہ بنانا۔

باب النھی عن الشماتۃ

یہ باب کسی کی مصیبت پر خوش ہونے سے نہی کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۔۴۷۹۔ ابو حنیفۃ قال سمعت واثلۃ بن الاثقعؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا تظھرن شماتۃ لا خیک فیعافیہ اللّٰہ ویبتلیک۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں نے واثلہ بن الاثقعؓ سے سنا، وہ فرماتے تھے میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا تم ہرگز اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالی اس کو عافیت بخش دیگا اور تمہیں مبتلا کردیگا۔

توضیح اللغات: شماتۃ۔ کسی کی مصیبت وتکلیف پر خوش ہونا فیعافیہ ویبتلیک دونوں فعل منصوب ہیں کیونکہ ان پر نہی کے جواب میں فاء داخل ہے۔ البتہ یبتلیک کو لاخیک کے ساتھ وزن اور سجع برابر کرنے کے لئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔

کتاب الرقاق

یہ کتاب دل کو نرم کرنے والی باتوں کے بارے میں ہے۔

الرقاق اور الرقائق ،رقیقة کی جمع ہے،اس کتاب میں ایسی احادیث درج ہیں جو دل کو نرم کرتی ہیں اور اس سے سختی اور غفلت کو ختم کرتی ہیں،امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ اگر رقة جسمانی چیز میں ہو تو اس کی ضد صفاقة آتی ہے جیسے ثوب رقیق اور ثوب صفیق اور اگر نفس میں ہو تو اس کی ضد قساوة آتی ہے جیسے رقیق القلب اور قاسی القلب۔قرآن کریم میں ہے فقست قلوبھم۔تکمہ (۶۰۸/۵)

حدیث نمبرا۔۴۸۰ ۔ابو حنیفة عن الحسن عن الشعبی عن النعمان بن بشیرؓ عن النبی ﷺ قال ان فی الانسان مضغة اذا صلحت صلح بھا سائر الجسد و اذا سقمت سقم بھا سائر الجسد الاوھی القلب .

ترجمہ:نعمان بن بشیرؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا یقینی بات ہے انسان میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو اسکی وجہ سے سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور سن لو وہ دل ہے۔

توضیح اللغات:مضغة خون کا لوتھڑا،ٹکڑا۔

حدیث نمبر۲۔۴۸۱ ۔ابو حنیفة عن ابراھیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت ماشبعنا ثلثة ایام ولیالیھا من خبز متتابعا حتی فارق محمد ﷺ وما زالت الدنیا علینا کُدرة عُسرة حتی فارق محمد ﷺ الدنیا فلما فارق محمد ﷺ الدنیا صبت علینا صبا وفی روایة صب الدنیا علینا صبا وفی روایة ماشبع ال محمد ﷺ ثلثة ایام متوالیة من خبز البر ۔

ترجمہ:حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہم تین دن اور تین راتیں مسلسل روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ محمد ﷺ جدا ہوگئے اور دنیا ہم پر ہمیشہ گدلی،مٹیالی اور تنگ رہی یہاں تک کہ محمد ﷺ دنیا سے جدا ہو گئے پس جب محمد ﷺ دنیا سے جدا ہوئے تو دنیا ہم پر بارش کی طرح برس پڑی اور ایک روایت میں ہے کہ دنیا ہم پر خوب برسادی گئی اور ایک روایت میں ہے محمد ﷺ کے گھر والے گندم کی روٹی سے مسلسل تین دن سیر نہیں ہوئے۔

توضیح اللغات :شبعنا (س) سیر ہونا۔متتابعا ، متوالیة دونوں کے معنی ہیں مسلسل، پے در پے کدرة مٹیالا، گدلہ، مکدر، عسرة، تنگی۔

باب ابتلاء الانبیاء ثم الخیر فالخیر

یہ باب انبیاء پھر بہتر سے بہتروں کی آزمائش کے بارے ہے

حدیث نمبر ۳۔۴۸۲ ـ ابو حنیفة عن ابراهیم عن الاسود ان عمر بن الخطابؓ دخل علی النبی ﷺ فی شکاة شکاها فاذا هو مضطجع علی عباء ة قطوانیة و مرفقة من صوف حشوها اذخر فقال بابی انت وامی یارسول اللّٰه کسری وقیصر علی الدیباج فقال یا عمر اما ترضی ان تکون لهم الدنیا ولکم الآخرة ثم ان عمر مسه فاذا هو فی شدة الحمی فقال تحم هکذا وانت رسول اللّٰه فقال ان اشد هذه الامة بلاء نبیها ثم الخُیَّر ثم الخُیَّر وکذلک کانت الانبیاء قبلکم والامم.

ترجمہ: اسودؒ سے روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نبی علیہ السلام کے پاس اس مرض کے بارے آئے جس کی آپ کو شکایت تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ قطوانی کھردری چادر پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کا تکیہ ایسی اون کا تھا جس کی بھرائی اذخر گھاس تھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں کسری اور قیصر دیباج اور ریشم کے بچھونوں پر ہیں تو آپ نے فرمایا اے عمر کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ان کیلئے دنیا ہو اور تمہارے لئے آخرت ہو پھر حضرت عمرؓ نے آپ کو چھوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ سخت بخار میں مبتلا ہیں تو فرمایا آپ کو اس طرح بخار ہے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس امت میں سب سے زیادہ آزمائش والا ان کا نبی ہے پھر بہترین لوگ پھر بہترین لوگ اور تم سے پہلے انبیاء، پیغمبروں اور امتوں کی حالت بھی اسی طرح تھی۔

توضیح اللغات: شکاة مرض عباء ة موٹی یا کھردری چادر قطوانیه کوفہ میں ایک جگہ ہے اس کے طرف نسبت ہے مرفقة اس میں دو روایات ہیں (۱) مرفقته، مرکب اضافی کے ساتھ، ترجمہ اسی کے مطابق ہے مرفقة تکیہ کو کہتے ہیں۔(۲) مرفقة یعنی مفرد ہے، اس صورت میں اس کا عطف عباء ة پر ہوگا۔صوف، اون حشو بھرائی اذخر ایک قسم کی گھاس الخُیَّر خیر کی جمع پسندیدہ، خیر کی جمع خیار اور اخیار بھی آتی ہے۔

كتاب الجنايات

یہ کتاب جنایات کے بارے میں ہے۔

باب فضيلة العفو

یہ باب معاف کرنے کی فضیلت کے بارے ہے

حدیث نمبر ۱۔۴۸۳ ۔ابو حنيفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال من عفا عن دم لم يكن له ثواب الا الجنة .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے خون معاف کیا تو اس کا بدلہ نہیں مگر جنت۔

باب دية الذمی

یہ باب ذمی کی دیت کے بارے ہے

حدیث نمبر ۲۔۴۸۴ ۔ابو حنيفة عن الزهری عن سعيد بن المسيّب عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال دية اليهودی والنصرانی مثل دية المسلم .

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔

توضیح اللغات :دیة۔اصل میں وَدْی تھا جیسے عِدة اصل میں وعد تھا، واو کو حذف کر کے آخر میں ة کا اضافہ کر دیا اور دال کو فتحہ دیدیا گیا۔ج دیات ۔لغوی معنی ہیں دیت دینا اور اتداء (افتعال) کے معنی ہیں دیت لینا ۔اصطلاح شرع میں دیت وہ مال ہے جو نفس کے بدے میں واجب ہو اور اس کے مقابلہ میں ارش وہ مال ہے جو کسی عضو کے بدلے واجب ہو۔

مسئلہ: جمہور کے ہاں کافر ذمی اور مسلمان کی دیت برابر ہے بعض فقہاء کے ہاں ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔

دلائل جمہور:

(۱) قرآن میں ہے **وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیة مسلمة الی اھلہ** یعنی اگر مقتول اس قوم کا ہو جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہے تو اس کے اہل وعیال کو دیت دی جائیگی، اس میں کافر مقتول کی دیت مطلق بیان کی ہے اگر آدھی ہوتی تو اسے ضرور بیان کیا جاتا۔

(۲) حدیث الباب۔

(۳) ترمذی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو عامری شخصوں کو اتنی دیت دلوائی جو مسلمانوں کی ہوتی ہے اور وہ ذمی اور معاہد تھے۔

(۴) کتاب الاثار میں نبی علیہ السلام ابوبکر عمر اور عثمان کا ارشاد نقل کیا ہے **دیة المعاھد دیة الحر المسلم** یعنی ذمی کی دیت آزاد مسلمان والی دیت ہے۔

حدیث نمبر۳۔۴۸۵۔ ابو حنیفة عن الشعبی عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یستقاد من الجراح حتی تبرأ۔

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زخم کا قصاص نہیں لیا جائیگا یہاں تک کہ وہ درست ہو جائے۔

توضیح اللغات: لا یستقاد، قود بمعنی قصاص سے ہے، **استقادہ** قصاص لینا، قصاص طلب کرنا، زخم میں فی الحال قصاص نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ حتمی طور پر معلوم نہیں کہ یہ زخم زخم ہی رہیگا، ہوسکتا ہے کہ آئندہ سرایت کر جائے اور معاملہ موت تک پہنچ جائے۔

کتاب الاحکام

یہ کتاب فیصلوں اور احکام کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبرا۔۴۸۶ ۔ابو حنیفة عن الهیثم عن الحسن عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یا ابا ذر الامارة امانة و هی یوم القیمة خزی وندامة الا من اخذها من حقها وادی الذی علیه وانّی ذلک وفی روایة عن ابی حنیفة عن ابی عال عن الحسن عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال الامارة امانة وهی یوم القیمة خزی وندامة الا من اخذها من حقها وادی الذی علیه وانی ذلک یا ابا ذر۔

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر امیر بننا امانت ہے اور وہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمساری ہوگی مگر وہ شخص جو اسے اس کے حق سے لیتا ہے اور جو اس پر حق بنتا ہے اسے ادا کرتا ہے اور ایسے کہاں ہوتا ہے؟ اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ ابو عالؒ سے وہ حسن سے وہ ابوذرؓ سے نقل کرتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا امارت امانت ہے اور وہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمساری ہوگی مگر وہ شخص جو اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے اور وہ حق ادا کرتا ہے جو اس پر لازم ہوتا ہے اور اے ابوذر ایسا کہاں ہوتا ہے؟۔

توضیح اللغات: الامارة بفتح الهمزة اسم ہے بمعنی علامت اور نشانی اور بکسر الهمزة مصدر ہے بمعنی امیر بننا خزی بکسر الخاء رسوائی ندامة شرمساری شرمندگی۔

مطلب یہ ہے کہ امارت وحکومت بہت بڑی ذمہ داری ہے اور یہ امانت کی طرح ہے جس طرح اپنے پاس امانت رکھوانے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا اسی طرح اپنے لئے حکومت وامارت کا مطالبہ بھی نہیں کرنا چاہیے ورنہ اگر حقوق ادا نہ کئے تو آخرت میں رسوائی ہوگی، امام نوویؒ فرماتے ہیں مذکورہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو امارت کا اہل نہ ہو یا اہل ہو لیکن عدل نہ کرتا ہو، اگر اہل بھی ہے اور عدل بھی کرتا ہے تو اس کے بڑے فضائل ہیں مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی سات افراد کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے، ان میں ایک عادل امام کو بھی شمار کیا ہے۔ نیز حدیث نمبر۲ ملاحظہ

سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ عموماً اس کا مقصد عہدہ منصب اور حکومت حاصل کرنا ہوتا ہے؛ اس کے علاوہ اپنی تعریف اور مخالفین کی تنقیص اور ان کی آبروریزی کی جاتی ہے، رشوت دیکر ووٹ خریدے جاتے ہیں، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے کو خود نامزد نہ کرے بلکہ پارٹی نامزد کرے اور نہ اپنے حق میں ووٹ کی ترغیب دے اور نہ ووٹ مانگے۔

باب فضيلة الامام العادل

یہ باب عادل امام کی فضیلت کے بارے ہے

حدیث نمبر۲۔۴۸۷۔ابو حنيفة عن عطية عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ قال ان ارفع الناس يوم القيمة امام عادل.

ترجمہ: ابوسعیدؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں بلندترین درجے والا شخص عادل امام ہوگا۔

حدیث نمبر۳۔۴۸۸۔ابو حنيفة عن الحسن بن عبيد الله عن خبيب بن ابی ثابت عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ القضاة ثلثة قاضيان فی النار قاضی يقضی فی الناس بغير علم ويوكل بعضهم مال بعض وقاض يترك علمه ويقضی بغير الحق فهذا ن فی النار وقاض يقضی بكتاب الله فهو فی الجنة.

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قاضی حضرات تین قسم کے ہیں دو قسم کے قاضی جہنم جائیں گے وہ قاضی جو لوگوں میں علم کے بغیر فیصلہ کرتا ہے اور بعض کا مال بعض کو کھلاتا ہے اور ایک وہ قاضی ہے جو اپنے علم کو چھوڑتا ہے اور بغیر حق کے فیصلہ کرتا ہے تو یہ دونوں آگ میں ہوں گے اور ایک وہ قاضی ہے جو اللہ کی کتاب پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ جنت میں ہوگا۔

حدیث نمبر۴۔۴۸۹۔ابو حنيفة عن عبد الملك عن ابی بكرةؓ ان اباه كتب اليه انه سمع رسول الله ﷺ يقول لا يقضی الحاكم وهو غضبان.

ترجمہ: ابوبکرہؓ (نفیع بن حارث) سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کی طرف خط لکھا کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قاضی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

اس لئے کہ غصہ کی حالت میں انسان کی سوچ اور فکر درست نہیں رہتی، جس کی وجہ سے وہ صحیح نتیجے تک پہنچ نہیں سکتا، اسی طرح شدید بھوک اور شدید پیاس اور بیماری کی حالت میں بھی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

تقریر ترمذی (۲۶۹/۱)

حدیث نمبر ۵۔ ۴۹۰۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن الصبی حتی یکبر و عن المجنون حتی یفیق و عن النائم حتی یستیقظ وفی روایة عن حماد عن سعید بن جبیر عن حذیفةؓ قال قال رسول الله ﷺ رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ و عن المجنون حتی یفیق و عن الصبی حتی یحتلم.

ترجمہ: حضرت عائشہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے اور مجنون سے یہاں تک کہ افاقہ ہوجائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہوجائے اور ایک روایت میں حماد سے روایت ہے وہ سعید بن جبیرؒ سے وہ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے اور مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہوجائے اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔

توضیح اللغات: رفع القلم ۔کنایہ ہے مذکورہ حالات میں احکام شرعیہ کا مکلّف نہ ہونے سے، مثلاً ان میں سے کسی کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور بچے اور مجنون پر نماز کا نفس وجوب نہیں اور سونے والے پر نفس وجوب ہے لیکن وجوب ادا نہیں، تاخیر کرنے کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوگا، البتہ اگر اس کے پاس بروقت اٹھنے کے اسباب موجود تھے مثلاً الارم وغیرہ یا کسی کو کہہ دیتا یا نماز کا وقت شروع ہوچکا تھا اور وہ سو گیا تو ان صورتوں میں گناہ گار ہوگا۔

حدیث نمبر ۶۔ ۴۹۱۔ ابو حنیفة عن الشعبی عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ المدعی

شہادۃ پیش کریگا اور ہر ایک قسم اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوگا اور یہ مسئلے کا حل نہیں، شریعت نے تقسیم یوں فرمائی کہ مدعی نے چونکہ دعوی کیا ہے اس لئے وہ شہادت پیش کرے، اگر وہ پیش کردیتا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ ہو جائیگا اور مدعی علیہ کی بات قبول نہ ہوگی البتہ اگر وہ شہادت پر جرح یا تنقید کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے اور اگر مدعی کے پاس بینہ نہ ہو تو مدعی علیہ پر قسم ہے اگر وہ قسم اٹھالیتا ہے تو مدعی کا دعوی رد کردیا جائیگا اور اگر وہ قسم سے انکار کرتا ہے تو مدعی کا دعوی ثابت ہو جائیگا۔

حدیث نمبر ۷۔۴۹۲۔ابو حنيفة عن حماد ان رجلا حدثه ان الاشعث بن قيس اشترى من عبد الله بن مسعودؓ رقيقا فتقاضاه عبدالله فقال الاشعث ابتعت منك بعشرة الاف وقال عبد الله بن مسعود بعت منك بعشرين الفافقال اجعل بيني وبينك من شئت فقال الاشعث انت بيني وبينك فقال عبد الله اخبرك بقضاء سمعته من رسول الله ﷺ يقول اذا اختلف البيعان في الثمن ولم يكن لهما بينة والسلعة قائمة فالقول ماقال البائع او يترادان.

ترجمہ: حضرت حمادؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے انہیں یہ حدیث بیان فرمائی کہ اشعث بن قیس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک غلام خریدا پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے دین کا تقاضہ کیا تو اشعث نے فرمایا میں نے آپ سے دس ہزار میں خریدا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں نے آپ پر بیس ہزار میں فروخت کیا ہے اور فرمایا میرے اور اپنے درمیان جسے چاہیں ثالث بنائیں تو اشعث نے فرمایا آپ ہی میرے اور اپنے درمیان ثالث ہیں تو عبداللہ نے فرمایا میں آپ کو اس فیصلے کے بارے میں خبر دونگا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بائع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہو جائے اور ان کے پاس شہادت نہ ہو اور سامان موجود اور قائم ہو تو بات وہی معتبر ہے جو بائع کہتا ہے یا دونوں بیع کو لوٹا دیں۔

حدیث نمبر ۸۔۴۹۳۔ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن جده ان الاشعث بن قيس اشترى من ابن مسعودؓ رقيقا من رقيق الامارة فتقاضاه عبدالله فاختلفافيه فقال الاشعث اشتريت منك بعشرة الاف درهم وقال عبد الله بعت منك بعشرين الفا فقال عبد الله اجعل بيني وبينك رجلا فقال الاشعث فاني اجعلك بيني وبين نفسك قال عبدالله فاني ساقضي بيني وبينك بقضاء سمعته من رسول الله ﷺ يقول اذا اختلف البائعان فالقول ماقال البائع فامان يرضى المشترى به او يترادان البيع وفي رواية عن القاسم عن بيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ اذا اختلف البائعان والسلعة قائمة فالقول قول البائع او يترادان زادفي رواية البيع وفي رواية اذا اختلف المتبايعان

فالقول قول البائع او يترادان و فی رواية عن عبد اللّٰه ان الاشعث اشترى منه رقيقا فتقاضاه واختلفا فقال عبد اللّٰه بعشرين الفا وقال الاشعث بعشرة الاف فقال عبد اللّٰه سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول اذا اختلف البائعان فالقول قول البائع او يترادان

ترجمہ: حضرت قاسم اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے خمس کے غلاموں میں سے کوئی ایک غلام خریدا پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے دین طلب کیا تو ان کا اس بارے اختلاف ہوگیا تو اشعث نے فرمایا میں نے آپ سے دس ہزار درہم کے عوض خریدا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں نے بیس ہزار کے عوض فروخت کیا ہے تو عبداللہ بن مسعود نے فرمایا میرے اور اپنے درمیان کسی آدمی کو فیصل مقرر کردیں تو اشعث نے فرمایا آپ ہی میرے اور اپنے درمیان حکم ہیں، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا پھر میں اپنے اور آپ کے درمیان ایسا فیصلہ کرونگا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بائع اور مشتری کا اختلاف ہوجائے تو بات وہ معتبر ہے جو بائع کہتا ہے پس یا تو مشتری اس پر راضی ہوجائے یا بیع کو فسخ کردیں اور ایک روایت میں قاسم سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بائع مشتری کا اختلاف ہوجائے اس حال میں کہ سامان قائم ہو تو بات بائع ہی کی معتبر ہے یا وہ لوٹادیں، ایک روایت میں زیادتی ہے کہ بیع کو لوٹادیں اور ایک روایت میں ہے جب بائع اور مشتری کا اختلاف ہوجائے تو قول بائع کا قول معتبر ہے یا لوٹادیں اور عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت میں ہے کہ اشعث نے ان سے غلام خریدا تو انہوں نے دین کا مطالبہ کیا اور دونوں کا اختلاف ہوگیا چنانچہ عبداللہؓ نے فرمایا بیس ہزار کے عوض بیع ہوئی ہے اور اشعث نے فرمایا دس ہزار کے عوض ہوئی ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب بائع اور مشتری کا اختلاف ہوجائے تو معتبر قول بائع کا قول ہے یا لوٹادیں۔

مسئلہ: بائع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہو تو اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، یہاں صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کا اتنی بات پر تو اتفاق ہے کہ ثمن مقرر ہوا ہے لیکن مقدار ثمن میں اختلاف ہے بائع زیادہ ثمن کا مدعی ہے اور مشتری زیادتی کا منکر ہے اور بینہ کسی کے پاس نہیں جبکہ مبیع موجود ہے ہلاک نہیں ہوئی تو اس صورت میں بائع کا قول معتبر ہوگا، اگر مشتری نے بائع سے قسم لے لی تو بائع کے قول پر فیصلہ ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حاکم دونوں سے اپنے دعاوی پر قسم لیکر بیع کو فسخ کردے۔

حدیث نمبر ۹-۴۹۴ ۔ابو حنيفة عن ابی الزبير عن جابر بن عبد اللّٰه عن النبی ﷺ ان

رجلین اختصما الیه فی ناقة وقد اقام کل واحد منهما انهانتجت عنده فقضی بها للذی فی یده .

ترجمہ: جابر بن عبداللہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ کے بارے دو شخص آپ کے پاس جھگڑا لائے اوران میں سے ہرایک نے اس بات پر بینہ قائم کی کہ وہ اونٹنی اسی کے ہاں جنی گئی ہے تو آپ نے اس کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جس کے قبضہ میں وہ تھی۔

حدیث نمبر ۱۰۔۴۹۵ ۔بو حنیفة عن الهیثم عن رجل عن جابر بن عبد اللّٰه قال اختصم رجلان فی ناقة کل واحد منهما یقیم البینة انها ناقة نتجهافقضی بها النبی ﷺللذی هی فی یده وفی روایة ان رجلین اتیا رسول اللّٰه ﷺفی ناقة فاقام هذاالبینةَ انه نتجها واقام هذا البینة انه نتجها فجعلها رسول اللّٰه ﷺللذی هی فی یده .

ترجمہ: جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں دو شخصوں کا ایک اونٹنی کے بارے جھگڑا ہوا ان میں سے ہرایک اس بات پر بینہ قائم کرر ہا تھا کہ اس نے اسے پیدا کیا ہے تو نبی علیہ السلام نے اس کا فیصلہ اس شخص کیلئے کیا جس کے قبضہ میں وہ تھی اور ایک روایت میں ہے کہ دو شخص ایک اونٹنی کے بارے نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو اس نے اس بات پر بینہ قائم کی کہ اس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس نے بینہ قائم کی کہ وہ اس کی پیداوار ہے پس نبی علیہ السلام نے اس کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جس کے قبضہ میں وہ تھی۔

توضیح اللغات: النتاج، انتاج بمعنی بچہ جننا۔نتجها میں انتاج کی اضافت مالک کی طرف معنوی اور مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے اونٹ کا نتیجہ اور بچہ ہے۔اقام هذا البینة ،هذا، اقام کا فاعل اور البینة اس کا مفعول بہ ہے،انه الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر البینة سے بدل ہے یا اس کا حرف جار محذوف ہے یعنی علی انه الخ

مسئلہ: اس حدیث سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ اگر طرفین کے پاس بینہ موجود ہو تو ایسی صورت میں وجوہ ترجیح کو دیکھا جاتا ہے اور مدعیٰ بہ چیز پر قبضہ ہونا بھی وجہ ترجیح ہے،ظاہری حالت اس کے لئے مؤید ہے۔اس لئے اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

کتاب الفتن

یہ کتاب فتنوں کے بارے میں ہے۔

فتن، فتنة کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں امتحان اور آزمائش اور اصطلاح محدثین میں امت مسلمہ میں قیامت تک رونما ہونے والے صبر آزما واقعات، حالات، سیاسی تبدیلیاں، جھگڑے اور فسادات مراد ہیں جن کا ذکر نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ا۔ ۴۹۶ ۔ابو حنیفة عن یحیی عن حمید عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من سل السیف علی امتی فان لجھنم سبعة ابو اب باب منھا لمن سل السیف.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری امت پر تلوار سونتی تو جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک اس شخص کے لئے ہے جس نے تلوار سونتی ہے۔

توضیح اللغات: سل۔(ن) مصدر سل، تلوار سونتنا، صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے ہم پر تلوار سونتی وہ ہم میں سے نہیں۔

مسئلہ: کسی مسلمان پر اسلحہ اور تلوار سونتنے کی کئی صورتیں ہیں (۱) اس کے قتل کو حلال سمجھتا ہے تو سونتنے والا کافر ہے اور جہنم میں جائیگا، مذکورہ حدیث میں یہی حقیقی معنی مراد ہے۔ (۲) اس کے قتل کو حرام سمجھتا ہے لیکن عناداور دشمنی میں قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ فاسق و فاجر ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ جہنم میں اس کے داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ مخصوص ہے (۳) قتل کرنے کا ارادہ نہیں، دھمکانے یا مذاق کے طور پر سونتنا ہے یہ بھی درست نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔

حدیث نمبر ۲۔ ۴۹۷ ۔ابو حنیفة عن الحارث عن ابی الجلاس قال کنت ممن سمع من عبد اللہ السبائی کلاما عظیما فاتینا به علیًا ونحن نھز عنقه فی طریقه فوجدناه فی الرحبة مستلقیا علی ظھره واضعا احدی رجلیه علی الاخری فسأله عن الکلام فتکلم به فقال اترویه عن اللہ تعالی او عن کتابه اوعن رسوله فقال لا قال فعما تروی قال عن نفسی قال اما انک لو رویت عن اللہ تعالی وعن کتابه او عن رسوله ضربت عنقک ولورویته عنی اوجعتک عقوبة فکنت کاذبا ولکنی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول بین یدی الساعة ثلثون کذابا وانت منھم وفی روایة عن ابی الجلاس قال کنت فیمن سمع من عبد اللہ السبائی کلاما عظیما فاتینا به علیًا فوجدناه فی الرحبة مستلقیا ظھره واضعا احدی رجلیه علی الاخری فسأله عن الکلام فتکلم فقال اترویه عن اللہ تعالی

وتبارک او عن کتابه او عن رسوله قال لا قال فعمن ترويه قال عن نفسی قال اما انک لو رويت عن الله او عن کتابه او رسوله ضربت عنقک ولو رويت عنی اوجعتک عقوبة فکنت کاذبا ولکنی سمعت رسول الله ﷺ يقول بين يدی الساعة ثلاثون کذابا فانت منهم .

ترجمہ: ابوالجلاس فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عبداللہ سبائی سے ایک بڑا کلام سنا تو ہم اسے حضرت علیؓ کے پاس لے آئے اس حال میں کہ ہم راستے میں اس کی گردن مار رہے تھے، تو ہم نے حضرت علی کو مسجد کے صحن میں پایا آپ اپنی پشت کے بل چت لیٹے ہوئے تھے اپنی دو ٹانگوں میں سے ایک کو دوسری پر رکھے ہوئے تھے، تو آپ نے اس سے کلام کے بارے پوچھا تو اس نے وہی بات کہہ دی، تو آپ نے فرمایا کیا تو اسے اللہ تعالی سے یا اس کی کتاب یا اس کے رسول سے روایت کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا پھر کس چیز سے روایت کرتا ہے؟ اس نے کہا اپنے آپ سے، حضرت علیؓ نے فرمایا سن لے اگر تو اللہ تعالی یا اس کی کتاب یا اس کے رسول سے روایت کرتا تو میں تیری گردن مار دیتا اور اگر تو مجھ سے روایت کرتا تو میں تجھے سخت سرزنش کرتا پس تو جھوٹا شمار ہوتا اور لیکن میں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت سے کچھ پہلے تیس جھوٹے ہونگے اور تو ان میں سے ہے۔ اور ابوالجلاس کی ایک روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں میں ان حضرات میں سے تھا جنہوں نے عبداللہ سبائی سے ایک بڑی بات سنی تو ہم اسے حضرت علیؓ کے پاس لے آئے تو ہم نے آپ کو مسجد کے صحن میں پایا اس حال میں کہ اپنی پشت کے بل چت لیٹے تھے اپنی دو ٹانگوں میں سے ایک کو دوسری پر رکھے ہوئے تھے تو آپ نے اس سے بات کے بارے پوچھا تو اس نے بات کہہ دی پھر حضرت علی نے فرمایا کیا تو اسے اللہ تعالی یا اس کی کتاب یا اس کے رسول سے روایت کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر مجھ سے روایت کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر کس سے نقل کرتا ہے؟ اس نے کہا اپنے دل سے، آپ نے فرمایا سن لے اگر تو اللہ تعالی یا اس کی کتاب یا اس کے رسول سے روایت کرتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا اور اگر مجھ سے روایت کرتا تو میں تجھے سخت قسم کی سزا دیتا پھر تو جھوٹا شمار ہوتا اور لیکن میں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت سے کچھ پہلے تیس جھوٹے ہوں گے لہذا تو ان میں سے ہے۔

توضیح اللغات: نهز (ن) حرکت دینا۔ الرحبة۔ صحن، کشادہ جگہ۔ مستلقيا چت لیٹنے والا، عبدالله السبائی۔ اس سے مراد عبداللہ بن سباء ہے، یہ یہودی النسل بدطینت اور خبیث شخص تھا، صنعاء یمن کا رہنے والا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا پھر اس کو یہ منصوبہ ذہن میں آیا کہ اسلام ظاہر کر کے تفرقہ بازی کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس نے بظاہر اسلام قبول کرلیا، پھر سازشیں شروع کردیں، اہل مصر کو حضرت عثمانؓ کے قتل پر برانگیختہ کرنے والا یہی تھا، حضرت علی اور اہل بیت کی محبت کا دعوی کرتا تھا

اور لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرتا تھا، شیعوں کا غالی فرقہ سبائیہ اسی کی طرف منسوب ہے۔

سمع من عبداللّٰہ السبائی کلاما عظیما ۔محشی علامہ محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ نے مسند امام اعظم کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ کلام عظیم سے مراد یا تفضیل ہے یعنی حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دینا یا حضرت علیؓ کو خدا اور اللہ سمجھنا جیسا کہ بعض شیعہ کا عقیدہ ہے۔ **ضربت عنقک الخ** اللہ تعالی سے روایت کرنے کی صورت میں مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرنا مراد ہوگا کیونکہ اللہ سے نبی روایت کرسکتا ہے، تو یہ وحی اور نبوت کا دعوی ہوا جو کہ کفر ہے اور کتاب اللہ اور اللہ کے رسول سے نقل کرنے کی صورت میں سیاسۃً قتل کرنا مراد ہوگا کیونکہ یہ کفر نہیں افتراء اور جھوٹ ہے۔

حدیث نمبر۳۔۴۹۸ ۔ابو حنیفة عن عبد الرحمن عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ يأتی علی الناس زمان يختلفون الی القبور فيضعون بطونهم عليه ويقولون وددنا لو كنا حاجب هذا القبر قيل يا رسول اللّٰه وكيف يكون قال لشدة الزمان وكثرة البلايا والفتن .

ترجمہ: ابو ہریرہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا کہ وہ قبروں پر آئیں گے اور اپنے پیٹ ان پر رکھیں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم اس قبر کے دربان ہوتے کہا گیا اے اللہ کے رسول اور یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا زمانے کی سختی اور آزمائشوں اور فتنوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے۔

توضیح اللغات: **وددنا** (س) پسند کرنا، چاہنا، محبت کرنا۔ لو۔ تمنی اور خواہش کیلئے ہے اور یہ ''اَن'' کے معنی میں ہوکر **وددنا** کیلئے مفعول ہے۔ **البلايا**، **بلية** کی جمع بمعنی مصیبت، آزمائش، **حاجب**. دربان یعنی قبروں کے دربان ہوتے اور دنیا سے الگ تھلگ ہوتے، ایک نسخہ میں **صاحب** ہے یعنی قبر والا، مراد یہ ہے کہ مرجاتے اور قبروں میں ہوتے۔ **حاجب القبر**. **کنا** کیلئے خبر ہے۔ اور اس کو جمع ہونا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ کسی کاتب نے غلطی سے واحد لکھ دیا ہو۔

موت کی تمنا کرنے کا حکم: موت کی تمنا کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس لئے تمنا کرنا کہ اللہ تعالی سے ملاقات ہوگی، یہ شوق دل میں ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے۔

(۲) دنیا میں فتنہ فساد ہے اور ایمان جانے کا خطرہ ہے موت کی تمنا کرنا تاکہ دین اور ایمان خراب نہ ہو یہ درست ہے۔

(۳) دنیا کے فتنوں مصائب اور جھگڑوں سے تنگ آکر تمنا کرنا، یہ ناجائز اور حرام ہے بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں کوئی ہرگز مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اگر تمنا ضرور کرنا چاہتا ہے تو یہ کہے کہ اے اللہ اگر میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہو تو زندہ رکھیں اور اگر موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دیں۔

کتاب التفسیر

یہ کتاب تفسیر کے بارے میں ہے۔

تفسیر کے لغوی معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا، اور اصطلاحی معنی میں تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے معانی اور مطالب بیان کئے جاتے ہیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھولا اور واضح کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبرا۔۴۹۹۔ حماد عن ابیه عن ابی فروة عن عطاء بن السائب عن ابی الضحی عن ابن عباسؓ فی قولهٖ عز وجل آلمّ قال انا اللّٰه واللّٰه اعلم واری.

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ عزوجل کے قول آلمّ کے بارے منقول ہے وہ فرماتے ہیں انا اللّٰه و اللّٰه اعلم واری.

تشریح:

قرآنی سورتوں کے شروع میں آلمّ، آلر، یٰس وغیرہ الفاظ آتے ہیں، ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے، مقطعات کے معنی ہیں الگ الگ، کٹے ہوئے ایک دوسرے سے جدا، ان الفاظ کے حروف کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے مثلاً الم کو الف، لام، میم پڑھا جائیگا، حروف مقطعات کی تفسیر میں اختلاف ہے کئی اقوال ہیں۔

(۱) صحیح قول یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالی اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں نبی علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق ان کا مطلب بیان نہیں فرمایا چنانچہ کسی امتی کو ان کا صحیح معنی معلوم نہیں، آیا نبی علیہ السلام کو معنی معلوم تھا؟ اس میں دو رائے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں آپ کو معلوم تھا لیکن آگے بیان کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ معلوم نہ تھا۔

(۲) حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ حروف آتے ہیں اور ایک سورت کے کئی نام بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ بھی نام ہے اور اس کا نام الم بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) یہ اسماء الٰہیہ کے رموز و اسرار ہیں۔

(۴) بعض مفسرین نے ان کے معانی بیان فرمائے ہیں لیکن وہ حتمی اور یقینی نہیں، اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے مثلاً الم میں الف سے مراد اللہ، لام سے مراد جبرئیل اور اور میم سے مراد محمد ہیں، معنی یہ ہوا کہ قرآن کریم اللہ کیطرف سے جبرئیل کے واسطہ سے محمد پر نازل ہوا ہے، مذکورہ روایت میں ابن عباسؓ نے آلمّ کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ الف سے مراد انا اور لام سے مراد اللہ اور میم سے مراد اعلم یعنی انا اللّٰه اعلم ، یعنی خدا تعالی فرماتے ہیں میں اللہ ہوں جاننے والا

ہوں اور آلرٰ کے معنی بیان کئے ہیں الف سے مراد انا، لام سے مراد اللہ اور راء سے مراد اری۔ انا اللّٰہ اری یعنی میں اللہ ہوں دیکھنے والا ہوں، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں جن کی تعداد ستر کے قریب ہے، جمہور کا قول پہلا ہے اور یہی راجح ہے، اسی بناء پر حروف مقطعات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مفسرین عموماً "اللّٰہ اعلم بمرادہ بہ" لکھتے ہیں۔

فائدہ: انا اللّٰہ اری آلراء کی تفسیر ہے جو کہ اس روایت میں مذکور نہیں، اس لئے یہ ناسخین کی زیادتی ہے یا آلرٰ کا نقل کرنا رہ گیا ہے۔

حدیث نمبر۲۔۵۰۰ ۔حماد عن ابیہ عن سلمۃ بن نُبیط قال کنت عند الضحاک بن مزاحم فیسألہ الرجل عن ھذہ الایۃ انا نراک من المحسنین ما کان احسانہ قال کان اذا رای رجلا مضیقا علیہ وسع علیہ واذا رای مریضا قام علیہ واذا رای محتاجا سَال لقضاء حاجتہ۔

ترجمہ: سلمہ بن نبیط فرماتے ہیں کہ میں ضحاک بن مزاحمؒ کے پاس تھا تو ایک شخص نے آپ سے اس آیت انا نراک من المحسنین کے بارے پوچھا کہ یوسف علیہ السلام کا احسان کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ جب وہ کسی شخص کو تنگی کی حالت میں دیکھتے تو اس پر وسعت اور کشادگی پیدا کرتے اور اگر مریض کو دیکھتے تو اس کی دیکھ بھال کرتے اور جب کسی محتاج کو دیکھتے تو اس کی حاجت روائی کے لئے مانگتے۔

ضحاک بن مزاحم، ابوالقاسم یا ابومحمد کنیت ہے الہلالی الخرسانی نسبت ہے، تبع تابعین میں سے ہیں ۱۰۲ھ میں انتقال ہوا ہے، دو سال تک والدہ کے پیٹ میں رہے جب پیدا ہوئے تو دانت نکل چکے تھے اور ہنس رہے تھے اس لئے ضحاک نام رکھا گیا اور اسی سے مشہور ہوئے۔ اصل علاقہ بلخ تھا تفسیر کے بڑے امام اور مفسر تھے۔ مضیقا علیہ الخ جگہ کی تنگی مراد ہے اور یہ تینوں قسم کے احسانات یوسف علیہ السلام جیل میں سرانجام دیتے تھے۔

حدیث نمبر۳۔۵۰۱ ۔حماد عن ابیہ عن عطیۃ عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ قال اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللّٰہ تعالی ثم قرأان فی ذلک لایات للمتوسّمین المتفرسین۔

ترجمہ: ابوسعید خدری نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ان فی ذلک الخ بلاشبہ اس میں متوسمین یعنی فراست والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

توضیح اللغات: فراسۃ (ض) نظر کا جمنا، کسی چیز پر ظاہر نظر سے اس کے باطن کا حال معلوم

کرنا، اصطلاحی طور پر فراست کے دو معانی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) فراست اللہ کی طرف سے ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں پیدا فرما دیتے ہیں جس کے ذریعے انکے خیال، ظن، حدس اور اندازے میں درستگی اور پختگی آجاتی ہے اور وہ کشف وکرامت کے ذریعہ دوسروں کے احوال جان لیتے ہیں۔

(۲) فراست سے مراد وہ علم وملکہ ہے جو دلائل، تجربات، اخلاق سے حاصل ہوتا ہے۔

متوسمین باب تفعل، توسُّم کے معنی ہیں، علامت طلب کرنا، فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا، کسی میں بھلائی معلوم کرنا۔

حدیث نمبر۴۔۵۰۲ ۔حماد عن ابیہ عن عبد الملک عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فی قولہ تعالی فوربک لنسألنھم اجمعین عما کانوا یعملون قال لا الہ الا اللّٰہ ۔

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے قول فوربک لنسألنھم اجمعین عما کانو یعملون تیرے رب کی قسم ہم ضرور بالضرور ان سب سے ان اعمال کے بارے پوچھیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔

یعنی آیت میں عمل سے لا الہ الا اللّٰہ کہنا مراد ہے کہ انہوں نے دنیا میں یہ کلمہ کہا تھا یا نہیں؟

اعتراض: مذکورہ آیت اور فیومئذ لایسأل عن ذنبہ انس و لا جان. آیت میں تعارض ہے پہلی سے معلوم ہوتا ہے سب سے سوال ہوگا اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کسی انسان اور جن سے سوال نہ ہوگا۔

جواب: سوال کی دو صورتیں ہیں۔(۱) ڈانٹ ڈپٹ کے لئے سوال کرنا، اسے سوال توبیخ کہتے ہیں (۲) علم میں اضافہ اور بات معلوم کرنے کے لئے سوال کرنا، اسے سوال استعلام کہتے ہیں، جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان سے سوال توبیخ ہوگا، سوال استعلام نہ ہوگا۔

حدیث نمبر۵۔۵۰۳ ۔حمادعن ابیہ عن زر عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لجبرنیل مالک تزورنا اکثر ما تزورنا قال فانزل بعد لیال وما نتنزل الا بامر ربک لہ مابین ایدینا وما خلفنا ۔

نازل کی گئی، وما نتنزل الا الخ ا ورہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے امر کے ساتھ، اسی کیلئے ہے وہ جو ہمارے سامنے ہے اور وہ جو ہمارے پیچھے ہے۔

حدیث نمبر ۶ ۔ ۵۰۴ ۔ ابو حنیفة عن سماک عن ابی صالح عن ام ھانیٔ قالت قلت لرسول اللّٰہ ﷺ ما کان المنکر الذی کانوا یاتون فی نادیھم قال کانو ایخذفون الناس بالنواۃ والحصاۃ ویسخرون من اھل الطریق .

ترجمہ: ام ہانی فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا وہ کیا برائی تھی جس کو قوم لوط علیہ السلام کے لوگ اپنی مجلس میں کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو گھٹلیاں اور کنکریاں مارتے تھے اور راستے والوں سے تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے تھے۔

توضیح اللغات: المنکر برائی، نادی مجلس، جمع نوادِ اور اندیة اور جمع الجمع اندیات آتی ہے ۔یخذفون (ض) انگلیوں سے کنکری وغیرہ پھینکنا النواۃ گھٹلی، جمع نوًی الحصاۃ کنکری، جمع حصیات ، حصًی اور حصیً آتی ہے. یسخرون (س) مذاق اڑانا، ٹھٹھہ کرنا۔

حدیث نمبر ۷ ۔ ۵۰۵ ۔ ابو حنیفة عن عطیة عن ابن عمرؓ انه قرأ علی النبی ﷺ الذی خلقکم من ضَعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبة فرد علیه وقال قل من ضُعف .

ترجمہ: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام پر یہ آیت پڑھی اللّٰہ الذی الخ اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے تم کو کمزور نطفہ سے پیدا کیا پھر کمزور نطفہ کے بعد جوانی کی قوت پیدا کی پھر جوانی کی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا لاحق کیا، تو نبی علیہ السلام نے آپ پر رد کیا اور فرمایا کہ من ضعف کہو۔

توضیح اللغات: ضعف کمزوری، شیبة بڑھاپا، ابن عمرؓ نے ضعف کو دال کے فتحہ کے ساتھ پڑھا تھا اور ضعف پر فتحہ اور ضمہ دونوں درست ہیں لیکن نبی علیہ السلام نے ضمہ کے ساتھ پڑھنے کا فرمایا، اس کی کئی وجوہ ہیں (۱) فتحہ پڑھنا بنوتمیم کی لغت ہے اور ضمہ قریش کی لغت ہے اور ابن عمر کا تعلق قریش سے ہے (۲) ضمہ پڑھنا افصح اور راجح ہے جبکہ فتحہ پڑھنا غیر افصح ہے (۳) بعض ائمہ لغت نے لکھا ہے کہ ضمہ کے ساتھ ضعف کے معنی ہیں جسمانی کمزوری اور فتحہ کے ساتھ معنی ہیں عقلی کمزوری۔ اور جسمانی کمزوری یہاں مناسب ہے کیونکہ منی کا جسم تو ہوتا ہے لیکن عقل نہیں ہوتی نیز چھوٹے بچے کے جسمانی ضعف کا تو اسی وقت پتہ چل جاتا ہے لیکن ضعف عقل کا پتہ بہت دیر سے

چلتا ہے۔اس بنا پر حدیث الباب اور آیت میں جسمانی کمزوری والا معنی مناسب ہے۔

حدیث نمبر ۸۔۵۰۶۔ابو حنیفة عن الهیثم عن الشعبی عن مسروق عن عبد الله قال قد مضی الدخان والبطشة علی عهد رسول الله ﷺ.

ترجمہ:عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ دھوئیں اور سخت پکڑنے کی علامت نبی علیہ السلام کے زمانے میں گزر چکی ہے۔

قرآن کریم میں ہے فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین ۔اور دوسری جگہ ہے یوم نبطش البطشة الکبری، ان میں اللہ کے عذاب کی دو نشانیوں کا بیان ہے (۱) دخان یعنی دھواں (۲) بطش یعنی سخت قسم کی پکڑ،ان نشانیوں کے مصداق میں اختلاف ہے۔

(۱) عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نشانیاں نبی علیہ السلام کے زمانے میں وقوع پذیر ہو چکی ہیں نبی علیہ السلام نے قریش کیلئے بد دعا کی اور فرمایا کہ اے اللہ انہیں قحط میں مبتلا کر دیں چنانچہ ان پر قحط آیا، بہت سے ہلاک ہو گئے اور کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو گئیں، انہوں نے مردار اور ہڈیاں کھانا شروع کر دیں، ایک وہ سخت بھوک میں مبتلا تھے دوسرے بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشکی تھی اور فضاء میں گرد وغبار تھا تو یہ گرد وغبار انہیں دھوئیں کی طرح محسوس ہوتا تھا، ابن مسعود فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں یہی دھواں مراد ہے اور بطشہ سے مراد جنگ بدر میں مشرکین مکہ کا ذلیل ہونا ہے، اللہ نے ان سے یوں مواخذہ کیا کہ ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قیدی بن گئے۔

(۲) حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نشانیاں ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوئیں، قیامت کے قریب واقع ہونگی۔

حدیث نمبر ۹۔۵۰۷۔ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ان اولادکم من کسبکم وهبة الله لکم یهب لمن یشاء اناثا ویهب لمن یشاء الذکور.

ترجمہ:حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری اولاد یقینی طور پر تمہاری کمائی میں سے ہے اور تمہارے لئے اللہ کے ہبہ میں سے ہے وہ جس کو چاہتے ہیں مونث دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں مذکر دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اولاد کے حصول میں بندوں کا عمل بھی کارفرما ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسباب کے درجہ میں شادی کرے اور میاں بیوی کا ملاپ ہو لیکن اولاد دینا اور پھر مذکر ومؤنث کی تقسیم، یہ اللہ کا ہبہ اور عطیہ ہے ہبہ کرنے والا ہبہ کرے یا نہ کرے پھر کسی کو کم دے اور کسی کو زیادہ تو اصولی طور پر اس پر کوئی اعتراض نہیں۔اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے اولاد عطا کرتا

ہے اور کسی کو محروم رکھتا ہے پھر کسی کو مذکر کسی کو مونث اور کسی کو مذکر اور مونث دونوں عطاء کرتا ہے۔اس پر کوئی جبر نہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۔۵۰۸۔ ابو حنیفة عن مکی بن ابراھیم عن ابن لھیعة عن ابی قبیل قال سمعت ابا عبد الرحمن المزنی یقول سمعت ثوبان مولی رسول اللّٰہ ﷺ یقول سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ما احب ان لی الدنیا بما فیھا بھذہ الایة قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا فقال رجل ومن اشرک فسکت رسول اللّٰہ ﷺ ثم قال ومن اشرک فسکت رسول اللّٰہ ﷺ ثم قال ومن اشرک فسکت رسول اللّٰہ ﷺ ثم قال الا ومن اشرک .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے مولی ثوبان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا میں پسند نہیں کرتا کہ اس آیت کے عوض مجھے دنیا ان تمام چیزوں سمیت مل جائے جو اس میں ہیں۔قل یاعبادی ......الخ آپ کہدیں اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بلاشبہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیگا تو ایک شخص نے کہا اس کا کیا حکم ہے جس نے شرک کیا ہے تو نبی علیہ السلام خاموش ہو گئے اس نے پھر کہا اس کا کیا حکم ہے جس نے شرک کیا تو نبی علیہ السلام خاموش ہو گئے اس نے پھر کہا اس کا کیا حکم ہے جس نے شرک کیا تو نبی علیہ السلام خاموش ہو گئے پھر کہا سن لو جس نے شرک کیا اس کا بھی یہی حکم ہے۔

توضیح اللغات: اسرفوا اسراف کرنا، زیادہ گناہ کرنا۔لا تقنطوا (س) ناامید ہونا۔ثم قال الا ومن اشرک ۔یہاں دو نسخے ہیں (۱) الا ومن اشرک ،اَلاَ تنبیہ کے لئے ہے اور من اشرک کی خبر محذوف ہے کذلک، اصل عبارت ہے الا من اشرک کذلک ترجمہ اسی کے مطابق ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مشرک بھی ناامید نہ ہو، اگر توبہ کرے تو اس کی بخشش ہو جائیگی (۲) الا من اشرک .اِلَّا حرف استثناء ہے مشرک کی مغفرت نہ ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ توبہ کے بغیر مر گیا ہو۔

باب قصة اسلام وحشی رض

یہ باب وحشی کے اسلام لانے کے قصہ کے بارے ہے

حدیث نمبر ۱۱۔۵۰۹۔ ابو حنیفة عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ان وحشیا لما قتل حمزة مکث زمانا ثم وقع فی قلبه الاسلام فارسل الی رسول اللّٰہ ﷺ انه

قد وقع فى قلبه الاسلام وقد سمعتك تقول عن الله تعالى والذين لا يدعون مع الله الها اخر ولايقتلون النفس التى حرم الله الا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاما يضاعف له العذاب يو م القيامة ويخلد فيه مهانا فانى قد فعلتهن جميعا فهل لى رخصة قال فنزل جبرئيل فقال يا محمد قل له الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فأولئك يبدل الله سياتهم حسنات وكان الله غفورا رحيما قال فارسل رسول الله ﷺ بهذه فلما قرأت عليه قال وحشى ان فى هذه الاية شروطا واخشى ان لا اتى بها ولا احقق ان اعمل عملا صالحا ام لا فهل عندك شيء الين من هذايا محمدقال فنزل جبرئيل بهذه الاية ان الله لا يغفران يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء قال فكتب رسول الله ﷺ بهذه الاية وبعث الى وحشى قال فلما قرأت له قال انه يقول ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء وانا لا ادرى لعلى ان لا اكون فى مشيته ان شاء فى المغفرة ولوكانت الاية ويغفرمادون ذلك ولم يقل لمن يشاء كان ذلك فهل عندك شيء اوسع من ذلك يا محمد فنزل جبرئيل بهذه الاية قل يا عبادى الذين اسرفو ا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم قال فكتب رسول الله ﷺ وبعث بها الى وحشى فلما قرأت عليه قال اما هذه الاية فنعم ثم اسلم فارسل الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله انى قد اسلمت فاذن لى فى لقائك فارسل اليه رسول الله ﷺ ان وارِعنى وجهك فانى لا استطيع ان املأعينى من قاتل حمزة عمى قال فسكت وحشى حتى كتب مسيلمة الى رسول الله ﷺ من مسيلمة رسول الله الى محمد رسول الله اما بعد فقد اشركت فى الارض فلى نصف الارض ولقريش نصفها غير ان قريشا قوم يعتدون قال فقدم بكتابه الى رسول الله ﷺ رجلان فلما قرئ على رسول الله ﷺ الكتاب قال لرسولين لو لا انكما رسولان لقتلتكما ثم دعا بعلى بن الى طالب فقال اكتب بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذاب السلام على من اتبع الهدى اما بعد فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين وصلى الله على سيد نا محمد قال فلما بلغ وحشيا ما كتب مسيلمة الى رسول الله ﷺ اخرج المدراع فصقله وهم بقتل مسليمة فلم يزل على عزم ذلك حتى قتله يوم اليمامة .

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وحشی نے جب حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو ایک زمانہ تک کفر پر قائم رہا پھر اس کے دل میں اسلام کی حقانیت واقع ہوگئی تو اس نے نبی علیہ السلام کو یہ پیغام بھیجا کہ اس کے دل میں اسلام واقع ہوگیا ہے حالانکہ میں نے آپ سے اللہ تعالی سے نقل فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ان الذین الخ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور اس نفس کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرمت بخشی ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کریگا تو گناہ سے ملیگا اس کیلئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائیگا اور وہ ذلیل ہوکر اس میں ہمیشہ رہیگا، تو بلاشبہ میں یہ تمام افعال کر چکا ہوں تو کیا میرے لئے رخصت ہے تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد اس سے کہہ دیں الا من تاب الخ مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک اعمال کئے تو یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیں گے اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے پس رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت بھیج دی تو جب یہ اس پر پڑھی گئی تو وحشی نے کہا اس آیت میں شرائط ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ میں انہیں پوری نہ کر پاؤں اور مجھے یقین نہیں کہ میں اچھا عمل کر سکتا ہوں یا نہیں اے محمد! کیا آپ کے ہاں اس سے زیادہ نرم کوئی بات ہے، ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر جبرئیل اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے ان اللہ یغفر الخ یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ کئے جانے والے شرک کو معاف نہیں فرماتے اور اس کے علاوہ کو معاف کرتے ہیں جس کیلئے چاہیں گے، راوی فرماتے ہیں پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت لکھی اور وحشی کیطرف بھیج دی، راوی فرماتے ہیں جب یہ آیت اس پر پڑھی گئی تو اس نے کہا اللہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتے اور اس کے علاوہ کو جس کیلئے چاہتے ہیں معاف کرتے ہیں اور مجھے معلوم نہیں شاید میں اس کی چاہت میں نہ ہوں اگر وہ مغفرت چاہیں اور اگر آیت ہوتی ویغفر مادون ذلک اور اللہ لمن یشاء نہ فرماتے تو بات بن پڑتی پھر اے محمد! کیا آپ کے ہاں اس سے زیادہ گنجائش کی کوئی بات ہے؟ تو جبرئیل اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے قل یا عبادی الخ آپ کہہ دیں اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تعالی تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ ابن عباس فرماتے ہیں پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت لکھی اور اسے وحشی کیطرف بھیج دیا پس جب وہ اس پر پڑھی گئی تو اس نے کہا جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے تو یہ میری خواہش کے مطابق ہے پھر اسلام قبول کر لیا پس اس نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا اور کہا اے اللہ کے رسول بے شک میں اسلام لے آیا ہوں اس لئے مجھے اپنی ملاقات کی اجازت دیدیں تو نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ مجھ سے اپنا چہرہ چھپائے رکھو کیونکہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ اپنی آنکھوں کو اپنے چچا حمزہ کے قاتل سے بھروں، راوی فرماتے ہیں کہ وحشی خاموش ہوگیا یہاں تک کہ مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا من مسیلمة الخ اللہ کے رسول مسیلمہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کو، حمد و ثناء

کے بعد پس بلاشبہ میں نے زمین میں شریک کردیا اسلئے آدھی زمین میری اور آدھی قریش کی ہے مگر قریش حد سے بڑھنے والے لوگ ہیں، روای فرماتے ہیں پھر دو شخص اس کا خط لیکر نبی علیہ السلام کے پاس آئے پس جب نبی علیہ السلام پر خط پڑھا گیا تو آپ نے دونوں قاصدوں سے فرمایا اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کردیتا پھر حضرت علی بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا لکھ بسم اللّٰہ الخ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ خط محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کیطرف ہے سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے حمد وثناء کے بعد پس زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کا وارث بناتے ہیں اور اچھا انجام متقی لوگوں کیلئے ہے اور اللہ تعالی ہمارے سردار محمد پر رحمت بھیجے، راوی فرماتے ہیں پس جب حضرت وحشی کو اس خط کی خبر پہنچی جو مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تھا تو آپ نے برچھی نکالی اور اسے تیز کیا اور مسیلمہ کے قتل کا ارادہ کیا پھر اسی عزم پر کاربند رہے یہاں تک کہ اسے یمامہ کے دن قتل کیا۔

توضیح اللغات: قد سمعتک تقول الخ بلاواسطہ سننا بھی مراد ہوسکتا ہے اور بالواسطہ بھی، یلق (س) ملنا، اثاما گناہ مھانا حقیر، ذلیل کان ذلک خبر محذوف ہے الیق یا اوفق، وارعنی وجھک: وار مواراۃ سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ بمعنی چھپانا و جھک اس کا مفعول بہ ہے۔ فقد اشرکت الخ مفعول محذوف ہے یعنی اشرکتکم میں نے تم کو شریک کردیا ہے۔ یعتدون حد سے بڑھنا المدراع، ذرع کا آلہ، مراد برچھی، نیزہ ہے۔ بعض نسخوں میں مزراق کا لفظ ہے بمعنی چھوٹا نیزہ صقلہ صیقل کرنا، تیز کرنا۔ وحشی، وحشی بن حرب الحبشی الحمصی ہیں، غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ نے وحشی کے مولی جبیر بن مطعم کے چچا کو قتل کیا تھا، جبیر نے وحشی کو کہا اگر تو نے حمزہ کو قتل کیا تو میں تمہیں آزاد کرونگا، چنانچہ اس نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ کو شہید کیا، بعد میں جب مسلمان ہوا تو دل میں خیال آیا کہ اس گناہ کا تدارک ہونا ضروری ہے چنانچہ اسی برچھی سے یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب کو قتل کیا پھر حمص شہر آگئے تھے اور وہیں انتقال ہوا تھا، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی نہ تھے کیونکہ نبی علیہ السلام کو ایمان کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ صحابی ہیں اور نبی علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

باب الشفاعة

یہ باب شفاعت کے بارے ہے

حدیث نمبر ۱۲۔۵۱۰۔ ابو حنيفة عن سلمة عن ابى الزعراء من اصحاب ابن مسعودؓ قال قال

رسول اللہ ﷺ لیخرجن بشفاعتی من اھل الایمان من النار حتی لا یبقی فیھا احد الا اھل ھذہ الایۃ ما سلککم فی سقر قالو الم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نحوض مع الخائضین وکنا نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین فماتنفعھم شفاعۃ الشافعین وفی روایۃ عن ابن مسعودؓ قال یعذب اللہ تعالی اقواما من اھل الایمان ثم یخرجھم بشفاعۃ محمد ﷺ حتی لا یبقی الامن ذکر اللہ سبحانہ وتعالی ماسلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین الی الشافعین .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ کے بعض شاگردوں سے مروی ہے ابن مسعودؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری شفاعت کے بسبب ایمان والے ضرور بالضرور آگ سے نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس میں باقی نہیں رہیگا مگر اس آیت والے ماسلککم الخ تمہیں جہنم میں کیا چیز لائی ہے وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والے مسلمانوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور باطل باتوں میں لگنے والوں کے ساتھ ہم لگ جاتے تھے اور ہم بدلے کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا پس انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی اور ابن مسعود سے ایک روایت میں مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی اہل ایمان سے کچھ لوگوں کو عذاب دیگا پھر انہیں محمد ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے نکال دیگا نہیں باقی رہیگا مگر وہ جن کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے ماسلکم الخ تمہیں جہنم میں کیا چیز لائی ہے وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والے مسلمانوں سے نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور باطل کی باتیں کرنے والوں کے ساتھ باطل کی باتیں کرتے تھے شافعین تک۔

حدیث نمبر ۱۳ـ۵۱۱ ـ حماد عن ابیہ عن سلمۃ بن کھیل عن ابن مسعودؓ قال لایبقی فی النار الا من ذکر اللہ فی ھذہ الایۃ ما سلککم فی سقر قالو الم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین الی فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین .

ترجمہ: ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جہنم میں باقی نہیں رہیں گے مگر وہ لوگ جن کا ذکر اللہ نے اس آیت میں کیا ہے ماسلککم الخ تمہیں جہنم میں کیا چیز لائی ہے وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکینوں کو نہیں کھلاتے تھے اللہ کے اس قول تک فماتنفع الخ پس ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی۔

اقسام شفاعت اور اس بارے تفصیل کے لئے کتاب الایمان حدیث نمبر ۲۸: ۲۹ صفحہ ۸۳ ملاحظہ ہو۔

باب تفسير الحقب

یہ باب حقب کی تفسیر کے بارے ہے

حدیث نمبر۴۔ ۵۱۲۔ حماد عن ابيه عن عاصم عن ابی صالح قال الحقب ثمانون سنة منها ستة ايام عدد ايام الدنيا.

ترجمہ: ابوصالح فرماتے ہیں کہ حقب کی مقدار اسی سال ہے ان میں سے چھ دن دنیا کے دنوں کے عدد کے برابر ہیں

-

قرآن کریم میں ہے لابثين فيها احقابا: احقاب، حقب کی جمع ہے حقب کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں (۱) سو سال ،اور ہر سال تین سو ساٹھ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے اور آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (۲) ستر ہزار سال (۳) تینتالیس سال (۴) اسی سال جیسا کہ مذکورہ روایت میں نقل کیا گیا ہے۔

منها ستة ايام الخ عدد ايام الدنيا ،کاف حرف تشبیہ محذوف ہے،اس لئے یہ تشبیہ بلیغ ہے ای کعدد ايام الدنيا: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) حقب کی تفسیر اسی سال سے ہے اور اسی سال ایسے کہ ان کا ہر ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوگا لیکن ان میں سے چھ دن ان دنیاوی چھ دنوں کے برابر ہوں گے جن میں اللہ تعالی نے دنیا کے اصول یعنی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے یعنی کعدد ايام خلق اصول الدنيا من السماء والارض، اس لئے یہ تشبیہ صغر یعنی دنوں کے چھوٹے ہونے میں ہے۔

(۲) اسی سال کا ہر دن دنیاوی ایک ہزار دن کے برابر ہے لیکن چھ دن اتنے بڑے ہوں گے کہ وہ دنیا کی پوری عمر اور سارے دنوں کے برابر ہوں گے، دنیا کی جتنی عمر بنتی ہے وہ چھ دن اتنے بڑے ہوں گے، اس صورت میں تشبیہ کبر یعنی دنوں کے بڑا ہونے میں ہے۔

حدیث نمبر۱۵۔ ۵۱۳۔ ابو حنيفة عن ابی الزبير قال قرأ على رسول الله ﷺ وصدق بالحسنى قال لااله الاالله .

ترجمہ: نبی علیہ السلام پر وصدق بالحسنى پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ لااله الاالله.

الحسنى کی کئی تفسیریں منقول ہیں مثلاً (۱) لا اله الا الله جیسا کہ مذکورہ مرسل روایت میں ہے (۲) اللہ تعالی کے

بندوں سے کئے ہوئے وعدے (۳) فرض عبادات (۴) ہر اچھی عادت اور خصلت۔





كتاب الوصايا والفرائض

یہ کتاب وصایا اور فرائض کے بارے میں ہے۔

وصایا،وصیة کی جمع ہے وصیة توصیه اور ایصاء کے لغوی معنیٰ ہیں طلب شئی من غیره لیفعله علی غیب منه حال حیاته وبعد وفاته یعنی غیر سے کوئی بات طلب کرنا تا کہ وہ اسے اس کی عدم موجودگی میں بجالائے اس کی زندگی میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اور اصطلاحی معنیٰ ہیں تملیک مضاف الی مابعد الموت بطریق التبرع والاحسان یعنی بطور تبرع اور احسان کے کسی کو کسی چیز کا مرنے کے بعد مالک بنانا،اس عمل کو وصیة اور ایصاء، اور وصیت کرنے والے کو موصیِ ،اور جس کیلئے وصیت کی جائے اسے موصیٰ لہ یا موصی الیہ،اور جس شے کی وصیت کیجائے اسے موصیٰ بہ کہتے ہیں۔تبیین الحقائق للزیلعی. اور الفرائض فریضة کی جمع ہے اور فریضہ فرض سے ہے فرض کے لغوی معنی ہیں مقرر کرنا طے کرنا کہا جاتا ہے فرض القاضی النفقة یعنی قاضی نے خرچہ مقرر اور طے کردیا، فریضہ اسم مفعول یعنی مفروضہ کے معنی میں ہے مقرر اور طے کردہ چیز اور اصطلاحی معنی ہیں المقدرات الشرعیة فی المتروکات المالیة یعنی کسی کے انتقال کے بعد چھوڑے گئے مال میں ورثہ کے شرعی طور پر مقرر کئے گئے حصے،یہ ایک مستقل علم ہے اور اس علم کو فریضہ یا فرائض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ورثہ کے حصے قرآن میں خود مقرر کردیئے ہیں یہ ذمہ داری نہ پیغمبر پر ڈالی اور نہ کسی اور پر بخلاف دوسرے احکام مثلاً نماز روزہ وغیرہ کے کہ قرآن میں انہیں اجمال سے بیان فرمایا ہے،اس کی تفصیل احادیث میں آتی ہے۔

تجزیہ:اس کتاب میں چھ مرفوع احادیث ہیں جن میں سے پانچ متصل ہیں،ان کے راوی (۱) سعد بن ابی وقاص ؓ (۲) جابرؓ (۳) ابن عباسؓ (۴) عائشہؓ (۵) انسؓ ہیں اور ایک مرفوع مرسل ہے راوی عبداللہ بن شداد ہیں،ان کی پیدائش نبی علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی لیکن نبی علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی تھی ، بڑے اور ثقہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں ا۸ھ میں انتقال ہوا۔

باب الوصية بالثلث

یہ باب ایک تہائی کی وصیت کے بارے ہے

حدیث نمبر۱۔۵۱۴۔

فقلت یا رسول اللّٰہ اوصی بما لی کلہ قال لا قلت فبنصفہ قال لا قلت فثلثہ قال والثلث کثیر لا تدع اھلک یتکففون الناس وفی روایۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ دخل علی سعد یعود قال اوصیت قال نعم اوصیت بما لی کلہ فلم یزل رسول اللّٰہ ﷺ یناقصہ حتی قال الثلث والثلث کثیر وفی روایۃ عن عطاء عن ابیہ عن جدہ عن سعد قال دخل رسول اللّٰہ یعودنی فقلت یا رسول اللّٰہ اوصی بما لی کلہ قال لا قلت فبالنصف قال لا قلت فبالثلث قال فبالثلث والثلث کثیر ان تدع اھلک بخیر خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس .

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں نبی علیہ السلام میرے پاس آئے بیماری میں میری عیادت کررہے تھے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا پھر آدھے کی کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا پھر ایک تہائی مال کی کردوں آپ نے فرمایا ایک تہائی زیادہ ہے، اپنے اہل وعیال کو ایسے نہ چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت سعدؓ کے پاس عیادت کیلئے آئے آپ نے فرمایا تم نے وصیت کی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو رسول اللہ ﷺ اسے مسلسل کم کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا ایک تہائی سے کرو اور ایک تہائی زیادہ ہے اور ایک روایت کے مطابق عطاء اپنے والد اور دادا سے اور وہ سعدؓ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام میری بیمار پرسی کیلئے آئے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا پھر آدھے کی کردوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا

پھر ایک تہائی کی کردوں؟ آپنے فرمایا ایک تہائی کی کردو اور ایک تہائی کافی ہے، یہ بات کہ تم اپنے اہل وعیال کو مال اور خیر کے ساتھ چھوڑ دو اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگدست اور غریب چھوڑ دو وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔

توضیح اللغات: یعود عیادۃ (ن) سے ہے بیمار پرسی اور عیادت کرنا۔ یتکففون ، کف بمعنی ہتھیلی اور ہاتھ سے ہے، ہاتھ پھیلانا، مانگنا، سوال کرنا۔ یناقصہ کم کرنا، ان تدع الخ مصدر کی تاویل میں ہو کر مبتداء اور خیر اس کی خبر ہے۔

مسئلہ: وصیت اپنے مال کی صرف ایک تہائی تک کی جاسکتی ہے اگر اس سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی تک درست اور زائد باطل تصور ہوگی۔

باب التوارث بين المسلم والكافر

یہ باب مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر۲۔۵۱۵۔ ابو حنيفة عن الى الزبير عن جابرؓ ان رسول اللهؐ قال لا يرث المسلم النصراني الا ان يكون عبده او امته.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان نصرانی کا وارث نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ وہ اس کا غلام یا اس کی باندی ہو۔

کافر اور مسلمان کے درمیان توارث کا حکم

اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کافر غلام یا باندی مسلمان کی ملکیت میں ہو اور وہ انتقال کر جائے تو اس کا ترکہ مسلمان مولی کو ملے گا جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، اس وجہ سے نہیں کہ مسلمان وارث ہے بلکہ اس وجہ سے کہ غلام اور باندی کی ملکیت میں کوئی چیز آ نہیں سکتی اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے مولی کا ہوتا ہے، یہ حقیقت میں ترکہ نہیں۔ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث بنتا ہے یا نہیں، ائمہ اربعہ اور جمہور کے ہاں مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اور حضرت معاذ بن جبل اور معاویہ وغیرہ کے ہاں وارث بنتا ہے ان کی دلیل دارقطنی وغیرہ میں ایک حدیث ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا الاسلام يعلو ولا يعلى یعنی اسلام بلند اور اونچا رہتا ہے اس پر کوئی چیز بلند نہیں ہوسکتی، اس کا مقتضی یہ ہے کہ مسلمان اسلام کیوجہ سے کافر کا وارث ہو اور کافر اس کا وارث نہ ہو، حدیث الباب جمہور کی دلیل ہے۔ اور ان کے مستدل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام کی صرف فضیلت بیان کی گئی ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ دلائل وبراہین اور حقانیت کے اعتبار سے اسلام تمام ادیان پر غالب ہے، اس کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں۔

باب امر الحاق الفرائض باهلها

یہ باب مقررہ حصوں کو ان کے مستحقین کو دینے کے امر کے بارے ہے

حدیث نمبر۳۔۵۱۶۔ ابو حنيفة عن طاوس عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلأ ولىٰ رجل ذكر.

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مقرر شدہ حصے ان کے مالکوں کو دیدو پھر جو باقی رہ جائے تو وہ قریب ترین مذکر مرد کو ملے گا۔

توضیح اللغات: اولیٰ. اَلْوَلْیُ سے مشتق ہے بمعنی قریب تر، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن ورثہ کے حصے مقرر ہیں اور جنہیں اصحاب الفروض کہا جاتا ہے پہلے ان کا حصہ دیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو عصبہ کو دیا جائے، اولی سے عصبہ مراد ہے۔ **ذکر**، یہ رجل کی صفت ہے اور اس صفت لانے کے کئی مقاصد ہیں (۱) رجل کے لفظ سے شبہ ہوتا تھا کہ عصبہ صرف رجل یعنی بالغ مرد بن سکتا ہے اس کا دفعیہ کر دیا کہ عصبہ میں اصل ذکورۃ ہے یعنی مذکر ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ (۲) اس سے خنثی کو نکالنا مقصود ہے (۳) رجل کے وارث بننے اور عورت کے بطور عصبہ وارث نہ بننے کی علت بیان کرنا مقصود ہے کہ رجل مذکر ہوتا ہے اس کے ذمہ خرچ اور ذمہ داری ہوتی ہے عورت کے ذمہ مالی ذمہ داری نہیں ہوتی۔

باب ان للبنت النصف

یہ باب اس بارے ہے کہ بیٹی کو آدھا ملتا ہے

حدیث نمبر ۴۔ ۵۱۷۔ ابو حنیفة عن الحکم عن عبد اللہ بن شداد ان ابنة لحمزة اعتقت مملوکا فمات فترک ابنة فاعطی النبی ﷺ الابنة النصف واعطی ابنة حمزة النصف .

ترجمہ: عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ کی بیٹی نے غلام آزاد کیا پس وہ مر گیا اور ایک بیٹی چھوڑی تو نبی علیہ السلام نے بیٹی کو آدھا ترکہ دیا اور حمزہ کی بیٹی کو آدھا دیا۔

میت کی بیٹی کو نصف بطور وراثت کے دیا اور حضرت حمزہ کی بیٹی کو آدھا بطور ولاء کے دیا، حمزہ کی بیٹی کا نام امامہ یا امۃ اللہ یا ام الفضل یا فاطمہ تھا۔

باب المخالطة بمال الیتیم

یہ باب یتیم کے مال کو مخلوط کرنے کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۵۔ ۵۱۸۔ ابو حنیفة عن الھیثم عن الشعبی عن مسروق عن عائشة رضی اللہ

عنها قالت لمانزلت ان الذين یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا عدل من کان یعول اموال الیتامی فلم یقربوها وشق علیهم حفظها وخافوا الاثم علی انفسهم فنزلت الایة فخفف علیهم ویسألونک عَن الیتامی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم الایة .

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ان الذین الخ یقیناً جولوگ بطور ظلم کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں بلا شبہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اور عنقریب سلگتی آگ میں داخل ہونگے تو جولوگ یتیموں کے مالوں کی حفاظت کرتے تھے وہ پھر گئے اوران کے قریب بھی نہ آتے اوران پراس کی حفاظت مشکل ہوگئی اوران کو اپنے آپ پر گناہ کا اندیشہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اوران پر تخفیف کردی یسألونک الخ وہ آپ سے یتیموں کے بارے پوچھتے ہیں آپ فرمادیں ان کیلئے بھلائی اختیار کرنا بہتر ہے اوراگر تم ان کے ساتھ ملاپ کا معاملہ کروتو وہ تمھارے بھائی ہیں ۔

توضیح اللغات: ظلما تمیز ہے یا کلون سے۔ سیصلون (س) داخل ہونا۔ عدل عدول سے، پھرنا ،ایک نسخہ میں عزل ہے بمعنی جدا ہونا، یعول نگرانی کرنا۔ حفاظت کرنا، بوجھ اٹھانا، ایک نسخہ میں یتولّی ہے بمعنی ولی ہونا۔

باب لایتم بعدالحلم

یہ باب اس بارے ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں

حدیث نمبر ۶ ۔ ۵۱۹ ۔ ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یتم بعد الحُلم.

ترجمہ: انس بن مالک فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے۔

توضیح اللغات: یتم ،بضم الیاء وسکون التاء ۔ مصدر ہے یتیم ہوتا۔ الحلم بضم الحاء وسکون اللام ،بالغ ہونا، مطلب یہ ہے کہ یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کے والد کا انتقال ہوگیا ہو۔ اگر وہ بالغ ہوگیا تو اسے یتیم نہ کہیں گے، اسی طرح اگر کسی بالغ شخص کا والد فوت ہو تو اسے یتیم نہ کہیں گے۔ یہ تفصیل انسانوں کے بارے ہے، حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی ماں نہ ہو اور جمادات میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی نظیر نہ ہو، بے نظیر ہو، بے مثال موتی اور دریکتا کو دریتیم کہتے ہیں۔

كتاب القيمة و صفة الجنة

یہ کتاب قیامت اور جنت کی صفت کے بارے میں ہے۔

باب ان يوم القيمة ذو حسرة و ندامة

یہ باب اس بارے ہے کہ قیامت کا دن حسرت اور ندامت والا ہوگا

حدیث نمبر ۱-۵۲۰ ۔ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابی صالح عن ام هانئ عن رسول الله ﷺ قال ان يوم القيمة ذو حسرة و ندامة.

ترجمہ: ام ہانیؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کا دن حسرت اور ندامت کا دن ہے۔

حدیث نمبر ۲-۵۲۱ ۔ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابی صالح عن ام هانئؓ عن رسول الله ﷺ قال ان القيمة ذو حسرة و ندامة .

ترجمہ: حضرت ام ہانیؓ سے مروی ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کا دن حسرت اور ندامت والا ہوگا۔ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں لفظ یوم ہے یعنی قیامت کا دن اور دوسری روایت میں یوم کا لفظ نہیں۔

باب صفة الجنة

یہ باب جنت کی صفت کے بارے ہے۔

حدیث نمبر ۳-۵۲۲ ۔ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابی صالح عن ام هانئؓ قالت قال رسول الله ﷺ ان الله خلق من الجنة مدينة من مسك اذفر، ماء ها السلسبيل و شجرها خلقت من نور فيها حور حسان على كل واحدة سبعون ذُوابة لو ان واحدة منها اشرقت فی الارض لاضاء ت مابين المشرق و المغرب و لملأ ت من طيب ريحها ما بين السماء و الارض فقالو ايارسول الله لمن هذا قال لمن كان سمحا فی التقاضی و فی رواية قال لو ان واحدة من الحور العين اشرقت لأضاء ت

ما بين المشرق والمغرب ولملأت مابين السماء والارض من طيبها وفي رواية قالت قال رسول الله ﷺ ان لله مدينة خلقت من مسك اذفر معلقة تحت العرش وشجر من النور وماء ها السلسبيل وحور عينها خلقت من نبات الجنان على كل واحدة منهن سبعون ذوابة لو ان واحدة علقت في المشرق لاضاء ت اهل المغرب.

قال جامعه الشيخ المحقق العلامة الفهامة مولانا الشيخ محمد عابد السندي الانصاري هذا آخر ماوجدته من رواية الخصكفي في مسند الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان والحمد لله الذي عم نواله على العباد والصلوة على رسوله محمد المصطفى وعلى اله واصحابه الامجاد فقط

ترجمہ: ام ہانی فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلا شبہ اللہ تعالی نے جنت میں پاکیزہ تیز مشک سے ایک شہر بنایا ہے اس کا پانی سلسبیل ہے اور اس کے درخت نور سے بنائے گئے ہیں اس میں خوبصورت حوریں ہیں ان میں سے ہر ایک پر ستر مینڈھیاں ہیں اگر ان میں سے ایک زمین میں ظاہر ہو تو مشرق و مغرب کے درمیانی سب چیزوں کو روشن کر دے اور اپنی بہترین خوشبو سے آسمان وزمین کے درمیان فضاء کو بھر دے، تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس کیلئے ہے آپ نے فرمایا اس کے لئے جو قرض طلب کرنے میں نرم رویہ رکھتا ہوا اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے کوئی ایک ظاہر ہو جائے تو وہ اس پوری جگہ کو روشن کر دے جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور اپنی خوشبو سے آسمان وزمین کے درمیانی فضاء کو بھر دے اور ایک روایت میں ہے امام ہانی فرماتی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی کا ایک شہر ہے جو پاکیزہ تیز خوشبو والی مشک سے بنایا گیا عرش کے نیچے بسایا گیا ہے اور نور کے درخت ہیں اور اس کا پانی سلسبیل ہے اور اس کی بڑی آنکھوں والی حوریں جنتوں کے گھاسوں سے بنائی گئی ہیں ان میں سے ہر ایک پر ستر مینڈھیاں ہیں اگر ان میں سے ایک مشرق میں نمودار ہو تو اہل مغرب کو روشن کر دے۔

مسند کے جامع شیخ محقق علامہ فہامہ مولانا شیخ محمد عابد سندھی انصاری فرماتے ہیں یہ آخری حدیث ہے جو میں نے مسند امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان سے متعلق امام خصکفی کی روایت سے پایا ہے۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس کی عطاء اور بخشش سب بندوں پر ہے اور صلوۃ اور درود ہو اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ پر اور آپ کی آل اور بزرگ صحابہ پر فقط۔

توضیح اللغات: من الجنة: من، فی کے معنی میں ہے مسک مشک، خاص قسم کی خوشبو، اذفر، الذفر (س) سے اسم تفضیل، بہت خوشبودار، تیز خوشبو۔ السلسبیل۔ جنت میں ایک نہر ہے۔ حور، حوراء کی جمع ہے بمعنی سفید، حوریں بھی سفید رنگ کی ہیں۔ حسان، حسین اور حسن کی جمع۔ ذوابة، مینڈھی جمع ذوائب۔ اشرقت

،روشن کرنا،طلوع ہونا،ظاہر ہونا، لاضاءت لام تاکید یہ ہے،اضاءۃ کے معنی ہیں روشن کرنا۔ سمحا، چشم پوشی کرنا ،آسانی والا معاملہ کرنا، یہ مبالغہ کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور مصدر بھی، اگر مصدر ہو تو اصل لفظ ذا سمح ہوگا یعنی اس کا مضاف محذوف ہے ذو سمح ۔التقاضی ،قرض کا مطالبہ کرنا،معلقۃ،لٹکایا گیا،بسایا گیا،قائم کیا گیا،۔وحور عینها یہ اضافت الموصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے،اصل عبارت ہے والحور العین لها، عین عیناء کی جمع ہے خوبصورت آنکھوں والی عورت،موٹی آنکھوں والی عورت،نبات، نبت کی جمع ،گھاس۔الجنان جنة کی جمع ،نوال عطیہ، بخشش،حصہ۔

قال جامعه الخ یہ عبارت آخر تک علامہ سندھی مرحوم کے کسی شاگرد کی ہے۔

فقط

ریاض محمد بٹگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

متخصص جامعہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

استاذ ومفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

۱۰۔۹۔۱۴۲۶ھ

اسی قلم سے دیگر فقہی تصانیف

القمر النوری اردو شرح مختصر القدوری

طہارت اور اس کے جدید مسائل

نماز اور اس کے جدید مسائل

زکوۃ اور اس کے دید مسائل

نظام مسجد اور اس کے جدید مسائل

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

نذر اور اس کے احکام و مسائل

کفارہ اور اس کے اقسام و احکام

قسم اور اس کے اقسام و احکام

ٹیکس کی شرعی حیثیت

ارشاد الامام شرح مسند الامام

مسند امام اعظمؒ کی مکمل اردو شرح



الخلیل پبلشنگ ہاؤس
دوکان نمبر 1-B فضل دار پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی
Ph: 051-7112253, 0300-5034629
051-5553248